

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی نادر و ننگار
اور معرکہ آرا کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب شرح

کلیدِ مثنوی

حکیمُ الامّت مجددِ الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ علیہ

10

یہ وہ مقبول خاص عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس کو چسپی لیتے ہیں مگر
مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض
اوقات نوبت السامع و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے حضرت حکیمُ الامّت نے اشعارِ مثنوی
کو واضح کر کے اور مسائلِ تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت
یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و ادب رکھ کر مضامین کو حل
کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

بیرون بوہڑ گیٹ
ملتان

اِنَّ اِلٰهَنَا لَيَقَاتِلُ اَشْرَفِيَا

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی ریویج کی نادر و نگار
اور معرکہ آراء کتاب مثنوی معنوی کی جامع اور لاجواب اردو شرح

کلید مثنوی

از:

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

جلد ۱۰

یہ وہ مقبول خاص عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے
دلچسپی لیتے ہیں، مگر مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی قوت
پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندہ تک پہنچ جاتی ہے۔
حضرت حکیم الامتؒ نے شعائر مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام
فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس معجز اور
شرعیہ طریقت کا پاس ادب لکھ کر مضامین کو حل کر نیوالی اور کوئی شرح
نہیں بھی گئی۔

ادارہ تالیفات اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ . ملتان

قَالَ الْحَكِيمُ ارْزُقْنَا بِرَحْمَةِ اللَّهِ وَتَعْلِيمِهِ وَتَوْفِيقِهِ وَتَعْلِيمِهِ
الْكَلِمَةِ الْحَكِيمَةَ وَتَعْلِيمَهُ مِثْلَ مَنْ وَرَايَعَهُ مِنْ

چوں و کبریا صدر قوله تلو علیکم الکتاب فیصل علم نظم معنی و تالیف کیم ثم شرف علم کلام
و عقائد علم سلوک و قوله اجمعه بجزئی علم اسرار و علم اصول ان ایاض بیان است براه و دیوان
تصویر کشتی سلوک اسرار است از علم دین نمیکشایان است با اتفاق اهل ان فنوی را کتب
ایں فن خاصان است لکن ان معلاش محتاج تبیان است + بنا بر علی این شرح او و که معولش را

کلیله و دمنی

عنوان است این رایج ثلاثی فترسوم ازل است از الفاظ و عبارت مولوی شمس الدین
و مولوی حبیب احمد سلیمان الله که هر یک از ایشان بجله صاحب فی معنی مولانا
اشرف علی حبیب و ام غلام بنیر السان ترجمان است (دو اصل متن را چنان حل کرده
که غایت امکان است مسائل را بطور تقریر نموده که هم موافق تحقیق اهل تقان و هم
مطابق حدیث قرآن است) نکالات اغلاط را بطرے دور ساخته موش الطینان
دامان است بجایا لغو ناست سنا الحاح محمد بن امداد الله که مظهر افغان
منشط از دمان است هم در مطاویش پیروزه حبیب با نیش

محمد بن عثمان تا جگر کتب ما لک کتب خانة الله و

حَامِلًا وَصَلِيًّا وَمُسْلِمًا
رَبِيعُ ثَالِثٍ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ نَوِيْشِ دَفْتَرِ ثَالِثٍ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شرح حبیبی

حامل او وصلیا۔ اما بعد۔ واضح ہو کہ مولانا نے اس سے پیشتر گائے کی بابت دو
شخصوں کا نزاع اور ان کا مقدمہ بیان کیا تھا اب مولانا اُس قصہ کا مغز اور اُس کی حقیقت
بیان فرماتے ہیں۔

خواجہ راکش است اور بندہ کن
خوشتن را خواجہ کرست و ہمین
بر کشندہ گا و تن منکر مشو
روزی بے رنج و نعمت پر طبق
آنکہ یکشد گا و را کا صل بدست
زانکہ گا و نفس باشد نقش تن
نفس خونی خواجہ گشت پیشوا
وقت ابواب است از اذن است

نفس خود را کشتن جہاں زندہ کن
مدعی گا و نفس تست بین
آن کشندہ گا و عقل تست رو
عقل اسیر ست بھی خواہد حق
روزی بے رنج او موقوف حبست
نفس گوید چونکہ گشتی گا و من
خواجہ زادہ عقل ماندہ بینوا
روزی بے رنج میدانی کہ حبست

لیک موقوف است بر قربان کاو
 دوش چیزے خورد و ام ورنه تمام
 دوش چیزے خورد و ام افسانه است
 چشم بر اسباب از چو خستم
 هست بر اسباب اسبابے و اگر
 انبیا در قطع اسباب آمدند
 بے سبب مگر را بشکافتند
 ریگها هم آردش را سعی شان
 جمله قرآن ست در قطع سبب
 مرغ با پیله دو سنگ افکند
 پیل را سوراخ سوراخ افکند
 دم کاو کشته بر مقتول زن
 خلق ببریده جسد از بجائے خویش
 همچنین ز آغاز قرآن تا تمام
 کشف این نزد عقل کارافر شود
 بند معقولات آمد فلسفی
 عقل عقلت مغر و عقلت پست

گنج اندر گاو دالے گنج کاو
 دالے در دست نهسم تو زمام
 هر می آید ز پنهان خانه است
 که ز خوش چشمان که شتم آموختم
 در سبب منکر در ایں میکن نظر
 معجزات خویش بر کیوان روند
 بے زراعت چاش کن میافتند
 پشم بر آبیشم آمد کشکان
 عز درویش و هلاک بولوب
 لشکر زفت حبش را بشکند
 سنگ مرغ کو ببالا پرزند
 تا شود زنده همسانا در کفن
 خون خود جوید ز خون پالائے خویش
 رفض اسباب ست علت السلام
 بندگی کن تا ترا سپر شود
 شمسوار عقل عقل آمد صفی
 معده حیوان همیشه پوست چوست

مغز جو از پوست دارد صد طال
 چونکہ قشر عقل صدر برہان وہد
 عقل دفتر ہاگت دیکہ سیاہ
 از سیاہی و ز سفیدی فلح است
 ایں سیاہ و آن سفید از قدیافت
 قہر میان و کسی اندر ز دست
 ہچنماں کہ قدرت از جان بود
 اگر بے جان نہد بے پرو تو کنوں
 ہین بگو کہ ناطقہ جو می کند
 گر چہ ہر قرنہ سخن آئے بود
 نے کہ ہم تو ریت و انجیل زبور
 روزی بے ریخ جو دے سیب
 بلکہ زر قے از خداوند بہشت
 زانکہ نفع نان در ان نان واد است
 ذوق پنہاں نقش ناچن سفر است

مغز لغز انرا جلال آمد حلال
 عقل کل کے گام بے ایقان ہند
 عقل عقل آفاق دارد و پیر زماہ
 نور ماہش بردن جان باوخ است
 زان شب قدرت کاخ وارتافت
 بے زری ہمیاں و کیستہ ترست
 قدر جان از پرو جانان بود
 ہیچ گفتے کا فر ان میتوں
 تالفقر نے بعد ما آئے رسد
 لیک گفتہ ایقان یا آئے بود
 شد گواہ صدق قرآن ای شکور
 کز ہشتت آورد جہیز سیب
 بے صدراع باغبان نے ریخ کشت
 بدہشتان نفع بے توسیط پوست
 نان بے سفرہ و لے راہرہ است

تفصیل تطبیق یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو مار کہ ایک عالم کو زہن کرد (عالم سے مراد یا خود ہی ہو یا تمام مخلوق مراد ہو) نقشہی سے اپنا زہن ہونا تو ظاہر ہے اور مخلوق کا زہن ہونا اسلئے ہی

کہ عالم میں جو موت اور فساد ہو وہ نفس کے سبب ہے جب وہ مر جاوے گا تو عالم زنج ہو جاوے گا
 رہا یہ شبہ کہ عالم میں جو فساد ہے وہ ایک نفس کا تو نہیں اگر ایک نفس مر گیا تو اور نفس کیونکر
 مرجائیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا کا مخاطب کوئی خاص شخص نہیں بلکہ ہر فرد ہے۔
 جب ہر فرد کا نفس مرجائے گا تو پھر کون سا نفس باقی رہے گا اور اگر افراد ہی ملحوظ رکھا جاوے تب
 بھی جواب ہو سکتا ہے کہ وہ ایک خاص نفس کے مرجانے سے وہ موت مرتفع ہو جائے گی جو اس
 خاص نفس کے ذریعے دوسروں کو حاصل ہوتی ہے کو مطلق موت مرتفع نہو گی چنانچہ مولانا دفتر دوم
 میں فرماتے ہیں نفس شست آل مادر بد خاصیت بد کہ فساد دوست در ہر نایت پس
 بخش اور کہ ہر آن دنی بد ہر زمان قصد عزیزے میکنی = اور تا ئید اس توجہ کی کہ مولانا کے
 اس شخص سے بھی ہو سکتی ہے جو قصہ گاؤں میں فرمایا گیا ہے یعنی کشتہ شد ظالم جہا نے زندہ شد
 ہر یکے از ماخلدار بستہ شد = جتنا شبہ یہ ہے کہ اس ظالم کے مرنے سے مخلوق کی وہ
 موت مرتفع ہوئی تھی جو اس کی حیثیت سے حاصل تھی نہ کہ مطلق موت اس لئے کہ اُس نے اپنی آقا پر
 کو مارا ہے اور اُس کو دوبارہ غلام بنالو۔ یاد رکھو کہ مدعی گاؤں تھا اور نفس سے جس نے اپنے کو آقا اور
 سردار بنا رکھا ہے اور گائے کو مار نیوالی تمہاری عقل ہے اور عقل حق پر ہے تم عوام کی طرح
 اس کے فعل پر اعتراض نہ کرنا نیز عقلاً البتہ ہے کہ وہ اپنی جد جہد سے قرب حق سبحانہ اور
 غذائے روحانی حاصل نہیں کر سکتی اس لئے وہ حق سبحانہ سے چاہتی ہے کہ مجھے بلا تعدد مشقت
 کے روزی اور نعمت سے بہرا ہوا خواں ملجاوے لیکن اُسکی روزی اُسکو کیوں نہیں ملتی اسکی وجہ
 یہ ہے کہ وہ ایک بات پر موقوف ہے اور وہ بات یہ ہے کہ اول وہ گائے کو مار ڈالے جو کہ اصل
 شہ ہے اس لئے وہ اس گائے کو مارتی ہے نفس اس سے منازعت کرتا ہے کہ تو نے میری
 گائے کیوں مار ڈالی۔ کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ صاحب نفس کی گائے کو کسی ہے جسکو عقل مار سکے
 تو پھر عقل نفس کی گائے کو کیونکر مارتی ہے جس پر نفس مدعی ہوتا ہے کیونکہ ہم کہیں گے کہ بات
 یہ ہے کہ نفس کی گائے جسم یعنی شہوات اور لذات ہیں اور عقل سلیم انکو فنا کرتی ہے اس پر
 نفس شور مچاتا ہے اور مزاحمت کرتا ہے۔ خیر تو جبکہ نفس نے اپنی آقا و روح کو مار ڈالا تو اسکا
 بچہ عقل فقیر رہ گیا اور نفس خونی آقا اور سردار بن بیٹھا پس وہ بچہ بے مشقت اپنی روزی

حق سبحانہ سے مانگتا ہے تم جانتے ہو کہ وہ بے مشقت روزی کیا ہے جسکو عقل حق سبحانہ سے مانگتی ہے سنو وہ غذائے روح اور اصلی غذا ہے یعنی غذائے معارف و عقائد لیکن چونکہ اسکا حصول موقوف ہے گائے کی قربانی پر کیونکہ یہ خزانہ قتل گاؤں میں مستور ہے اسلئے وہ اُسکو مارتی ہے (یاد رکھو کہ یہ عنوان تو خبر کا ہے مگر مقصود طلب گاؤں کی ہے یعنی ملک و وقت کو مارنا چاہئے) کیا کہوں کل میں نے ایک مباح شے کھالی تھی اُس سے طبیعت میں انشراح نہیں ہوا اور مضمون کی آمد بند ہو گئی ورنہ اس مضمون کو تجھے اچھی طرح سمجھ دیتا۔ یہ جو میں نے کہہ کر کل میں نے ایک شے کھالی تھی اس سے ایسا ہو گیا یہ تو صورت ہے ورنہ حقیقت کچھ اور ہی ہے وہ یہ کہ جو کچھ بھی اس عالم میں ظاہر ہوتا ہے وہ سب اثر ہے عالم غیب کا اب تم یہ کہو گے کہ جب تم جانتے ہو تو پھر اس صورت کے اختیار کرنے کی پھر دفع دخل کی ضرورت ہی کیا تھی پہلے ہی سے کیوں نہ کہ دنیا کہ خدا نے ایسا کر دیا سو میں ملک و اسکی وجہ بھی بتلاتا ہوں کہ میں نے سبب ظاہری پر کیوں نظر کی بات یہ ہے کہ یہ ادا میں نے حسینوں سے اڑائی ہے یعنی انبیاء و اولیاء کا ملین کا یہی طریقہ ہے کہ وہ اسباب کو اگر موثر حقیقی نہیں سمجھتے تو اُنکو نظر انداز بھی نہیں کرتے پس اُنکے تنبیح کا فرض ہے کہ اسباب کو نظر انداز نہ کرے لیکن اُنکو موثر حقیقی بھی نہ سمجھے اور نظر کو ان ہی تک محدود نہ کرے کیونکہ ان اسباب سے اور پر اور اسباب غفیشل ارادہ حق سبحانہ بھی ہیں لہذا صرف انہی پر نظر کو مقصور نہ کرنا چاہئے بلکہ ان پر بھی نظر رکھنی چاہئے کیونکہ انبیاء و اسی بات کی تعلیم کیلئے تشریف لائے تھے کہ اسباب کو موثر حقیقی نہ سمجھا جاوے اور انہوں نے اس خیال کو دل سے مٹا دیا کہ اپنے معجزات کو زحل تک رفعت دی چنانچہ بلا سبب ظاہری کے انہوں نے دریا کے دو ٹکڑے کر دیے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے اور اسلئے گویا کہ انہوں نے صاف ستھرے گہیوں بلا بونے جو تے حاصل کر لئے۔ نیز ریت اُنکی کوشش سے بلا سبب ظاہری کے آنا ہو گیا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کا امتحان ہو رہا ہے اور بھڑکی اُن ابراہیم ہو گئی جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی زوہ مطہرہ کی کرامت ہو رہی ہے۔ نیز تمام قرآن اسباب کے موقوف علیہ ہونیکا قلع قمع کرتا ہے مثلاً ایک مسکین یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ اور ابوالہب سے معزز اور دو لقمہ کی ہلاکی کس سبب ظاہری پر مبنی تھیں اور دیکھو ہر بندے ہاتھ یوں کر نکھرے یاں پھینکتے ہیں اور جنبش کے بڑے بھاری

لشکر کو شکست دیتے ہیں اور اُس پر ندبے کی کنکری جو ہوا میں اڑتا ہے ہاتھی کو چبانی کر
 ڈالتی ہے۔ علیٰ ہذا حق سبحانہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیتے ہیں کہ گالے کی دُم مقتول کے اوپر
 مارو تاکہ وہ فوراً کفن میں زندہ ہو جاوے ایسا کرتے ہی وہ حق پریدہ اپنی جگہ سے اُچھل پڑتا ہے
 اور اپنے قاتل سے قصاص لینا چاہتا ہے یہ امور کس ظاہری سبب کا نتیجہ ہیں علیٰ ہذا القیاس
 قرآن اول سے آخر تک ترک اسباب و علل علی الوجہ المخصوص سے علی وجہ اعتقاد موثر تھا الحقیقہ
 سے پُر ہے الحمد للہ کہ یہ بحث اختیار سبب تو تمام ہوئی اب سو کہ یہ امور تمپر تہداری کبیہہ اگر ہوئے تو
 عقل سے منکشف نہیں ہو سکتے بلکہ اطاعت حق سبحانہ کرنا کہ اس سے یہ امور تہہ منکشف ہو جائیں
 معقولات میں تو فسفی مجبوس ہوتا ہے اور عقل العقل پر یعنی اُس اور حق پر جو عقل کو مینش خلقنا
 ہے مقبول حق سبحانہ قبضہ کرتا ہے اور اس اختلاف انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ عقل العقل تو مغز اور
 اہل شے ہے اور عقل اسکا پوست اور صورت ہے اور فلسفی پر جو نہ حیوانیت اور بہیمیت کا غلبہ ہے
 اسلئے وہ پوست کی طرف راغب ہے کیونکہ مدہ حیوانی کا خاصہ ہے کہ وہ اجسام کو طلب کرتا ہو
 جو کہ بہتر لہ پوست کے ہیں اور حانی کی طرف اسکو رغبت نہیں ہوتی جو کہ بہتر لہ مغز کے ہیں اور
 اہل بشر پر جو نہ روحانیت کا غلبہ ہے اسلئے وہ طالب معنی ہیں جو کہ مغز ہے اور صورت کی طرف
 رغبت نہیں کرتے کیونکہ جو شخص طالب مغز ہے اُسے پوست سے سخت نفرت ہے اُسکے
 لئے تو وہ اعلیٰ درجہ کا مغز بھی حلال و طیب ہے جب یہ معلوم ہو چکا کہ فلسفے کو تو عقل حاصل ہے
 اور مقبولین حق سبحانہ کو عقل العقل نواب سمجھو کہ یہ عقل باوجودیکہ ایک پوست ہے لیکن یا بہیم
 جب کسی مدعا کو مانتی ہے تو اُسپر سیکڑوں دلیلین قائم کرتی ہے جب تسلیم کرتی ہے تو عقل کل
 یعنی عقل اہل البدو سر اسر مغز ہے بے یقین کے کیسے قدم رکھ سکتی ہے کیونکہ یہ عقل تو نہایت
 اذنی ہے اور وہ نہایت اعلیٰ اسلئے کہ یہ عقل تو اوراق کو سیاہ کرتی ہے اور عقل العقل (یعنی
 نور حق سبحانہ) عالم کو پُر نور کرتی ہے وہ تسوید و تہیض سے فارغ ہے اور اسکو عقل کی طرح
 تسوید و تہیض کی ضرورت نہیں بلکہ اسکا چاند تو دل و جان پر چمکتا اور انگو منور کے معن عام
 بناتا ہے اور اس مسودہ و بیضہ یعنی دفاتر علوم کو جو وقت حاصل ہوئی ہے یہ بھی اسی شب قدر
 یعنی نور الہی کا نتیجہ ہے جو ستاروں کی طرح دل و جان پر چمکی کیونکہ ان میں جب قدر و اہمیت

وہ اسی کا فیض ہے اگر وہ نہ ہوتی تو یہ عقل فی نفسہ کچھ بھی نہ تھی پس اس عقل کی مثال ایسی ہے جیسے کیسے
 وہ میانی اور نور حق سبحانہ کی مثال ایسی ہے جیسے سونا اور ہیمائی اور کیسے کی قدر سوئے نکلتے ہے وہ نہ
 بلا سونے کے ہیمائی و کیسے کسی کام کے بھی نہیں جب ہر دو عقل کا فرق معلوم ہو گیا تو معلوم ہوا کہ
 عقل کل کے احکام اور مدارکات نہایت صحیح ہیں پس تکوین حقائق کو اس عقل سے سمجھنے کی کوشش
 نہ کرنی چاہئے بلکہ عقل کل حاصل کر کے اس سے سمجھنا چاہئے اور عقل ناقص کامل ہوتی ہے عقل العقل
 یعنی نور حق سبحانہ سے لہذا نور حق سبحانہ حاصل کرنا چاہئے نیز اس کا حاصل کرنا اسلئے بھی ضروری
 ہے کہ جب طرح جسم کی قدر جان سے ہے اور جب بلا روح کوڑی کے کام کا بھی نہیں یوں
 ہی جان کی قدر پر نور حق سبحانہ سے ہے کیونکہ جب طرح حیات جسم بدون روح کے متحقق نہیں ہو سکتی
 یوں ہی حیات روح بدون اس پر تو کے حامل نہیں ہو سکتی اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر حیات روح
 بدون پر نور حق سبحانہ کے بھی متحقق ہو سکتی تو کافر بھی زندہ کہلاتے انکو مردہ کون کہتا۔ حالانکہ
 قرآن میں انکو مردہ کہا گیا ہے۔ یہاں تک چھو بچہ مولانا کے دل میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے وہ
 یہ کہ کوئی سمجھنے والا تو ہے نہیں یہ گفتگو فضول ہے لہذا اسکو ختم کرنا چاہئے اسکے بعد اسکا خود ہی
 جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ نہیں جی تم ضرور بیان کرو کیونکہ تمہاری قوت ناطقہ ایک نہر
 کو دور ہی ہے تاکہ کسی زمانہ میں اس نہر میں پانی ہے یعنی اہل فہم اس سے منتفع ہوں۔ اب
 پھر ایک شبہ ہوتا ہے وہ یہ کہ جب اسمیں اہل فہم ہو گئے تو وہ یہ ہی باتیں بھی تو کہہ سکتے ہیں پھر
 بھی اس گفتگو کی ضرورت نہ رہی اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ صحیح ہے کہ ہر زمانہ میں مضامین عالیہ
 بیان کرنے والے ہوتے ہیں لیکن متقدمین کے مقالات انکے مؤید اور مصدق ہو جاتے ہیں
 تم دیکھ لو کیا انجیل توریت اور زبور قرآن کی مصدق نہ ہوئیں ضرور ہوئیں۔ اور اس سے قرآن کو
 ایک خاص قوت حاصل ہو گئی۔ ان خیالات کو دفع کر کے پھر ممنون سابق کی طرف خود فرماتے
 ہیں اور سلسلہ گفتگو کو شروع کر کے کہتے ہیں کہ جب امور مذکورہ بالا تہائے ذہن نشین ہو گئے
 تو اب تم اسی فقیہ کی طرح بے مشقت ادبے حساب روزی تلاش کرو اور حق سبحانہ سے علوم
 و معارف حقیقیہ اور نور و قرب حق سبحانہ طلب کرو تاکہ جبریل تمہارے پاس بہشت کے سیب
 یعنی غذائے روحانی لائیں بلکہ خود مالک بہشت یعنی حق سبحانہ بلا تو شرط روح القدس وغیرہ کے

تکو غذا چھو نچائیں، تکو باغبانی کی دروسری کرنی پڑے اور نہ جو تنے پونے کی زحمت اٹھانی پڑے اور حق سبحانہ کا بلا واسطہ کسی شے کو عطا کرنا کچھ بھی بعید نہیں کیونکہ مثلاً تکو تو روٹی کے ذریعہ سے نفع چھو نچتا ہے مگر روٹی کو نفع کی صفت کسے بخشی ہے بلا واسطہ حق سبحانہ نے بس بطرح اُسے بلا واسطہ روٹی کو وہ صفت بخشی ہے یوں ہی وہ نفع بلا واسطہ پوست نان کے تکو بھی دے سکتا ہے کیونکہ اسوقت صورت نان بمنزلہ دسترخوان کے ہوئی اور ذوق اس میں روٹی کی طرح پوشیدہ ہو اپس بطرح روٹی بدون دسترخوان کے مل سکتی ہے یوں ہی ذوق و نفع نان بھی بدون روٹی کے حاصل ہو سکتا ہے جب یہ ثابت ہو گیا کہ ذوق و نفع نان ظاہری بدون واسطہ نان کے حاصل ہو سکتا ہے پس اسی سے سمجھ لو کہ اہل اللہ کو غذائے روحانی یوں ہی بلا واسطہ دسترخوان یعنی واسطہ فیض حاصل ہوتی ہے

شرح شیری

مولانا نے نصف ثانی کے اخیر میں ایک حکایت بیان کی ہے جبکہ غلام ہے کہ ایک شخص سالہا سال تک دعا کیا کرتا تھا کہ اے اللہ بلا محنت و مشقت کے مجھے امیر بنائے لوگ اسکی اس بات پر ہنسا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز دعا کر رہا تھا کہ اُسکے گہریں ایک گائے گھس آئی اُس نے اسکو پکڑ کر ذبح کر لیا مالک گائے نے دعویٰ کیا حضرت داؤد کے یہاں دعویٰ پیش ہوا اپنے اس مدعا علیہ سے فرمایا کہ تم گائے کی قیمت دو اُس نے کہا کہ میں نے تو دعا کی تھی وہ مستجاب ہوئی اور خدا نے مجھے گائے دی میں قیمت کیسی دوں حضرت داؤد نے فرمایا کہ دعا کوئی طریقہ ملک نہیں ہے تکو قیمت دینا ہوگی اُس نے اسقدر آہ و زاری کی کہ داؤد کا دل بھرا یا اور انکو یہ خیال ہوا کہ اسکا لب و لہجہ جھوٹوں کا نہیں ہے تب انہوں نے مقدمہ ملتوی کر دیا اور خلوت میں جا کر حق تعالیٰ سے اظہار معاملہ کی دعا کی حق تعالیٰ نے سارا معاملہ منکشف فرمادیا کہ مدعی اس مدعا علیہ کے باپ کا غلام ہے اس مدعی نے مدعا علیہ کے باپ کو قتل کر دیا ہے اور مدعا علیہ اسوقت بچہ تھا تو سارا مال بھی یہ مدعی خود دبا بیٹھا ہے اور گائے اسی مال میں سے تھی لہذا وہ بھی اس مدعا علیہ ہی کی تھی اور یہ غلام بھی اسی کا ہے اور سارا مال بھی اسی کا ہے۔ دوسرے روز حضرت

داؤد نے سارا مال اُس شخص کو دلایا اور اُس قاتل غلام کو قتل کرایا۔ اس قصہ کے بعد مولانا اُس قصہ کو مقصود پر منطبق فرماتے ہیں۔ اول اُس کا بھی غافل سمجھ لو تو پھر آسان ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ نفس انسانی تو اُس خوبی کی طرح ہے (اسلئے کہ جس طرح اُسے اپنے آقا کو مار کر حرام مال حاصل کیا تھا اسی طرح نفس نے عقل کو مغلوب کر کے شہوات و لذات کو حاصل کیا ہے) جسے کٹ گائے کا دعویٰ کیا تھا اور گائے شہوات و لذات میں اور عقل اُس مدعا علیہ ذابح گائے کی طرح ہے (اسلئے کہ جس طرح کہ یہ مدعا علیہ حق تعالیٰ سے بے محنت و مشقت کے روزی طلب کیا کرتا تھا اسی طرح عقل بھی حق تعالیٰ سے روزی علوم و معارف کو بے کسب و مشقت کے طلب کرتی ہے) تو جس طرح اُسے گائے کا دعویٰ کیا تھا اور کہتا تھا کہ اسنے میری گائے کو ذبح کر لیا ہے اسی طرح نفس عقل پر دعویٰ کرتا ہے کہ اسنے میری لذات و شہوات کو فنا کر دیا ہے اور شیخ کامل داؤد علی طرح کہ جس طرح انہوں نے حق دار کو حق دلا دیا تھا اسی طرح شیخ کامل نفس کو مغلوب کر کے عقل کو غلبہ دلا دیتا ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

بیان میں اسلئے کہ نفس انسان کا بجائے اُس خوبی کی جو کہ مدعی گائے کا ہوا تھا اور وہ ذابح گائے عقل ہوا
داؤد حق تعالیٰ ہیں یا شیخ کامل کہ نابھ حق ہو کہ اُسکی قوت اور مدد
دشمن کو مار کر بے کسب اور بے حساب فی کا مالک ہو سکتا ہے
نفس خود راکش جہان زندہ کن خواجہ راکش است اور بندہ کن

یعنی اپنے نفس کو مار اور ایک جہان کو زندہ کر اُسے آقا کو قتل کر دیا ہے اُسکو غلام بنائے
جہاں سے مراد خود یہ شخص یعنی نفس کو قتل کر کے اپنے کو زندہ کر لے اور جہاں اسلئے کہ یا کہ بعض
نے کہا ہے کہ چونکہ انسان جامع ہے لہذا یہ عالم صغیر ہے تو مطلب ہے کہ اپنے نفس کو مار تو
تجربہ حیات اصلی میرہ ہوگی اس نالائق نے عقل کو مغلوب کر رکھا ہے تم اسکو مغلوب
کر کے غلام بنا لو۔

معنی گاہ و نفس تست ہیں خلیقین را خواجہ کردست زمین

یعنی گاہی تیر نفس ہے کہ اسنے اپنے کو آقا اور بڑا بنا رکھا ہے۔

آن کشندہ گاہ و عقل تست رو بر کشندہ گاہ و تن منکر مشو

یعنی وہ ذائق گاہے تمہاری عقل ہے جاؤ اس کشندہ گاہ و تن پر منکر مت ہو۔ گاہ و تن سے مراد لذات و شہوات۔ مطلب یہ کہ عقل نے جو نفس کے لذات و شہوات کو مار لیا ہے تو اس پر انکار مت کرید اسلئے کہ ان کا توفیق ہونا ہی بہتر ہے۔

عقل اسیر ست بھی خواہد ز حق روزی بے رنج و نعمت پر مطبق

یعنی عقل مطیعِ حق ہے اور وہ حق تعالیٰ سے روزی بے مشقت اور نعمت پر طبع مانگتی ہے

روزی بے رنج سے مراد علوم و معارف ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عقل حق تعالیٰ سے علوم و معارف کو طلب کرتی ہے اور دعا کرتی ہے کہ اے اللہ علوم و معارف عنایت فرما یہ علوم و معارف قرب حق کیلئے علت نہیں ہیں ہاں میں ہیں تو جس طرح کہ وہ شخص روزی بے رنج و تعب کا طالب تھا اس طرح عقل بھی حق تعالیٰ سے روزی بے رنج و تعب مانگتی ہے۔

روزی بے رنج او موقوف چیست آنکہ بکشند گاہ و را کا اصل نیست

یعنی روزی بے رنج وہ موقوف کس شے کی ہے اسکی کہ گاہے کو مار دے کہ یہی اصل جو بدی کی (گاہے سے مراد لذات و شہوات) مطلب یہ کہ علوم و معارف کا حصول موقوف ہو لذات و شہوات نفسانیہ کے فنا کرنے پر۔

نفس گوید چوں کشی تو گاہ و تن ناکہ گاہ و نفس باشت نقش تن

یعنی نفس کہتا ہے کہ تو نے میری گاہے کیوں ماری اسلئے گاہ و نفس نقش تن ہے مطلب یہ کہ جب لذات نفسانیہ کو نہ کر دے تو نفس اس غلام کی طرح تمپر گاہے کا دعویٰ کرے گا۔

خواہد زاد عقل ماندہ بینوا نفس خوئی خواہد پشت و پیشوا

یعنی عقل جو خواجہ زادہ ہے وہ تو بینواری ہوئی ہے اور نفس خوئی خواجہ اور پیشوا ہو گیا ہے۔

روزی بے رنج میدانی کہ چیست قوت ارواح است اذاق نبی است

یعنی روزی بے رنج تم جانتے ہو کہ کیا ہے قوت ارواح اور اذاق نبی کے ہیں۔

لیکھتے وقت دست بر قربان گاؤ گنج قتل گاؤ دل ہو گنج و کاؤ
یعنی لیکن اس روزی کا حصول، گاؤ کی قربانی پر موقوف ہو قتل گائے کو تم خزانہ سمجھو لے کاوش
کر نیا لے مطلب یہ کہ لذات و شہوات نفسانیہ کو ترک کر دو۔ اور انکو فنا کر دو اسی سے
انکو علم و معارف کا خزانہ ملیگا۔ آگے فرماتے ہیں۔

دوش چیز خور و دام و رہ کام دادے در دست فہم تو زمام
یعنی میں نے کل ایک چیز کہا لی ہے در نہ پورے طور پر میں تمہارے دست فہم میں لکھام دیدیتا۔
مطلب یہ کہ میں اس مضمون کو پوری طرح بیان کرتا مگر مجبور اس سے ہوں کہ میں نے ایک چیز کیلی
ہے جس سے کہ نفس میں کسل وغیرہ پیدا ہو گیا ہے اور پوری طرح بیان پر قادر نہیں رہا ہوں آگے
اس قصہ انتقال فرماتے ہیں کہ

دوش چیز خور و دام افسانہ ہر چہ می آید ز یہ نہا خانہ است
یعنی میں نے کل ایک چیز کہا لی ہے یہ تو ایک افسانہ ہے (بلکہ) جو کچھ آتا ہے پوشیدہ گہر سے ہے
یعنی میرا بیان سے عجیب بھی خدا کی طرف سے ہے باقی یہ چیز کا کہ لینا تو ایک ظاہری پہانہ ہے اب کے ٹی
کتنا ہے کہ پھر تم نے اسباب پر کیوں نظر کی اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

چشم بر اسباب از چہ دو ختم کہ ز خوش چشماں کرشمہ آموختم
یعنی آنکھ کو اسباب پر میں نے کیوں سی لیا اسلئے کہ خوش چشموں سے میں نے کرشمہ سیکھا ہے خوش
چشم سے مراد انبیاء (مطلب یہ کہ میں نے اسباب پر نظر کر نیکو انبیاء علیہم السلام سے سیکھا ہے
کہ باوجودیکہ انکے معجزات بلا اسباب ظاہری کے پیدا ہوتے تھے مگر پھر بھی وہ اسباب ہی پر نظر
رہتے تھے اور اصل فاعل خدا ہی کو سمجھتے تھے اسکو فرماتے ہیں کہ

ہست بر سبب اسباب دگر در سبب منکر دران افکن نظر
یعنی ان اسباب پر اور دوسرے اسباب ہیں تو تم سبب میں مت دیکھو اس سبب سبب میں نظر
ڈالو یعنی اس سبب کو جس نے ان اسباب کو بنایا ہے دیکھو

انبیاء قطع اسباب آمدند معجزات خویش بر کیواں زردند
یعنی انبیاء علیہم السلام اسباب کے قطع کرنے کیلئے آئے اور اپنے معجزات کو انہوں نے کیوں

پر لگایا یعنی بہت بڑے بڑے مجھے ان اسباب ظہری کے بغیر انہوں نے ظاہر کئے۔

بے سبب مریحہ را بشکافند
یعنی بے سبب کے انہوں نے دریا کو چیر دیا اور بے زراعت کے گندم کا خرمن پالیا۔
پشتم بڑا بریشتم آمد کشکشان
یعنی ریتے انکی سی کی وجہ سے آئے ہو گئے اور بکری کی اون کی پچھی ہوئی باریشتم ہو گئی (یہ سب
معجزات انبیاء کے ہیں تو دیکھو کہ بے اسباب ظاہری کے یہ سب ظاہر ہوا)

جملہ قرآن ہست در قطع سبب
عز و درویش و ہلاک بولہب
یعنی تمام قرآن شریف قطع سبب میں ہے عزت و درویش کی اور ہلاک بولہب کی یعنی تمام قرآن
شریف اس قطع سبب ہی کے اندر ہے کہ اس سے درویش یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو
عزت ہوئی کہ آپ کے معجزات و کرامات ظاہر ہوئے اور بولہب کی خرابی اور ہلاکت کا باعث ہوا کہ
اسنے ان کا انکار کیا آگے قطع سبب ہی کی اور مثال ہے کہ۔

مرغ با پیل و سنگ افگند
لشکر زفت حبش را بشکند
یعنی ایک چڑیا ہاتھی پر دو تین کنکر یاں مارے اور حبشہ کے لشکر عظیم کو شکست دیدے
پیل را سوراخ سوراخ افگند
سنگ مرغے کو بہالا پرزند
یعنی ہاتھی کو سوراخ سوراخ کر کے ڈال دے۔ کنکر ایسے جاتور کا جو اوپر کویرا مارتا ہے۔ یعنی دیکھو
ایک ذرا سے جاتور نے کیسے عظیم الشان لشکر کو شکست دی اور ہاتھیوں کو کس طرح مارا یہ بھی
اسباب ظاہر کے بر خلاف تھا۔

دم گاؤں شستہ بر مقتولان
تا شود زنده ہما ندم در کفن
یعنی گائے مذبح کی دم کو مقتول پر مارو تا کہ وہ اس وقت کفن میں زندہ ہو جائے۔
حلق ببریدہ جہاد زجا و خویش
خون خود جوید ز خون پالا و خویش
یعنی مقتول اپنی جگہ سے کو دے گا اور اپنے خون کو اپنے خوریز سے ڈھونڈے گا (تو دیکھو اس طرح
ایک مقتول کا زندہ ہونا کوئی عقل کے موافق اور اسباب ظاہری پر منطبق ہے)
بچین ز آغاز قرآن تا نام
رفض اسباب است علت السلام

یعنی ہر طرح ابتداء قرآن سے ختم تک ترک اسباب و علت ہے والسلام مطلب یہ کہ بطرح کہ دو
تھے پہلے یہاں بیان کئے ہر طرح قرآن شریف اس ترک اسباب کے قصوں سے پہلے پہلے
تو بس اسباب کو ترک کرنا چاہئے اور سب حقیقی پر نظر کرنی چاہئے آگے فرماتے ہیں کہ
کشف این نور عقل کار افزا شود بندگی کن تا ترا پیدا شود
یعنی اسکا کشف عقل کار افزا سے نہ ہو گا بندگی کرو تا کہ تمکلفا ہر ہو جاوے یعنی اس کا کشف
کہ اسباب محض فضول ہیں اس عقل مواش سے نہ ہو گا بلکہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرو اس سے
حق بنائی منکشف فرماتے ہیں۔

بند محقولات آمد فلسفہ شہسوار عقل عقل آمد صفی

یعنی فلسفی تو مقید محقولات کا ہے اور عقل کی شہسوار عقل صافی ہے۔

عقل عقلت مغز و عقل است پوست معدہ حیوان ہمیشہ پوست جوت

یعنی تیری عقل الحقل تو مغز ہے اور تیری عقل پوست ہے اور معدہ حیوانی ہمیشہ پوست ہی کا تلاشی ہے
(تو چونکہ تم ایسی حیوانیت ہی میں پھنسے ہوئے ہو لہذا تم بھی پوست کے تلاشی اور اس عقل کے
بندے ہو رہے ہو)

مغز نغز از پوست طار و صد طلال مغز نغز انرا حلال آمد طلال

یعنی مغز کو تلاش کر پوست سے تو سوا طلال آتے ہیں اور مغز اصل اسکے لئے حلال ہو طلال

چونکہ قشر عقل ضد برہاں دہر عقل کل کے کام بے یقینان ہند

یعنی جبکہ پوست عقل سبرہاں دیتی ہے تو عقل کل قدم بے یقین کے کب رکے گی یعنی جب عقل

سودا لیل بیان کرتی ہے تو یہ عقل کل تو بالکل مشاہدہ اور عین یقین کرادگی پس اس کو
حاصل کرو۔

عقل دفتر باکند کیسیاہ عقل عقل آفاق داور پیر زماہ

یعنی عقل مواش تو ایک طرف سے دفاتر کو سیاہ کر دیتی ہے اور عقل آفاق داور چاند

سے پڑھتی ہے یعنی اس عقل مواش میں تو دفاتر سیاہ ہوتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ خاص کر

اس زمانہ میں کہ ایک حکم کی سب ایک گد ہے کا بوجھ اور عقل الحقل میں تو پوری نور ہے وہاں یہ

خوافات نہیں ہیں تو وہ قابل طلب ہوا سکی یہ حالت ہے کہ

از سیاہی و ز سپیدی فارغ است تو را ہش بر دل و جان باز غمت

یعنی سیاہی اور سفیدی سے فارغ ہے اور اس کے چاند کا نور دل و جان پر چک رہا ہے۔

اِس سیاہ و اُس سفید از قدرت زائل شب قدر است کا قہر و قہر

یعنی اس سیاہ اور اس سفید سے اگر قدر پالی تو یہ اسی قدرت کی وجہ سے ہے جو کہ ستارہ کی

طرح کی جی یعنی اس عقل اور اس کے اقبال میں جو نور ہے یہ اسی عقل العقل کا پر نور ہے آگے

مسئال ہے کہ۔

قیمت ہمیاں و کیسہ ز در دست بے زدی ہمایاں و کیسہ اتبرج

یعنی ہمایاں اور خمیلی کی قیمت روپیہ کی دیکھ ہے اور بے روپے کے ہمایاں اور کیسہ اتبرج

مطلب یہ کہ ایک سویت کی خمیلی جو ایک لاکھ روپیہ کی ہو جاتی ہے اس وجہ سے کہ اس کے اندر روپیہ

بہرہا ہے ورنہ کوئی پوچھے بھی نہیں اسی طرح اس عقل کی اور اس کے اقبال کو جو کہ قدرت ہے وہ اس عقل

العقل کی بدولت ہے ورنہ اسکو پوچھتا ہی کون تھا

ہچمنانکہ قدر تن از جاں بود قدر جان از پر تو جا ناں بود

یعنی جس طرح کہ بدن کی قدر جان کی وجہ سے ہوتی ہے جان کی قدر جانان کی پر تو کی وجہ سے ہوتی ہے

گرید و جان زندہ ہے پر تو کنوں بیچ گفتے کافراں را ہیٹوں

یعنی اگر جان بے پر تو (جانان) کے زندہ ہوتی تو کافروں کو مہینوں کیون کہتے یعنی کافروں کو

قرآن شریف میں جا بجا امر و نہی کیا ہے اسکی ہی وجہ سے کہ ان پر پر تو جانان نہیں پس معلوم ہوا

کہ بے پر تو جانان کے جان اہل میں زندہ ہی نہیں ہے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ آپ جو یہ

مضامین بیان فرماتے ہیں اس سے کیا فائدہ اسلئے کہ کسی اہل کمال کی قدر اور اس کے مضامین

کی سماعت اس کے زمانہ میں ہوتی ہی نہیں پھر اس بیان سے کیا فائدہ۔ مولانا اس کا

جواب فرماتے ہیں کہ

ہیں بگو کہ ناطقہ جو مے کند تا بقرنے بعد ما بے رسد

یعنی بان کہند کہ ناطقہ ندی کہو دریا ہے تلک بجا ہے بعد ایک قرن پانی پھونچے مطلب یہ کہ

اس وقت ہم صرف الفاظ بیان کئے دیتے ہیں ممکن ہے کہ ہمارے بعد کسی کو اس سے نفع ہو اور اس سے مستفیض ہو تو گو یا کہ نہی تو ہم کہو دے دیتے ہیں پانی چلانا نہ بجا دیکھا۔ کوئی دوسرا ہمارے بعد کر لیگا اب کوئی کہتا ہے کہ جب بعد والوں کیلئے ہے تو آپ کو کیا ضرورت ہے اس زمانہ والے خود بیان کر دیں گے۔ اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

گرچہ ہر قرنہ سخن آئے بود لیک گفتہ لکان یارے بود

یعنی اگرچہ ہر قرنہ سخن آ رہا ہو تاہے لیکن پہلوں کا کیا ہوا مددگار ہوتا ہے یعنی پہلے لوگ جو کچھ جاتے ہیں وہ مستند ہوا کرتا ہے تو اگر ہم کہہ جاویں گے تو اور چیموں کیلئے اگرچہ وہ بھی سخن آ رہا ہوں یہ سند ہوگا اور اس سے اُنکو مدد ملے گی آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

لے کہ ہم توریت انجیل و زبور شد گواہ صدق قرآن و شکور

یعنی کیا یہ بات نہیں ہے کہ توریت اور انجیل اور زبور قرآن کے صدق پر گواہ ہوئیں لے شاکر۔ تو جس جسطرح کہ وہ مسوخ کتب بوجہ بعقیت کے گواہ اور مستند ہوئیں اسی طرح ہمارا کلام بھی چیموں کیلئے سند ہوگا آگے رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ عقل روزی بے رنج و کسب کی طالب ہے آگے فرماتے ہیں کہ

روزی بے رنج جوئی و حبیب کو بہشت اور جبریل سیب

یعنی روزی بے رنج و بے حبیب تلاش نہ کر و بہشت سے تیرے واسطے جبریل سیب لاویں سیب سے مراد شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ مطلب یہ ہے کہ تم روزی بے کسب و رنج کے متلاشی رہو اور وہ علوم و معارف ہیں تو وہ انشاء اللہ تمکو بے رنج و بے کسب میسر ہو جاوے گی۔ اسلئے کہ جبریل علیہ السلام لائے ہیں وہ تمکو میسر ہو گی آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

بلکہ رزقے از خداوند بہشت بے صداع باغبان بے رنج و کشت

یعنی بلکہ خداوند بہشت کی طرف سے ایک رزق (میٹھا اے باغبان کے محنت اور بے رنج کشت کے یعنی نہ بونے کی ضرورت نہ باغبان کے کام کی ضرورت حق تعالیٰ بے رنج و تعب روزی عطا فرما دیں گے۔

زاتکہ نفع نان دران نان دوست بدینہ آن نفع بے توسیط پوست

یعنی اسلئے کہ روئی کا نفع روئی میں اُسکی دین ہے تو بچے وہ نفع بے واسطہ پوست کے عنایت فرماویں گے مطلب یہ کہ روئی میں جولڈت اور اُسکا جو نفع بے یعنی شکم سیری یہ کسے اُس میں رکھ دیا ہے ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے ہی اُسکے اندر اسکو پیدا کر دیا تو اگر حق تعالیٰ نے اُسی نفع کو تمہارے لئے بیواسطہ روئی کے مرتب فرماویں تو کونسا استحالہ لازم آتا ہے تبس ظاہر ہے کہ وہ روزی بے کشت اور بے محنت باغبان عنایت فرما سکتے ہیں۔

ذوق پنہاں نقش ناچیں سفر دست نان بے سفرہ ولی را بہرہ است

یعنی ذوق تو پنہاں ہے اور روئی کا نقش مثل سفرہ کے ہے اور روئی بے دستر خواں کے ولی کا حصہ مطلب یہ کہ روئی میں جولڈت جو وہ تو پوشیدہ ہے اور روئی کا جسم اُسکے لئے مثل دستر خواں کے ہے تو جبکہ حق تعالیٰ نے اُس جسم میں وہ لطف و دلیعت فرما دیا تو وہی اُس لطف کو بے اُس جسم کے بھی عطا فرما سکتے ہیں اور وہی رزق حق اولیاء اللہ کی خوراک ہوتی ہے

شرح حبیبی

جز بدل شیخ کو داؤد دست
از بن دندان شود اورام تو
کز دم داؤد ۲۰ او اگاہ شد
بر سبب نفست کہ باشد شیخ یار
روئی شیخ اور پور مدیدہ کن
دستش از داماں مکن یکدم رہا

رزق جانی کے بری باسعی حست
نفس چوں باشیخ بیند گام تو
صاحب این گاؤرام انگاہ شد
عقل گاہے غالب آید در شکار
نفس از در ہاست با صد زور و فن
گر تو خواہی ایمنی از اثر دہا

خاک شود پیش شیخ با صفا
 اگر تو صاحب گاورا خواهی ز بول
 صد زباں در سزایش صد نعت
 چون به نزد یک ولی الله شود
 مدعی گاو نفس را ندفع
 شهر البغریب الا شاه را
 نفس را تسبیح و مصحف در بین
 مصحف سالوس او باور مکن
 سوئے عوضت آ در دیه و ضوا
 عقل نورانی و نیکو طالب است
 زانکه او خسته عقل تو غریب
 باش تا شیران سوئے بیشه روند
 مگر نفس و تن نداند عام شهر
 هر که جنس اوست یارا و شود
 کو مبدل گشت جنس تن مانند
 خلق جمله عسلی اند از کمین
 برخس و دعوی داود کی کند

تا ز خاک تو بروید کیمیا
 چون خراش بخش کن از سوئے درون
 زرق و دستانش نیاید در صفت
 آن زباں صد گزیش کو ته شود
 صد هزاراں حجت آرد نا صحیح
 ره نتانند زوشه آگاه را
 اخگر و شمشیر اندر استین
 خویش با او همسر و هم کن
 و اندر اندازد ترادر قهر جو
 نفس ظلمانی بر او چون غالب است
 بر در خود سگ بود شیر مهیب
 دین سگان کو را نجس بگردند
 او نگر دو جز بوحی القلب قهر
 جز مگر داود که شیخت بود
 هر که راحی در مقام خود نشانند
 یار علت می شود علت یقین
 هر که بے تمیز کف ده وے زند

پونہ صیادے شنید آواز طیر	مرع ابلیہ میکند آں سنے سیر
نقدرا از قلب نشنا صدغوی ست	ہیں از و بگر نیز اگر چہ معنوی است
رستم و برستہ پیش او یکست	اگر یقین دعوے کند او در شکست
این جنس کس گرد کی مطلق است	چونش این تمیز بنود احق است
ہیں از و بگر نیز چوں آہو ز شیر	سوئے او شتاب اے دانا دلیر

او پر طلب غذائے روحانی کی ترغیب دی تھی اب اُس کا طعنے تبتلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بطور خود گوشت کھانے سے وہ غذا نہیں مل سکتی بلکہ حب شیخ جو کہ تیرا داد و دہ ہے نفس و عقل کے درمیان اضمات کرے گا اور عقل کو غالب اور نفس کو مغلوب کرے گا اس وقت مل سکتی ہو اسلئے کہ نفس خود تجھ سے مغلوب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جب تجھے شیخ کی ہدایت پر عمل کرتے دیکھے گا اس وقت وہ عاجز ہو کر تیرا مطیع ہو گا جس طرح کہ یہ گائے والا اس وقت مطیع ہوا جبکہ داؤد علیہ السلام کا فیصلہ قطعی شن لیا۔ یوں ہی عقل بھی تیرے سگ نفس پر اس وقت غالب ہو سکتی ہے جبکہ شیخ کی اعانت ہو نفس کو ایک چالاک اور ہوشیار اژدہا سمجھو اور شیخ کے چہرہ کو زمرہ جاسکی آنکھیں پھیر کر اسکو اندھا کر دیتا ہے بس اگر تو اژدہے کے خطرہ سے بچنا چاہتا ہے تو اُس کا دامن ہرگز نہ چھوڑ اور اس کے سامنے خاک ہو جا تاکہ اُس خاک سے کیمیا دی ہوئی پیدا ہو کر تجھے کندن کر دے یعنی فیوضات باطنیہ حاصل ہو کر تو انسان کامل بن جائے اور اگر تو گائے والے (نفس) کو مغلوب کرنا چاہتا ہے تو گدھوں کی طرح اُس کے اندھ لکڑی کر تاکہ وہ پریشیاں ہو کر مطیع ہو جاوے۔ یہ بڑا ہی موشی ہے سوز باین رکھتا ہے اور ہر زبان میں سوسو بولیاں رکھتا ہے غرض کہ اُس کے کرد و فریب بیان سے باہر ہیں یہ کسی طرح مغلوب نہیں ہوتا۔ اسکو صرف شیخ کامل ہی مغلوب کر سکتا ہے کیونکہ جب شیخ کامل کے پاس پہنچتا ہے تو اُسکی وہ تلو گز کی زبان کٹ جاتی ہے اور کچے چوں و چرا نہیں کر سکتا۔ گویہ مائی گاؤ (نفس) نہایت انسان ہے اور فسطاط منیر

سیکڑوں دلیلیں پیش کرتا ہے مگر اس سے وہ عوام کو دھوکہ دے سکتا ہے لیکن بادشاہ کو
 دھوکہ نہیں دی سکتا اور ہرنی کر کے اسکو راہ راست سے نہیں بھٹکا سکتا۔ یاد رکھو کہ یہ بڑا
 چالاک ہے۔ اسکے ہاتھ میں تسبیح و قرآن ہوتے ہیں اور استین میں خنجر و شمشیر بس تم اسکی
 مکالمہ قرآن خوانی کا کبھی اعتبار نہ کرنا اور اپنے کو اس کا رازدار اور مصاحب نہ بنانا یہ اتنا
 چالاک ہے کہ دھوکہ کی ترغیب دیکر تو کو عرض پر لجا تا ہے اور جا کرندی میں غوطہ دیدیتا ہے
 مقصود یہ ہے کہ اگر نفس طاعات کی ترغیب بھی دے تب بھی اس کا معتقد نہ ہونا چاہئے
 بلکہ اُسکے کہے ہو شیار رہنا چاہئے کیونکہ اس میں بھی اسکی کوئی عرض مخفی ہوتی ہے پس
 طاعات کو تو اختیار کرنا چاہئے مگر اس غریب میں نہ آنا چاہئے جسکے لئے اُسے وہ ترغیب دی
 تھی۔ مثلاً یہ تم یہ سوال کرو کہ صاحب عقل تو ایک نورانی شے اور طالب حسنات ہے اور نفس
 ظلمانی و طالب بینات تو نفس عقل پر کیوں غالب ہوا۔ عقل سپر غالب کیوں نہ ہوئی تو اس کا
 جواب یہ ہے کہ عقل روح کی ایک قوت ہے اور روح مجردات سے ہے اسلئے وہ تن سے
 اجنبی ہے اور نفس جسمانی ہے اسلئے اپنے گہر میں ہے اور اپنے گہر پر کتابھی شیر ہوتا ہے
 اسلئے وہ خاتمہ پر عقل کا تسلط نہیں ہونے دیتا اور اسپر غالب آتا ہے لیکن یاد رہے کہ
 یہ قبضہ اور تسلط عارضی ہے ذرا اس جنگل میں اصلی شیروں کو آنے دو اور اہل اللہ کی توجہ
 اس طرف منطوف ہونے دو پھر دیکھنا کہ یہ کتے اُنکے آگے پانی پیریں گے۔ اور بجز اطاعت
 ان کو چارہ نہ ہو گا کیونکہ اسکے کر کو عام لوگ نہیں جانتے اسلئے کوئی اُسکو مغلوب نہیں کر سکتا
 یہ اگر مغلوب ہوتا ہی تو آریاب الہامات رہا نہ ہی سے ہوتا ہے بلکہ اور لوگ تو چونکہ اُسکے جنس
 میں اسلئے اُسکے معین ہوتے ہیں مجزداؤدو کے جس سے ہماری مراد شیخ ہے کہ وہ اسکی حکمت
 کرتا ہے کیونکہ وہ نائب حق ہوا جو حکم حق سمجھنا اپنی نیابت عطا فرماتے ہیں اسکی تلبیہ بت
 ہو جاتی ہے اور وہ محاسن نفس و حق نہیں رہتا۔ عوام کے معین نفس ہونے کا راز یہ ہے
 کہ وہ سب امراض باطنیہ میں مبتلا ہیں اور نفس بھی انہیں امراض میں مبتلا ہے اور یہ یقینی
 امر ہے کہ ایک بیماری کو دوسری بیماری سے قیوت پہنچتی ہے پس ضرور ہے کہ وہ اُسکے معین
 ہوں۔ یہاں تک کہ کو معلوم ہوا کہ غذائے روحانی حاصل کرنے کیلئے داؤد وقت کی ضرورت ہے

مگر اس مقام پر ایک یہ بات بتلا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چھت سے نااہل داؤد
 ہونیکے مدعی ہیں بس جو لوگ تمیز نہیں رکھتے وہ انکو داؤد سمجھ کر ان کا دامن پکڑ لیتے ہیں انکی
 مثال ایسی ہے جیسے ایک احمق جانور شکاری سے جانور کی آواز سنکر اُس طرف چل دیتا ہے
 اور جال میں پھنس جاتا ہے یہ لوگ گمراہ ہیں کہ سونے اور ملح میں تمیز نہیں کر سکتے ایسے
 لوگوں سے بھاگنا چاہئے خواہ وہ دقیقہ رس ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ یہ اُسکو جو باندہ دام ہو
 اور اُسکو جو درستہ از دام ہو دونوں کو یکساں سمجھتے ہیں چہی تو ایک دھوکہ باز کے پھندی
 میں پھنس گئے۔ ایسے لوگوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر وہ دعویٰ کریں کہ ہم کو فلاں بات
 کا یقین ہے تب بھی وہ شک ہی میں ہیں کیونکہ جب وہ تمیز ہی نہیں رکھتے تو ان کا یقین اس
 بات کی واقعیت ظاہر نہیں کر سکتا اور واقعہ میں دونوں احمق ہیں ممکن ہے کہ ایسا ہو جیسا کہ
 وہ کہتا ہے اور ممکن ہے کہ ایسا نہ ہو اور ایسا شخص اگر نہایت ہی ذہین ہو تب بھی جبکہ وہ بالکل
 اور ہر دہیوں میں تمیز نہیں کر سکتا احمق ہی ہے دیکھو ایسے شخص سے اسی طرح بھاگنا جس طرح
 کہ ہرن شیر سے بھاگتا ہے اور اے سمجھدار شخص تو بیباکانہ اُس سے میل نہ کرنا اس سے
 تم یہ بھی سمجھ سکتے ہو کہ جب یہ دھوکہا کہا نیوالا اس قدر قابلِ نفرت ہے تو دھوکہ دینے والا کس
 قدر قابلِ نفرت ہوگا لہذا اُسکی طرف تو بالادے رُخ نہ کرنا۔ اب ہم ایک واقعہ سناتے ہیں جس سے
 تمکو معلوم ہو کہ احمق اور بے تمیز لوگ کس درجہ قابلِ گمراہ ہیں۔ سنو

شرح شبیری

رزق جانی کے بری باسی چُست جزو جلد شیخ کو داؤد دست

یعنی رزق روحانی کو پوری سچی سے کب حاصل کر سکتے ہو سو اُنے عدل شیخ کے کہ وہ داؤد
 تھا ہے۔ عدل سے مراد تہمت ہے مطلب یہ کہ اُس رزق روحانی کو بے تربیت شیخ کو
 کم کب حاصل کر سکتے ہو جو طرح کے روزی بے کسب داؤد علیہ السلام کے واسطے سے اُس شخص کو
 ملنی اسی طرح شیخ کے ذریعے کہ وہ مثل داؤد کے ہے مگر روزی علوم و معارف حاصل ہوگی
 نفس چوں با شیخ بیند گام تو از بن دندان شود اورام تو

یعنی جبکہ نفس تیرا قدم شیخ کیساتھ دیکھے گا تو بن دندان سے وہ تیرا مطیع ہو جاوے گا (بن دندان سے مطیع ہونا یعنی پوری طرح تہ دل سے مطیع ہوگا)

صاحب این کاؤ رام انگاہ شود کز دم داؤد و او آگاہ شود
یعنی اس گائے والا اسوقت مطیع ہوگا کہ داؤد علیہ السلام کے دم سے آگاہ ہوگا (کاؤ سے مراد وہی لذات اور صاحب لذات نفس اور داؤد سے مراد شیخ کامل) مطلب یہ کہ نفس اسوقت تمہارا مطیع ہوگا جبکہ وہ شیخ کامل سے آگاہ ہو جاوے گا اور اُسے شیخ کامل کی خبر ہو جاوے گی اس وقت وہ مطیع ہوگا۔

عقل گاہی غالب آید و شکار بر سگ نفست کہ باشد شیخ یار
یعنی عقل شکار میں اسوقت تیرے سگ نفس پر غالب آوے گی جبکہ شیخ مددگار ہوگا۔
نفس اژدر با ست با صند و فن روئے شیخ اور اچھو مدد دینا کن
یعنی نفس ایک اژدہا ہے ساتھ سوز و روض کے اور روئے شیخ اُسکے لئے مثل مرد آئینہ نکالنے والے کے ہے مطلب یہ کہ نفس کو مغلوب کرینو والا اور اُسکو اندھا کرینو والا روئے شیخ ہی ہے

گر تو خواہی ایمنی از اژدہا دستش از داماں کن یکدم رہا
یعنی اگر تم اژدہا سے بچو تو رہنا چاہتے ہو تو ہاتھ اُسکے دامن سے ایک دم کو الگ کر دو
خاک شود پیش شیخ با صفا تاز خاک تو بر وید کیما
یعنی شیخ با صفا کے آگے خاک ہو جاتا کہ تیری خاک میں سے کیما پید ہو یعنی تم اُسکے آگے خاک ہو جاؤ اور اُسکے مطیع ہو جاؤ تو کمالات خود تمہارے اندر سے پیدا ہونگے۔

گر تو صاحب گاؤ را خواہی زبوں چوں خراں میخیش کن از سوئے دل
یعنی اگر تو نفس کو مغلوب کرنا چاہتا ہے تو گدہوں کی طرح اُسکے سینک اندر کی طرف سے اگہاؤ
مطلب یہ کہ جس طرح کہ گدے کے سینک ہوتے ہی نہیں اسی طرح تو بھی اُسکی جڑ اپنے قلب میں سے اگہاؤ دے اور شبہات و لذات کو ترک کر دے اُسکے بعد دیکھ کہ وہ عاجز ہو جائے یا نہیں
صد زباں در ہر زبانش صد لغت زرق و دستانش نیاید و صفت

یعنی (اُسکے) سوزبان ہیں اور اُسکی ہر زبان میں سو نعمت ہیں اور اُس کا مکرو فریب تو بیان
آ نہیں سکتا

چوں بہ نزدیک ولی اللہ شود آن زبان صد گزش کو تہ شود
یعنی جبکہ کسی ولی اللہ کے پاس جاتا ہے تو وہ اُسکی سو گز کی زبان کو تہ ہو جاتی ہے مطلب
یہ کہ نفس بڑا نکار ہے اور اُسکی زبان سو گز کی ہے کہ یہ کیسے آگے پختا ہی نہیں مگر جب شیخ کامل
کے آگے پھونچتا ہے تو چونکہ وہ اسکے تمام کمروں سے واقف ہوتا ہے لہذا اسکے سامنے
اُسکی کچھ نہیں چلتی۔

مدعی گاؤ نفس مد فصیح صد ہزار ال حجت آردنا صحیح
یعنی مدعی گاؤ (جو کہ) نفس (ہے) بہت فصیح ہے اور لا کہوں جتیں نادرست لاتا ہے
شہر ابغریب دلاشاہ را روستا نذر دوشہ آگاہ را
یعنی شہر کو فریب دے لیتا ہے مگر شاہ کو۔ شاہ آگاہ کو مراد نہیں کر سکتا۔
نفس را تسبیح و مصحف دیریں خنجر و شمشیر اند راستیں
یعنی نفس کے داہنے ہاتھ میں تسبیح و مصحف ہے اور آستین میں خنجر و شمشیر ہے مطلب
یہ کہ نفس وہ شے ہے کہ یہ ضرر اندرونی پھونچاتا ہے۔ ظاہر میں تو بڑا دوست ہے اور
باطن میں بس مار آستین ہے اللہم احفظنا

مصحف و سالوس او باور کن خویش با او ہمہ ہمسر کن
یعنی اُسکے مصحف و مکر کا تو یقین مت کر اور اپنے کو اُسکے ساتھ بھرازو ہمسر مت بنا
ورنہ اگر راز دار ہو گیا تو یاد رہے کہ گہر کا بھیدی لٹکا ڈھانے۔ اُسکے مکر کی یہ حالت ہے کہ
سوتے حوصت آورد بہر وضو واندر اندازد تراز در قعر او

یعنی وضو کیلئے حوض کی طرف تجھے لاتا ہے اور (پھر) اُسکے قعر میں تجھے ڈال دیتا ہے
مطلب یہ کہ ترغیب نیک کام کی دیتا ہے اور وہاں لپٹ کر کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے
عقل نورانی و نیکو طالب است نفس ظلمانی برو چوں غالب است
یعنی عقل تو نورانی ہے اور اچھی طالب ہے۔ تو نفس ظلمانی اُسپر کیونکر غالب ہو، آگے

خود بتائے ہیں کہ

زانکہ اور در خانہ عقل تو غریب بر در خود سگ بود شیر مہیب

یعنی اسلئے کہ وہ نفس تو گہریں ہے اور عقل تیری غریب ہے تو اپنے دروازہ پر تو کتا بھی شیر مہیب ہوتا ہے مطلب یہ کہ تنے نفس کی تو خوب خاطر کی ہے اور اسکو خوب پال رکھا ہے اور بیچاری عقل کو گہر سے باہر کر کہا ہے تو اپنے گھر تو کتا بھی شیر ہوتا ہے لہذا تیرا نفس اس وجہ سے بھولا ہوا اور عقل پر غالب ہو رہا ہے۔

باش تا شیراں سچے بشیر روند ویں سگاں کو رانجا بگردند

یعنی ہیر جاہیا تک کہ شیر بیشہ کی طرف جاویں اور یہ اندھے کہتے اُس جگہ مطیع ہو گئے۔ (شیراں سے مراد شیوخ کا ملین) مطلب یہ کہ اس نفس کے بیشہ میں شیوخ کا ملین کو آنے دو وہ انکو اُنکے گہروں سے نکالیں گے اور انکو مطیع کریں گے۔ اور عقل کو اُنپر غالب کریں گے۔

مگر نفس و تن نہ اندام شہر او نگر دو جز بوحی القلب قہر

یعنی مگر نفس و تن کو عوام شہر نہیں جانتے وہ بجز الہام قلبی کے مقہور نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ نفس کے مکروں کو عوام نہیں جانتے ہاں جو شخص بلہم من اللہ ہو وہ اُسکے مکروں کو سمجھ سکتا ہے اور اُسی سے یہ مطیع ہو سکتا ہے۔

ہر کہ جنس را دوست یار او شود جز مگر داؤد و داؤد کو شیخت بود

یعنی جو کہ اُسکی جنس ہے اُسکا یاد ہو جاتا ہے مگر سوائے داؤد کے کہ وہ تیرا شیخ ہو یعنی سوائے شیوخ کا ملین کے اور عوام تو سب اُسکی ساتھ ہو لیتے ہیں اور شیوخ اسلئے بچے رہتے ہیں کہ

کو مبدل گشت و جنس تن نہ اند ہر کہ راقی در مقام دل نشاند

یعنی کیونکہ وہ مبدل ہو گیا ہے اور جنس تن نہیں رہا جبکہ وہ حق نے مقام دل میں بٹھادیا مطلب یہ کہ جسکو کہ حق تعالیٰ نے درجہ روحانیت کا عطا فرمادیا وہ اب جنس نفس و تن سے چھوٹ کر جنس روح بن گیا ہے۔ لہذا اُسکو اس سے ضرر نہیں ہوتا اور وہ اسکی ساتھ ملتا نہیں ہے۔

بلکہ اُسکو ہی خود مطیع کر لیتا ہے

خلق جملہ علتی انداز کمین یار علت می شود علت یقین

یعنی مخلوق سب باطن کی روستے علتی ہیں تو علت تو یقیناً علت ہی کی ہر اہم ہوگی مطلب کہ چونکہ لوگ سب علتی ہیں اور اُنکے باطن میں علت وجود ہے لہذا اُن کا میلان بھی علت ہی کی طرف ہوتا ہے اور وہ اُس سے بچاتے ہیں۔ آگے شیوخ مکارین سے بچاتے ہیں کہ

ہر خستے دعویٰ داؤدی کند ہر کہ بے تمیز گفت دروئے زند

یعنی ہر کمینہ دعویٰ داؤد ہوئے گا کہ کتابتے تو جو کہ بے تمیز ہے وہ اُسکے اندر ہاتھ مارتا ہے

یعنی کمینہ لوگ شیخ بنیتے ہیں تو جو جاہل اور بخیر ہیں وہ اُنکے ہاتھ میں ہاتھ دیدیتے ہیں اور پھنس جاتے ہیں آگے اس پسینے کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

چول ز عیادے شنید آواز طیر مرغ ابلہ میکند آل سوئے سیر

یعنی جبکہ میاد سے جانور کی آواز سنتا ہے تو جو قوت جانور اُس طرف کو چلتا ہے مطلب یہ کہ جب حیا جانور کی بولی بولتا ہے تو جو جو قوت جانور ہے وہ اپنی بچھنس کی بولی سمجھ کر اُدھر جاتا ہے اور پھنس جاتا ہے اسی طرح جو جو بولے لوگ دعویٰ شیخت کا کرتے ہیں جو جو قوت ہیں وہ اُنکے دام میں پھنس جاتے ہیں

نقدرا از قلب نہاد دعویٰ است بین از و بگریر اگرچہ مضوی است

یعنی جو کہ بولے کو کہوٹے سے نہ پہچانے وہ دعویٰ ہے۔ اور اُس سے جاگ اگرچہ بظاہر مضوی ہو

کستہ و بر بستہ پیش و کیست گریہ یقین دعویٰ کند اور شکست

یعنی (ہوا و ہوس) چھوٹا ہوا اور (اُن کا) مقید اُسکے آگے سب ایک ہیں اسلئے کہ اُسکو

تیز ہی نہیں) اور اگر وہ یقین کا دعویٰ کرے تو وہ خود شک میں ہے یعنی اُسے خود ہی شک ہے

تو وہ دعویٰ یقین کا کیا کرے گا۔ اطمینان قلب جبکا نام ہے وہ اسکو حاصل ہی نہیں۔

انچنین کس گرد کی مطلق است چو نش این تمیز نبود احمق است

یعنی ایسا شخص اگرچہ (بظاہر) ذکی مطلق ہی ہو جب اُسکو یہ تمیز نہیں ہے احمق ہے

ہیں از و بگریر چول آہو ز شیر سوئے او مشتاب از دانا دلیر

یعنی ارے اس سے بہاگ جیسے کہ ہرن شیر سے اور اے دانا دلیر اُسکی طرف کو دوڑت
یعنی ایسے شخص کے پاس ہرگز مت جاؤ۔ آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکایت لاتے ہیں
کہ وہ بھاگے جا رہے تھے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت کیوں بہاگ رہے ہیں فرمایا احمقوں
سے بھاگ رہا ہوں تو بھلا جب ایسے حضرات کو ضرورت ان سے علیحدگی کی ہوتی ہے تو پھر
اوروں کو تو کیوں نہ ہو گی اب حکایت سنئے۔

شرح حبیبی

شیر گوئی خوں او میخواست بخت
در پست کس نیست چہ گریزی چو طیر
اگر شتاب خود جواب او نگفت
پس بجد و جہد عیسے را بخواند
کہ مراند رگزیزت مشکلی است
نہ میت شیر و نہ خون خصم و ہم
می رہا نم خویش را بندم مشو
ا کہ شود کور و کر از تو مستوی
ا کہ فسوں غیب را ماولیستی
بر جہد چوں شیر صید آردہ
نہ ز گل مرغاں کنی اے خوبرو

عیسیٰ مریم بلو ہے می گریخت
اں یکے در پے دوید و گفت خیر
با شتاب و آہنجان می تافت جفت
ایکدو میدان در پے عیسے براند
اگر پے مرصات حق یک لحظہ نیست
از کہ ایں سوی گریزی لے کریم
گفت از احمق گریز انہم برو
گفت آخر اں سیحانے توئی
گفت ارے گفت تو اں نیستی
اچوں بخوانی اں فسوں بر مردہ
گفت ارے اں منم گفت کہ تو

بردمی بروے سبک تا جاں شود
گفت آری گفت پس برو چاک
با چنین بُرهاں کہ باشد در جہاں
گفت عیسی کہ بذات پاک حق
حرمت ذات و صفات پاک او
کاں فسون و اسم عظم کہ من
برکہ سنگین بخوانم شد شکاف
بر تن مرده بخوانم گشت
خوانم اورا بر مل احمق برود
سنگ خارا گشت وزاں خوبتر گشت
گفت حکمت چیست کاںجا اسم حق
آن ہماں رنجست و این رنجے چرا
گفت رنجے احمقی تہر خداست
ابتلا رنجے ست کاں رحم آورد
انچہ دلغہ است مہر او کردہ است
ز احمقاں بگریز چوں عیسی گریخت
بر سر آرد زخم رنجے احمقے

در ہوا اندر زماں پیراں شود
ہر چہ خواہی میکنی از کسیت باک
کہ نہا شد مر تر از بندرگاں
مبدع تن خالق جاں از سبق
کہ بود گردوں گریباں چاک او
بر گرد و بر کور خوانم شد حسن
خرقہ را بدرید بر خود تا بنا ف
بر سر لاشے بخوانم گشت شے
صد ہزاراں بار و در مانے نشد
ریگ شد کز وے نروید پیچ گشت
سود کر ایجا نبود اورا سبق
اونشد اورا و این را شد ووا
رنج کوری نیست تہر آں بتلاست
احمقے رنجیست کاں زخم آورد
چارہ بروے نیار و برد دست
صحبت احمق بیسے خونہا بریخت
رحم نبود چارہ جوی آن شقے

اندک اندک بر آواز دو ہوا
آں گریز عیسوی نریم بود
زمہریرا پر کند آفاق را

ایں چنین دزد ہم احمق از شما
ایمن ست و آں پے تعلیم بود
چہ غم آں خورشید با اشراق را

ایک مرتبہ عیسی علیہ السلام ایک پہاڑ پر یوں دوڑے جا رہے تھے کہ اس سے ایسا
معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی شیر انکو مار ڈالنا چاہتا ہو یہ حالت دیکھ کر ایک مخلص پیچھے دوڑا
اور کہا حضور خیر تو ہے آپ کیوں اڑے جا رہے ہیں آپکے پیچھے تو کوئی بھی نہیں پھر
کیا خوف ہے مگر وہ اسقدر تیز جا رہے تھے کہ جلدی کے سبب اسکو جواب بھی نہ دیا
کچھ دور تو وہ اُن کے پیچھے دوڑا مگر جب تنک گیا تو بہت اصرار کیسا تھا اسنے حضرت
عیسی علیہ السلام کو آوازیں دینی شروع کیں اور بھرانا چاہا اور کہا کہ خدا کیلئے ذرا ٹہر جائے
مجھے آپکے بھاگنے کے متعلق ایک شبہ ہو گیا ہے اسکو حل فرماتے جائے جب وہ ٹھہرو
تو اُسنے دریافت کیا کہ آپ کس سے بھاگتے ہیں نہ آپکے پیچھے کوئی شیر آ رہا ہے نہ کسی
دشمن کا خطرہ ہے آپنے فرمایا کہ یہ صحیح ہے مگر میں احمق سے بھاگ رہا ہوں اور اس سے
اپنے کو چھڑانا چاہتا ہوں تو جا اپنا کام کر اور مجھے مت روک اُسنے عرض کیا کہ کیا آپ ہ
ہی عیسے نہیں جو اندھے بیروں کو اچھا کرتے ہیں آپنے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں پھر اُسنے
سوال کیا کہ کیا آپ وہی نہیں ہیں جو افسوں غیب یعنی اسم اعظم اپنے پاس رکھتے ہیں جسکی
یہ صفت ہو کہ جب آپ اسکو کسی مردہ پر پڑ بکرم کرتے ہیں تو وہ یوں مستعدی کیساتھ
اُٹھتا ہے جیسے شیر کے پاس نساہ لایا گیا ہو آپنے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں پھر اُسنے
دریافت کیا کہ کیا آپ مٹی سے جانور نہیں بنا دیتے اور کیا ایسا نہیں ہوتا کہ آپ ایک گستا
ب سے بھونک مارتے ہیں تو وہ جاندار ہو جاتا اور فوراً ہوا میں اُڑ جاتا ہے آپنے فرمایا کہ
ہاں میں ایسا ہی کرتا ہوں اور ایسا ہوتا ہے اسپر اسنے متحیر ہو کر پوچھا کہ جب آپ کی یہ
شان ہے کہ جو آپ چاہتے ہیں وہی ہو جاتا ہے تو پھر آپ کو کس کا ڈر ہے اور باوجود

ان معجزات باہرہ کے پھر کون ایسا ہو جو آپ کا خادم نہ ہو گا اور اُس سے آپ کو تضرع کا اندیشہ ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ قسم جو اُس ذات پاک کی جو جسم و جان کو ابتدا ہی سے پیدا کرنا ہوا اور اُسکی ذات و صفات پاک کی قسم جس کا فلک سا عظیم القدر جسم عاشق و مطیع ہے کہ میں نے اُس افسوس اُس اسم اعظم کو جسکی میں اندھے اور بیروں پر پڑتا ہوں تو وہ اچھے ہو جاتے ہیں اور پہاڑ پر پڑ کر کھردم کرتا ہوں تو پیٹ جاتا ہوا اور ناف تنگ گریبان چاک ہو جاتا ہے یعنی مرا سحر ہو جاتا ہے اور مردہ پر پڑتا ہوں تو زندہ ہو جاتا ہوا اور لاشے پر پڑتا ہوں تو شے ہو جاتی ہے۔ احمق کے دل پر نہایت شفقت کیسا تھا لاکھوں مرتبہ پڑا مگر وہ اچھا نہ ہوا بلکہ اور پتھر ہو گیا۔ اور وہ عادت اُسکی نہ گئی اور ایسا ہو گیا جیسے ریت کہ قابلِ زراعت ہی نہیں اس پر اُس نے یہ سوال کیا کہ آخر اس میں کیا حرکت ہے کہ اسم اعظم نے وہاں کام دیا اور یہاں کچھ کام نہ دیا حالانکہ وہ بھی مرض ہیں اور یہ بھی مرض ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اُن کیلئے تو وہ دوا ہو گیا مگر اس مرض کیلئے نہ وہ دوا ہو سکا آپ نے فرمایا کہ دونوں قسم کے مرضوں میں فرق ہے۔ مرض حماقت اثرِ قہرِ خدا ہے اور اندبا پن وغیرہ امراضِ قہر خدا کا اثر نہیں ہیں بلکہ وہ ایک قسم کا ابتلائے حق سبحانہ ہے اور ابتلا وہ مرض ہے جو جیسے رحم آتا ہے اور احمق وہ مرض ہے کہ اس سے تکلیف ہوتی ہے اور غصہ آتا ہے اور اسکی وجہ سے خوب زرا دینے کو جی چاہتا ہے اور داغِ حماقت حق سبحانہ کی قائم کی ہوئی مہر ہے جسکو کوئی تدبیر نہیں توڑ سکتی جب یہ قصہ سن چکے تو اس سے عبرت پکڑو اور احمقوں سے تم بھی یوں ہی بھاگو جس طرح عیسیٰ علیہ السلام بھاگے تھے۔ کیونکہ احمق کی صحبت بہت خون کرتی ہے اور بہت سے لوگوں کو موت روحانی میں پھنسا دیتی ہے لہذا مرض احمق خود معالج کو نقصان پہونچاتا ہوا اسلئے اس شقی کا علاج کرنا تم نہیں ہے بلکہ خود اپنے اوپر ظلم ہے کیونکہ جس طرح کہ ہوا تہوڑا تہوڑا پانی اُڑاتی ہے جو محسوس بھی نہیں ہو سکتا اور آخر میں وہ پانی بالکل خشک ہو جاتا ہے یوں ہی احمق بھی تمہارے صفاتِ حمیدہ کو نامعلوم طریقہ سے خدا کرتا رہتا ہے۔ پس تم کو اس سے بچنا چاہئے لیکن تم کو اس مقام پر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھاگنا اپنے خون سے نہیں تھا کیونکہ وہ

تو قسم تھے بلکہ وہ بھانڈا دوسروں کو علیٰ غیبت تھی مثلاً اگر کڑکے کی سردی تمام عالم میں پھیل جائے
تو آفتاب کو اس سے کیا خطرہ۔ پس یہی حالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی کہ اگر تمام
عالم احمق ہو جاتا تب بھی اُنکو ضرر نہ تھا۔

شرح شبیری

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا احمقوں ہی پہاڑ پر بھاگنا اور

ایک شخص کا اُن کے پیچھے جانا اور اُن سے سوال کرنا

عیسیٰ مریم کو بے می گزشت شیر کوئی خون اور خوش بخت

یعنی عیسیٰ مریم علیہما السلام ایک پہاڑ کی طرف (ایسے) بھاگ رہے تھے گویا کہ کوئی شیر
اُنکا خون رختہ کرنا چاہتا یعنی ایسے بھاگ رہے تھے کہ جیسے کوئی درندہ آتا ہوا کوئی
شخص اُسے خوف سے بھاگے۔

اُن کے درپے دوید و گفت خیر در پست کس نیست چگری چو طیر

یعنی ایک شخص اُن کے پیچھے دوڑا اور کہا کہ خیر تو بے آپ کے پیچھے تو کوئی نہیں ہے آپ
پرندہ کی طرح کیوں بھاگ رہے ہیں مطلب یہ کہ ایسے اڑے ہوئے کیوں جا رہے ہو کوئی
دشمن و شیر بھی تعاقب میں نہیں۔

باشتاب و آنچنان می یافت خفت کز شتاب خود جواب نہ گفت

یعنی جلدی کیساتھ وہ ایسا تیز بھاگ رہے تھے کہ اپنی جلدی کی وجہ سے اُسکو جواب بھی نہ دیا

یکدم میدان در پے عیسیٰ براند پس بجد و جہد عیسیٰ بلاخواند

یعنی ایک دو میدان تک تو اُسے چلنے کے پیچھے چلایا مگر جہد و جہد سے اُسے جیسے

کڑا کر پے عرضات حق کی عظمت است کہ مراند اگر زیر شکست کلاست

یعنی کہ خلیفہ اسے ایک گہری کیلے کہڑے رہے کہ مجھے آپ کے بھاگنے میں ایک شک ہے

(وہ یہ کہ)

از کہ ایں سو می گریزی اے کیلم نے بیت شیر نہ خوف خشم و بیم
یعنی اے کیلم آپ اس طرف کس سے بہاگ ہے ہیں آپ کے پیچھے نہ شیر ہے اور نہ خوف
دشمن ہے اور نہ کوئی اور خوف ہے۔

گفت از احمق گریز انم برو می رہا نم خلیش را بندم مشو
یعنی آپ نے فرمایا کہ میں احمق سے گریزاں ہوں تو جاوہ میں اپنے کو (احمق سے) چہر اتا ہوں تو
میری روک مت جو۔

گفت آخر آں سیما نہ توئی کہ شود کہ رو کر از تو مستوی
یعنی اُس سائل نے کہا کہ آخر کیا آپ وہی سیما نہیں ہیں کہ آپ سے اندھے بہرے سب
تندرست ہوتے ہیں مطلب یہ کہ جب آپ ایسے ہیں تو آپ کو احمق کیا گزیدہ ہو چکا سکتا ہے
گفت آری۔ گفت اُس شہیستی کہ فسوں غیب را ماویستی
یعنی عیسیٰ نے کہا کہ ہاں (میں وہی سیما ہوں) تو اُس سائل نے کہا کہ کیا آپ وہ بادشاہ
نہیں ہیں جو کہ غیب کی باتوں کے ماوی اور ٹھکانہ ہیں۔

چول بخولقی آن فسوں بر مردہ بر جہد چول شہر صید آرد وہ
یعنی جب اُس فسوں کو تم کسی مردہ پر پڑو دو تو وہ شکاری شہر کی طرح کو داکے۔
گفت آئے آن منم گفت کہ تو نے زگل مرغان گئی ای خوبرو
یعنی عیسیٰ نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں تو اُس نے کہا کہ اے خوبرو کیا آپ وہ نہیں ہیں جو
مٹی سے جانور بنا جیتے ہیں۔

بر دمی بروی سبک تا جان شود در ہوا اندر زماں پڑاں شود
یعنی اُسپر آہستہ سے پھونکتے ہوں یہاں تک کہ وہ جان ہو جاتا ہے اور اُسی وقت جو ایں
اُڑنے لگتا ہے۔

گفت آری گفت بسا و روح پاک ہر چہ خواہی میکنی از کیست پاک
یعنی عیسیٰ نے فرمایا کہ ہاں تو اُس نے کہا کہ اے روح پاک آپ جو چاہیں کریں پھر ڈر سکائی

با چنین بُرہاں کہ باشد در جہاں کہ نہ باشد مر تر از بندگان
 یعنی با وجود اس قدر دلائل کے دنیا میں کون ہوگا جو کہ آپ کے غلاموں میں سے نہ ہوگا
 گفت عیسیٰ کہ بذات پاک حق مبدع تن خالق جاں در سبق
 یعنی عیسیٰ نے فرمایا کہ حق کی ذات پاک کی قسم ہے جو کہ بدن کا بنانیوالا اور ازل میں خالق جان ہے
 حرمت ذات و صفات پاک کہ بود گردوں گیر ہاں چاک او
 یعنی اُسکی ذات پاک اور صفات کی قسم جسکا کہ آسمان گیر ہاں چاک (عاشق) ہے
 کال فسوں و اسم اعظم را کہ من بر کرد و بر کرد خواندم شد حسن
 یعنی کہ اُس فسوں اور اسم اعظم کو کہ میں نے کر دیا کر پڑھا تو وہ اچھے ہو گئے۔
 بر کرد سنگین بخواندم شد شگاف خرقہ را بدرید بر خود تاباناف
 یعنی سنگین پہاڑ پر پڑھا تو وہ پھٹ گیا اُس نے اپنے نرقہ کو ناف تک پہنچا لیا۔
 بر تن مردہ بخواندم گشت جو بر سر لاشے بخواندم گشت شو
 یعنی مردہ کے بدن پر پڑھا تو وہ زندہ ہو گیا اور لاشے کے اوپر پڑھا تو وہ شے ہو گئی۔
 خواندم آنرا بر دل احمق بہ وُد صد ہزاراں بار و در ماؤ نشد
 یعنی میں نے اُسکو احمق کے دل پر دوستی سے لاکھوں بار پڑھا مگر کوئی اثر نہ ہوا۔
 سنگ را گشت و زال خوہر گشت ریگ شد کردی و نروید هیچ گشت
 یعنی پتھر بن گیا اور اس (احمق کی) خصلت سے نہ پہاڑیت ہو گیا کہ اُس میں کوئی گیتی نہ آتی
 گفت حکمت چیست کا بخاتم حق سود کرد اینجا نمود آن را سبق
 یعنی سائل نے کہا کہ (ا میں میں) کیا حکمت ہے کہ اُس جگہ تو اسم حق نے افق کیا اور اس
 جگہ اُسکے لئے سبقت نہ ہوئی۔

آن ہاں رنجست این بخیرا اول شد این را و آں را شد دوا
 یعنی وہ (کور) و کوری (یعنی ایک بیماری ہے اور یہ بھی ایک مرض ہے تو کس نے وہ اسکے لئے دوا
 دوا ہو گیا اور اُسکے لئے نہ ہوا۔

گفت رنج احمق قہر خداست رنج کوری نیست قہر اہل بلاست

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ احمقی تو خدا کا تہر ہے (نفی خدا باللہ مند) اور کوری کا مرض
تہر نہیں ہے بلکہ وہ تو ابتلا ہے۔

ابتلاء رنجبیت کان رحم آورد احمقی رنجبیت کان رحم آورد
یعنی مبتلا ہو جانا کسی مرض میں، تو ایک ایسی شے ہے کہ رحم لاتی ہے اور احمقی ایک ایسا مرض ہے
جو کہ زخم پیدا کرتا ہے۔

انچہ داغ اوست مہر او کردہ چارہ بروے نیار دہر دوت
یعنی جو کہ احمقی کا داغ ہے اسے مہر کردی ہے تو کوئی علاج سپر قدرت نہیں لاسکتا۔
میرانا فرماتے ہیں

راحتماں گبریز چول عیسیٰ اگر خیت صحبت احمق بسو خونہا بر خیت
یعنی احمقوں سے یہاں جیسا کہ عیسیٰ عجاگے (کیونکہ احمق کی صحبت نے بہت خون
خرا بے کئے ہیں۔

بیر آرد ز جسم رنج احمقی رحم نبود چارہ جوئی آن شقی
یعنی احمقی کا مرض سر پر زخم لگاتا ہے اور اس بد بخت کا علاج رحم نہیں ہوتا۔
انک اندک آب را زدود ہوا دایچنیں دزدو ہم احمق ارشما
یعنی جیسے کہ ہوا پانی کو تھوڑا تھوڑا چراتی ہے اور اسکو ہوا اٹھاتی ہے، اسی طرح احمق تم
میں سے عقل کو چراتا ہے اور انکا ٹکڑی احمق بنا لیتا ہے۔

گرمیت را زدود سردی دہد ہچنماں کو زیر خود سنگے ہند
یعنی تھماری گرمی عقل کو چراتا ہے اور سردی (احمقی) دیدیتا ہے اسی طرح گویا کہ وہ اپنے
بچے ایک پہاڑ کہتا ہے۔

آں گریز عیسوی نہ زدیم بود امین است آل از پے تعلیم بود
یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا بھاگنا خوف کی وجہ سے نہیں تھا (کیونکہ وہ تو بخوف تھے بلکہ تعلیم
کیواسطے تھا) انکو بتانا تھا کہ احمق سے اس طرح الگ رہا کرو، آگے اسکی ایک مثال ہے کہ
زمہریرا پر کند آفاق را چہ غم آن خورشید با اشراق را

یعنی جائز اگر تمام عالم کو سردی سے بہرہ دے تو اس روشن آفتاب کو کیا غم (بیس اسی طرح احمقوں سے عیسیٰ علیہ السلام کو کیا غم جیسے سردی سے علاوہ آفتاب کے اور اشیاء متاثر ہوتی ہیں بیس اسی طرح احمق کی حماقت سے بھی اور لوگ ہی متاثر ہوتے ہیں) آگے اُسکی وجہ بتاتے ہیں کہ۔

ہرگز اگر می بود از نور حق او چہ غم دارد و سردیاد بولق
یعنی جسے پاس کہ نور حق کی گری ہو اسکو کسی سردی کا کیا غم ہو (تو بیس اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چونکہ نور حق تھا انکو احمقوں کی حماقت سے کیا خوف ہوتا) اگر اہل سبا کی حماقت اور اس حماقت کی وجہ سے انکی بربادی کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

کز دم احمق صبا شان شد و با
در فسانہ بشنوی از کو دکاں
درج در افسانہ شان بس سرد پند
گنج میجو در ہمسہ ویرانہ ہا
قدر او قدر سکرہ بیش نے
سخت زفت و تو بتو ہچوں پیاز
لیک جملہ تن و ناشستہ رو
لیک آں جملہ خام پختہ خوار
اگر ہزار است باشد نیم تن

یاد آمد قصہ اہل سبا
آں سبا مانند شہر بس کلاں
کو دکاں افسانہ نامی آورند
ہنر لہا گویند در افسانہ ہا
بود شہرے بس عظیم و مہرے
بس عظیم و بس فراخ و بس دراز
مردم وہ شہر مجموع اندرو
اندرو نوع حنابلق بیشمار
جاں نا کردہ بحساناں تا ختن

آں یکے بس دورین و دیده کوید
 و آں دگر بس تیز گوش و سخت کر
 اوں دگر عیور و بر بنه لاشته تاز
 گفت کور اینک گرو چه میرسند
 گفت کراے شنیدم بانگ شال
 آں بر بنه گفت ترساں زان منم
 اگر گفت اینک به نزدیک آمدند
 که همی گوید که آری مشغله
 آں بر بنه گفت آده دامنم
 شهر را هشتاد بیرون آمدند
 اندراں ده مرغ فر به یافتند
 کور دید و آں کرا و آتش شنید
 مرغ مرده خشک در زخم کلاغ
 پس طالب کردند دیگے یافتند
 بر سر آتش نهادند آں ستن
 آتشش کردند چندال و سپهر
 زان همی خوردند چو از صید شیر

از سلیمان کور و دیده پائے مور
 گنج و در و نیست یکچو سنگ زر
 ایک دامنهای جامه او دراز
 من همی بینم که چه قوم اند و چند
 که چه سیکو بند پیدا و نهساں
 که بهر ندازد از می دامنم
 خیز بگریم و پیش از زخم و بند
 می شود نزدیک تر یاراں هله
 از طمع بر نرد من ناایمنم
 در بهر بیت در دے اندر شدند
 ایک دزد گوشت بروی نژند
 عور گرفت و بدامن در کشید
 استخوانها زار گشته چو نباغ
 بے سرو بے بن سبک لشتافتند
 مرغ فر به را بدیگ انداز فن
 کاستخاں شد بخته محش پیخیر
 بهر یک از خوردنش چو پای شیر

چوں سپیل بس بزرگ مہ شکنند	بر سرہ زان خوردند و بس فرہ شکنند
در نہ گنجیدے ز زرقی در جہاں	آنچنان کنز فرہی ہر یک جواں
از شکاف در برون جستند لغت	با چنین گیزی ہفت اندام رفت
در نظر ناید کہ آں بیجا ہی است	راہ رگ خلق ناپیدا ہے است
زیں شکاف در کہ ہست آن مخفی	نک پیاپے کار و انہما مقتضی
سخت ناپیدا در و چندیں ز فاف	بر درار جوئی نیابی آں شکاف

جیکہ گفتو ذکر حماقت نک چھوچی تو جیجے اہل سب کا ققتہ یاد اگیا کہ انکی احقاد گفتگو سے ان کا
شہر سب باہم گیا تھا قبل اسکے کہ ہم ان کا ققتہ بیان کریں اول انکے شہر کی حالت بیان
کرتے ہیں ان کا شہر معروف بسبا اُس بڑے شہر کے مشابہ تھا جیسا کہ رقم لکھوں کی
کہانیوں میں سنتے ہو۔ بچے کہانیاں کہتے ہیں مگر انکی کہانیوں میں بہت سے اسرار و نصائح
موج ہوتے ہیں اور گود اپنی کہانیوں میں زلمیات ہائے میں مگر حکوہ تمام و یہ انوں میں خزانوں
کا متلاشی رہنا چاہئے لہذا ان میں اسرار و نصائح کو ڈھونڈنا چاہئے ضرور ملیں گے
وہ کہانی یہ ہے کہ ایک بہت بڑا شہر تھا مگر مقدار میں سکورد سے زیادہ نہ تھا وہ بہت بڑا
اور بہت لمبا چوڑا تھا اور بہت گنجان اور پیاز کے چھلکوں کی طرح اور پتلے بسا ہوا تھا اور
آدمیوں کی یہ کثرت کہ کد کس شہروں کے آدمی اس میں مجتمع تھے لیکن کشتی میں صرف تین نفوس
تھے اور اسکے اندر مختلف قسم کی مخلوق تھی ایک سب کو شمار کیجئے تو تین بیہودے اور پکی
پکائی کے کہانیاں والے تھے اب مولانا برسیل اعتبار فرماتے ہیں کہ اگر ہزاروں آدمی ہوں اور
انکی جان طالب حق ہو تو فی الحقیقت وہ آدمی کے برابر ہی نہیں یہ جملہ مجترضہ
بیان فرما کر پھر قصہ شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک تو ان میں تیر نظر اور انداز تھا

۱۔ تو نہ ذات جمع رقمہ برون نلہ بمعنی زمرہ و گروہ گذانی القا موس ۱۲۸۰

جو کہ سلیمان یعنی دیکھنے کے لائق چیز کو دیکھتا تھا اور جو غیبی بظاہر یعنی نہ دیکھنے کے لائق چیزیں دیکھتا تھا دوسرا بہت سننے والا اور بہرہ والا تھا اسلئے کہ یا کہ وہ ایک خزانہ تھا جس میں جو بہار بھی سونا نہ تھا تیسرا رنگا اور مرہل ٹو دوڑانے والا تھا لیکن دامن اس کے بہت بڑے بڑے تھے ان میں جو اند با تھا اُسے کہا کہ کچھ لوگ آرہے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ کون لوگ ہیں اور کہتے ہیں اور جو بہرہ تھا اُسے کہا کہ میں اُنکی آواز سنستا ہوں کہ وہ زور زور اور چپکے چپکے کیا باتیں کرتے ہیں اور جو رنگا تھا اُسے کہا کہ مجھے اس کا خطرہ ہے کہ یہ میرا دامن دراز نہ کاٹ لیں اندھے نے کہا لو وہ تو قریب ہی آگئے ارے اٹھو اور بھاگو ایسا نہ کہ لوگ ہمیں نہ پہچن جائیں اور قید کر لیں۔ بہرے نے کہا کہ ارے ہاں اُنکی آواز تو نزدیک ہوتی جانی ہے یا رہو ہوشیار رہو جاؤ۔ رنگے نے کہا بہت ٹھیک ہے یہ لوگ حرص سے میرا دامن کاٹنا چاہتے ہیں اور مجھے اُنکی طرف سے ہتھکڑیوں کا خطرہ ہے کہ وہ یہاں آکر شہر کو چھوڑ کر باہر نکلے اور بھاگتے بھاگتے ایک گانوں میں چھوچے۔ اس گانوں میں اُنکو ایک بہت موٹا تازہ مرغ ملا لیکن وہ بہت ہی ڈبلا تھا اور اُس میں نہ برابر گشت نہ تھا اندھے نے اُسے دیکھا بہرے نے اُسکی آواز سنی اور رنگے نے پکڑ کر دامن میں رکھ لیا۔ مرغ مر رہا اور سو کہا ہوا تھا اور کووں کی چونچوں سے ہڈیاں بھی سو کہہ کر موت کے تاروں کی مانند ہو گئی تھیں اُسکے بعد انہوں نے ہانڈی تلاش کی تو ایک ہانڈی ملی جسکے سر پر تھانہ پینڈی وہ جلدی سے دوڑے اور اُسے لے لیا اور فدا بانڈی کو جو بلے پر رکھ دیا اور اُس موٹے تازہ مرغ کو اُس میں اپنی پیشیاری سے کہہ دیا اگ اُسکے پیچھے اتنی جالائی کہ ہڈیاں کل گئیں اور گوشت کیا آج بھی نہ لگی اُسکے بعد انہوں نے اُسکو کہا یا جطر شیر شکار کو کہا تاہے ادا اُسکو کہا کہ ہر ایک ہاتھی کی طرح گھن بول گیا اور اُسکو کہا کہ تینوں خوب موٹے تازے ہو گئے اور ایسے معنوم ہوتے تھے جیسے تین بڑے موتے تازے باقی بلکہ اتنے موٹے ہوئے کہ ایک ایک ان میں عالم میں نہ سماتا تھا لیکن باوجود اس قدر فرہ اور عظیم الجثہ ہونے کے کو اُنکی درزیتیں سے فوراً تنگ جاتے تھے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اسمیں اشارہ ہے اس طرف کہ راہ موت ایک غیر محسوس راستہ ہے اور اپنی مقامی نہ ہونے کے سبب

دکھلائی بھی نہیں دیتا۔ لیکن مخلوق باوجودیکہ اتنی موٹی تازی ہے کہ اُسیں کا ہر ایک فرد عالم میں نہیں سماتا کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ سارا عالم میرا ہو اور اگر اُس سے بھی زیادہ ہو تو وہ بھی میں ہی لیلوں گراؤں گے اس مخفی شکاف در سے یکے بعد دیگرے قافلے کے قافلے نکل چلے جا رہے ہیں اس دروازہ کا اسقدر باریک اور غیر محسوس شکاف ہے کہ اگر تم تلاش بھی کرو تو بھی دکھلائی نہ دے گرا یا نہ ہم اسیں کو انتی جماعتیں کثیر نکل رہی ہیں مولانا نے یہاں تک کہا ہے اور ضمناً اُسکے بعض حقائق بیان کر دئے آگے اُسکی شجہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

شرح شبیری

قصہ اہل سبا کا اور انکی حماقت کا اور انکے اندر انبیاء کی پند و نصیحت کا مؤثر نہ ہونا

یاد آمد قصہ اہل سبا کز دم احمق صبا شاں شد وبا
یعنی مجھے اہل سبا کا قصہ یاد آیا کہ دم احمق کی جیسے انکو صبا و باجوئی تھی مطلب یہ کہ انکے جو افعال احمق کے تھے اُسکی جیسے وہ عیش و عشرت اُنکے لئے دیا ہو گئی۔

اہل سبا مانند لشہرے بس کلال در فسانہ بشنوی از کود کاں
یعنی وہ سبا ایک (اُس) لشہر کی مشابہ ہے (جو کہ) بہت بڑا تھا اور کہانی میں تم بچوں سے سنو گے۔ مولانا کے زمانہ میں معلوم ہوتا ہے کہ بچوں میں ایک کہانی مشہور تھی جسکو مولانا آگے خود بیان فرما دینگے۔ خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ ایک بڑا لشہر تھا لیکن اتنا ایک کو زد کی۔ پھر اور اس میں بہت بڑی آبادی تھی مگر تھے صرف تین ہی آدمی۔ ان میں سے ایک بہر ا تھا مگر سستا خوب تھا ایک اندھا تھا اور دیکھتا خوب تھا اور ایک بڑبڑہتا تھا ان کے دامن بڑے لمبے تھے تو یہ ایک اجتماع ضدین معلوم ہوتا ہے مولانا اس حقیقت بیان فرما دینگے کہ اُنکے اندر دنیا کی اُنکے تھی۔ دنیا ہی کیلئے کان تھے دنیا ہی کیلئے لباس تھا۔ دین اور خدا کیلئے چونکہ کچھ نہ تھا لہذا گویا کہ نفع دہم تھا تو مثلاً

دہ اندر عادیں سے اندر با تھا اور تیز ہیں معاملات دنیاوی میں تھا۔ علی ہذا ان میں صورت تو تھی مگر
معنی نہ تھے۔ اسی طرح مولانا فرماتے ہیں کہ اہل سباسبھی اسی شہر کچھ مطابق تھے کہ صورت تو بہت
ہی عمدہ مگر معنی خاک بھی نہیں اور دین کے نام اُنکے اندر کچھ بھی نہیں لکھا کہ مولانا اقصیٰ
مشہور کہ بعد دو تین شعروں کے بیان کرینگے اُسکے بعد اسکی شرح فرماویں گے اور اس کو
نتیجہ نکالیں گے دور تک یہی مضمون ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ۔

کو دکھاں افسانہ بامی آوردند در افسانہ شالیں سر و پند
یعنی بچے بہت سو افسانے بیان کہتے ہیں اور اُنکے افسانوں میں بہت سو اسرار اور فصاحت
درج ہوتے ہیں مطلب یہ کہ ان کہانیوں کو بھی بیکار دست سجدہ بلکہ ان سے بھی نتیجہ نکال لو
کہ ان میں بھی معنی ہوتے ہیں یہ فضل نہیں ہوتے جیسا کہ دیکھو بچوں کی اس کہانی کو
نتیجہ نکل آیا۔

ہزار ہا گوشت در افسانہ ہا گنج میجو در ہمسہ ویرانہ ہا
یعنی یہ لوگ کہانیوں میں ہزار کہتے ہیں تو ہم تمام دیرالوں میں خزانہ کو تلاش کر رہے ہیں۔ اب
آگے اُس قصہ مشہور کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

بوذرجمہر کس عظیم و مہ لے قدرا و جوں قدر سکڑہ بیش نے
یعنی ایک شہر عظیم الشان تھا لیکن اُسکی قدر ایک کبرو سے زائد نہ تھی۔
بہ عظیم و بس فراخ و بس دواز سخت زلفت و زفت اندازہ پیاز
یعنی بہت بڑا اور بہت فراخ اور بہت ہزار اور بہت ہی عظیم الشان اور بہت ایک پیاز کے۔
مردم وہ مشہور مجموعہ اندرو ایک جملہ سہ تن ناشستہ رو
یعنی آدمی گاؤں اور شہر کے اُس میں جمع تھے لیکن سارے تین تن تھے اور (وہ بھی)
ناشتہ رو تھے۔ مطلب یہ کہ اُس شہر کے اندر آدمی گاؤں اور شہر کے موجود تھے مگر نہ سارے
تین قسم کے آدمی تھے۔

اندر و نواع خلائی بے شمار ایک آن جملہ سہ خام بختہ کار
یعنی اُسکے اندر نواع خلائی بیشمار تھی لیکن وہ سارے تین خام بختہ تھے یعنی باوجودیکہ نواع

خلایق بیشمار تھی لیکن پھر بھی یہ تین کم بہت ہی تھے۔

جان ناگردہ بجاناں تاختن گریہ ہزار نست باشد نیم تن
یعنی جان کو جانان کیساتھ تافتہ نہ کئے ہوئے تو اگر ہزار ہوں تو وہ نیم تن ہے مطلب یہ کہ
جسکو خدا سے تعلق نہ ہو وہ اگر ہزار بھی ہوں تو حقیقت کے اعتبار سے کچھ بھی نہیں ہیں اسی
طرح اگر چہ اشک میں لاکھوں رہتے تھے مگر کچھ بھی نہ تھے اسلئے کہ خدا سے انکو تعلق نہ تھا
اور وہ لاکھوں ایسے تھے جیسے کہ عورت تین آدمی ہوں۔

آں کچھ نہیں دور میں دودیدہ کور از سلیمان کور و دیدہ پاٹھور
یعنی وہ ایک بہت دور میں اور دیدہ کور (یعنی سلیمان سے کور اور پاٹھور کو دیکھو ہوئے۔
مطلب یہ کہ دنیا میں دور میں تھا مگر دین کے اعتبار سے اندھا تھا۔

آں دگر بس تیز گوش و سخت کمر کنج و در و نیست یکو سنگ زر
یعنی بیچ دوسرا بہت تیز گوش اور بہت سخت ہوا ایک خیرہ تھا اور اس کے اندر ایک
جو کی برابر روانہ تھا یعنی دنیا کے اعتبار سے تو بہت کچھ تھا مگر اصل میں دیکھو تو دین میں بہل
واں دگر عور و پرہیز لاشہ تاز لیک دامن ہاٹھو جامہ اور از
یعنی اور وہ دوسرا دنیا پر نہ مفلس لیکن اس کے کپڑے کو دامن بہت دراز تھے یعنی دین کے
اعتبار سے یہ نہ تھا مگر ظاہری دامن بہت دراز تھے اب ان میں باتیں شروع ہوئیں۔

گفت کہ در اینک گروہی میرسند من ہی یتیم کہ چہ قوم اندوچند
یعنی اندر بالو لاکہ یہ ایک گروہ جو بچتے ہیں اور میں انکو دیکھ رہا ہوں کہ کون قوم ہے اور کتھیں
گفت کہ آئے شنیدم با انگشاں کہ چہ میگویند پیدا و نہاں
یعنی پہرے نے کہا کہ میں انکی آواز سن رہا ہوں ان جو کچھ کہ ظاہر پاؤں شدہ کچھ کہ شہ ہے۔
آں برہنہ گفت ترساناں منم کہ میرم از درازی دامنم
یعنی وہ برہنہ ہوا لاکہ میں اس سے ڈر رہا ہوں کہ میرے دامن کی لمبائی نہ کاٹ لیں۔

کور گفت اینک نزدیک آمدند خیز بگریزم پیش از زخم و بند
یعنی اندر سے نے کہا کہ یہ نزدیک آگئے اٹھو ہم زخم اور بند سے پہلے بھاگ جائیں۔

کر تھی گویا کہ آئے مشغلہ می شود نزد یک تر یا رال بلہ
 یعنی پھر اکھتا تھا کہ ہاں یہ مشغلہ تو لے یا رو بہت نزدیک ہوتا جاتا ہے خبر دار رہو۔
 آں برہنہ گفت آوہ دامنم از طبع بر بند و من ناایم نم
 یعنی اُس برہنہ نے کہا کہ آوہ میرے دامن کو طبع کی وجہ سے کاٹ لیں گے اور میں بیخوف نہیں ہوں
 شہر را ہشتاد بیرون آمدند و ز ہر کسب در در بے اندیش بند
 یعنی انہوں نے شہر کو چھوڑ دیا اور باہر آگئے اور جگہ کی وجہ سے ایک گاؤں میں چلے گئے۔
 اندر رال دہ مرغ فرہ یافتند لیک درد گوشت بروی نژد
 یعنی اُس گاؤں میں انہوں نے مرغ فرہ پائے لیکس اُن پر درد براہ گوشت تھا اور بہت دُبلو تھا
 کور دیدہ آں کر آواز شنید عور گرفت و بدامن در کشید
 یعنی اندب نے تو دیکھا اور اُس پہرہ نے اُسکی آواز سنی اور ننگے نے پکڑ کر دامن میں رکھ لیا
 مرغ مردہ خشک در زخم کلاغ استخوانہا زار گشتہ چوں باغ
 یعنی مرغ مردہ اور زخم کلاغ میں خشک اور ہڈیاں تاگے کی طرح پتی ہو گئی تھیں۔
 پس طلب کردند دیکے یافتند بے سرو بے بن سبک بشتاقتند
 یعنی پھر انہوں نے تلاش کیا تو ایک دیگی پائی بے سرو اور بے تلی کے تو تیز دوڑے۔
 بر سر آتش ہنما دند آں ستن مرغ فرہ را بیدگ اندر زفن
 یعنی اُن تینوں نے اُس مرغ فرہ کو دیگی میں آگ پر فن سے رکھ دیا۔
 آتشش کردند چند اداں پسر کاستخوان ش پختہ خمش پخیر
 یعنی لے صاحبزادی کو اتنی آگ کی ہڈیاں تو پک گئیں اور اس کا لحم بے خبر تھا۔
 زال ہی خوردند چول ز صید شیر بریکے از خوردنش چوں پیل سیر
 یعنی اُن سب نے اُس سے ایسا کھایا جیسے کہ صید سے شیر اور ہر ایک اُسکے کھانے سے مانند
 باقی کے سیر تھا۔

پھر زال خوردند پس فرہ شدند چوں پیل پس بزرگ مہ شدند
 یعنی قبیلوں نے اُس میں سے کھایا تو مومن ہو گئے اور بڑے عظیم الشان باقی کی طرح ہو گئے۔

انجنال کز فرہی ہر یک جواں در گنجندے ز رفتی در جہاں
 یعنی ایسے (موتے ہوئے) کہ موتا پے کی وجہ سے ہر ایک جواں جہاں میں نہ سما سکتا تھا۔
 باچیں گیزی و ہفت اندام رفت از شکاف در بول جہنم تفت
 یعنی باوجود اتنے موتا پے اور تن عظیم کے دروازہ کی دراز میں سے جلدی سے نکل گئے۔
 مطلب یہ ہے کہ اہل دنیا جو دین کے اعتبار سے کور و کراور برہنہ ہوتے ہیں اُنکی یہ حالت ہوتی
 ہے کہ جوشے ڈرنے کی نہیں ہے اُس سے خائف ہوتی ہیں جیسے کہ یہ لوگ اُس لشکر سے
 ڈرے تھے اور کہا تھا کہ کہیں کوئی دامن نہ کاٹ لے وغیرہ وغیرہ۔ پھر جب اہل دنیا ضرر
 سے بچنے کیلئے طع نفع میں جیتے ہیں تو کھانا ہر میں تو اُنکو نفع ہوتا ہے اور وہ اُسکو نفع خیل کرتے
 ہیں مگر حقیقت میں وہ نفع ہی نہیں ہوتا جیسا کہ اُنکو مرغ لے مگر کمر در اور بے گوشت کو پھر
 جواہل دنیا اس نفع سے متنعم ہوتی ہیں تو وہ یہی صرف صورت ہوتی ہے واقع میں کچھ بھی
 نہیں ہوتا جیسے کہ ان لوگوں نے اپنے زعم میں کھالیا مگر اہل میں وہ کچھ بھی نہ تھا پھر اہل دنیا
 اپنے زعم میں بہت عظیم الشان ہو جاتے ہیں جیسے کہ یہ لوگ کہا کر خوب موتے ہوئے تھے
 مگر موت کے ایک ذرا سے دراز میں سے نکلتے ہیں اُنکے یہی شرع خود فرماتے ہیں کہ
 راہ مرگ خلق ناپیدا رہے است در نظر ناید کہ آل بیچار ہواست
 یعنی مخلوق کی موت کی راہ ایک ناپیدا راہ ہے کہ نظر میں نہیں آتی اسلئے کہ بیچارہ ہے۔ یعنی
 موت کا راستہ ایک ایسا پوشیدہ اور ذرا سا ہے کہ آج تک کسی کو نظر نہیں آیا۔
 نک بیابا پے کار و انہا متقی زیں شکاف در کہ ہست آن مخفی
 یعنی یہ آگے پیچھے قافے آئیوا لے جانوا لے اس شکاف در سے (جا رہے ہیں) جو کہ مخفی ہے
 بر در ارجوی نیابی آن شکاف سخت ناپیدا در چندیں زفاف
 یعنی اگر دروازہ پھر کر تلاش کرو تو شکاف نہ پاؤ گے اور وہ سخت ناپیدا ہے اور اس میں
 اس قدر دھڑ دھوپ ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

اے ضیاء الحق حسام الدین عیال
اے سپر ہر مختصر افسانہ نیست
کرا مل را داں کہ مرگ ما شنید
حرص نابیناست بیند مویم
عیب خود یک ذرہ چشم کور او
عور می ترسد کہ دامانش بر بند
مرد دنیا مفلس است او ترسناک
او بر نہ آمد و غریاں رود
وقت مرگش کہ بود صد لوحہ پیش
آن ماں داند غنی کش نیست ز
چوں کنار کو دے پہلا ز سفال
گرستانی پارہ گریاں شود
چوں نباشد طفل را دانش دثار
مختم چوں عاریت را ملک دید
خواب می بیند کہ او را ہست مال
چوں ز خواش بر کشا بند گوش کش
ہچنین ترسانی این عالماں

باز باید گفت شرح این بیال
آشنا را روئے در بیگانہ نیست
مرگ خود نہ شنید و نقل خود دند
عیب خلقاں و بگوید فاشاں و
می نہ بیند گر چہ ہست او عیب جو
دامن مرد پرہیز کے درند
سیح او را نیست و از دزدانش باک
وز غم دزدش جگر خوں می شود
خندہ آید جانش را زیں ترخوش
ہم ذکی داند کہ بوداوبے ہنر
کو براں لرزاں بود چوں رب مال
پارہ گر بازش دہی خنداں بود
گر یہ و خندش ندارد اعتبار
پس براں مال دروغیں می طپید
ترسد از دزدے کہ بر باید جوال
پس ز ترس خویش تسخر آیدش
کہ بود شاں عقل و علم این جہاں

از پے این عاقلان ذوق فزون
ہر کسے ترساں ز دزدنی کسے
گویدا کہ روزگارم می برند
گویدا ز کارم برآوردند خلق
عورت ترساں کہ منم دامن کشاں
صد ہزاراں فضل داند در علوم
دانند او خاصیت ہر چو ہرے
کہ بھی دانم تجوز و لای تجوز
ایں رواواں ناروا دانی و لیک
قیمت ہر کارمی دانی کہ حیثیت
سعد ہا و خسر ہا دانستہ
جاں جملہ علمہا ایں است و ایں
آل اصول دین بدانتی و لیک
از اصولیت اصول خویش بہ

گفت ایند در نبی لا یعلمون
خویشتن را علم پندارد بے
خود نداند روزگار سود مند
غرق بیکار نیست جانش تا بخلق
چوں رہانم دامن از خپگال شاں
جاں خود را می نداند آن ظلم
در میاں جو ہر خود چوں خرے
خود ندانی تو تجوزی یا تجوز
خود روا یا ناروائی ہیں تو نیک
قیمت خود را ندانی احمقیست
ننگری سدی تو یا ناشستہ
کہ بدانی من کیم در یوم دین
بنگر اندر اصل خود کو ہست نیک
کہ بدانی اصل خود اے مرد مہ

اسی ضیاء الحق حسام الدین کہانی تو ختم ہوئی اب اسکی صاف صاف شرح کرنی چاہئے اور اسکی
ضروری ضروری اسرار بیان کرنے چاہئیں۔ کیونکہ ہم نے محض کہانی ہونے کی حیثیت سے نہیں
بیان کیا۔ اسلئے کہ ہر محقر شے کہانی نہیں ہوتی۔ اور عارف اُسکو افسانہ ہونے کی حیثیت سے
نہیں دیکھتا بلکہ اُسکے متقن اسرار ہونے کے لحاظ سے اُسکو دیکھتا ہے۔ شرح ہر کہانی کی یہ

کہ اس میں جو بہت سنسنے والا بہرا شخص ہے وہ اہل اور امید ہے کیونکہ اہل دوسروں کی موت تو خوب سنتی ہے کہ آج فلان مر گیا اور کل فلان مارتا لیکن وہ اپنی میت کی خبر نہیں سنتی اور اس خیال سے اپنا منتقل ہونا نہیں دیکھتی یعنی صاحب اہل کو یہی خیال ہوتا ہے کہ میں کبھی مردوں کا اسی لئے وہ کبھی دنیا کے ہجرٹوں سے ناخ ہو کر موت کیلئے تیار ہوئی نہیں کرتا اور اس قصہ میں جو تیز نظر انداز ہے وہ حرم ہے کہ وہ سب کے عیب دیکھتی اور بیان کرتی ہے مگر باوجودیکہ وہ عیب بینی میں منہمک ہے اُسکی بچھڑی ہوئی آنکھ اپنا عیب ذرا نہیں دیکھتی اس قصہ میں ایک ننگا اپنے دامن کے کاٹے جانے سے ڈرتا ہے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ بھلا ننگے کو پاس دامن ہوتا ہی کہاں ہے جسے کوئی کاٹے یا پہاڑے اُسکی تاویل یہ ہے کہ دنیا دار مفلس ہے۔ اہل تو اُسکے پاس اصلی مال ہی نہیں بلکہ خیالی ہے پھر وہ خیالی بھی اُس کی ملک نہیں مگر وہ ڈرتا ہے کہ کہیں چوری نہ ہو جائے اور باوجودیکہ اُس کا کچھ بھی نہیں لیکن اسکو چوروں کا کہنہ کا ہے وہ تو ننگا ہی آیا تھا اور ننگا ہی چلا جاوے گا اور حالت اُسکی یہ ہے کہ چور کی فکر میں اس کا جگر خون ہوا جاتا ہے مرنے کے وقت جبکہ وہ اپنی تہیہ دستی پہنچا رہا ہے آہ و فغاں کرتا ہو گا اُسکی جان اس کے اس خوف پر منہ لگی اور کہیں گی کہ عجیب تھا جو چوری کے اندیشہ میں گھلا جاتا تھا۔ یہی وقت ہے جبکہ دولت مند کو معذم ہو گا کہ وہ بالکل مفلس ہے اور اُسکے پاس کوئی بھی نہیں اور وہی وقت ہے جبکہ وہیں یہ نہ جانے گا کہ وہ تو کچھ نہ جانتا تھا کیونکہ جو فنون وہ جانتا تھا وہ فنون اسوقت بیکار ہو گئے اور جو سہ کار آمد ہے وہ اُسکو اتنا نہ ہو گا اسلئے کہیں گا کہ ہم بڑے احمق تھے کہ کام کی باتیں نہ سیکھیں اور فضولیات میں مصروف رہے دنیاوی دولت مندوں کی حالت ایسی ہے جیسے کسی لڑکے نے گود میں ٹھیکرے پہر رکھے ہوں کیونکہ جس طرح یہ لوگ اپنے مال کے ضائع ہونے سے ڈرتے ہیں اسی طرح اُس لڑکے کو بھی ان ٹھیکروں کے ضائع ہونے کا خوف ہوتا ہے چنانچہ اگر اُسکے پاس سے کوئی ٹھیکرہ ایلو تو فوراً روٹنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا روپیہ لے لیا اور اگر ایک ٹھیکرہ اُسے دیدر تو خوش ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے روپیہ مل گیا۔ لیکن چونکہ لڑکے کو عقل نہیں ہوتی اسلئے نہ ٹھیکرے کے جلتے رہنے پر اُس کا رونا کوئی چیز ہے اور

نہ اسکے بچانے پر اُس کا ہنسنا کوئی شے ہے۔ بس یہی حالت دنیاوی دولت اور دولت مندوں کی ہے۔ بس ایک غلطی تو دولت مندوں کی یہ ہے کہ وہ اُسکو دولت سمجھتے ہیں۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ وہ اُسکے پاس عاریت ہے لیکن وہ اُسکو اپنی ملک سمجھتے ہیں بس چونکہ یہ لوگ اس فرضی مال کو باوجود اسکے عاریت ہونیکے اپنی ملک سمجھتے ہیں اسی لئے اُسکے لئے بیقرار ہوتے ہیں۔ اُنکی حالت بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص خواب دیکھ رہا ہو کہ میرے پاس مال ہے اور ڈر رہا ہو کہ مبادا کوئی چور میری خورجین اڑا لیجاوے۔ لیکن جبکہ کوئی شخص اُس کا ن پرکڑ کر اُٹھا کر بٹھلا دیتا ہے تو وہ خود اپنے اوپر ہنسنا ہے اور کہتا ہے کہ میں بھی عجب چیز ہوں کہ خواہ مخواہ پریشان ہو رہا تھا پس یوں ہی یہ دولت مند بھی اسوقت خواب میں اپنے کو دولت مند جانتے اور اس دولت کے ضائع ہونے سے ڈرتے ہیں۔ لیکن جب موت انکو پیدا کر گئی اسوقت اُنکو خود اپنے اوپر ہنسی آدگی اور جیسے دولت مندوں کی خوف کی حالت ہے وہی حالت اُن عالموں کی خوف کی ہے جو کہ علم و عقل دنیاوی رکھتے ہیں کیونکہ واقع میں یہ لوگ عقل و علم کچھ بھی نہیں رکھتے چنانچہ قرآن خود ہمارے اس دعوے کی تصدیق کرتا ہے اور وہ ایسے ہنرمند عاقلوں کو جاہل بتلاتا ہے اور کہتا ہے اولئک کالا نعام بلھمرا ضل وغیرہ مگر ایں ہمہ وہ اپنے کو بہت بڑا عالم جانتا ہے اور ہر شخص سے بڑا ہے کہ کہیں میرا علم نہ چر اے یعنی ضائع نہ کر دے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ لوگ میرا وقت برباد کرتے ہیں حالانکہ اُسکے پاس نافع وقت ہی نہیں۔ نیز وہ کہتا ہے کہ لوگ مجھے کام نہیں کرنے دیتے حالانکہ وہ خود سسر پاؤں تک بیماری میں غرق ہے یہ ایک ننگا ہے جو کہتا ہے کہ میرے دامن بڑے بڑے اور زرین پر گہٹے چلتے ہیں اور سوچتا ہے کہ میں کیسے اپنا دامن لوگوں کے ہاتھوں سے چبڑاؤں۔ یہ شخص اپنے کو علوم کا بہت بڑا ماہر جانتا ہے لیکن واقع میں وہ ظالم اتنا جاہل ہے کہ اُسے اپنی بھی خبر نہیں وہ ہر جوہر کی خاصیت جانتا ہے لیکن اپنے جوہر کی حالت نہیں بیان کر سکتا۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں بھی نہ دلا بھی نہ جانتا ہوں لیکن اس سے کوئی کہے کہ الحق تو اپنی نسبت تو یہ جانتا ہی نہیں کہ تو میچون کہلانے کا مستحق ہے یا عجی نہ کہلانے کا یعنی تو یہ تو جانتا ہی نہیں کہ اس عقبہ سے پار ہو جائیوا ہے یا بڑھیا کی طرح عاجز ہے

(ف) واضح ہو کہ یہ معنی تو اس وقت ہیں جبکہ نسخہ، خود ندانی تو بخورزی یا عجری ہو اور اگر نسخہ، خود ندانی تو کہ حوری یا عجری ہو جیسا کہ حضرت مجدد الملتہ والدین عم فیض ہم نے فرمایا کہ عجری تو یوں ہی یاد پڑتا ہے تو اس وقت معنی یہ ہو گئے کہ تو اپنی نسبت تو جانتا ہی نہیں کہ تو حیل الباطن ہے یا قبیح الباطن فتنہ) تو یہ دوسری چیزوں کی نسبت تو جانتا یا نا جانتا ہو نا جانتا ہو لیکن تجھے اپنی نسبت بھی تو جانتا چاہئے کہ تو بھی رونقِ ادا حق ہے یا نہیں تو ہر مال کی قیمت تو جانتا ہے مگر افسوس کہ تجھ کو اپنی قدر و قیمت معلوم نہیں کہ اعمال اللہ تو کتنا بیش قیمت ہے ہر اور اب تو نے اپنی کیا گت بنالی ہو لہذا یہ علم تیرا علم نہیں بلکہ سراسر حماقت ہے تو دوسری اشیاء کی سعادت و خوشست سے تو خوب واقف ہے مگر تجھے اپنا علم نہیں کہ تو سحر ہی یا غس۔ حالانکہ تمام علوم کی روح تو یہ ہے کہ تو اپنی نسبت یہ جان لے کہ قیامت میں ہم کیا ہو گئے تو نے دین کے اصول تو جان لئے مگر اب تجھ کو اپنی اہل کو بھی دیکھنا چاہئے کہ وہ فطرۃً اچھی ہے مگر تو نے اُسکو بگاڑ دیا ہے (یایوں کہو کہ تم کو اپنی اصل کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کیسی ہے کیونکہ یہ دیکھنا عمدہ بات ہے یایوں کہو کہ تم کو اپنی اصل کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کبھی بھی ہے یا نہیں) تمہارے اصولی ہونے سے تو یہ بہتر ہے کہ تم اپنی ذات کے اصولی ہو یعنی یہ جانو کہ تمہاری اہل کیا ہے اور اب تم کیا بن رہے ہو۔ فلاصہ یہ کہ اشہر میں صرف طول ال اور حرص اور اغترار بال و کمال ظاہری تین چیزیں تھیں۔

شرح شبیری

لے ضیا و الحق حسام الدین ہاں باز باید گفت شرح این بیباں

یعنی لے ضیا و الحق حسام الدین ہاں اس بیان کی شرح پھر بیان کرتی چلے

لے پس ہر مختصر افسانہ نیست آشنا را ر و د و بیگانہ نیست

یعنی لے لڑکے ہر مختصر افسانہ ہی نہیں ہے اور آشنا کیلئے ر و بیگانہ میں نہیں ہے مطلب یہ کہ ہر کہانی کو صرف کہانی ہی مت سمجھو بلکہ اُس سے نتائج نکالو گے اس قصہ کی شرح بیان فرماتے ہیں۔

شرح اُس اندھے تیز بین کی اور اُس بہرہ ور تیز بین

والیکی اور اُس برہنہ دراز دامن کی

کراہل را دال کہ مرگ ماشنید مرگ خوشنید و نقل خود ندید
یعنی بہرہ و اول کو جاؤ کہ وہ ہماری موت کو سنتی جو اور اپنی موت اور اپنی منتقل ہو چکی ہیں یعنی

حرص نہا میناست بیند موبہو عیب خلقال او بگوید کو بگو

یعنی حرص نہا مینا ہے کہ نہ موبہو مخلوق کے عیب دیکھتی ہے اور کہ چہ بگو چہ کہتی ہے

عیب خود یک ذرہ چشم کو روا می نہ بیند گر چہ ہست عیب جو

یعنی اپنے کو اسکی اندھی آنکھ ذرہ برابر بھی نہیں دیکھتی اگرچہ وہ عیب جو ہے۔

عور می ترسد کہ دامانش برسد دامن مرد برہنہ کے درند

یعنی نگلے صاحب فرماتے ہیں کہ اُسکے دامن کو لپکاویں گے اسے ننگوں کے دامن کو کب

پہارتے ہیں مطلب یہ کہ اُسکے پاس جب دامن ہی نہیں تو کوئی پہاڑے ہی گا کیا۔ مگر

انکی ڈر کے مارے پھونک نکلی جاتی ہے۔

مرد دنیا مطلق است و ترسناک ہیج اور انیست از در دانش پاک

یعنی دنیا دار مطلق ہے اور (بہر) خوفناک جو اُسکو چوروں سے کیا خوف اسلئے کہ

او برہنہ آند و عریاں رود و زخم در زخمش جگر خوں میشود

یعنی وہ برہنہ آیا اور عریاں ہی جاوینگا اور چوروں کے غم سے جگر خون ہوا جاتا ہے۔

وقت مرگش کہ بود صد لوح پیش خندہ آید جانش از تیش

یعنی اُس کی موت کے وقت کہ پہلے سے سو نوے ہوتے ہیں اس کی جان کو اس

ہنی خوف سے ہنسی آتی ہے۔

آں زماں داند غنی کس نیست ہم فزکی داند کہ بود او بے ہنر

یعنی اُس وقت غنی جان لیتا ہے کہ اُسکے پاس زر نہیں ہے امدد کی بھی جان لیتا ہے کہ وہ بے ہنر

تھا۔ آگے اہل دنیا کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں کنار کو دے پُر از سفال کو بریاں لرزاں بود چوں بال
یعنی بچوں کی گود کی طرح کہ وہ ٹھیکے سے پیری ہوتی ہے اور وہ (بچہ) اسپر مال والوں کی
طرح ڈرتا ہے کہ کوئی ان ٹھیکوں کو چُجانے۔

گرستانی پارہ گریاں شود پارہ گریاں شد ہی خنداں شود
یعنی اگر تم ایک ٹکڑا لیلو تو رونے لگے اور اگر پیراں ٹکڑے کو دیدو تو خوش ہو جاوے
چوں نہ باشد طفلان دانش دناں گریہ و خندش ندارد اعتبار
یعنی جبکہ بچہ کو عقل کامل نہیں ہوتی تو اُس کا رونا اور ہنسنا معتبر نہیں ہے۔

مختشم چوں عاریت ملک دید پس برلاں مال دروغیں می طہید
یعنی مختشم نے جب عاریت کو ملک سمجھا تو اُس جھوٹے مال پر تڑپنا شروع کر دیا۔

خواب می بیند کہ او را ہستال ترسدا ز دزدے کہ بر باد چو ال
یعنی خواب دیکھتا ہے کہ اُس کا مال ہے اور چوری سے ڈرتا ہے کہ کوئی گون اُچک لیگا۔

چوں زوالش می کشاند گواشش پس ز ترس خویش استخرا بدیش
یعنی جب خواب آسکے کان کہینچنے والا اُٹھا لیگا تو اسکو اپنے خوف پر ہنسی آدیگی۔

بہنجین ترسانے این عالماں کہ بودشاں عقل و علم این جہاں
یعنی اسی طرح ان عالموں کا خوف ہو جنکو کہ اس جہان کا عقل و علم ہوتا ہے۔

از پٹے این عاقلان ذوقنوں گفت ایزد و زبانی لا اعلیون
یعنی ایسی ہی عاقلان ذوقنوں کیواسطے حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں لا اعلیون فرمایا ہے

ہر کسے ترساں ز دزدی کسے خویشتن را علم پندار دے
یعنی ہر شخص دوسرے کی چوری سے ڈرتا ہے اور اپنے لئے علم عظیم جانتا ہے۔

گویدا کہ روزگارم می برند خود ندارد در روزگار سودمند
یعنی کہتا ہے کہ میرا وقت ضائع کرتے ہیں اور خود کوئی وقت نافع نہیں رکھتا۔

گویدا از کارم بر آورد خلق غرق بیکاریست جانش تا بخلق
یعنی کہتا ہے کہ لوگوں نے مجھے کام سے رکھا (علائکہ) اُسکی جان خلق تک بیکاری میں غرق ہے،

عورتیں اس کہ منہ دامن کشاں چوں رہا نہ دامن ز چنگال شاں
یعنی تنگنا ڈرتا ہے کہ میں دامن کش ہوں تو اُنکے چنگل سے دامن کس طرح چھڑاؤں
صد ہزاراں فضل دانداز علم جان خود رومی نداندال ظلم
یعنی لاکھوں فضل عام جانتا ہے اور وہ ظالم اپنی حقیقت کو نہیں جانتا۔

داندا خاصیت ہر جو ہرے در میاں جو ہر خود چوں خرے
یعنی ہر ذات کی خاصیت کو جانتا ہے اور اپنی ذات کے چلنے میں گدھے کی طرح ہے اور کہتا ہے۔
کہ بھی دامن یجوز و لایجوز خود ندانی کہ تو حوری یا عجوز

یعنی کہ میں یجوز و لایجوز سب جانتا ہوں اور خود تو یہ نہیں جانتا کہ تو حور ہے یا بڑبیا۔ یعنی اپنی
تو خبر نہیں اور ساری دنیا کی خبر لیتا پھر تا ہے ایک نسخہ ہے خود ندانی تو یجوزی یا عجوزی اس کے
سننے یہ ہونگے کہ تجھے خبر نہیں کہ تو اس قابل ہے کہ تجھ پر اطلاق حسن جائز ہو یا بڑبیا ہو مگر
اس میں تکلف ہے نسخہ جو متن میں لکھا گیا ہے وہ ہی بے تکلف معلوم ہوتا ہے

ایں روا وال نار و ادائی ولیک خود روا یا نار وائی میں تو نیک
یعنی یہ روا ہے اور وہ نار واپے اسکو تو جانتا ہے لیکن تو خود (سکھ) چلنے والا ہے یا بے چلنے
والا ہے اسکو اچھی طرح دیکھ یعنی یہ دیکھ قیامت میں تو سکھ روا ہے یا نار واپے اگر اس روا
نار واکو دیکھ لیا تو کام بن گیا ورنہ قسمت کو رو گئے

قیمت ہر کالہ می داتی کہ چسیت قیمت خود راندانے احمقیت
یعنی ہر اسباب کی قیمت کو جانتا ہے کہ کیا ہے اور اپنی قیمت کو نہیں جانتا تو احمق ہے۔
سعد ہا و خسما دانستہ نغمہ می سعدی تو یا ناشستہ
یعنی سعد و خس کو تو تو جانتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ تو سعد ہے یا ناشستہ ہے

جاں حبلہ علمہا این است ایں کہ بدائی من کیم در یوم دیں
یعنی تمام علوم کی جان یہی ہے یہی کہ تم یہ جان لو کہ قیامت میں تم کون ہو گے
آں اصول دیں بدائی ولیک بنگر اندر اصل خود کو ہست نیک
یعنی وہ اصول دین کے تو تو نے جان لئے لیکن اپنی اصل میں دیکھ کہ وہ (علم) خوب ہے

از اصولیت اصول غلیش بہ کہ ہدائی اصل خود لے مردہ
یعنی اصولی ہونے سے اپنے اصول بہتر ہیں کہ لے مرد بزرگ تم اپنی اصل کو جاں لو۔ (تو دنیا میں
یہی ہو رہا ہے کہ اپنی حقیقت اور اصل سے تو غافل ہیں اور دوسروں کے عیب اور انکی عتائق
کو دیکھتے پھرتے ہیں) آگے تعبیہ ان فراتے ہیں کہ :

شرح حبیبی

اصل شان بد بود آل اہل سبا	می ویدندے ز اصحاب لقا
دایشان چندین ضیاع و باغ و باغ	از چپ و از راست از بہر فتراغ
بسکہ می افتاد از پڑمی شمار	تنگ می شد معبرہ بر رہگذار
آن نثار میوہ رہ را می گرفت	از پڑمی میوہ رہر و در شگفت
سلہ بر سر درختستان شان	پڑشدے ناخواست از میوہ نشان
باد آل میوہ فشان دے بیکسی	پڑشدے ز آل میوہ داہنہا بے
خوشہاؤ زفت تا زیر آمدہ	بر سر و روے رونده می زدہ
مرد گلخن تاب از پڑمی زر	بستہ بودے بر میاں زرین کر
سگ کلیچہ کوفتے در زیر پا	تخمہ بودے گرگ صحر از لڑا
گشتہ این شہر و دہ از دزد و گرگ	بز نتر سیدے ہم از گرگ سترگ
جامہ الیشاں گر چہ کیس شدے	آتش سوزندہ شاں صابوں بڈے
در تنور انداختندے جامہ را	بعد یک ساعت شدی خوشنایا مقفا

گر بگویم شرح نعمتہائے قوم	کہ زیادت می شد آن یو ما فیم
مانع آمد از سخنہائے مہم	انبیاء بردند از فراستہم
چوں ز خد بردند ناشکری چنان	غیرت حق کار گریست در زماں
سینہ پیغمبر آنجہ آمدند	گم رہاں را جملہ رہبری شدند
کہ ہلا نعمت فزون شد شکرگو	مگر بکشد از بختہ خیر کو
شکر منعم واجب آمد در خرد	ور نہ بکشد اید در خشم اید
ہین کرم بینید آن خود کس کند	کز چنین نعمت لبشکر ملیں کند
سر بخت شکر خواہد سجدہ	پای بخت شکر خواہد قعدہ
شکر نعمت نعمت افزوں کند	صد ہزار ان گل زخاے سرزند

جب تکواش بہر کی حالت معلوم ہو گئی تو اُس کے رہنے والوں کا تقسیم ہو۔ چونکہ ایشیہ
سبا کے رہنے والے بد اہل تھے اور اُن کے قلوب مریض تھے اسلئے وہ حق میں حضرات
(انبیاء) سے بھاگتے تھے نہ تو اجمال ہے اب اسکی تفصیل سنو۔ حق سبحانہ نے بہت سا
ملک اور بہت سے باغ اور جنگل ہر طرف انکو عطا کئے تھے تاکہ اُنکو اطمینان قلب یہ ہو
اور وہ اُسکو عبادت الہی کا ذریعہ بنا دیں انکے قول و تنعم کی یہ حالت تھی کہ چونکہ سڑکیں
پر دور ویر میوہ دار درختوں کی قطاریں تھیں اور میوے کی کثرت کرتے تھے اسلئے رہگیروں کو
چلنے کیلئے خالی راستہ نہ ملتا تھا میووں کا ستہراؤ راستہ بند کر دیتا تھا اور اجنبی مسافر
کو میووں کی کثرت سے حیرت ہوتی تھی اگر کوئی شخص ٹوکرا سر پر لئے ہوئے اُنکے باغوں
میں گزرتا تو بلا اسکے خواہش کے میووں کی گرنے سے ٹوکرا بہر جا تا تھا بدو ان اسکے
کہ کوئی شخص ان درختوں کو حرکت دے خود ہوا انکو حرکت دیتی تھی اور بہت سے دامن میووں

سے بہر جاتے تھے بڑے بڑے خوشے پیچھے لٹکے ہوئے تھے جو چلنے والے کے منہ سے مس کرتے تھے
 سونے کی کثرت سے بہرہ جو بچے کی یہ حالت تھی کہ مکر میں سونے کو پٹکا باندھ کر بہار جھونکنا تھا
 اتنے کی یہ حالت تھی کہ کچھونکو پاؤں میں روندے اور منہ نہ لگاتے تھے۔ بہیڑیوں کی خوراک
 کی یہ حالت تھی کہ زیادہ کھانے سے اکثر بدبھمی میں مبتلا رہتے تھے چونکہ کثرت دولت
 سے استغنا بڑھا ہوا تھا اسلئے اہل شہر کو نہ چور کا ہنسا تھا نہ بہیڑیوں کا اور چونکہ بہیڑیوں
 اپنی شکم سیری کی وجہ سے بکریوں کی طرف توجہ نہ کرتے تھے اسلئے بکریوں کو بھی بہیڑیوں
 کا خطرہ نہ تھا ان لوگوں کا اگر کچرا میلایا جاتا تھا تو وہ آگ جھکا کام جڑانا ہے اُنکے لئے خواہ
 بہت خیر استدرجی یا بہ سبب بہرہ مندی انکو صاحب کو کام دیتی تھی یعنی تھیری دیر کیلئے وہ
 اُسے تنور میں ڈال دیتے تھے اور اسکا میل کھیل ہلکے کھڑا نہایت صاف نکل آتا تھا۔ غرض اُنکو بید
 تمول اور بے انتہاء شغف حاصل تھا۔ میں کہنا تنگ بیان کروں اسلئے اگر میں ان کی نعمتوں
 کی تفصیل کروں جو یونانید مارتق پذیر تھیں تو وہ مجھے ضروری باتوں سے مانع ہو جائیں گی
 لہذا اسی قدر پالکنا کر کے اصل مقصد بیان کرتا ہوں۔ سنو انبیاء کو حکم یہ کہ جس بات
 کا تم کو حکم ہوا ہے اسکو بجالاؤ اور انہوں نے اسکی تعمیل کی یعنی اہل سبائی تبلیغ پر آمادہ
 ہوئے (یا یوں کہو کہ انبیاء ان کے پاس حق سبحانہ کا یہ حکم لگئے کہ تم ٹھیک ہو جاؤ)
 کیونکہ جب باوجود ان نعمتوں کے ان کی ناشکری حد سے بڑھی تو غیرت حق نے اپنا کام
 کیا اور انکی اصلاح کیلئے انبیاء کو بھیجا چنانچہ اس مقام پر تیردنی متاقبا یا جمعا آئے
 اور انکی رہبری کی اور فرمایا کہ دیکھو لوگو نعمت حق سبحانہ بہت بڑی گئی ہے اب اسکا شکر بھی
 ادا کرنا چاہئے اور اگر اس پر شکر سوز رہا ہے تو اسے ایڑ لگائی چاہئے یعنی اگر شکر میں غور
 واقع ہو تو پھر نہ سرے سے مستعد ہو کر شکر کرنا چاہئے کیونکہ شکر منعم عطا واجب ہے اور
 ناشکری کی صورت میں تم قہر ابدی میں مبتلا ہو جاؤ گے تم غور تو کرو کہ کوئی ایسی عنایت
 بھی کرتا ہے جیسی حق سبحانہ کرتا ہے کہ اتنی بڑی نعمتوں کے مقابلہ میں معمولی شکر پر اکتفا
 کرتا ہے مثلاً سرسی نعمت عطا کرتا ہے اور اس کا شکر مقرر کیا ہے سجدہ جو کچھ بھی دشواری
 نہیں۔ اور پاؤں عطا کرتا ہے اس کا شکر کیا مقرر کیا ہے قعدہ وغیرہ معمولی اور آسان

اد یہ بھی نہیں کہ وہ شکر گذشتہ نعمتوں ہی کا مواضع سمجھا جاوے۔ بلکہ وہ اور نعمتوں کا بھی سبب ہو گا اور تمہاری نعمتیں اُس سے اور بڑھیں گی اور کانٹوں میں لاکھوں بیول نکلیں گے یعنی وہ نعمتیں تم کو اس طریق سے بچھ نہیں گی کہ تم کو وہاں سے ملنے کا لگان بھی دھو گا۔

شرح شبیری اہل سبا کی اکڑ اور انکی ناشکری کا قصہ

اہل شاہ بد بود ز اہل سبا می رسیدندے ز اصحاب لقابا
یعنی اُن کی اہل بُری تھی اسلئے اہل سبا اصحاب لقابا سے بھاگتے تھے اصحاب لقابا سے مُراد نبیا
کیونکہ اُن کو لقابا حق میسر ہوتا ہے۔

دادشاں چند بیضیاع دماغ از چپ از راست از بہر فراغ
یعنی حق تعالیٰ نے اُن کو اس قدر اسباب اور بارغ وغیرہ چپ و راست سے فراغ کیواسلئے دیا تھا کہ۔
بسکمی افتاد از پُری شمار تنگ می شد معجرہ بر رہگذار
یعنی پہل ز یادتی کی وجہ سے اس قدر گرتے تھے کہ چلنے والوں کو رستہ تنگ ہو جاتا تھا۔

آں نثار میوہ رہ را می گرفت از پُری میوہ رہر و در شکفت
یعنی وہ میوہ کا گرنہ راستہ کو گھیر لیتا تھا اور زیادتی میوہ کی وجہ سے چلنے والا تعجب میں ہوتا تھا
سلہ بر سر بر خیرستان شاں پُرسدے ناخواست از میوہ شاں
یعنی ٹوکرا سر پر رکھ کر اُنکے باغوں میں بے خواہش میوہ فشال کے پر ہو جاتا۔

باد آں میوہ فشاندے دُکے پُرسدے ز اں میوہ دانہا بے
یعنی ہوا اُس میوہ کو بلا کسی آدمی کے گراتی تھی اور اُس سے بہت سودا من پُر ہو جاتے تھے
خوشہ ہائے زفت تا زیر آمدہ بر سر و روئے رونده می زدہ
یعنی بڑے بڑے خوشے نیچے تک آئے ہوئے سر اور منہ چلنے والے پر گتے تھے۔
مرد گلخن تاب از پُری زر بستہ بودے بر میاں زدن کر

یعنی بہرہ و نجا روپیہ کی زیادتی کی وجہ سے کہ میں نہیں چکا باندھتا تھا۔
 سگ کلیجہ کو نئے در زیر پا ختمہ بودے گرگ صحر از قوا
 یعنی کتا کلیجہ کو پاؤں کے نیچے روند دیتا تھا اور غذا کی وجہ سے گرگ صحر کو ختم ہو جاتا تھا۔
 گشتہ امین شہر و دہ از در و درگ بڑے تر رسیدے ہم از گرگ ترگ
 یعنی شہر اور گاؤں چوراہہ بیڑیے سے بخوت تھے اور بکری گرگ کا غلیم ہے نہ ڈرتی تھی اسلئے
 کہ بہرہ و نجا کو شہر میں آنیکی ضرورت ہی نہ ہوتی تھی اسکو جھگڑ ہی میں اتنی غذا لمبا تھی کہ بہرہ
 اسکو ضرورت نہ رہتی تھی۔

جامہ ایشاں اگر چہ کیں شدو آتش سوزندہ شال بون بندو
 یعنی اُن کے کپڑے اگر نیلے ہو جاتے تو آگ جلائے والی اُن کا جلا بون ہوتی۔
 درنور انا ختندے جامہ را بعد یک ساعت سے خوش بامصفا
 یعنی تنور میں کپڑے کو ڈال دیتے تو بعد ایک ساعت کے وہ خوش بامصفا ہو جاتا تھا یعنی وہ آگ
 میں جلتا نہ تھا بلکہ صاف ہو جاتا تھا ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اُن کی آگ کو بھی اس قدر نرم کر دیا ہو کہ
 وہ جلاتی ہو اور صاف کر دیتی ہو۔

گر بگویم شرح نعمتہائے قوم کہ زیادت نی شد آن یو ما فیوم
 یعنی اگر میں قوم کی نعمتوں کی شرح کروں کہ وہ دن بہ دن زیادہ ہو کر تھیں۔
 مانع آید از سخنہائے ہم انبیاء ہر وند امر فاستقم
 یعنی اُن باتوں کی شرح کرنا مجھے ضروری باتوں سے مانع ہو جاوے گی اور انبیاء اُنکے پاس امر
 فاستقم لائے یعنی جیسے قدر نعمتیں اہل سبا پر ہوئیں تو اب انبیاء نے فرمایا کہ ذرا استقامت
 اختیار کرو پہل مت جانا۔

چول ز حد بردن ناشکری چناں غیرت حق کار بردن ز مال
 یعنی جب وہ لوگ ناشکری کو حد سے اس قدر لے گئے کہ غیرت حق اُسی وقت کار گر ہو گئی یعنی غیرت
 حق اُن کی اس حرکت سے جو شش میں آگئی۔

تیرہ پیغمبروں کا اہل سبکی نصیحت کے لئے آنا

سیرہ پیغمبر آج آ مدند گمراہ را جملہ رہبری شدند
یعنی اس جگہ تیرہ پیغمبر آئے کہ سارے گمراہوں کیلئے رہبری ہوتے تھے (اور فرماتے تھے کہ)
کہ ہلا نعمت فزوں شد شکر گو مگر کب شکر از تجہ دست کو
یعنی کہ خیر دار نعمت زیادہ ہو گئی ہے شکر کرو اور مگر کب شکر اگر سو جاوے تو تم حرکت دیدو۔
شکر منعم واجب آمد در خرد ورنہ بکشاید در خشم ابد
یعنی منعم کا شکر کرنا عقل کے اعتبار سے بھی واجب آیا ہے ورنہ خشم ابدی کا دروازہ
ہلکیا تابے؛

ہیں کرم پینید وایں خود کس کند کز چنین نعمت لشکر بوس کند
یعنی ارے کرم تو دیکھو اور یہ کوئی کرنا ہے کہ اتنی نعمتوں پر ایک شکر کو بس کرے مطلب کہ
حق تعالیٰ اتنی نعمتوں پر بہت تھکے شکر پر کفایت فرماتے ہیں مگر پھر بھی کوئی شکر نہ کرے
تو اسکی بد بختی آگے آئے لفظ فرماتے ہیں کہ
سر بہ بخشد شکر خواہد سجدہ پایہ بخشد شکر خواہد قعدہ
یعنی سر نہ بختے ہیں اور شکر میں ایک سجدہ چاہتے ہیں اور پاؤں نہ بختے ہیں اور شکر میں ایک
قعدہ مانگتے ہیں۔

شکر نعمت نعمت افزوں کند صد ہزاراں گل ز خاکے سرزند
یعنی نعمت کا شکر کرنا تمہاری نعمت کو زیادہ کر تلے اور لاکھوں بھول ایک خار سے ظاہر ہوتے
ہیں یعنی ہمارے شکر سے جو کہ خار کی طرح ہے لاکھوں گل ظاہر ہوتے ہیں۔

شرح حبیبی

ما شیم از شکر و نعمت ملول	قوم گفتہ شکر مارا بر دغول
کہ نہ طاعت ما خوش آید نہ خطا	ما چتاں پیر مردہ شتیم از عطا

مانی خواہیم نعمت ہا و باغ

نعمتے چہ سیر شد جان ازین

ان لوگوں نے کہا کہ صاحبو ہم سے شکر کی توقع نہ رکھو نہ ہمارا جی شکر کو چاہتا ہے نہ نعمت کو ہمارا دل تو اس نعمت سے اتنا مرچھا گیا ہے کہ نہ حکموطاعت میں مزہ آتا ہے نہ محبت میں آپ اس نعمت ہی کی بنا پر تو ہم سے شکر چاہتے ہیں پس ہمیں نہ ان نعمتوں کی ضرورت ہے اور نہ باغوں کی اور نہ ہلکو اسباب ذلت و کارے آپ یہ سب لیجائیں اور ہمارا پیہما چھوڑیں آپ نعمت نعمت گاتے ہیں کیسی نعمت ہمارا تو اسکی طرف رخ کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا اب فرمائے ہم کس بات کا شکر کریں۔

انبیاء گفتند در دل علتی است

نعمت از ویرجملگی علت شود

چند خوش پیش تو آمد محضر

تو عدد وے این خوشی ہا آمدی

ہر کہ او شد آشنایا رتو

ہر کہ او بیگانہ باشد با تو ہم

این ہم از تاثیر آن بیماری است

دفع آن علت بپاید کرد زود

ہر خوشی کا ید تو ناخوش شود

کیمیاے مرگ و حبسک است آن صفت

کہ از آن در حق شناسی قیامت

طعمہ دہیمسار کے قوت شود

جملہ ناخوش گشت صاف او کرد

گشت ناخوش ہر چہ بے کف زدی

شد فقیر و خوار در دیدار تو

پیش تو او بس مہ است و محرم

از ہر اور در جملہ خلقاں ساری است

کہ شکر با آن علت خواہد نمود

آب حیواں گر رسد آتش شود

مرگ گرد زان حیات عاقبت

بس خدای که زو و دل ندهد شد
 بس غریب که نیاز اشکار شد
 آشنائی عقل با عقل از صفا
 آشنائی نفس با هر نفس پست
 زانکه نفسش گرد علت می تند
 گر نخواهی دوست را فردا نفیر
 از سموم نفس چوں با علت
 گر بگیری گوهری سنگی شود
 و بگیری نکتی بکر طیف
 که من این را بشنیدم بکنه شد
 چیز دیگر تازه و نو گفته گیر
 دفع علت کن چو علت خوشد
 تا که از کهنه بر آرد برگ تو
 ما طبیبانیم دشا گردان حق
 آن طبیبان طبیعت دیگرند
 ما بدل بیواسطه خوش بنگیریم
 آن طبیبان غذایند و شمار

چوں بیامد در تن تو کنده شد
 چوں شکارت شد بر تو خوا شد
 چوں شود هر دم فروں باشد دلا
 تو یقین می دال که هر دم کمتر است
 معرفت را زود فاسد می کند
 دوستی با عاقل و با عقل گیر
 هر چه گیری تو مرض را آلتی
 و بگیری مهر دل جتگی شود
 بعد در کت گشت بد ذوق کشف
 چیز دیگر گو بجز این لے عضد
 باز فردا زان شوی سیر و نفیر
 هر حدیث بکنه پیش تو شود
 بشکافند بکنه صد خوشه زگو
 بحر قلزم دید ما را فافلق
 که بدل از راه نبضه بنگرند
 کز فراست ما بجای منظریم
 جان حیوانی بدلیشیا استوار

ملہم ما پر تو نور جلال
واپنچناں فعلے زرہ قاطع شود
واپنچناں قولے ترانیش آورد
پیش تو بہیم و بہا ایم جد
زہر و شکر سنگ گوہر شد عیاں
ایں دلیل ما بود و حی جلیل
دست مزد ما سدا ز حق بسے
اداروئے مالک بیک رنجور را

ما طبیبان نعایم و مهتال
کا پنچین فعلے تراناع بود
ایچنین قولے ترانیش آورد
آپنچناں و اپنچنین از نیک بد
گر تو خواہی گزین و خواہی
وال طبیبان را بود بوسے دلیل
دست مزد می نخواہیم از کسے
ہیں صلابیاری نا سورا

انبیاء علیہم السلام نے فرمایا کہ تمہارے دل میں بیماری ہے جو کہ اشیاء کو علی ماہی علیہ دیکھنے سے مانع ہے جب وہ مرض دل کے اندر ہوتا ہے تو بہر نعمت اُس سے روگ معلوم ہوتی ہے ویکہو اگر کوئی مریض ہو تو کتنی ہی غذائیں کھلاؤ کبھی قوت نہ آئیگی بلکہ اور مرض کی ترقی کا سبب ہوگی کیونکہ وہ خلط فاسد کی طرک تخیل ہوگی اور خلط فاسد کے بڑھنے سے مرض میں زیادتی ہوگی پس جس طرح یہاں اغذیہ نے اپنا برعکس اثر دکھلایا یہی حالت مرض قلب کے ساتھ نعمتوں کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو اچھی چیز تمہارے سامنے آتی ہے تمہیں بُری معلوم ہوتی ہے اور صاف شے تم کو مکدر دکھلائی دیتی ہے اور اسلئے تم ان عمدہ اشیاء کے دشمن ہو رہے ہو اور جس چیز پر مائع ڈالتے ہو مکہ بُری معلوم ہوتی ہے نیز جو تمہارا دوست ہوتا ہے وہ تمہارے نظریں حقیر اور ذلیل نظر آتا ہے اور جو بیگانہ ہو تمہارے وہ معزز اور مکرم سمجھا جاتا یعنی اہل اللہ حقیقت میں دوست ہیں ان کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو اہل دنیا جو درحقیقت بیگانہ ہیں انکی قدر کرتے ہو یہ بھی اسی دبا و عام کا اثر ہے جبکہ زہر تمام لوگوں میں پھیلا ہوا ہے پس اسوقت ضرورت اسکی ہے کہ اس مرض کو جس سے شکر یا خانہ

دیکھائی دیکھی بہت جلد دور کیا جائے کیونکہ تمہارا مزاج روحانی اعتدال سے منحرف ہو گیا ہے اور جو اچھی چیز تمہارے سامنے آتی ہے وہ تمہیں بُری معلوم ہوتی ہے اگر آغبات بھی تمہارے پاس پہنچتا ہے تو وہ بھی تمہاری نظر میں آگ ہو جاتا ہے اس سے انجام کا رَحیات روحانی مبدل ہوتی روحانی ہو جاتی ہے پس گویا کہ یہ موت اور رنج کی کیمیا ہے جو قلب مابینت کر دیتی ہو نیز دیکھو تمہارا مزاج روحانی اعتدال سے اتنا منحرف ہو گیا ہے کہ جو غذائیں دل کو حیات بخشے والی ہیں وہ تمہارے بدن میں جا کر فاسد ہو جاتی ہیں اور بجائے مفید ہونے کے مرض بڑھاتی ہیں۔ اور بہت سے شکار ناز یعنی نازنین محبوب جو اس قابل ہیں کہ اُنکی ناز برداری لکھا دے جب تمہارے پاس آتے ہیں تو تم اُنکو منہ بھی نہیں لگاتے یہ کس قدر فساد مزاج ہو یا دیکھو کہ جب عقل غالب ہوتی ہے اور عقل کی عقل کیسا تھ دوستی ہوتی ہے اور نفسانیت کا شائبہ بھی نہیں ہوتا تو اُس سے محبت میں روزانہ ترقی ہوتی ہے اور جب نفس کا غلبہ ہوتا ہے اور نفس کی کسی نفس کیسا تھ دوستی ہوتی ہے تو محبت دن بدن گہشتی جاتی ہے اور جہاں سکی ہے کہ نفس ملبس مرض یعنی شہوات و اہوا ہے اسلئے دوستی میں بہت بگاڑ پیدا کرتا ہے کیونکہ جب تک غرض حاصل ہوتی رہیگی دوست رہیگا اور جب غرض حاصل ہو جائیگی یا اُنکی امید منقطع ہو جائیگی الگ ہو جائیگا۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ کل کو دوست سے بگاڑ اور تفرقہ ہو تو عاقل اور عقل سے دوستی کرنی چاہئے۔ یاد رکھو کہ جب تک تم آخر نفس سے مریض ہو اسوقت تک تمہاری یہی حالت رہیگی کہ جو چیز تم کہاؤ گے وہ مرض بن جائیگی اور ہر شے ٹکوں خلافت مابین علیہ دیکھائی دیکھی۔ مثلاً لوگ تم موتی اور ٹکوں نظر آئیگا پتھر کر دے محبت انجام کار بن جائیگی دشمنی اور سمجھو گے ایک نازک اور نئی بات اور سمجھنے کے بعد ہو جائیگی بے مزہ اور بے مادی اور تم کہو گے کہ یہ تو میں سن چکا اور پُرانی بھی ہو گئی اب کوئی اور نئی بات سناؤ اچھا فرض کرو کہ اور نئی بات بھی کہی گئی مگر یہ کیا وہ بھی کل کو معمولی اور قابل نفرت ہو جائیگی۔ اور یوں ہی سلسلہ جاری رہے گا۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ یہ خرابیاں دفع ہوں تو ان کی جڑ کو کاٹو اور اس مرض کو دمع کرو جو ان آثار کا منشا ہے پس جبکہ دہر مرض منقطع ہو جائیگا تو ہر پُرانی بات میں بھی ٹکونی ہی کا مزہ آدیکھا۔ اور اس کا یہ نتیجہ ہو گا کہ پُرانے ہی

درختوں میں نئی شاخیں نکلیں گی اور وہ بڑانے ہی درخت سے ٹکڑوں خوشے نکالیں گے یعنی وہی باتیں جو اس وقت تکھا مسدا طیرا کلا ولین نظر آتی ہیں یا پڑانی باتوں کی طرح بے مزہ معلوم ہوتی ہیں۔ ہزاروں طرح کے ثمرات محمودہ بخشیں گے تم امراض جسمانیہ کے معالجہ کی طرف توجہ کرتے ہو اور ان متعارف طبیعوں سے رجوع کرتے ہو لیکن تم امراض روحانیہ کے معالجہ کی کیوں فکر نہیں کرتے اور ہم سے کیوں بھاگتے ہو۔ دیکھو تو سہی ہم میں اور ان میں کس قدر تفاوت ہے۔ ہم وہ طبیب ہیں جنہوں نے حق سبحانہ سے تعلیم حاصل کی ہے اور بحر قلم بھی ہموک جانتا اور ہماری قدر کرتا ہے کہ ہموک دیکھ کر بیٹ جاتا ہے اور راستہ دینا ہے ہم وہ اطبیب طبیعت نہیں جو دل کے بعض حالات نبض سے لگنا معلوم کرتے ہیں وہ اور لوگ ہیں۔ ہمتو دیکھو خوب اچھی طرح اور براہ راست بلا واسطہ نبض عیناً دیکھتے ہیں کیونکہ ہم فراست کے مقام عالی پر ہیں۔ نیز وہ لوگ تو غذاؤں اور پہلوں کے طبیب اور ان کا نفع نقصان جانتے والے اور ان سے روح حیوانی کو تقویت دینے والے ہیں اور ہم طبیب افعال و اقوال ہیں ہموک انکے خواص پر تو نور حق سبحانہ سے معلوم ہوئے ہیں اور اُس پر تو ہی سے ہموک معلوم ہوا ہے کہ فلاں کام تمہارے لئے نافع ہے اور فلاں فعل تمکو راہ حق سے جدا کرے گا۔ اور فلاں بات تمکو راہ حق میں آئے گی۔ اور فلاں بات تمکو نقصان پہونچاویگی اور سب ہم تمہارے سامنے رکھ دیتے ہیں اور انکی مضرتوں اور منفعتوں کو اچھی طرح دکھلا دیتے ہیں۔ اس کے بعد تمکو اختیار حاصل ہے خواہ اشیاء نافعہ کو لیں خواہ مضارہ کو تمہارے سامنے مونی اور پھوٹا رکھیں صاف دیکھ ہوئے ہیں۔ نیز وہ طبیب تو قادر وہ سے بعض احوال پہچانتے ہیں اور ہموک وہی حق سبحانہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ نیز وہ فیس لیتے ہیں ہم فیس بھی نہیں لیتے بلکہ ہماری فیس خزانہ شہنشاہ حقیقی سے ملتی ہے پس جبکہ ہمارے علم میں اور انکے علم میں بھی زمین آسمان کا فرق ہے اور ہماری شخصیت اور انکی شخصیت میں بھی زمین آسمان کا بل ہے اور وہ شخص جسکا ہم علاج کرتے ہیں اس مرض سے کہیں زیادہ بہتر انسان ہے جسکا متعارف طبیب معالجہ کرتے ہیں اور ہم انکی طرح فیس بھی نہیں لیتے جس سے ہماری خیر خواہی و شفقت پابستہ انکی شفقت کے کہیں زیادہ ظاہر ہوتی ہے نیز اس میں کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا

کہ نفل ہی مانع ہو چکا ہو جسے کہ تم مجھے علاج نہیں کراتے دیکھو پوش میں آؤ اور اپنے
مسالچہ کی فکر کر دو ہم عام اعلان کرتے ہیں کہ ہم مسیر البرہہ و امراض کا علاج کرتے ہیں اور ہر بیمار
کو بلا امتیاز اپنے شفا خانہ سے مفت اور بلا کسی فیس یا قیمت کے دوا دیتے ہیں جس کا جی
چاہے ہمیں علاج کرائے۔

شرح شبیری

جواب قوم کا انبیاء علیہم السلام کو

قوم گفتہ شکر مارا بر دغول ماشدیم از شکر و از نعمت ملول
یعنی قوم نے کہا کہ ہمارے شکر کو بہت لگے اور ہم تو شکر اور نعمت سب ملول ہوئے
ہیں۔ مطلب یہ کہ شکر تو دہ کرے جسکو نعمت سے راحت ملے ہم تو اس قدر نعمت ہونے سے
اکٹانگے ہیں۔ لہذا ہم شکر کیا کریں۔

نعمتے چہ سیر شد جاں ما زین شکر چہ گوئیم بر گوئیہ میں
یعنی نعمت کیا ہوتی ہے ہماری تو جان اس سے سیر ہو گئی ہے ہم شکر کیا کریں
ارے کچھ بتاؤ تو۔

پیش ما این نعمت آرد محنتے شکر محنت کس گفتہ است ای فتو
یعنی یہ نعمت تو ہمارے سامنے مصیبت کو لاتی ہے تو شکر مصیبت بھی کسی نے کیا ہوا جو ان
ماں چناں پر مردہ گشتیم از عطا کہ نہ طاعت ماں خوش آید نے خطا
یعنی بہتو اس عطا سے اس قدر پڑ مردہ ہو گئے ہیں کہ نہ طاعت ہو جی معلوم ہوتی ہے اور نہ خطا
مانی خواہیم نعمت یا و باغ مانخی خواہیم اسباب فراغ
یعنی ہم نعمتوں اور باغوں کے خواہشمند نہیں ہیں اور ہم اسباب فراغ کو نہیں چاہتے (خود باغ)

انبیاء علیہم السلام کا قوم کو جواب دینا

انبیاء گفتند در دل ملتے است کہ انماں دحق شناسی فتواست

یعنی انبیاء علیہم السلام نے کہا کہ دل میں کوئی مرض ہے کہ اسکی وجہ سے حق شناسی میں آفت واقع ہو رہی ہے۔

نعمت ازوے جملگی علت شود طعمہ در بیمار کے قوت نشود
یعنی اُس علت کی وجہ سے نعمت بھی علت ہو جاتی ہے اور بیمار میں کہا ناکب قوت ہو تلہے۔ یعنی بیماری کی وجہ سے لذیذ کھانے بد مزہ ہو جاتے ہیں تو اسی طرح اس مرض قلبی کی وجہ سے نعمت علت ہو جاتی ہے۔

چند خوش پیش تو آملے مصر جملہ ناخوش گشت صاف و کدر
یعنی اے مصرا (عبداللہ ذہب) تیرے سلسلے کتنی ہی عمدہ اشتیاد آئیں (مگر) سب ناگوار اور اُن میں کی صاف کدہ ہو گئیں (یہ سب اُس مرض کی وجہ سے ہے)
تو عدوئے این خوش بہا آمدی گشت ناخوش ہر چہ بود کفندی
یعنی تو ان عمدہ اشتیاد کا دشمن ہو گیا ہے اور تو نے جس چیز پر ہاتھ مارا وہ بُری ہو گئی۔

ہر کہ او شد آشنا و یار تو شد حقیر و خوار در دیدار تو
یعنی جو شخص کہ وہ تمہارا آشنا اور یار ہے وہ تمہاری نظر میں حقیر و خوار ہو گیا ہے۔
ہر کہ او بیگانہ باشد با تو ہم پیش تو او بس مہ است محرم
یعنی جو شخص کہ وہ تیری ساتھ بیگانہ ہوتا ہے وہ تیرے سامنے بہت عظیم و محترم ہے مطلب یہ کہ جو خیر خواہ ہیں جیسے کہ انبیاء علیہم السلام انکو تو بیگانہ سمجھتے ہو اور جو بیگانے ہیں اُنکے آشنا ہوتے ہو

ایں ہم از تا غیر آن بیماری است زیر اور جملہ خلقان ساری است
یعنی یہ بھی اُسی بیماری کی تاثیر کی وجہ سے ہے اور اُس کا ہر ساری مخلوق میں سرایت کر گیا ہے
دفع آں علت بہاید کرد ز نود کہ شکر یا آں حدت خواہد نمود
یعنی اُس مرض کو جلد ہی ہی دفع کرنا چاہئے کہ اسکی ساتھ تو شکر بھی نجاست دکھائی دیگی۔
ہر خوشے کا یبد تو ناخوش شود آب حیواں گر ز سدا آتش شود
یعنی جو عمدہ شے کہ تجھ تک آوے وہ ناخوش ہو جاتی ہے اور آب حیواں اگر بجھو نچے تو

آتش ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ اُس مرض قلبی کی وجہ سے نافع شے بھی تمہارے پاس آکر مضر ہو جاوے گی
کیمیا و مرگ جسک است آن صفت مرگ گرد زراں حیانت عاقبت
یعنی یہ صفت مرگ و ہلاکت کی کیمیا ہے اور اُس سے تمہاری حیات آخر کار مرگ ہو جاوے گی۔
مطلب یہ کہ یہ مرض وہ بلا ہے کہ یہ حیات کو تبدیل کر دیتا ہے۔
بس غذائے کہ زور و دلانی نندہ شد چوں بیامد و تن تو گندہ شد
یعنی بہت سی وہ غذائیں کہ اُن سے دل زندہ ہوتا ہے جب تمہارے بدن میں آئیں تو وہ
گندہ ہو گئیں۔

بس عزیزے کہ ہزار اشکار شد چوں شکار شد بر تو خوا شد
یعنی بہت سے وہ معشوق کہ جو ناز کی وجہ سے آشکار ہو گئے تو جب وہ تیرے شکار ہوئے تو
تیرے نزدیک خوار ہو گئے۔ مطلب یہ کہ بہت سے وہ حضرات جو اپنی شفقت کی وجہ سے
تیرے رفیق ہوئے اور خود تمہارا ساتھ دیا مگر جب تمہارے پاس آئے تو تمہاری ذلت کی جیسے
کہ حضرات انبیاء علیہم السلام شان میں ہمیشہ گستاخیاں کی ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔
آشنائی عقل با عقل از صفا چوں شود ہر دم فزوں باشد ولا
یعنی عقل کی عقل کیساتھ دوستی معنائی کیساتھ جب ہوتی ہے تو دوستی ہر دم زیادہ ہی ہوتی ہے
آشنائی نفس با ہر نفس پست تو یقین می دال کہ دم دم کمتر است
یعنی نفس کی ہر نفس پست کیساتھ آشنائی ہو تو تم یقیناً جان لو کہ دم پر دم کم ہو گئے
ز انکم نفسش گرد علت می تند معرفت را ز روز فاسد می کند
یعنی اسلئے کہ اُس کا نفس علت کے گرد تنہا ہے اور دوستی کو جلدی فاسد کر دیتا ہے۔
گر نحو ہی دوست را فرما نفیر دوستی با عاقل و با عقل گیر
یعنی اگر تو کل دوست سے نفرت نہیں چاہتا تو دوستی با عاقل و عقل کیساتھ اختیار کر۔
از سموم نفس چوں با علت ہر چه گیری تو مرض را آلتے
یعنی سموم نفس سے جب تو با علت ہے تو جو کچھ کہ تو نے گا تو مرض کیلئے آلہ ہو گا۔ یعنی
اگرچی بات بھی لیجا تو اُس سے بھی مرض ہی کو ترقی ہوگی۔

گر بگیری گوہرے سنئے شود و بگیری مہر دل جنگے شود
یعنی اگر تو گوہرے تو وہ ایک پتھر ہو جاوے اور اگر محبت قلبی اختیار کرے تو طرائی ہو جاوے۔
و بگیری نکتہ بکر و لطیف بعد و رکت گشت بزدوق و شیف
یعنی اگر کسی نکتہ نو و لطیف کو لوگے تو تمہارے لینے کے بعد وہ بے ذوق اور کثیف ہو جاوے گا
(اسلئے کہ تم اسکو سنکر کہتے ہو کہ)
کہ من ایں را بس شنیدم کہنہ شد چیز دیگر گو بجز ایں اے عضد
یعنی میں نے اسکو بہت مرتبہ سنا ہے پڑانا ہو گیا ہے تو اسکے سوا اے قوت بازو کوئی اور چیز
بیان کرو۔

چیز دیگر تازہ و نو گفتمہ گیر باز و از ازاں شوی سیر و نفیر
یعنی کوئی دوسری تازی اور نئی بات کہی ہوئی فرض کر لو تو تم اس سے بھی توکل کو سیر اور نفیر ہو جاوے گا
و تو پھر اور نئی بات مانگو گے پھر اور مانگو گے علی غیر النہایت لہذا اب اس کا علاج یہ ہے کہ
دفع علت کن چو علت خوشود ہر حدیث کہنہ پیشیت نو شود
یعنی اس مرض کو دفع کر دے کہ جب مرض دفع ہو جاوے گا تو ہر بات پڑانی تمہارے سلسلے
نئی ہو جاوے گی (اسلئے کہ تم اس کے الفاظ پر نظر نہ کہو گے بلکہ اس سے جو نفع ہے اُس پر تمہاری
نظر ہوگی اور اس سے منتفع ہو گے تو گو یا کہ ہر بات نئی بات ہوگی آگے اسکو فرماتے ہیں کہ)
تا کہ از کہنہ بر آرد برگ نو بشکفا ند کہنہ صد خوشہ ز کو
یعنی یہاں تک کہ کہنہ سے برگ نو نکلیں گے اور وہی کہنہ گڑبے میں سے سو خوشے نکالے گا مطلب
یہ کہ اسی کہنہ سے ہر بار منتفع ہو گے تو گو یا کہ ہمیشہ نئی بات نئی اور تمکو ہر بار اس میں نیا لطف
آوے گا تو قبل اس مرض کو کہو دوسری باتیں آسان ہو جاوے آگے پھر اُن انبیاء کا اہل سبکو
جواب ہے فرماتے ہیں کہ

ما طیبیا نیم شاگردان حق بحر قلزم دید مارا فاطلق
یعنی ہم طیب ہیں اور شاگردان حق ہیں ہیکو بحر قلزم نے دیکھا تو وہ بھی پیٹ گیا یعنی
متاثر ہوا مطلب یہ کہ ہم حق تعالیٰ سے مستفیض ہیں اور ہم سے ہر شے متاثر ہوتی ہے مگر تم

ہی (یعنی اہل سبائی) متاثر نہیں ہوتے اور فرماتے ہیں کہ۔

اے طبیبان طبیعت دیگر نہ کہ بدل ازراہ نبضے بنگر نہ

یعنی وہ طبیبان طبیعت دوسرے ہیں جو کہ دلو نبض کی راہ سے دیکھتے ہیں۔

ما بدل بیواسطہ خوش جنگریم کہ فرست مابعالی منظریم
یعنی ہم دل کو بے واسطہ (نبض وغیرہ) کے اچھی طرح دیکھ لیتے ہیں اسلئے کہ فرست کی وجہ سے ہم عالی منظر ہیں۔

اے طبیبان غذا است و شمار جان حیوانی بدلیشاں استوار

یعنی وہ طبیب غذا کے ہیں اور شمار کے کہ جان حیوانی ان سے درست رہتی ہے۔

ما طبیبان فعالیتیم و مقال ملہم ما پر تو نور جلال
یعنی ہم طبیب افعال و اقوال کے ہیں اور ہمارا ملہم نور حق کا پر تو ہے یعنی ہم افعال و اقوال کے ضرر و نفع کو بتاتے ہیں اور ہمارا مبداء فیض نور حق ہے کہ اس سے مستفیض ہو کر مضر و نافع کی تشخیص کرتے ہیں اور بتا دیتے ہیں کہ۔

کا نچنیں فعلے تر ا نافع بود و آنچنناں فعلے زہرہ قاطع بود
یعنی کہ ایسا فعل تو تجھے نافع ہوگا اور ویسا فعل تجھے راستہ (حق) سے قاطع ہوگا۔

آنچنین قولے تر ایش آورد و آنچنناں قولے تر ایش آورد
یعنی ایسا قول تو تجھے آگے لا دیگا اور ویسا قول تیرے زخم لگا دیگا (غرض کہ مضر و نافع سب تمہیں بتا دیتے ہیں)

آنچنناں و آنچنین از نیک و بد پیش تو بینم و بینا یم جد
یعنی ایسے ویسے (سب) نیک و بد سے تیرے سامنے رکھ دیتے ہیں اور حقیقت کو دکھا دیتے ہیں

کہ تو خواہی ایس گریں در خواہی زہر و شکر سنگ و گوہر شریاں
یعنی اگر تو چاہے تو اسکو قبول کر اور اگر چاہے اسکو زہر اور شکر اور سنگ و گوہر سب ظاہر ہوگا

اے طبیبان را بود بولے دلیل وین دلیل مابود و حی جلیل
یعنی ان طبیبوں کیلئے تو پیشاب دلیل ہوتی ہے اور یہ ہماری دلیل وحی جلیل سے ہے

دست مزدی نخواہیم اگر کسی دست مزد ما رسد از حق بے
یعنی ہم کسی سے اجرت نہیں مانگتے۔ ہماری اجرت تو حق تعالیٰ سے پہنچ رہی ہے۔ یہ شعر
ترجمہ ہے ما اسئلکم علیہ اجر ان اجری الا علی العلیلین کا اور فرماتے ہیں کہ
ہیں صلا بیماری نا سورا
داروے مایک بیک رنجور را
یعنی ہاں بیماری نا سورا کیلئے اعلان ہے اور ہماری دو ایک ایک مریض کیلئے (مفت) ہے
مطلب یہ کہ وہ حضرات اعلان فرماتے ہیں کہ دیکھو نا سورا جو ایسی شے ہے کہ اُس کا علاج ہی
ہمیں مگر ہم نا سورا قلب کا علاج آج مفت کرتے ہیں اور ایک ایک کی دوا تقسیم کرتے ہیں
جس کا دل چاہے علاج کراوے۔

شرح حبیبی

قوم گفتند اے گھر وہ مدعی	کو گواہ علم طب نافعی
چوں شما بستمہیں خواب غمید	بہجوما با شید و در دہ می چرید
چوں شما در دام این آب و گلید	کے شما صیاد و سیر غ و لید
جب جاہ و سروری دار و بدل	کہ شمار و خویش از پیغمبران
مانخواہیم اینچنین لاف دروغ	کردن اندر گوش و افتادن بدو غ
انبیا گفتند کاین زال علت است	مایہ کوری حجاب رویت است
دعویٰ ما را شنیدید و شما	می نہ بیند این گہر در دست ما
امتحانست این گہر مر خلق را	ماش گہر دا نیم گہر چشمہا
ہر کہ گوید کہ کو گوا گفتش گواست	کوئی بیند گہر حبس عماست

آفتابے در سخن آمد کہ خیز
تو بگوئی آفتابا کو گواہ
روز روشن ہر کہ او جوید چراغ
ورنہ می بینی گمانے پردہ
کورئی خود را کن زین گفت فاش
فضل بے علت مگر دریابدت
ورنہ مانی در چنین کوری ابد
در میان روز گفتن روز کو
صبر و خاموشی جذوب حرمت است
انصتوا پذیر تا بر جان تو
گر نخواهی نکس پیش این طبیب
گفت افزوں را تو بفروش و بخر
تا شنائے تو بگوید فضل ہو
چوں طبیبان را نگہ را یدول
دفع این کوری بدست خلق نیست
این طبیبان را بجاں بندہ شوید

کہ برآمد روز و بر جہم ستیز
گویدت اے کور از حق دیدہ خواہ
عین جستن کوریش دارد بلاغ
کہ صباح است و تواند پردہ
خامش و در انتظار فضل باش
زین شقاوت روئے دل بر تابد
آئینہ نہاں شد از تو در غر
خویش رسوا کرد دل ست ای تن خو
وین نشان جستن نشان علت است
آید از جاناں جزائے انصتوا
برزین زن زود سرا ای لبیب
بذل جان و بذل جاہ و بذل سر
کہ حسد دارد ملک بر جاہ او
خود بہ بینید و شوید از خود حجل
لیکن اگر ام طبیبان از ہر لیت
تا بمشک و عنبر آگندہ شوید

ان لوگوں نے انبیاء کا وعظ سنا کہ کہا کہ اے طب دان کا دعویٰ کرنیوالی جماعت تمہاری

طب نافع کے جاننے کا ثبوت کیا ہے جبکہ تم بھی ہماری طرح پابند خواب و غور ہو تو تم بھی ہماری
 ہی طرح ہو جیسے ہم شہر میں کہا کرتے پیتے ہیں تم بھی کہا کرتے پیتے ہو اور جبکہ تم اب دگل کے حال
 میں پہنچے ہوئے ہو تو تم سیر مرغ دل کے شکاری کب ہو سکتے اور قلوب میں تصرف کیسے کر سکتے
 ہو۔ انبیاء نے جواب دیا کہ یہ سوال بھی اُسی مرض کا نتیجہ ہے امدیہ تمہارا اندہا بن حقیقت مبنی
 سے نافع ہے تم نے ہمارے طبیب روحانی ہونے کو سن تو لیا لیکن اس موقی (یعنی ہمارے
 طبیب روحانی ہونے) کو ہمارے ہاتھ میں نہیں دیکھتے ہو ہم اسکو لوگوں کی آنکھوں پر پھرا رہے
 ہیں یعنی وہ انکے پیش نظر ہے لیکن مخلوق ہے کہ اس کا ثبوت اور امتحان چاہتی ہے پس جو
 شخص شہادت مانگتا ہے ہم اُس سے کہتے ہیں کہ تیرا سوال خود شاہد ہے کہ تو موتی کو دیکھ
 نہیں سکتا اور اندھے پن میں عجوبہ س ہے پس یہ شہادت خود اعتراف ہے ہمارے
 صدق کا کیونکہ اسکے یہی منہ ہیں کہ ایک شے واضح ہے مگر بھوکہ کہلائی نہیں دیتی۔ مثلاً آفتاب
 کہتا ہے کہ اُٹھو دن ہو گیا دیکھو میری مزاحمت کرو پس اگر اسوقت تم یہ کہو کہ سورج گواہ لا
 جو شہادت دیں کہ تو سچا ہے تو وہ اُس کا یہی جواب دیگا کہ اندھے تو اپنے اندھے پن کا اقرار
 کر کے خود میری صدق کی گواہی دے رہا ہے پس تو خدا سے دعا کر کہ وہ تجھے آنکھ دے اور تو
 میرے صدق کا مشاہدہ بھی کرے۔ واقعی بات یہ ہے کہ جو شخص روز روشن میں چرخ دھوڑتا ہے
 تو یہ اس کا احمقانہ ڈھونڈنا بھی لے سکے اندھے پن کی دلیل اور روز روشن کی شہادت ہو اب اگر
 تم دیکھ نہیں سکتے اور عجوبہ ہو اور تلوں پر صبح حق میں تردد ہے تو اسکی صورت یہ ہے کہ تم
 انکار کر کے اپنے اندھے پن کو ظاہر نہ کرو بلکہ خاموش ہی رہو اور دل سے اس بات پر آمادہ رہو
 کہ اگر کسی طرح چہر حق واضح ہو جاوے تو میں قبول کر لوں اور فضل حق کے منتظر ہو کیونکہ جب
 دل سے قبول حق پر آمادہ ہو گے اور مخالفت و معاندت نہ کرو گے تو شاید حق سبحانہ کا وہ فضل
 جو کسی سبب ظاہری پر مبنی نہیں تمہارے شامل حال ہو اور تمہارے دل کا رخ شقاوت کی
 طرف سے پھیر کر ہدایت کی طرف کر دے اور تم بہتری ہو جاؤ اور اگر اتنا بھی نہ کرو گے اور مخالفت
 و معاندت ہی پر آمادہ رہو گے تو سمجھ لو کہ آئینہ حق تا تم سے غلاف میں پوشیدہ ہو گیا اور اب
 وضوح حق کی ظاہر اگرچہ امید نہیں مگر حق سبحانہ کو اب بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ دل کو پھیر دین

اور ہدایت فرمادیں۔ یاد رکھو کہ دن میں یہ کہنا کہ دن کہاں ہے اپنے کو رسوا کرنا ہے۔ نیز صبر اور خاموشی اور دل سے وضوح حق کے بعد قبول حق پر آمادہ رہنا حق سبحانہ کی رحمت کو اس کی طرف کھینچنے والا ہے اور معاندانہ تنہوت طلب کرنا مرض باطنی کی علامت ہے مگر حکم انصاف کو قبول کر کے اسپر کار بند ہونا چاہئے تاکہ حق سبحانہ کی طرف سے تمہارے رحمت ہو خوب سمجھ لو اگر تم عود مرض نہیں چاہتے ہو تو مگر اطباء کی عزت و توقیر کرنا چاہئے اور فضول گفتگو کے بدلہ میں بذل مال اور بذل جاہ اور بذل سرخریدنا چاہئے یعنی فضول باتیں نہ کرنا چاہئیں بلکہ اچھے لئے جان مل عزت و آبرو و سبکو صرف کرنے پر آمادہ رہنا چاہئے تاکہ حق سبحانہ تمہاری وہ تعریف کریں کہ اُسکی رحمت پر آسمان کو بھی رشک ہو۔ دیکھو جبکہ تم طبیعوں کی دلہاری کرو گے تو اپنے امراض تکو مشاہدہ ہوں گے اور تکو اپنی حالت دیکھ کر خود ندامت ہوگی۔ کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ ہدایت انبیاء کے قبضہ میں تھوڑا ہی ہے جو تعظیم و تکریم کے صلہ میں وہ انکو بخشنے دیں گے کیونکہ گویہ مسلم ہے کہ ہدایت مخلوق کے قبضہ میں نہیں مگر طبیعوں کا اکرام خود خدا کی ہدایت ہے جو مقدمہ ہی ہدایت الی قبول الحق کا پس تم ان کے دل و جان سے غلام ہو جاؤ تاکہ مشک و عنبر سے پُر ہو جاؤ۔

شرح شبیری

قوم سبا کا انبیاء علیہم السلام سے معجزوں کی درخواست کرنا

قوم گفتند اے گروہ مدعی کو گواہ علم طب نافعی یعنی قوم نے کہا کہ اے گروہ مدعی (نبوت اُس) علم طب نافع کا گواہ کہاں ہے مطلب یہ کہ تم جو کہتے ہو کہ تمہارے پاس وہ علم طب ہے کہ جو بڑے بڑے امراض کا علاج کر سکتا ہے تو اس کے لئے کوئی گواہ بھی تو ہونا چاہئے جو اُس علم کے نافع ہونے کو بتا دے اور کہتے تھے کہ جوں شام بستہ ہمیں خوابِ خورید پہنچو بابا شید و درود می چرید یعنی (اے گروہ انبیاء) جب تم اسی خواب و خور کے مقید ہو اور ہماری طرح رہتے ہو اور گاؤں میں کہاتے پیتے ہو۔

چوں شمار دام این آب دگلید کے شمایا د سیرغ دلید
یعنی جبکہ تم اسی آب و گل کے دام میں ہو تو تم سیرغ دل کے صیاد کلب ہو سکتے ہو۔ مطلب یہ کہ
جب تم ہماری طرح ہائے پیتے چلتے پھرتے ہو پھر تمہارے اندر کوئی بات زیادہ ہے جو تم پر ہمراہ
طیب روحانی کہلانے کے مستحق ہو بلکہ

حب جاہ و سروری دار جہاں کہ شمار و خویش از پیغمبران
یعنی حب جاہ و سروری اُسپر کہتی ہے کہ اپنے کو پیغمبروں سے گئے یعنی تم میں سے ہر ایک
کو حب جاہ نے اسپر مجبور کیا ہے کہ دعویٰ نبوت کا کرتے ہو ورنہ اگر حب جاہ نہ ہو تو کبھی تم
ایسا دعویٰ نہ کرتے،

ماخوایم یحنین لاف و دروغ کردن اندر گوش افتادن بدوغ
یعنی ہم ایسے لاف و دروغ کو کان میں کرنا اور فریب میں پڑنا نہیں چاہتے۔ مطلب یہ کہ جب ہم میں
اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے اور تم دعویٰ نبوت کا کرتے ہو تو ہلا ہم ایسی شیخی اور دروغ کو کس
طرح مان لیں۔

انبیاء مقتدر کا این زان علت است مایہ کوری حجاب رویت است
یعنی انبیاء نے فرمایا کہ یہ اُسی مرض کی وجہ سے ہے اور کوری کی اصل رویت (حق) کا حجاب ہے
یعنی تمہارا مرض اور تمہاری کوری تمہیں رویت حق سے مانع ہو رہی ہے اور فرمایا کہ

دعویٰ مارا شنیدید و شما می نہ بینید این گہر و دست ما
یعنی تم نے (صرف) ہمارے دعویٰ کو سُن لیا اور ہمارے ہاتھ میں اس گہر (نبوت) کو دیکھتے
نہیں یعنی تم اس گہر نبوت کو دیکھتے نہیں حالانکہ یہ اس قدر درخشاں و تاباں ہے کہ اس کے لئے
گواہ کی خود ضرورت ہی نہیں مگر جو کوئی نہ دیکھے تو اس کا علاج ہی کیا ہے

امتی نسبت این گہر مخلق را ماش گردانیم گرد چشمہا
یعنی یہ گہر مخلوق کیلئے ایک امتحان ہے اور ہم اس کو آنکھوں کے گرد دیرا رہے ہیں۔
ہر کہ گوید کہ گواہ نقش گواہ است گو نمی بیند گہر حسن عیاست
یعنی جو شخص کہ کہتا ہے کہ گواہ کیا ہے اُس کا قول خود گواہ ہے کہ وہ گویا کہ نہیں دیکھتا اور

محبوس علی ہے۔ مطلب یہ کہ یہ گوہر نبوت جو اس قدر درخشان و تاباں اور ظاہر ہے یہ مخلوق کے امتحان کیلئے ہے کہ معلوم ہو کہ کون اسکو دیکھتا ہے اور کون اس سے انداہ ہے تو ہم اسکو آنکھوں کی گرد پیرا رہے ہیں اب بھی اگر کوئی اسپر گواہ کو طلب کرتا ہے تو اس کا یہ طلب گواہ خود اسکے اندر ہی ہونی کا گواہ ہے اور معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ شخص انداہ ہے اسکو بصیرت حاصل نہیں ہے۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

آفتابے در سخن آمد کہ خیز کہ برآمد روز و برجہ کم ستیز

یعنی ایک آفتاب گفتگو میں آوے کہ اٹھ اسلئے کہ دن نکل آیا اٹھ جا مخالفت مت کر۔

تو بگوئی آفتابا کو گواہ گویدت لے کو راز حق دیدہ خواہ

یعنی تو کہے کہ اے آفتاب (اس امر کا) گواہ کون ہے تو وہ تجھے کہیگا کہ ارے احمق حق تعالیٰ ہی آنکھ مانگ۔ مطلب یہ کہ مثلاً آفتاب جو تجھے آکر کہے کہ اٹھو دن ہو گیا ہے اور تم اس سے کہو کہ کون گواہ ہے اس امر کا کہ دن ہو گیا ہے تو وہ یہی کہے گا اندہ ہے تجھے علامت اور گواہ نظر نہیں آتا کہ جو تجھے کہہ رہا ہے وہی علامت و گواہ ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام فرماتے ہیں کہ طریق حق آگیا ہے اسکو قبول کر دو تم ان سے گواہ طلب کرتے ہو تو یاد رہے کہ اپنے بچے کے وہ خود ہی گواہ ہیں ان کا تشریف لانا خود طریق حق کا واضح ہوتا ہے ۵

آفتاب آمد دلیل آفتاب گردیلت باید از دے روتاب

آگے فرماتے ہیں کہ

روز روشن بہر کہ اوجوید چراغ عین جستن کوریش دار دبلغ

یعنی روز روشن میں جو شخص کہ چراغ کو تلاش کرے تو یہودگی سے خود اسکی یہ تلاش کوری رکھتی ہے یعنی اگر کوئی روز روشن میں یہ کہے کہ مجھے کچھ نظر نہیں آتا معلوم ہوتا ہے کہ رات ہو گئی ہے اور اندہ ہیرا جہا گیا ہے لہذا چراغ لاؤ تو اس کا یہ کہنا ہی خود اسکے اندہ ہے ہونی کی علامت ہے۔

ورنہ می بینی گمانے بردہ کہ صباح است و تو اندر پردہ

یعنی اگر تو دیکھتا نہیں ہے اور ایک گمان لے گیا ہے کہ صبح ہے اور تو پردہ میں ہے۔

کورئی خود اکن زین گشت خاش خاش و انتظار فضل باش

یعنی اس کہنے سے اپنے اندر ہے پن کو ظاہر مت کر خاموش اور انتظار فضل (حق) میں رہ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آفتاب نبوت تکوین نظر نہیں آتا تو یہ تو طبعی امر ہے کہ کسی بات کو سنکر ایک مشبہ دل میں پڑ جاتا ہے کہ ممکن ہے کہ صبح ہے تو اسکو سنکر تمہیں مشبہ تو ہونا چاہئے کہ ممکن ہے کہ یہ نبی ہوں مگر کچھ نظر نہ آتا ہو اور میں بصیرت نہ ہوں اتنا سمجھو اور مخالفت مت کرو بلکہ مخالفت سے خاموش رہ کر طلب ادب جستجو کرو اور پھر فضل حق کا انتظار کرو انشاء اللہ اگر مخالفت و عناد نہ ہوگا اور طلب حق تو حق ضرور واضح ہو جائے گا اور فضل حق منطف ہوگا باقی اس آفتاب نبوت کا انکار کر کے اپنے اندر ہے ہونیکو ظاہر مت کرو کیا فائدہ ہے بس مخالفت تو کرو مت (خاموش سے یہی مراد ہے) اور طلب کرتے رہو حق انشاء اللہ خود واضح ہوگا اور یہ ہوگا کہ۔

فصل فی علت مگر دیابرت زیر شقاوت ردی دل بر تابت

یعنی فضل (حق) بلا سبب ظاہری اس کے شاید تکوین پائے اور اس شقاوت سے تیرے روئے دل کو بہر دے مطلب یہ کہ بلا تدا بیر ظاہری انشاء اللہ فضل حق تمہیں پائے گا اور اس بد بختی سے تکوین نجات دیدے گا۔

وریکانی در حین کوری ابد آئینہ پنہاں شد از تو در نمد

یعنی ادراگ تو ایسی ہی کوری ابدری میں رہے تو آئینہ تجھ سے نمدے میں پوشیدہ ہو گیا ہے مطلب یہ کہ اگر اب بھی نہ دیکھے تو بس ایسا ہے جیسے کہ آئینہ نمدے میں پوشیدہ کر دو تو وہ موجود تو ہے پاس مگر دکھائی نہیں دیتا اور اس سے فتنع نہیں ہو سکتے۔

در میان روز گفتن روز کو خویش رسوا کر دل مست از تند خو

یعنی دن میں یہ کہنا کہ دن کہاں ہے لے تند خواہنے کو رسوا کرنا ہے مطلب یہ کہ حضرات انبیاء کی مخالفت کرنا خود اپنے کو رسوا کرنا ہے سب کو معلوم ہو جاوے گا کہ اسکو بصیرت حاصل نہیں ہو سکتا اور صبر و خاموشی جذوب رحمت است وین نشان جستن نشان ملت است

یعنی صبر و خاموشی جذوب رحمت ہے اور یہ نشان نکلش کرنا نشانی مرض کی ہے صبر و خاموشی سے مراد مخالفت نہ کرنا ہے یعنی حضرات انبیاء کی مخالفت نہ کرنا یہ جذوب رحمت ہے اور صرف اس سے کہ مخالفت نہ ہو اکثر فضل حق ہو جاتا ہے۔

انصتوا یہ پذیر تا بر جان تو آید از جانان جزائے انصتوا

یعنی انصتوا تو قبول کرتا تیری جان پر جانان کی طرف سے انصتوا کی جزا دے۔ مطلب یہ کہ قرآن شریف میں ہے انصتوا لکم ترجموں ہ انصتوا پر ترجموں کو محمول کیا ہے لہذا اگر تم مخالفت اہل ہدایت و انبیاء سے انصت کر دے گے تو وہ محمول پر مرتب ہو جاوے گا

گر خولای نکس پیش این طبیب بر زمین زن زو دسر را ای لمیب

یعنی اگر تو خود مرض نہیں چاہتا تو لے لیب زمین پر اس طبیب کے سامنے سر ٹیک یعنی عود مرض کو جو سخت ہلک ہے اگر تم نہیں چاہتے تو مخالفت ترک کرو اور اطاعت اختیار کرو انشاء اللہ پھر ایسا نہ ہو گا

گفت افروں را تو لغر و شرف نخر بزل جان و بزل جاہ و بزل زر

یعنی زائد باتوں کو تو فروخت کر دو اور بزل جان اور بزل جاہ اور بزل سر کو خرید لو تا شنائے تو بگوید فضل ہو کہ حسد دارد ملک بر جاہ تو یعنی تاکہ تمہاری شناختل حق کہے کہ ملک تمہاری جاہ پر حسد کرے یعنی تم اگر اس گفتگو زائد کو فروخت کر کے بزل جاہ وغیرہ حاصل کر دے گے تو فضل حق تازل ہو گا اور اس وقت تمہارا وہ مرتبہ ہو گا کہ ملک بھی تمہارے جاہ پر رشک کرے گا۔

چوں طبیبان را گھمدا رید دل خود یہ بینید و شویدا ز خود خجل

یعنی جبکہ تم طبیبوں کی دل کی حفاظت کرو گے تو خود دیکھ لو گے اور اپنے سے شرمندہ ہو گے یعنی اگر تم مخالفت نہ کرو گے اور اُنکے دل کو صدمہ نہ پہنچاؤ گے تو پھر اُسکی برکت سے حق تم پر خود واضح ہو جاوے گا اور اس وقت اپنے اس انکار سے تم خود شرمندہ ہو گے۔

دفع این کوری بدست خلق نیست لیک اکرام طبیبان از ہدایت

یعنی اس کوری کا دفع کرنا مخلوق کے قبضہ میں نہیں ہے لیکن طبیبوں کا اکرام ہدایت سے ہے مطلب یہ کہ حضرات انبیاء کے قبضہ میں تو ہدایت کر دیتا نہیں ہے جیسا کہ انا لا نق لا تعد عن احببت سے صاف معلوم ہوتا ہے مگر ان حضرات کی تعظیم اور انکی عدم مخالفت ضرور اسکے لئے شرط ہے اور ہدایت میں اسکو ضرر دخل ہے لہذا یہ کرو کہ۔

این طیبیاں را بجاں بنزد شویید تا بمشک و عنبر آگند شویید
یعنی ان طیبیوں کی جان و دل سے مطہج ہو جاؤ تا کہ مشک و عنبر سے پُر ہو جاؤ (پس اصل عدم
مخالفت و عناد ہے انشاء اللہ اگر یہ بہو گا تو فضل حق ضرور پاوے گا)

شرح حبیبی

<p>قوم گفتند این ہمہ زرقاتی مگر ہر رسول شاہ باید جنس او مغز خر خور دیم تا پاچوں شما کو ہما کو پشہ کو گل کو خدا این چه نسبتیں چہ پیوندی بود تا کجا این گفت یہو وہ کجا خود کجا کو آسمان کو رسیمان غالباً ما عقل داریم این قدر این بدایا ماند کہ خر گوشہ بگفت کز رمہ پیلاں بر آن چشمہ زلال جملہ محروم و زخوف از چشمہ دور از سر کہ بانگ زد خر گوشہ زلال شاہ پیلاں من رسولم بیش نیست باہ می گوید کہ لے پیلاں روید</p>	<p>کہ خدا ناسب کند از زید و بکر آب و گل کو خالق افلاک کو پشہ را داریم ہمہ سر از ہما ز آفتاب چرخ چہ بود ذرہ را تا کہ در عقل و دماغ در رود این چہ زرقست و چہ شیدست و دعا می نگیرد مغز ما این داستاں گندنا را می شناسیم از گزر من رسول ما ہم و با ماہ جفت جملہ نخیراں بدند اندر و بال حیلہ کر و ندچوں کم بود زور سوئے پیلاں در شب غرہ ہلال بر رسولان بند و زجر و چشم نیست چشمہ آن ماست زال بکیو شویید</p>
--	--

ورنه من تاں کو گر دامنم ستم
ترک این چشمه بگوئید و روید
نک نشان آنست کاند چشمة ماه
کہ بیاراج عشرای شاه پیل
آں فلاں شب حاضر آئی شاه پیل
چونکہ ہفت و ہشت از مہ بگذرید
چونکہ زو خرطوم پیل آن شب آب
پیل باور کرد از روی آن خطاب
ترس ترساں باز گشتند آن رمہ
مانہ آن پیلان گو لیم اے گروہ

گفتم از گردن بروں اند ختم
تا ز زخم تیغ من امین شوید
مضطرب گرد ز پیل آب خواہ
تا درون چشمہ یابی زیں دلیل
تا درون چشمہ یابی آن دلیل
شاه پیل آمد ز چشمہ می چرید
مضطرب شد آب و مہ کرد مضطرب
چوں درون چشمہ مہ کرد مضطرب
بعد از ان نامد یکے زیشان ہمہ
کا اضطراب ماہ آرد مان شکوہ

انبیاء کا جواب فکر لوگوں نے کہا کہ ہم ہرگز نہ مانیں گے کہ خدا زید و عمر و دیگر کو اپنا نائب کرے گا
یہ تمہارا کرد و فریب ہے قاعدہ ہے کہ بادشاہ کا قصد اسکے جس سے ہوتا ہے پھر کیا آب و
گل سے بنا ہوا آدمی اور کہاں خالق افلاک - جتنے کچھ گدھے کا بیضا نہیں کہا یا ہے اور ہم
احق نہیں کہ چمپر کو ہمہ ہر قرار دیں - بھلا کہا چمپر کہا تھا کاشی کہا خدا اور آفتاب فلک سے
ذرہ کو کیا نسبت یہ کونسی مناسبت اور کونسا جوڑ ہے جسکو عقل باور کر سکے اور جو داغ میں
آسکے بھلا کہا ہم کہا یہ یہودہ گفتگو بھلا ہم مننے والے ہیں پھر یہ فریب یہ مکر یہ دغا کیسی بھلا
کہیں ایسا ہو سکتا ہے تو یہ تو یہ کہاں آسمان کہاں رسیاں ہمارا داغ تو اس افسانہ کو قبول
نہیں کرتا اور غالباً ہم اتنی تمیز بھی رکھتے ہیں کہ گندہ اور گندہ میں بھی حق اور باطل میں تمیز کر سکیں

اسکی مثال تو ایسی ہے جیسے ایک خرگوش نے کہا تھا کہ میں چاند کا قاصد اور اس کا قریب ہوں اور وہ
 اُسکی یہ تھی کہ ایک شفاف چشمہ پر تمام شکار ہاتھیوں کے ہاتھ سے پریشان اور اُس سے نفع ہونے
 سے محروم اور خوف کے باعث اس چشمہ سے دور تھے اور قوت غنی نہیں اسلئے انکو تدبیر کی سوچی اور
 انہوں نے یہ چال کی کہ چاند رات کو پہاڑ پر سے ایک بوڑھے خرگوش بنے ہاتھیوں کو آواز دی اور
 کہا کہ اے ہاتھیوں کے بادشاہ میں محض قاصد ہوں اور تاندرہ ہے کہ قاصدوں کو نہ قید کیا جاتا
 ہے اور نہ ان پر غیظ و غضب کیا جاتا ہے۔ پس میں جو کچھ کہنے والا ہوں امید ہے کہ میں اس میں محذور
 سمجھا جاؤں گا۔ چاند کہتا ہے کہ اے ہاتھی تم چلے جاؤ اور ہمارے چشمہ سے الگ ہو جاؤ ورنہ میں تمکو
 بہت بُری طرح اندھا کر دوں گا۔ دیکھو میں تمکو اطلاع کر چکا ہوں اور اپنی گردن سے اس بار کو الگ
 کر چکا ہوں پس تم اس چشمہ کو چھوڑ دو اور جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ تاکہ میری تلوار کے زخم سے محفوظ
 رہو یہ تو پیغام تھا اب اگر اُسکی تصدیق چاہتے ہو کہ واقعی یہ پیغام چاند ہی کا ہے تو اُسکی علامت
 یہ ہے کہ جو ہاتھی پانی پینے جاویگا چاند اُسکی اس حرکت سے چشمہ کے اندر بیچ و تاب کہاویگا پس
 میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ جو وہیں تاریخ کو آئیں تاکہ چشمہ کے اندر اُس علامت کو مشاہدہ کریں
 آپ اُس رات کو ضرور آئے تاکہ چشمہ کے اندر آئیو یہ علامت معلوم ہو جائے جبکہ مندرہ راتیں
 چاند کی گزر گئیں یعنی گزرے کو وہیں تو ہاتھیوں کا بادشاہ آیا اور چشمہ سے پانی پینے لگا جو ہی
 اُسے اُس رات کو پانی میں سونڈ ڈالی فوراً ہی پانی میں اضطراب پیدا ہوا اور چاند بھی مضطرب ہونے
 لگا جبکہ ہاتھی نے چشمہ کے اندر چاند کا اضطراب دیکھا تو اُسکو خرگوش کی بات کا یقین ہو گیا اور
 سارا گمہ خوف مند ہو گیا اور اسکے بعد اُس میں سے ایک بھی چشمہ کی طرف نہ پھٹکا تو صاحبو ہم احمق
 ہاتھی نہیں ہیں کہ ہمکو چاند کا خیالی اضطراب مرعوب کر سکے۔

شرح شبیری

قوم سبا کا انبیاء علیہم السلام مشہور قرار دینا

قوم گفتند این ہمہ ز رقت کمر کہ خدا نائب کند از زید و بکر

یعنی قوم نے کہا کہ یہ سب فریب ہے اور کمر ہے کہ خدا زید و بکر میں سے کسیکو اپنا نائب

بنام و مطلب یہ کہ وہ نبوت ہی کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بشر رسول حق ہو ہی نہیں سکتا اسلئے کہ۔

بہر رسول شاہ باید جنس او آب و گل کو خالق افلاک کو
یعنی ہر رسول شاہ اس کی جنس سے ہونا چاہئے اور آب و گل کہاں اور خالق افلاک کہاں مطلب
یہ کہ رسول مرسل کی جنس سے ہونا چاہئے تو خدا کا رسول خدا ہی ہوا اور یہ ہو گا نہیں تو بس رسول نبی
نہ ہو گا اور کہتے تھے کہ۔

مغز خر خور دیم تا ما چون شما پیشہ را داریم ہمسرا از ہما
یعنی کیا ہمنے مغز خر کہا لیا ہے تاکہ ہم تمہاری طرح پیشہ کو ہمراہ ہما کر لیں یعنی ہم کوئی بیوقوف تو
ہیں ہیں جو بشر کو رسول حق مان لیں اسلئے کہ۔

گو ہما کو پیشہ کو گل کو خدا ز آفتاب چرخ چہ بود ذرہ را
یعنی کہاں تو ہما اور کہاں پیشہ اور کہاں مٹی اور کہاں خدا اور آفتاب چرخ کو ذرہ سے کیا
نسبت ہو گی۔

ایں چہ نسبت ایں چہ ہو نہ بود تاکہ در عقل و دماغ در رود
یعنی یہ کیا نسبت اور کیا تعلق ہو گا کہ کسی عقل و دماغ میں جا دیگا۔

ما کجا وین گفت یہودہ کجا ایں چہ زر قست و چہ شیداست فنا
یعنی ہم (یعنی انسان) کہاں اور یہ یہودہ بات کہاں یہ کیا فریب اور کیا کر اور کیا دغا ہے۔

خود کجا کو آسمان کو ریشماں می نگیرد مغز ما ایں داستان
یعنی خود کہاں (نسبت) ہے کہاں آسمان اور کہاں ریشماں ہماری تو عقل سببات کو قبول نہیں کرتی
(کہ خدا کا رسول اور قاصد بشر ہو)

غالباً ما عقل داریم ایں قدر گذرنا را می شناسیم از گزیر
یعنی غالباً ہم اس قدر تو عقل رکھتے ہیں کہ پیاز کو کاجر سے ممتاز کر لیں (تو ایسا تو نہیں ہے کہ بشر کو
قاصد حق مان لیں آخر خدا اور بشر میں امتیاز کرنے کی لائق تو ہماری عقل ہے ہی اگے غریبوں
کی حکایت لاتے ہیں کہ ان کفار نے کہا کہ بشر کو رسول حق کہنا تو ایسا ہے جیسے کہ اس خرگوش نے

(میں کا قصہ کلید دومنہ میں ہے) ہاتھی سے کہا تھا کہ میں قاصد ماہ ہوں تو بظہر کہ وہ غلط کہتا تھا اسی طرح یہ بات بھی غلط ہے۔

حکایت خرگوشوں کی کہ ایک خرگوش کو ہاتھی کے پاس مل
بنا کر بھیجا تھا کہ جا کر کہہ کہ میں چاند کا قاصد ہوں چاند نے
کہا ہر کہ اس چشمہ سے پانی مت پیا کر اور یہ قصہ کتاب

کلید دومنہ میں ہے

ایں بدال ماند کہ خرگوشی بگفت من رسول ماہم و با ماہ جفت
یعنی یہ (دعوی نبوت) اس سے مشابہ ہے کہ ایک خرگوش نے کہا تھا کہ میں چاند کا رسول ہوں
اور اس کا قرین ہوں مطلب یہ کہ جیسا وہ غلط تھا ایسا ہی یہ بھی لغو باللہ غلط ہے اور اس خرگوش
نے جیسا کہ کیا کہ۔

کز رمہ پیلاں ازین چشمہ زلال جملہ نخچیاں بدند اندر وبال
یعنی کیونکہ جماعت پیلوں کی وجہ سے اس چشمہ شیریں سے تمام نخچیر وبال میں تھے یعنی ان کو اس
پینا نصیب نہ ہوتا تھا۔

جملہ محروم وز خوف از چشمہ دور جیلہ کمر دند چوں کم بود زور
یعنی سب محروم تھے اور خوف کی وجہ سے چشمہ سے دور تھے تو انہوں نے جیلہ قوت کم تھی ایک
جیلہ کیا (اور وہ جیلہ یہ کیا کہ)

از سرکہ بانگ ز درخروش زال سوئے پیلاں در شب غرہ ہلال
یعنی ایک بوڑھے خرگوش نے سرکہ سے ہاتھیوں کی طرف غرہ ہلال کی شب میں آواز دی
یعنی اول شب ماہ میں اگر اسے سرکہ سے یہ آواز دی کہ۔

شاہ پیلاں من رسولم بنیست بر رسولان بند و زجر و نیش نیست
یعنی اے شاہ پیلاں میں رسول ہوں اور زیادہ (کچھ) نہیں ہوں اور قاصدوں پر بند اور زجر اور

پیش نہیں ہے مطلب یہ کہ میں اپنی ہوں اور اپنی راجہ زوال۔
 ماہ می گوید کہ اے پیلاں روید چشمہ آن ماست زان یکسو شوید
 یعنی چاند تہا ہے کہ لے ہاتھیو چلے جاؤ چشمہ ہماری ملک ہے اس سے ایک طرف ہو جاؤ۔ را اور
 کہتا ہے کہ۔

ورنہ من تال کو گر دانم ستم گفتم از گردن بروں انداختم
 یعنی ورنہ میں نہلو ستم سے اندھا کر دوں گا تو میں نے کہا یا اگر گردن سے باہر ڈال دیا ہے مطلب
 یہ کہ خرگوش نے کہا کہ چاند نے یہ پیغام دیا ہے کہ اس چشمہ سے ہٹ جاؤ ورنہ میں تمکو اندھا کر دوں گا
 تو اب میں تو تم سے کہہ چکا ہوں تم جانو۔

ترک ایں چشمہ بگوئید روید تاز ختم تیغ من ایمن شوید
 یعنی اس چشمہ کو چھوڑ دو اور چلے جاؤ تاکہ میری تیغ کی زخم سے بیخود رہو۔
 نیک نشانی است کاندہ چشمہ را مضطرب گرد و ز پیل آب خواہ
 یعنی لاس چاند کی ناراضگی کی نشانی یہ ہے کہ چشمہ کے اندر چاند آجواہ ہاتھی سے مضطرب
 ہو رہا ہے یعنی جب کوئی ہاتھی پانی پینا چاہتا ہے تو چاند غصہ کی وجہ سے چشمہ کے اندر کانپا کرتا ہے
 بس یہ اسکی علامت ہے کہ وہ ہاتھیوں کے پانی پینے سے ناراض ہے اور یہ کہا کہ۔

کہ بیا رابع عشر اے شاہ پیل تادرون چشمہ یابی زیں دلیل
 یعنی لے شاہ پیل چودھویں رات کو آنا تاکہ چشمہ کے اندر تو اس سے دلیل پاوے یعنی اُس
 خرگوش نے کہا کہ اے شاہ پیل تم چودھویں رات کو آنا اسوقت تمکو اُس کی عقلی اور اس کا
 اضطراب معلوم ہو جاوے گا۔

آں فلاں شب حاضر آئی شاہ پیل تادرون چشمہ یابی آن دلیل
 یعنی اُس فلاں رات میں لے شاہ پیل آتا کہ چشمہ کے اندر تو اُس دلیل کو پا لے۔
 چوں دو ہفتہ از مہ نو بگذرید شاہ پیل آمد ز چشمہ می چرید
 یعنی ماہ نو کے دو ہفتے گزر گئے تو شاہ پیل آیا کہ چشمہ سے چرنا تھا یعنی وہ بعد دو ہفتہ کے
 کہ چودھویں شب تھی چشمہ سے پانی پینے آیا۔

چونکہ نزد خرم پیل آن خراب
مضطرب شد آب و سرگردا مضطرب
یعنی ہاتھی نے جبکہ اس شب کو پانی میں سونڈ ماری تو پانی مضطرب ہوا اور چاند نے بھی اضطراب کیا
یعنی پانی کے بہنے سے چاند بھی ہلا۔

پیل باور کردار و سے آن خطاب
بچن درون چشمہ مہ کردا مضطرب
یعنی ہاتھی نے اس خرگوش سے اس بات کی تعین کر لیا جبکہ چشمہ کے اندر ماہ نے اضطراب کیا یعنی
جب چاند انکے پانی پینے سے بلا تو یہ سمجھے کہ بیشک یہ پانی پینے سے غفا ہوتا ہے اسلئے خفگی
کے مارے کانپ رہا ہے۔

ترس ترساں باز گشتند آں رہ
بعد از اں نامدیکے زایشاں ہمہ
یعنی ڈرتے ڈرتے وہ گروہ واپس ہو گئے اور اس کے بعد ان سب میں سے ایک بھی نہ آیا اور سب
ڈر گئے اور وہ خجیر آرام سے بیٹ گئے۔ آگے اہل سبا کا مقولہ ہے کہتے ہیں کہ۔

ماند ز اں پیلاں گو لیم لے گروہ
کا مضطرب ماہ آرد ماں شکوہ
یعنی لے گروہ (انبیاء) ہم ان بیوقوف ہاتھیوں میں سے نہیں ہیں کہ چاند کا مضطرب ہونا ہمارے
لئے خوف لاوے یعنی ایسے ڈرنے والے نہیں ہیں تو تم جو قاصد حق بنکر ہمیں ڈراتے ہو ہم اس سے
ڈر نہ لے نہیں ہیں۔ جب انہوں نے یہ کہا تو حضرت انبیاء جواب فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

سخت تر کردا و سیفہاں بند تاں
گشت زہر جاں قہر آہنج تاں
چوں خدا بگماشت پردہ خشم را
کہ ریاست ما فردنست از سما
خاصشتی بر سر گین گشتہ پُر

انبیاء گفتند آوہ پند ماں
اے دروغا کہ دوا درنج تاں
ظلمت افزو دایں چہ راغ آن چشم را
چہ ریسیہ جست خواہم از شما
چہ شرف یا بد زشتی بکھر دُر

اے درخ آں دیدہ کور و کیود
 ز آدھے کو بود بے مثل و ندید
 چشم دیوانہ بهارش دے نمود
 اے بسا دولت کہ آید گاہ گاہ
 اے بسا معشوق کا دیدنا شناخت
 احمق را این چنین حرم چہ است
 این غلط وہ دیدہ را حرم است
 چوں بت سنگیں شمار اقبلہ شد
 چوں بشاید سنگ تاں انہا حق
 پشہ مرده ہمارا شد شریک
 یا مگر مرده ترا شیدہ شماست
 عاشق خویشید و صنعت کرد خوش
 نے درال دُم دولت و نعمت
 گر دسر گرداں بود آں دم مار
 آنچناں گوید حکیم غزلوی
 کم فضولی کن تو در حکم و تدبیر
 شد مناسب عضو با و بدانہا

کا قبا بے اندر و ذرہ نمود
 دیدہ ابلیس جس طینے ندید
 ز انطرف جنبید کو را خانہ بود
 پیش بے دولت بگرد و او را
 پیش بدنختہ ندانند عشق باخت
 می سازد گم ہاں را راہ راست
 وین مقلب قلب را سودا القضا
 لعنت و کوری شمار اظلمہ شد
 چوں نشاید عقل و جاں ہمرا حق
 چوں نشاید زندہ ہمرا زلیک
 پشہ زندہ ترا شیدہ خداست
 دم ماراں را سر نارست کیش
 نے درال سر راحت و لذتے
 لائق اندر و در خورد آں ہر دیار
 در الہی نامہ گر خوش بشنوی
 در خور آمد شخص خبر با گوش خرم
 شد مناسب و صف با جاہا

<p>وصف ہر جانے مناسب شدش چوں صفت با جاں قرین کردست او شد مناسب صفہا در خوب و زشت دیدہ دل ہست بین الاصبغین اصبح لطف است و قہر اندر میاں لے قلم بنگر گر اجل کیستی جملہ قصد و جنبشت زین اصبعست ایں حروف حالہات از نسخ اوست جز نیاز و جز تضرع راہ نیست ایں قلم داند و لے برفت در خود</p>	<p>بیگماں جانے کہ حق تبار شدش پس مناسب دانش ہچوں چشم و رو شد مناسب حر فہا کہ حق نوشت چون قلم در دست کاتب و حسین کلک دل با قبض و بسطے زین بنال کہ میان اصبعان کیستی فرق تو بر چار راہ مجمع است عزم و فسخت ہم ز غم و فسح است زین قلب ہر قلم آگاہ نیست قدر خود پیدا کند ورنیک و بد</p>
--	---

انبیاء نے جواب دیا کہ اے احق لوگو افسوس کہ تمہاری نصیحت کا بڑا اثر پڑا اور اُسے تمہاری بندش
کو اور بھی سخت کر دیا کیونکہ پہلے تو صرف گمراہی تھی اور اب اس کے ساتھ عناد بھی شامل ہو گیا اور افسوس
کہ ہماری دہاتمداری بیماری کے بارہ میں تمہاری مقہور جان کیلئے زہر بنگی اور چونکہ حرکتوں سے
حق سبحانی نے اپنے تہہ کا پردہ تمہاری آنکھوں پر ڈال دیا ہے اسلئے اس چراغ ہدایت نے تمہاری
آنکھوں کیلئے تاریکی ہی بڑھائی اسلئے احمقوں کو جو کوسہی کہ جبکہ ہماری ریاست آسمان سے بھی
زیادہ ہے تو ہم تم سے ریاست کے کیا طلبگار ہو سکتے ہیں اور غور تو کرو کہ موتیوں والا سمندر
ایک شتی سے کیا عزت حاصل کر سکتا ہے بالخصوص اُس کشتی سے جو گوہر سے پر ہو۔ اب مولانا
فرماتے ہیں (اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقولہ انبیاء وہی ہو) واقعی اُس آنکھ کی حالت نہایت افسوسناک
ہے جس میں آفتابِ ذرہ معلوم ہوا اور ایسا بہت ہوتا ہے چنانچہ آدم علیہ السلام باوجودیکہ لا جواب اور

بے مثل تھے مگر ابلیس کی آنکھ کو مٹی کے سوا اور کوئی بات نظر نہ آئی اور اس نے کہہ دیا انا خیر منه
 خلقتنی من نار و خلقتہ من طین اور اس کی ابلیس آنکھ نے اُن کی ہمار کو خزان ہی دکھلایا کیوں نہ ہو
 ہر کوئی اپنے گہر ہی کی طرف سے حرکت کرتا ہے یعنی ہر شخص کے خیالات و افعال اُس کے مناسب ہوتے
 ہیں اس لئے ابلیس نے بھی وہی کیا جو اُس کے مناسب تھا۔ ارے بہت سی دولتیں ایسی ہوتی ہیں کہ
 کبھی کبھی اور اتفاق سے کسی مفلس کے سامنے آجاتی ہیں لیکن وہ بھائے اس کے کما سپر قبضہ کرے
 اُس کو مستحق ہی کو چھوڑ دیتا ہے اور بہت سے معشوق ایسے ہوتے ہیں کہ ایک بد نصیب عاشق
 کے پاس جیسے بد لگراتے ہیں مگر وہ اپنے اراکان نہیں نکال سکتا۔ یہ لوگ نہایت ہی احمق ہوتے
 ہیں۔ اب سنو کہ احمق استفادہ کیوں محروم ہوتے ہیں بات یہ ہے کہ گمراہوں اور کج رفتاروں کیلئے
 راہ راست موافق اور مناسب ہی نہیں اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر بات تقدیر سے قطعی رکھتی ہے
 پس ہماری آنکھ کو غلطی میں ڈالنے والی ہماری شقاوت ازلی ہے اور ہمارے دلوں کو گمراہی کی طرف
 پھیرنے والی خوبی تقدیر ہے

ہندستان قسمت راجہ سوراز پربر کمال کہ خضر از آب حیوان تشنہ می برد سکند را
 اس طرح آدمی مضمون کو یہاں تک پھرنے لگا کہ مولانا پھر جواب انبیاء بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ مضمون
 جو کہ تم نے بتوں کی پرستش شروع کی اس لئے یہ لعنت بلو عن الرحمة اور اندھا بین پیر چھا گیا کہ
 تم کسی طرح حق کو قبول نہیں کرتے اور یہ آفتاب تمہیں نظر نہیں آتا تم کہتے ہو کہ تم خدا کے رسول
 کیسے ہو سکتے ہو اچھا تم ہی انصاف کرو جب تمہارے بت خدا کے شریک ہو سکتے ہیں حالانکہ
 پتھر ہیں تو ذی روح اور ذی عقل خدا کا مقرب کیوں نہیں ہو سکتا۔ اور جبکہ مردہ پتھر (بت) ہوا
 (حق سبحانہ) کا شریک و سہم ہو سکتا ہے تو زندہ پتھر (آدی) بادشاہ (حق سبحانہ) کا مقرب
 کیوں نہیں ہو سکتا یا شاید یہ فرق ہو کہ وہ مردہ تھا بنا یا ہوا ہے اس لئے وہ تو شریک ہو سکتا جو
 اندھ نہ خدا کا بنایا پیدا ہے اس لئے وہ خدا کا مقرب بھی نہیں ہو سکتا لا حول و لا قوۃ بات یہ ہے
 کہ تم لوگ خود اپنے اوپر اور اپنی مصنوعات پر عاشق ہو اس لئے تم اپنے کو انبیاء سے برتر سمجھتے ہو
 اور اپنی مصنوعات کو بھی اہم تمہارے مناسب بھی ہے کیونکہ سانپ کی دُم کا دین و مذہب
 اس کا سر ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ نہ اس دم میں کوئی خوبی ہے نہ سر میں کوئی بہتری اس لئے وہ دُم

سر کے گرد گھومتی ہے اور یہ جوڑا نہایت ہی مناسب ہے۔ دیکھو اگر تم غور سے سنو تو میں تمہیں بتاؤں
 کہ حکیم غزنوی اپنی نامہ میں یوں فرماتے ہیں کہ تم حکم الہی میں گفتگو اور بحث و مناظرہ نہ کیا کرو۔ بلکہ تم جس مرتبہ
 کے ہو اسی مرتبہ پر رہو کیونکہ جیسا کہ اپنے میل کیساتھ اچھی ہوتی ہے جیسا کہ گدے کا جسم گدے کے
 کاٹوں ہی کے مناسب ہے اور گدے کے کان اُسے جسم کیلئے زیبائیں ہیں جو نہ تمہارا منہ نہیں
 کہ احکام الہیہ میں گفتگو کرنا سوائے خاموش رہنا چاہئے یہ حاصل تھا حکیم غزنوی کی نصیحت کا اگے
 مولانا اسپر اضافہ فرماتے ہیں یا یوں کہو کہ اُسکی تشریح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ گدے ہی
 کی تخصیص نہیں بلکہ تمام اعضاء و ابدان میں مناسبت ہوتی ہے اور اعضاء و ابدان کی عمومی تخصیص
 نہیں بلکہ اوصاف ازواج اور خود ازواج میں بھی مناسبت ہوتی ہے اور جس جان میں جو صفت
 حق سبحانه پیدا فرماتے ہیں وہی اُسکے لئے مناسب ہوتی ہے پس جس جان میں جو وصف غیر اختیار
 دیکھو سمجھ لو کہ یہی اُسکے مناسب ہے جیسا کہ اور جہر میں مناسبت ہوتی ہے پس اچھے لوگوں اور
 برے لوگوں میں جو اوصاف ہیں وہ سب اُن کے مناسب ہیں کیونکہ وہ آثار صنع حق ہیں اور حق جاتا
 حکیم مطلق اور صانع کامل ہیں پس ان کی صفت کے آثار میں ہرگز بے دھنگا پن نہیں ہو سکتا جب
 یہ مقدمہ مہمد ہو گیا تو اب سمجھو کہ دل اور آنکھ حق سبحانه کی دو انگلیوں کی یوں ہی درمیان میں ہیں جس طرح
 کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم ایک انگلی اٹھتا ہے دوسری تہرا اور ان دونوں کے درمیان میں قلم دل ہی
 وہ قلم بھی ان انگلیوں کے اثر سے منتقبض ہوتا ہے اور کبھی منبسط جب یہ بھی معلوم ہو گیا تو اب وہ
 مضمون اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ تم اپنے کو اور اپنے بتوں کو انبیاء سے بڑا کر سمجھتے ہو تمہارے
 مناسب ہے بھی ہی۔ اب مولانا اس مضمون کے نتیجہ کے طور نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب
 یہ ثابت ہوا کہ تم حق سبحانه کے قبضہ میں ہو وہ جس طرف چاہیں تمہیں پلٹ سکتے ہیں تو تم کو اس امر کا خوف
 کا ظاہر کرنا چاہئے کہ تم کس مقتدر کے قبضہ میں ہو یا دیکھو کہ تمہاری ہر حرکت اُسی کے حکم سے آ رہی
 تمہارا سر جو اچا ہے پر رکھا ہوا ہے یعنی جس طرح جو اچا ہے پر رکھے ہوئے سر کو ہر طرف کے آنے جانے
 والے لوگوں کی ہڈیوں کی خاطر ہوتا ہے اور اس کو اطمینان نہیں ہو سکتا کہ میں ایک حالت پر قائم ہو گیا
 یوں ہی تم کو بھی اپنی حالت پر اطمینان نہ ہونا چاہئے بلکہ تمہاری ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے اور اپنی
 طاعات و عبادت پر کبھی ناز نہ کرنا چاہئے کیونکہ تمہارے حالات قلبیہ اسیکے پیدا کئے ہوئے ہیں اور

تہملا غزم و فسخ غزم سب اسیکی غزم و فسخ کا اثر ہے لیکن اسی حالت میں گنہگار اور ناز کا کوئی موقع نہیں
اور بجز نیاز و فسخ زاری و مسکنت کے اور کوئی یہودی کی صورت نہیں بہر شخص اس تغلب سے وقف
نہیں اسلئے وہ بے اعتدالوں میں مہمک ہے اور جو شخص کچھ جانتا بھی ہے وہ بھی اس کی حقیقت سے
واقف نہیں بلکہ اپنی حیثیت کی موافق جانتا ہے اور حیثیت اُسکی اُسکے افعال حسنہ اور سیئہ سے
ظاہر ہے کہ وہ کس درجہ کا آدمی ہے۔

شرح شبیری

انبیاء علیہم السلام کا اُن کے طعن کا جواب دینا اور

انکی مثال بیان فرمانا

انبیاء گفتند آ وہ پند ماں سخت تر کر دل سفہاں پندل
یہی انبیاء علیہم السلام نے فرمایا کہ افسوس ہماری نصیحت نے اے بیوقوفو تمہاری بند کو زیادہ کر دیا
اور لیا کہ دوائے رنج تال گشت زہر جان قہر آہنج تاں
یعنی افسوس کہ تمہارے مرض کی دوا تمہاری قہر شس جان کیلئے زہر ہو گیا یعنی ان کی جو جان قہر کی
جاذب اور قہر حق کو کہنچنے والی تھی اُسکے لئے یہ نصائح انبیاء زہر ہو گئی اور ان کا کفر اور بھی
زیادہ ہو گیا۔

ظلمت افزو ایں چراغ خشم را چوں خدا بگماشت بر دل خشم را
یعنی اس چراغ (نبوت) نے اُس آئنگہ کو ظلمت ہی بڑھائی جبکہ خدا نے دل پر خشم کو مقرر فرما دیا تھا
یعنی چونکہ اُنکے دل پر خشم حق تھا لہذا انکو چراغ ہدایت اور آفتاب نبوت نے اور ظلمت ہی کو زیادہ
کیا انکو ہدایت نہ ہو سکی اور انبیاء نے فرمایا کہ۔

چہر نیسی جہست خواہیم از شما کہ ریاست مال افزو نیست از شما
یعنی ہم تم سے کیا ریاست کو ڈھونڈیں گے کہ ہماری ریاست تو آسمان سے زیادہ ہے مطلب یہ کہ ہم
تم سے جادو مال کیا طلب کرتے ہماری سلطنت تو زمین و آسمان سب پر ہے۔ تو پھر ہکو تمہارا مال

و دولت لیکر کیا نفع ہو گا اگر اُسکی مثل دیتے ہیں کہ۔

چہ شرف یا بذر کشتی بحیرہ خاصہ کشتی ز سر گیس گشتہ پُر

یعنی موتیوں کا دریا کشتی سے کیا شرف پاویگا۔ خاصہ کشتی سے جو سر گیس سے پُر ہو۔

مطلب یہ کہ جس دریا میں موتی بہرے ہوں اگر اُس میں ایک کشتی بھی آ جاوے تو اُس کشتی سے
اس دریا کو کیا شرف ہو سکتا ہے اور خاصہ کہ وہ کشتی گوہر سے پُری ہو تو بجائے شرف کو
اور گندگی ہی زیادہ ہوگی تو اسی طرح انبیاء نے فرمایا کہ تہذیبی مال و دولت سے ہم کو شرف تو
کیا ہو تا اور گندگی ہی بڑھ رہی گی اگر فرماتے ہیں کہ۔

اے دریغ آن دیدہ کو رو کی بود آفتابے اندر و ذرہ نمود

یعنی افسوس ہے اُس کو رو کی بود آ نکھ پر کہ جو آفتاب اُسکے اندر ذرہ دکھائی دیا۔ مطلب یہ کہ اس
اندھے کی حالت قابل افسوس ہے کہ جسے آفتاب ذرہ دکھائی دے تو اسی طرح جو آفتاب
کو نہ دیکھے وہ بھی یقیناً اندھا ہے۔

ز آدمے کو بود بے مثل و ندید دیدہ ابلیس جز طینے ندید

یعنی اُن آدم سے جو کہ بے مثل و نظیر تھے دیدہ ابلیس نے سوائے مٹی کے (کچھ) نہ دیکھا۔

چشم دیوانہ بہار شمس دے نمود زالطرت جنبید کورا خانہ بود

یعنی چشم انبیاء نے اُس کو بیمار دے دکھائی اور اس طرف سے جنبش کی جس طرف کہ اُس کا
گھر تھا یعنی چونکہ اس کا گھر اور مرجع ضلال تھا لہذا اُس کو غلط ہی دکھائی دیا۔

اے بسا دولت کہ آید گاہ گاہ پیش بے دولت بگرد و اور راہ

یعنی بہت سی وہ دولتیں جو کبھی کبھی بے دولت کے سامنے آتی ہیں تو وہ راہ سے بہرہ جاتا ہے
مطلب یہ کہ جب کو نعمت گہر بیٹھے دولت ہاتھ آ جاوے اُس کو اس دولت کی قدر نہیں ہوا کرتی۔

لے لیا معشوق کا ید ناشاخت پیش بدختے ندانند عشق باخت

یعنی بہت سے وہ معشوق کہ وہ ہشتاد سا ہو کر کسی بد بخت کے سامنے آدین تو وہ عشق کو نہ جانے گا
مطلب یہ کہ اگر کوئی معشوق کسی کی پاس خود چلا جاوے تو جو عاقل ہے وہ تو اُسکی اور قدر کرے گا
اور اُس کو نعمت غیر مترقبہ سمجھے تا کہ جو یہ وقت ہے وہ اُسکی بے قدری کرے گا اور اُس کو یہ بچائے گا بھی

نہیں تو اسی طرح اُن لوگوں کے پاس دولت نبوت مفت ہی آگئی ہے لہذا یہ کجبت قدر نہیں کرتے آگے فرماتے ہیں کہ

احتمال را این چنین حرماں چرست می نسا زد گمراہ را راه راست
یعنی احتمال کو ایسا حرماں کیوں ہیں (اس سوال کے بعد جواب خود فرماتے ہیں) گمراہوں کو گمراہ راست
موافقی نہیں آتی (لہذا محروم رہتے ہیں)۔

ایں غلط دہ دیدہ (حرماں است) وین مقلب قلب سوز القضا
یعنی آنکھ کو غلطی میں ڈالنے والا ہمارا حرماں ہے اور یہ مقلب قلب کو سوز القضا ہے مطلب یہ کہ
ہماری محرومی باعث ہے غلطی دیدہ کی اور ہمارے قلب کو سوز القضا انقلاب کر رہی ہے۔ لہذا
ہم غلطی میں پڑے ہوئے ہیں آگے انبیاء کا مقولہ ہے فرماتے ہیں کہ۔

چول بُت سنگین شمار اقبلہ شد لعنت و کوری شمار اظلمہ شد
یعنی جبکہ بُت سنگین تمہارے لئے قبلہ ہو گئے اور لعنت و کوری تمہارے لئے سایہ ہو گئیں۔
چول بشاید سنگ تال نیاز حق چول نشاید عقل و جان ہمارا حق
یعنی جبکہ تمہارے پیر خدا کے شریک ہو سکتے ہیں تو عقل و روح ہمارا حق کیوں نہیں ہو سکتے۔

مطلب یہ کہ انہوں نے کہا تھا کہ پہلا بشر کس طرح رسول حق ہو سکتا ہے رسول تو مرسل کی جنس
سے ہونا چاہیے حضرات انبیاء علیہم السلام اس کا جواب دیتے ہیں کہ دیکھو تم پتھر کے بتوں کو خدا کا
شریک مانتے ہو تو کجبت پہلا مردہ بیجان بے عقل پتھر تو شریک حق ہو سکے اور جو کہ زندہ ہے اور
عقل و جان رکھتا ہے وہ رسول بھی نہ ہو سکے غضب کی بات ہے

پیشہ مردہ ہمارا شد شریک چول نشاید زندہ ہمسرا از طلیک
یعنی مردہ چہر تو ہمارا شریک ہو جاوے تو زندہ ہمارا شہ کیوں نہیں ہو سکتا۔ مطلب یہ کہ خدا
سوچو کہ مردوں کو تو تم شریک حق بتا رہے ہو اور انسان زندہ اگر کہے کہ وہ قاصد ہے تو اُس کو نہیں
مانتے (بظاہر لام فی الحقیقہ) انسان کا قاصد حق ہونا ان کے شریک ہونے سے اقرب ہے مگر یہ فرق
ہو سکتا ہے کہ۔

آن بُت مردہ تراشیدہ شماست پیشہ زندہ تراشیدہ خلاست

یعنی وہ بہت مردہ تو تھا را بنایا بوا ہے اور وہ لپسہ زرد بنایا بوا خدا کا ہے تو اپنی بنائی ہوئی چیز کو
تو اسقدر بڑھایا کہ اُسے بھی خدا بنادیا اور خدا کی بنائی ہوئی شے ایسی کہ وہ قاصد حق بھی نہ ہو سکے اتنی
تو یہ حالت ہے کہ۔

عاشق خویشمند صنعت گرد خوش دم ماراں ہر اسرار است کیش

یعنی یہ لوگ اپنے اور اپنے کی ہوئی صنعت کے عاشق ہیں اور سامنیوں کی دم کیلئے سانپ کا سر
ہی مدد ہے مطلب یہ ہے کہ جب سانپ بیٹھتا ہے تو دم کو پکڑ دیکر منہ سے ملا لیتا ہے
تو جس طرح کہ دم کیلئے سر مار مذیب ہوتا ہے کہ وہ اُسی طرف رجوع ہوتی ہے اسی طرح یہ لوگ اپنی
مصنوعات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور انہیں پر مغرور اور خوش رہتے ہیں حالانکہ۔

نئے دریاں دم دولت و نعمت نے دریاں سر راحت و لذت

یعنی نہ تو اُس دم میں کوئی دولت یا نعمت ہے اور نہ اس سر میں کوئی راحت یا لذت ہے۔

گرد و سرگرداں بوداں دم مار لائق اندر در خورداں ہر دویار

یعنی وہ سانپ کی دم سر کے گرد گرداں رہتی ہے تو وہ دونوں یا لائق اور مناسب ہیں مطلب یہ کہ
جس طرح کہ اُس دم یا سر مار میں کوئی دولت یا نعمت یا راحت نہیں ہوتی اسی طرح نہ خود ان میں
اور نہ ان کی مصنوعات میں کوئی راحت وغیرہ ہے تو یہ جو آپس میں ایک دوسرے کے عاشق ہیں یہ
اسوجہ سے کہ دونوں آپس میں مناسب ہیں کہ دونوں مضر اور بیکار ہیں لہذا گنہگار ہیں اسوجہ سے کہ
تو چونکہ ان کی مناسب فضالت اور گمراہی ہی ہے تو انکو وہی نصیب ہوتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

آپچناں گوید حکیم غرقوی در الہی نامہ گرد خوش بشنوی

یعنی اگر تم خوب نہ تو (ہم تم کو بتائیں کہ) حکیم غرقوی الہی نامہ میں اس طرح کہتے ہیں کہ۔

کم فصولی کن تو در حکم قدر در خور آمد شخص خرم با گوش خر

یعنی تم حکم قدر میں فصولی مت کرو (اسکے کہ) جسم خر گوش خر کیساتھ مناسب آیا ہو مطلب
اس کا اور اسکے کئی اشعار کا یہ ہے کہ حکم قدر میں تم اعتراض مت کرو حق تعالیٰ نے ہر شے کو اپنی جگہ
کیساتھ بنالیا ہے تو اسی طرح انکے مناسب گمراہی تھی ان کو گمراہ کر دیا ہے

شد مناسب عضو با دبا دبا شد مناسب و صفحا با جانہا

یعنی اعضا، ابدان کے مناسب ہیں اور اوصاف جانوں کے مناسب ہیں۔
وصف ہر جانے مناسب شدش بیگمان جائے کہ حق تبراشدش۔
یعنی وصف ہر جان کا اُس کے مناسب ہوتا ہے اور اس جگہ تو یقیناً حبیب کہ حق نے بنایا ہو۔
چوں حفت با جال قرین کر و ستا و پس مناسب دانش بچوں چشم درو
یعنی جب کسی صفت کو حق تعالیٰ نے کسی جان کیساتھ قرین کیا ہے تو اسکو چشم درو کی طرح مناسب
ہو سکتا ہے۔ یعنی جس طرح کہ چشم درو مناسب ہیں اسی طرح از بقدر اوصاف وغیرہ حق تعالیٰ نے کسی میں
پیدا کئے ہیں وہ سب بھی مناسب ہی ہیں۔

شد مناسب وصف از خوشی شد شد مناسب حرف نما کہ حق نوشت
یعنی اچھے بُرے کے تمام اوصاف مناسب ہیں اور وہ حروف کہ حق نے لکھے ہیں سب مناسب ہیں
یعنی جو جسکی تقدیر میں لکھا ہے وہ اُس کے مناسب ہے۔

دیدہ دل بہت میں اصمین چوں قلم در دست کاتب احمین
یعنی دیدہ دل (حق تعالیٰ کی) دو انگلیوں کے درمیان میں (اُس طرح) ہیں جس طرح کہ کاتب کے
ہاتھ میں قلم ہوتا ہے احمین۔ یعنی جس طرح کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے کہ وہ جس طرح چاہے
اسکو پھیرے اسی طرح حق تعالیٰ کے قبضہ میں قلب ہے جس طرح وہ چاہیں اُسکو پھیر سکتے ہیں خواہ اسکو
بینا کر دیں یا کور کر دیں جو چاہیں کریں۔

اصبع لطف است و قہر اندر میال کلک دل یا قبض و بسط زیں بنال
یعنی لطف و قہر کی انگلی درمیان میں ہے تو اس انگلی کی وجہ سے کلک دل قبض و بسط میں ہے۔ یعنی
جب لطف ہے تو دل میں بھی بسط ہے اور اگر قہر ہے تو دل میں بھی انقباض ہے تو جب قلب قلم کی
طرح ہے تو اسکو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

اے قلم بنگر گر اجلا لیستے کہ میان اصمین کیستے
یعنی اے قلم دیکھ لے اگر تو اجلا لی ہے کہ کسکی انگلیوں میں ہے۔

جملہ قصد و خبشت زیں اصبع است فرق تو بر چار راہ مجمع است
یعنی تیرے تمام قصد و حرکات اس انگلی سے ہیں اور سب تیرا مجمع کے چوراہے ہے یعنی جس

طرح کہ ظلم کہ جوتا ہے کیا تب کی انگلیوں میں گراس کا سر چڑا رہا ہو تا ہے کہ وہ جو کہتا ہے اسکو سب دیکھتے ہیں۔ اسی طرح انسان کا قلب ہے تو خدا کے قبضہ میں مگر جو کچھ اعمال یہ کرتا ہے اسکو ایک عالم دیکھتا ہے۔

اب حروف جاہلات ازفتح است غرم و فحش ہم غرم و فسخ اوست
یعنی تیرے حالات کے یہ حروف اسکے کہنے سے ہیں اور تیرا غرم اور فسخ غرم اسکے غرم و فسخ سے ہی
(غرض کہ تمام حالات اُس کے قبضہ میں ہیں جب یہ حالت ہے تو اب سمجھ لو کہ)
جز نیاز و جز فقر راہ نیست زین قلب ہر قلم آگاہ نیست
یعنی جز نیاز و فقر کے کوئی راہ نہیں ہے اور قلب سے ہر قلم آگاہ نہیں ہے مطلب یہ کہ بس
اب تمکو چاہئے کہ درگاہ حق میں نیاز و فقر سے کام لو اور ان ہی سے اپنی درست حالت کو عرض کرو
کہ وہی اسکو درست کر دینے کے لئے باقی بے اسکے کئے کچھ نہ ہو گا۔ اور اس قلب سے ہر شخص جو نہ آگاہ نہیں ہے
اسی لئے گمراہ ہوتے ہیں۔

ابن ظلم دانہ دے بر قدر خود قدر خود پیدا کند در نیک و بد
یعنی اسکو ظلم جانتا ہے لیکن اپنی قدر کے موافق اور اپنی قدر کو نیک و بد میں ظاہر کر دیتا ہے یعنی اسکو
جانتا بھی ہے مگر ہر شخص اپنی قدر کے موافق ہی جانتا ہے اور جب اسکو لوگوں میں ظاہر کرتا ہے تو اپنی
قدر کو سب پر ظاہر کر دیتا ہے اور سب کو معلوم ہو جاتا ہے کہ انکی یہ حالت ہے اور ان کا علم اسقدر ہی
آگے ایک مضمون لاتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ مثال یا مثل وہ بیان کر سکتا ہے جو اس مثال
یا مثل کی اور مثل نہ دونوں کی حقیقت سے واقف ہو اور اسکے افعال و خواص کو احاطہ کئے ہوئے
ہو ورنہ مثال مطابق واقع کے نہ ہوگی بلکہ یوں ہی ادا کر لیس ہوگی اور یہ معلوم ہے کہ حق تعالیٰ کی کہنہ
ذات کیسے معلوم نہیں ہے تو ان لوگوں نے جو مثل بیان کی کہ حق تعالیٰ کو ماہ کہا اور انکے قاصدوں کو
حرک و شس کی طرح کہا اور پھر اس کا غلط ہونا ثابت کیا یہ مثل مطابق واقع کے نہیں ہے اسلئے کہ
مثال کی اگر حقیقت سمجھ لی تو طرف ثانی مثل نہ کی حقیقت کی تو خبر نہیں ہے پھر کس طرح مثال
بیان کر سکتے ہیں۔ اب اشار سے سمجھ لو۔

شرح حبیبی

انچه در خرگوش پیل آویختند
 که رسد تال این مثلها ساختن
 آن مثل آوردن آن حضرت است
 توچه دانی سر چیزے ای توکل
 موسیٰ آنرا که عصا دید و نبود
 چون چنان شاہی نداند سیر خوب
 چوں غلط شد چشم موسی در مثل
 آن مثلالت را چو آرد در پاکند
 این مثل آورد ابلیس لعین
 این مثال آورد قارون از لجاج
 این مثال آورد عمرو و جہول
 این مثال اندیش گشته قوم عاد
 این مثال آورد شد ادلیم
 این مثال آورد فرعون از غلط
 این مثال آورد ہر بد بخت دوی
 این مثالالت را چو زاغ و بوم دال

تا ازل را با حیل آمیختند
 سوئے آن در گاہ پاک انداختن
 کہ بعلم سر و جہر و آیت است
 تا بہ زلف و یا بہ رخ آری مثل
 اژدہا بید سر اولب بر کشود
 توچه دانی سر آن دام و خوب
 چوں کند موشی فضولی مدخل
 تا بپاسخ جز و جزوت بر کند
 تا کہ شد ملعون حق تا بوم دیں
 تا فرو شد در زمین با تخت و تاج
 تا کہ پشہ مغر سر خوردش عجول
 کا ستخوان شال خورد مرد آمد ز باد
 تا کہ شد محروم از ہر دو نعیم
 تا کہ اندر آب دریا شد سقط
 تا کہ شد در قمر دوزخ سرنگوں
 کہ از لیثال پست شد صد فاندال

اب اہل سہا کی طرف رخ کرتے ہیں اور ان کی خبر لیتے ہیں فرماتے ہیں کہ اُن احمق لوگوں نے جو زکوٰۃ اور باقی کے قصہ کو دست آورنا یا جبکا نتیجہ یہ ہوا کہ حکم ازلی کو چالاکیوں کی مضمین میں داخل کر دیا۔ بھلا ان سے کوئی کہے کہ گد ہو ہمیں کب دیا ہے کہ مثیلین تراش تراش کر حضرت حق سبحانہ سے انکو منسوب کر دو ولہ المثل لا علیٰ مثال بیان کرنا تمہارا کام نہیں کیونکہ اُسکے لئے ضرورت ہے مثل بہ اور مثل لہ ہر دو کے پورے حالت معلوم ہونے کی تاکہ قیاس مع الفارق نہ ہو جاوے اور یہ بات تم میں مفقود ہے لہذا ثابت ہوا کہ یہ تمہارا کام نہیں۔ بلکہ یہ حق سبحانہ کے نمایاں ہے جو کہ علم محیط رکھتے ہیں اور جن کا علم غیب و شہادت نہایت واضح امر ہے۔ مثلاً اگر کوئی گنجا زلف و رخ کی مثال بیان کرے تو اس سے یہی کہا جا دیگا اے گنچے جب تیرے زلفیں ہی نہیں اور تو نے زلف کبھی دیکھی بھی نہیں تو تو زلف و رخ کی حالت کیا جانے کہ تو ان کی مثال بیان کر تا ہے۔ یاد ہو کہ مثال بیان کرنا یعنی کسی شے کی حالت ظاہر کرنا کچھ آسان کام نہیں۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے جس چیز کو محض لاشعی سمجھا تھا وہ صرف لاشعی ہی نہ تھی بلکہ باطن کے لحاظ سے از دہا بھی تھی جسکی اندرونی حالت بعد کو ظاہر ہوئی اور ایک وقت میں وہ منہ کھول کر کھڑی ہو گئی۔ بھلا جب اتنا بڑا شخص ایک لکڑی کی باطنی حالت نہ سمجھ سکے پھر تمہیں اُس دام و دانہ کی حقیقت کیا معلوم ہو سکتی ہے جسے نگو پہنسا ایک بے اور جبکہ اظہار حال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے غلطی ہوئی تو بھلا جو باہر ہو وہ اس میں بل کیا بنا سکتا ہے اور اس میں کیا مداخلت کر سکتا ہے یاد رکھنا کہ حق سبحانہ تمہاری مثال کو از دہا بنا دینگے کہ وہ جواب میں تمہارے عضو کو الگ کر دیگا۔ یعنی اس کا جواب یہ ہوگا کہ تم ہلاکت ابدی میں مبتلا ہو گے دیکھو انیس ملعون نے اپنا ہمارا حال آدم میں یوں ہی غلطی کی تھی اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیشہ کیلئے ملعون ہو گیا اور قارون نے بھی یوں ہی مکابرہ و مجادلہ کیا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تخت و تاج سمیت زمین میں دھنس گیا اور جاہل فرد نے بھی اسی طرح مجادلہ کیا تھا جسکے سبب ایک چہرے فوراً اس کا ہمہی کہا لیا اور قوم عاد نے بھی یہی باتیں گہری تھیں جس سے ان کی بیٹیوں کو چور چور کر دیا گیا اور شداد پاجی نے بھی اسی قسم کا مکابرہ کیا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں جنتوں سے محروم رہا نہ اپنی بہشت سے منتفع ہوا نہ خدا کی بہشت سے اور فرعون نے بھی یوں ہی غلطی چکر لایا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بانی میں ڈوب گیا

غرض ہر بد بخت و فاسق ازلی نے اسی قسم کی نقول باتیں کیں حتیٰ کہ وہ دوزخ میں الٹا گردیا گیا
بس تم اپنی اس مثال کو ایک کو ایسا سمجھو جسے ہزاروں گہرا نے تباہ کر دئے لہذا وہ
تم کو بھی نہیں چھوڑ سکتا۔

شرح شبیری

بیان اُس کا کہ ہر شخص کا کام مثال بیان کرنا نہیں ہے
اور خاص کر خانہ حق میں جو کہ غیر متناہی ہو

انچہ دوزخ گوشوں میں آویختہ تنازل را یا حیل آمیختہ
یعنی جو کچھ کہ وہ لوگ خروش و پیل (کے قصہ) میں الجھے اور ازل کو حیل کیساتھ ملا دیا۔
کے رسد شان این مثلاً ساختن سوئے آن در گاہ پاک انداختن
یعنی انکو یہ مثل بیان کرنا کہ بھونچتا ہے (اور پھر) اُس در گاہ پاک کی طرف ڈالنا۔ مطلب یہ کہ حکم
ازلی کو ان خروشوں کے میلہ کیساتھ ملا دیا اور ان دونوں باتوں کو ایک کر کے اندر میں تک بھونچ
کہ انکی مثال بیان کی تو ان لوگوں کو یہ کب مناسب تھا اسلئے کہ یہ تو حقائقِ اشیاء سے پوری
طرح واقف ہیں ہی نہیں۔

ایں مثال آوردن آن حضرت است کہ بہ علم سر و جہر او آیت است
یعنی یہ مثال بیان کرنا کام (اس) در گاہ کا ہے کہ جو علم سر و جہر میں حجت ہے یعنی جسکو کہ حقائق
اشیاء کا علم ہے اس کا کام ہے کہ وہ مثال بیان کرے تو وہ مطابق واقع کے ہو گی اسلئے کما سکو
طرفین کی حقیقت معلوم ہے۔

تو چہ دانی سرچیزے تا توکل تابہ زلف دیا بہ رُخ آری مثل
یعنی جب تک کہ تو گنجائے تو کسی چیز کا ہمد کیا جانے تاکہ زلف یارخ کی مثل بیان کرے مطلب
یہ کہ جب تم گنجے ہو تو تم کیا جانو کہ زلف کیسی ہوتی ہے اور رخ حسین کیسا ہوتا ہے اب تم اسکی
مثال بیان کرنے لگے تو یہ سراسر عاقبت ہی ہے۔ اسی طرح جب تم کو کسی شی کی حقیقت معلوم

نہیں تو اسکی مثال ہی کیا بیان کر سکتے ہو آگے اس حقیقت پر شناسی کی ایک نظر لاتے ہیں کہ۔

موسیٰ آئندہ کہ عصا دید و نمود از دہا بند سہ اولب می کشود
یعنی موسیٰ کو جبکہ عصا دیکھا اور وہ (عصا) نہ تھا (بلکہ) از دہا تھا (اسکے) ہید کو لب کہو تھا (یعنی
دیکھو موسیٰ، اس عصا کی حقیقت کو نہ سمجھے اور سوال حق پر پڑی کہہ کہ عصا میری لاشعری ہے حالانکہ وہ
از دہا تھا اور جب وہ لب کہو لیتا تھا تو اس کا ہید ظاہر ہوتا تھا۔

چوں چناں شایہ ننداند سرچوب تو چہ دانی سراسر دام و جوبوب
یعنی ایسا بادشاہ ایک لکڑی کے بھید کو نہ جانے تو تم اس دام اور دایوں کے راز کو کیا جانتے ہو
دنیا میں جو دام و جوبوب ہیں تم ان کے اسرار کی کیا خبر ہو سکتی ہے

چوں غلط شد چشم موسیٰ بر مثل چوں کند روشنی فصولے مرغل
یعنی جب مثل بیان کرنے میں چشم موسیٰ غلط ہو گئی تو ایک چوہا غصوبی کس طرح دخل دے سکتا ہو۔ (اور
وہ مثال مطابق واقع کے تو کیا ہوتی بلکہ یہ ہوتا ہے کہ)

آں مثال را چو از در ہا کند تا بیا سخ جزو جزوت بر کند
یعنی تہذیب اس مثال کو حق تعالیٰ از دہا بنا دیتے ہیں یہاں تک کہ جواب میں وہ تمہارے جزو جزو کو
آگاہ دیتی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ مثال خود تمہیں کو نقصان دہ ہوتی ہے آگے ایسی مثال کے نقصان دہ
ہونے کی نظائر بیان فرماتے ہیں کہ

این مثال آورد ابلیس لعین تاکہ شد ملعون حق تا یوم دیں
یعنی ابلیس ملعون یہ مثال لایا۔ یہاں تک کہ قیامت تک ملعون حق ہو گیا۔ مطلب یہ کہ آئسے یہ کہا
خلقتی من نادر و خلقتہ من طین تو دیکھو اسی وجہ سے ملعون بن گیا۔

این مثال آورد قارون از الجاح تا فرود شد در زمین باقی تاج
یعنی یہی مثال قارون کی لغت کی وجہ سے لایا۔ یہاں تک کہ زمین میں مع تخت و تاج کے چلا گیا۔
مطلب یہ کہ آئسے کہا کہ انھما اوتیتہ علی علم عندی۔ اس دعوے ہی کی بدولت
اسکو خسف ہوا

این مثال آورد دھر و دھول تاکہ ایشہ مغر سر غوروش عجل

یعنی یہی مثال غرورِ مایل لایا۔ یہاں تک کہ مجھ نے جلدی سے اُس کا مغز سر کھا لیا۔ مطلب یہ کہ اُس نے کہا تھا انا اچھی دُائیت تو خدای کی برابری کی تھی لہذا ہلاک ہوا۔

اس مثال اندیش گشتہ قوم کا استخوانِ شانِ خرد و درِ دماغِ زیاد
یعنی اس مثال کے سوچنے والے قوم غرور ہوئے کہ اُن کی بڑیاں ہوا سے چور چور ہو گئیں۔ یعنی انہوں نے تکبر و نافرمانی کی تھی جیسا کہ چابجا قرآن شریف میں ہے تو اُنکو سزا ملی۔

اس مثالِ دردِ شدادِ لثیم تاکہ شدِ محروم از ہر دو نعیم
یعنی شدادِ لثیم بھی اس مثال کو لایا یہاں تک کہ وہ دونوں نعمتوں سے محروم رہا۔ مطلب یہ کہ مشہور رہے کہ اُس نے ایک باغ بنایا تھا جسکو وہ بہشت کی مثال کہا کرتا تھا تو اُس کے اس دعویٰ کی بدولت ہلاک ہوا۔ اور دونوں نعیم سے محروم رہنے کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ مشہور رہے کہ جب وہ اُسکی مصنوعِ عجب تیار ہوئی تو وہ اس میں داخل ہوتے لگا دواڑہ میں قدم رکھتے ہی روح پر دواز گزئی خسرا الدنیا دا لاخوۃ کا مصداق ہو گیا۔

اس مثالِ آرد و فرعون از غلط تاکہ اندر آب دریا شد سقط
یعنی یہی مثال فرعونِ غلطی کی وجہ سے لایا۔ یہاں تک کہ آبِ دیا میں ساقط ہوا یعنی اُس نے کہا انا سر بکمر کا علی السب اس دعویٰ میں مارا گیا۔ یہ نظائر تو خاص خاص تھی آگے عام طور پر فرماتے ہیں کہ۔

اس مثالِ آرد ہر بد بختِ دل تاکہ شد در قعرِ دوزخ سرِ نگوں
یعنی ہر بد بختِ کینہ اس مثال کو لایا یہاں تک کہ قعرِ دوزخ میں سرِ نگوں ہوا یعنی ہر بد بختِ کینہ ایسے دعوے کرتا ہے تو ہلاک ہو تا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

اس مثالِ راجوزارِ غ و بومِ دال کہ از ایشاں پست شد صد خاندان
یعنی اپنی اس مثال کو زارِ غ و بوم کی طرح (منحوس) جالو کہ اُنکی وجہ سے سیکڑوں خاندان برباد ہو گئیں
یعنی اسی طرح ہماری ان مثالوں سے بھی بہت بربادی پہنچتی ہے آگے نوح علیہ السلام کے کشتی بنانیکے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ وہ کشتی بنایا کرتے تھے اور اُنکی قوم آپر استہزا میں مثالیں بیان کرتی تھی تو وہ قوم آخر ہلاک ہوئی یہ اُسی مثلِ ناکافی کی بدولت کہ حقیقت کو سمجھتے نہیں ہیں اور مثال بیان کرنے میں بیٹھا جاتے ہیں اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

نوح اندر بادیه کشتی بساخت
در بیابانی که چاه و آب نیست
آں یکے میگفت این کشتی بتاز
آں یکے میگفت دنبالش کتر است
آں یکے میگفت پالانش کجاست
واں یکے میگفت کال مشکوتی است
آں یکے میگفت جو چوں میخورد
آں یکے میگفت بیکاری مگر
او سہی گفت این بفرمان خداست
این مثل بشنو کہ شب دزد عنید
نیم بیدارے کہ اور بخور بود
رفت بر بام و فرود آوخت سر
خیر باشد نیم شب چه می کنی
در چه کارے گفت می کو بم دہل
گفت فردا بشنوی این بانگ را
من چورم بشنوی بانگ دہل

صد مثل گوازیئے تسخیر تاخت
میکند کشتی چه نادان ابلہ و است
واں یکے میگفت پرسش ہم بساز
واں یکے میگفت پشتش کتر فرست
واں یکے میگفت پالانش کتر چرت
واں یکے میگفت این خبر بہر کمیت
در نہ بارت کے بمنزل می برود
یا شدے فروت شد عقلت ز سر
این بچہ کہما نخواست اہد گشت کاست
در بن دیوار حفرہ می برید
حلق طق آہستہ اش رامی شنود
گفت اورا در چه کاری ای پدر
تو کہ گفتا دہل زن ای سنی
گفت کو بانگ دہل ای بوسل
نعرہ یا حسرتا و اویلتا
آن زمان واقف شوی بر خبر دہل

ادھر مولانا نے فرمایا تھا کہ مجاہدین تباہ و برباد ہو گئے۔ اب اُسکو ایک مثال سے ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ دیکھو لوگوں نے نوح علیہ السلام سے بھی اسی قسم کے مجادلے کئے تھے پھر ان کا کیا حشر ہوا تفصیل اُسکی یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کشتی بنارہے تھے اُسکو دیکھ کر سیکڑوں مثالیں بیان کر رہے تھے کہ کشتی دھڑپڑے اھر کہا کہ اس شخص کی میں جہاں نہ کروں اسے نہ پانی یہ شخص کشتی بنارہا ہے نہایت بر وقوف آدمی ہے (نوحو باللہ) کوئی کہتا تھا کہ جناب ذرا اسی چلائے تو سہی کوئی کہتا تھا کہ چلئے کیلئے اسکے پاؤں تو ہیں نہیں لہذا آپ اس میں پڑ لگائیں کوئی کہتا تھا کہ اس کا بیچھا ٹیڑھا ہے کوئی کہتا تھا کہ اسکی کمر ٹیڑھی ہے کوئی کہتا تھا کہ اسکا پالان کہاں ہے کوئی کہتا تھا کہ اسکے پاؤں ٹیڑھے کیوں ہیں کوئی کہتا تھا کہ یہ تو خالی مشک ہے کوئی کہتا تھا کہ یہ گدہ یا کس کے لئے ہے کہ اسکے منہ تو ہے نہیں پھر جو کیسے کہا تا ہے اور اگر کہا تا ہی نہیں تو آپ کا سامان منزل تک کیونکر لیجاتا ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ جناب معلوم ہو تلے کہ آپ کو کوئی کام نہیں جو اس فضول اور لایعنی کام میں مصروف ہیں یا آپ بڑھے ہو گئے ہیں اور دماغ سے عقل جاتی رہی ہے وہ سب کا یہی جواب دیتے تھے کہ میں حکم الہی بنارہا ہوں اور تمہاری پھبتیوں سے اس میں ہرگز کمی نہیں کی جاسکتی اب تو تم مذاق اڑا رہے ہو لیکن اللہ اللہ ایک دن تمکو اسکی ضرورت معلوم ہو جاوے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ طوفان آیا اور سب ڈوب گئے۔ نوح علیہ السلام اور اُنکی قوم کی حالت ایسی تھی جیسے ایک چور دیوار کی چڑ میں نقب لگا رہا تھا ایک ایسے شخص نے جو بیمار تھا اور بیماری کے سبب سے اچھی طرح نیند نہ آتی تھی اسنے کچھ سو رہا تھا کچھ جاگ رہا تھا اسکی آہستہ آہستہ کہٹ کہٹ کو سنایا سنکر وہ کوٹھے پر چڑھا اور اُسنے سر پہ لٹکا کر اُس سے کہا کہ آپ کیا کر رہے ہیں خبر تو ہے آپ کون ہیں اور آدمی رات کے وقت کیا کر رہے ہیں اُسنے جواب دیا کہ میں ڈھول بجاتے والا ہوں پھر اُسنے کہا کہ اچھا آپ کر کیا رہے ہیں اُسنے کہا کہ میں ڈھول بجا رہا ہوں اُسنے کہا کہ ڈھول کی آواز تو کہیں معلوم نہیں ہوتی اُسنے کہا کہ یہ آواز اُسنبے خانی دیگی بلکہ کل سنا جبکہ میں مل لیکر چلتا ہوں گا اور تم داد دیا اور دادہ و فریاد سے گھر کو سر پر اٹھا لے گے جب میں جاؤں گا اسوقت وہ آواز سنائی دیگی اور منتظر حالت معلوم ہو جائیگی پھر ہی قوم نوح کو بھی کشتی کی ضرورت اسوقت محسوس ہوئی تھی اور بعد کا کچھ اچھی طرح معلوم ہوئی۔

اں دروغ است و کثر و بر ساخته
بہر آں کثر را تو ہم نشناخته
در غلط افتادہ اے نیم خام
بختہ شو در آتش حق السلام

پس جس طرح قوم نوح علیہ السلام وغیرہ کی مثالیں غلط تھیں اور انکو کشتی وغیرہ کا لازم معلوم نہ تھا یوں
ہی ہماری مثال بھی خلاف واقع غلط اور تراکشی ہوئی ہے نیز نگاہ اس کا لازم بھی معلوم نہیں دیکھو
تم غلطی میں پڑے ہوئے اور ادھر کچرے ہو پس نگاہ آتش حق میں بختہ ہونا چاہیے۔

شرح شبیری

قوم نوح کا انکی کشتی بنانے میں استہزا کی طور پر مشابہت کرنا
نوح اندر بادیہ کشتی بساخت

یعنی نوح علیہ السلام نے خشکی میں کشتی بنائی تو سیکڑوں مثل بیان کر نیوالے سفرہ بن کیلئے دھڑکے
اور کہتے تھے کہ۔

وہ یہاں بنے کہ چاہ و آب نیست
می کند کشتی چہ تاواں با بلو است

یعنی جس جگہ پر کہ کنواں یا باقی نہیں ہے یہ کشتی بنا ہے میں کیا نادان اور احمق ہیں (نوح علیہ السلام)

اں یکے میگفت این کشتی بتاز
واں یکو میگفت پریش ہم بساز

یعنی وہ ایک کہتا تھا کہ اس کشتی کو دوڑاؤ تو اور وہ دوسرا کہتا تھا کہ اسکی پریشی بناؤ یعنی بانی غرہ

تو ہے ہی نہیں میرے چلنے کی کیا سبیل ہے پڑنا لو کہ جس سے اڑا کے ہو

اں یکے میگفت و نہاںش کثر است
واں یکو میگفت پشتش کثر است

یعنی وہ ایک کہتا تھا کہ نہال اسکا ٹیڑھا ہے اور ایک کہتا تھا کہ اسکی پشت ٹیڑھی میڑھی ہے۔

اں یکو میگفت پالانش کجا است
واں یکے میگفت پایش کجا است

یعنی ایک کہتا تھا کہ اس کا بالان کہاں ہے اور ایک کہتا تھا کہ اس کا پاؤں کج کیوں ہے مطلب یہ کہ

خشکی میں تو گہوارا وغیرہ چل سکتا تھا اور انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم اسکو خشکی ہی میں چلاؤ گے

تو یہ تو بتاؤ کہ اسکا پالان کہاں ہے کجست سارے سفرے جمع تھے

اُس کی میگفت کا میں مشکے تھی است و اں کی میگفت ایں خبر بہر کیست
یعنی ایک کہتا تھا کہ یہ ایک مشک خالی ہے (یعنی فضول ہے) اور ایک کہتا تھا کہ یہ گدہا کے لئے ہے
اُس کی میگفت جو چوں میخورد ورنہ بارت کے بمنزل می برد
یعنی ایک کہتا تھا کہ یہ جو کس طرح کہتا ہے اور اگر نہیں کہتا تو تمہارے بوجھ کو منزل پر کس طرح
لجاتا ہے

اُس کی میگفت بیکاری مگر یا شدی فروت عقلت شد ہر
یعنی ایک کہتا تھا کہ شاید تم بیکار ہو یا فروت ہو گئے ہو اور تمہارے سے عقل جاتی رہے ہے
(نعوذ باللہ) غرض کہ وہ کجخت یہ باتیں کیا کرتے تھے اب اُن کا جواب سنئے کہ کس
مناست سے فرماتے ہیں کہ۔

اوسمی گفت این فرماں خداست این پیر کہا خواہ گشت کا ست
یعنی وہ فرماتے تھے کہ یہ حکم خدا سے ہے اور یہ ان مسخروں سے کہنے کی نہیں مطلب یہ کہ تم خواہ
کتنا ہی استہزا کرو یہ اسی طرح رہیگی اور نکوکل معلوم ہو جاوے گا کہ یہ مسخر کس پر پڑیں گے۔ قرآن
شریف میں بھی ہے کہ ان تسخر و امنا فانما تسخر منکم عما تسخر و ن۔ آگے مولانا ایک
چور کی حکایت لاتے ہیں کہ جس طرح کہ نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ کل نکو معلوم ہو جاوے گا
اور یہ بات اُنکے کلام سے نکلتی ہے اسی طرح ایک چور نقب دے رہا تھا صاحب خانہ نے پوچھا
کہ ارے تو کون ہے اُس نے کہا کہ ڈھول بجانے والا ہوں صاحب خانہ نے کہا کہ کیا کر رہا ہے
بولاکہ ڈھول بجا رہا ہوں صاحب خانہ نے کہا کہ آواز کہاں ہے تو کہتا ہے کہ اُسکی آواز تجھے کل
کو سنائی دیگی جیسارے میں غل چاٹا پر لگا۔ تو اسی طرح نوح ؑ نے کہا کہ کل کو خبر ہو جاوے گی
اب حکایت سنو۔

حکایت اُس چور کی کہ نقب لگا رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ میں
ڈھول بجا رہا ہوں
این مثل شو کہ شب درو عنید دربن دیوار حفرہ می برید

یعنی یہ مثل سنو کہ ایک شب کو ایک چور مکان ایک دیوار کی چڑ میں نقب لگا رہا تھا۔
 نیم بیدار ہے کہ اور بخور بود طعنتی آہستہ آہستہ اٹھ اٹھ اٹھ
 یعنی ایک نیم بیدار جو بیمار تھا اُسکی آہستہ کہٹ کہٹ کو سنتا تھا۔
 رفت بر بام و فروزا و خیت ہر گفت اور ارچہ کارے ایو پر
 یعنی وہ مریض کو بچے بر گیا اور سر نیچے لٹکا کر اُس سے بولا کہ بے با تو کس کام میں ہے۔
 خیر باشد نیم شب چه می کنی تو کنی گفتا دہل زن ای کنی
 یعنی خیر تو ہے تو رات کو کیا کر رہا ہے ارے تو کون ہے تو وہ چور بولے لا اے بھائی تو بھول گیا میرا بھائی
 ارچہ کاری گفت میگویم دہل گفت کو بانگ دہل ای بوسل
 یعنی تو کس کام میں ہے اُسے کہا دہل بھار باہوں تو صاحب خانہ نے کہا کہ اے بوسل دہل
 کی آواز کہاں ہے۔

گفت فردا بشنوی میں بانگ را لغزہ یا حسرتا و اولیتا
 یعنی چہرے کہا کہ اس آواز کو تو کل کو سن لیا (اور وہ) یا حسرتا یا اولیتا کا لغزہ ہے یعنی جیہ تو
 یا حسرتا یا اولیتا کرے گا اسوقت معلوم ہو گا کہ ہاں دہل بچ رہا تھا (اور بولا کہ)
 من چور فتم بشنوی بانگ دہل آن زماں واقف شوی بر خبر وکل
 یعنی میں جب چلا گیا تو تو دہل کی آواز سن لیا۔ اور اسوقت خبر وکل بر واقف ہو جاوے گا۔ پس
 اس طرح حضرت نوح علیہ السلام اُس قوم سے فرماتے تھے کہ وہ کہتے تھے کہ کشتی کیوں بناتے ہو
 تو فرمادیتے تھے کہ کل کو اسکی حقیقت معلوم ہو جاوے گی۔ آگے پھر اُن ہی انبیاء و قوم سب کا مقولہ ہے
 کہ فرماتے ہیں کہ

آن دھو غسست و کثر و بر خاستہ ستر آں کثر را تو ہم نشناختہ
 یعنی وہ (دش) جھوٹ ہے اور کج ہے اور گڑی ہوئی ہے اور اس کج کے سر کو تم بھی نہیں
 پہچانتے۔

در غلط افتادہ لے نیم خام پنختہ شو در آتش حق و السلام
 یعنی لے نیم خام تو غلطی میں پڑا ہوا ہے تو حق تعالیٰ کی آتش (محبت) میں پنختہ ہو جاوے گا و اذات سلام

مطالعہ کیا کہ چونکہ تم اس مثل کی حقیقت کو نہیں سمجھتے اسلئے غلطی کر رہے ہو اور اگر اس مثل کی حقیقت کو سمجھ لیتے تو پھر ایسی غلطی نہ کرتے تو اب تم حب حق دل میں پیدا کرو اُس سے پہلے غلطی رفع ہو جاوے گی۔ آگے اُس مثل کو خود اُن ہی پر صادق کرتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

کہ یہ پیش نفس تو آمد رسول	ستر آں خرگوش دال دیو فضول
ز آب حیوانی کہ از وی خضر خورد	تا کہ نفس گول را محروم کرد
کفر گفتمی مستعد شویش را	باز گو نہ کر وہ مخیش را
کہ ترسانید پیلاں را اشغال	اضطراب ماہ گفتمی در زلال
خشیت پیلاں زمرہ در اضطراب	قصہ خرگوش و پیل ری و آب
با مے کہ شد ز بونش خاص عام	ایں چہ ماند آخر ای کوران خام
چہ عقول و چہ نفوس چہ ملک	چہ مہ و چہ آفتاب و چہ فلک
چہ ملوک و چہ گدا چہ کیقتباد	چہ و خوش و چہ طیور و چہ جماد
چہ مہ و چہ سال چہ لیل و نہار	چہ بلاد و چہ جبال و چہ بحار
چہ خریف و صیفت و چہ دی و چہ پیر	چہ تراب و آب و چہ باد و چہ نار
پچھو گوئے در خم چو گال او	جملہ اندر حکم و در فرمان او
ایں چہ می گویم مگر بستم خواب	آفتاب آفتاب و آفتاب

ہنہ جو کہا تھا کہ نکو اسکا راز معلوم نہیں سو سو حقیقت اس مثل کی یہ ہے کہ خرگوش شیطان ہے اور نفس کے پاس قاصد حق کا نہ نکلا یا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ احسن نفس کو

اچھٹہ آب حیات سے پانی پینے سے روک دیا جس سے حضرت خضر علیہ السلام نے پیا تھا
 یعنی حقائق و معارف سے منفعہ ہونے سے روک دیا۔ تنہ اس کے معنے اُٹے کئے اور کفر کیا
 تو اب اُسکی سزا کیلئے تیار ہو تھے پانی میں چاند کے منقرب ہوئے کا بھی تذکرہ کیا ہے
 جس سے خرگوش نے ہاتھ پیر کو بڑایا تھا۔ پہلا غضب ہے کہ انبیاء کے مقابلہ میں
 خرگوش اور ہاتھی اور پانی اور ہاتھ پیر کے پانی کے اندر چاند کی تشریب سے دُ جانے کا قصہ
 بیان کرتے ہو اور اس اندھو نہیں شرم نہیں آتی بھلا اسکو اس ماہِ حقیقی سے کیا نسبت جب کا
 تمام عالم مغلوب و منحرف ہے۔ کیا چاند کی سورج کی آسمان کی عقل کی نفوس کی فرشتے کیا
 وچرخ کی طیور کیا جامات کیا سلاطین کیا مفلس کیا سلاطین عظام مثل کی قبا کی شہر کیا
 پھاڑ کیا دیار کیا ہمیت کیا سال کیا لالت اور دن کیا مٹی کیا پانی کیا ہوا کیا آگ کیا خراف
 کیا گرمی کیا خزان کیا بہار غرض کہ ہر چیز اُس کے حکم کے تابع ہے اور ایسی ہے جیسے گند پتے
 کے پلیٹ میں وہ سورج کے سورج کا سورج ہے اسے میں یہ کیا کہہ رہا ہوں میں شاید
 خواب میں ہوں جو سمجھتا نہیں اُس کا مرتبہ تو کہیں بڑھ کر ہے آفتاب آفتاب آفتاب کو اس
 سے کیا نسبت (توضیح اہل سب نے) اپنی نقیض میں جو چاند کو حق سبحانہ سے تشبیہ دی
 تھی اس میں انکو اشتراک فی المعیود کا وصف بھی مد نظر تھا کیونکہ وہ قوم ستارہ پرست بھی تھی
 ایک مولانا وہ اس پر با شرفیہ سے اس خیال کا ابطال کرتے ہیں ہذا ما قالہ مجمل العلوم
 ایک توجیہ تو یہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اولاً مولانا نے اُنکی تمثیل کو خود اُن پر اُٹا تھا
 اب اُس کا عمل نزاع سے اجنبی ہونا ظاہر فرماتے ہیں یعنی اول حملہ تھا کفار پر اب اپنی طرف سے
 مداخلت ہے اور حاصل مداخلت یہ ہے کہ وہ قصہ غریب تھا خرگوش کا جو اُس نے اپنی ذاتی
 منقبت کیلئے کیا تھا اور جس میں کہ وہ کامیاب بھی ہو گیا اور چاند بانیِ عمر کے سبب سن میں کہ انالہ
 پر قادر نہ ہو سکا لیکن خدا تو قادر ہے اُس کے خلاف کسی کی تلبیس چل نہیں سکتی چنانچہ فرماتے ہیں
 ولو تقول علينا بعض الاقاويل لاخذنا منه باليمين ثم نعطنه مائة الف ثم نح
 پس اس مثال کو حق سبحانہ سے کیا تعلق دھندا هو الراجح عندی۔ وجہ اہل یہ کہ اول مولانا نے
 اس مثال کی نحویت کو اجمالاً ان الفاظ سے ظاہر فرمایا تھا۔ انچہ در خرگوش پیل آو نمند

تا نازل را با حیل آیم چند کے رسد تاں ایں منہاں ساختن بد سوئے آن در گاہ پاک انداختن +
 جس سے معلوم ہوتا ہے کہ منشا الخویت اس کا قریب ہونا ہے اور یہ تو جیہ بالکل اسکے مطابق ہی دہری
 وجہ یہ کہ سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری مثال ایں کا منشا الیہ ہے نہ کہ فقط ماہ تیسری
 وجہ یہ کہ ملاحظہ کرنے جس انداز سے ان کی تقریر کو نقل کیا ہے اس سے ہرگز یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ انکو
 چاند کو حق سبحانہ کیساتھ وصف معبودیت میں شریک کیا کہ نام مقصود ہے رہا علامہ بحر العلوم کا یہ ارشاد
 کہ چوں تشبیہ دادید ایں رسالت را برسالت فرغوش از ماہ پس حق را مثل ماہ دانستند
 و ایں غلط عظیم ست و کوری شنیع شد اید آن قوم ماہ پرستان باشند کہ ماہ را عظیم مثل اللہ بنستند
 در معبودیت پس رسل کوری انہا بیان فرمودند سو سراسر خودوش ہے کیونکہ اول تو تشبیہ
 مرکب میں تشبیہ اجزا با جو اولیٰ نہیں پس اُن کا یہ ارشاد کہ پس حق را مثل ماہ دانستند امر
 غیر مسلم اور بر تقدیر تسلیم یہ ضرور نہیں کہ ثالث فی العبودیۃ ہی مراد ہو بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ثالث
 فی الشرف و ای المشارکہ المطلقہ فیہ مراد ہے جیسا کہ اُن کا سیاق کلام بتا رہا ہے پس اس سے
 اعتقاد مشارکت فی العبودیۃ یا اس مقام پر اس کا مقصود ہونا سمجھنا غیر موجد ہے اہل وجہ یہ ہے کہ
 علامہ نے جب دیکھا کہ تشبیہ برحق سبحانہ کو بنایا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے دو کہ ایں چہ ماند با حق
 اسلئے ہوں نے ایں کا منشا الیہ کو بنایا اسکے بعد اُن کو الیہ وجہ تشبیہ تلاش کرنے کی ضرورت
 ہوئی جسکی ترمیم کی ضرورت ہو اسلئے وجہ تشبیہ مشارکت فی العبودیۃ کو قرار دیا۔ اور یہ اسوقت ہو سکتا ہی
 جبکہ ان کا اعتقاد بھی یہ ہوا اسلئے فرمایا وہ شاید اُن قوم ماہ پرستان الخ و لا حاجۃ الی ہذہ التکلفات البادۃ
 فافہم

شرح شبیری

سراں فرغوش دان یوفول کہ پر پیش نفس تو آمد رسول
 یعنی اُس فرغوش کا راز شیطان فصول کو جانو کہ وہ تمہارے نفس کے سامنے رسول ہو کر آیا
 تاکہ نفس گول را محسوس کرو زاب حیوانی کہ ازوئے خضر غور
 یعنی یہاں تک کہ نفس بیوقوف کو اُس آب حیوانی سے جس سے کہ خضر نے کہا یا ہے عروم کو یا مطلب

یہ کہ وہ مثل اصل میں اس طرح ہے کہ وہ خرگوش تو شیطان ہے اور وہ چشمہ کیمیات ابدی ہے اور وہ ہاتھی تھا رافض ہے شیطان نے ٹکڑے ٹکڑے کر آب حیات سے روک دیا اور اصل میں تو یہ مثل بتا رہا ہے اور صادق آتی ہے مگر تم نے یہ کیا کہ

باز گو نہ کردہ معنیش را کفر گفتمی مستعد شنیش را

یعنی تو نے اُس کے معنی کو اُلٹ دیا ہے اور تو نے کفر بکا ہے اب تو سزا کیلئے مستعد ہو جا۔ مطلب یہ کہ تم نے اُس مثل میں حق نقالی کو ماہ سے تشبیہ دی ہے تو یہ کفر ہے لہذا اسکی سزا کیلئے مستعد ہو جاؤ۔ اب یہاں یہ تشبیہ ہوتا ہے کہ چاند سے تشبیہ دینے میں کیا حرج ہے خود مولانا ہی ملنا حق نقالی کو ماہ آفتاب وغیرہ سے تشبیہ دیا کرتے ہیں تو بات یہ ہے کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم کو اکب پرست ہے قرآن شریف میں ہے کہ ہد ہد نے سلیمان علیہ السلام سے اگر عرض کیا کہ لیجھ دن للشمس۔ اور یہ قصہ اہل سبا کا ہی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ کو اکب کو آئہ مانتے تھے تو اس تشبیہ میں بھی اُن کا یہی مقصود تھا کہ ماہ اور حق نقالی دونوں میں کل الوجہ مشابہتیں اور جیسے وہ خدا ہیں ویسے ہی یہ چاند بھی (نحوذ باللہ) خدا ہے تو مولانا اس طرح تشبیہ دینے کو کفر فرماتے ہیں اور انکی حالت سے اُن کا یہ اعتقاد صاف معلوم ہوتا ہے اب کوئی تشبیہ نہیں رہا تو انبیاء علیہم السلام فرماتے ہیں کہ یہ مثل اصل میں تو تمہارے حق مگر تم نے اسکو اُلٹ کر دیا۔

اضطراب ماہ گفتمی در زلال کہ بترسانید پیلال را شغال

یعنی تم نے ماہ کے اضطراب کو آبشیر میں بیان کیا کہ پیلو نکو شغال نے ڈلوایا۔ (مثال مجازاً کہدیا) مطلب یہ کہ تم یہ بیان کرتے اور اُسکو مثل حق بیان کرتے ہو تو یہ تو صریح کفر ہے اور کفر اسی اعتقاد کی وجہ سے ہوا آگے فرماتے ہیں کہ۔

قصہ خرگوش و پیل آری و آب خشیت پیلال زمرہ اضطراب

یعنی قصہ خرگوش کا اور ہاتھی کا اور پانی کا لاتے ہو۔ اور چاند سے اضطراب کی وقت میں ہاتھی کو کھانا دینا (بیان کرتے ہو)

باجے کہ شذر بولش خاص عام (اس چہ ماند آخرائے کو را خام

یعنی اے اندر جو خام یہ آخر کیا مشابہ ہو گا اُس ماہ کے جبکہ کہ خاص و عام سب مخلوق ہیں (دیکھو

یہاں خود ماد کہہ رہے ہیں تو کہہ کر اس اعتقاد ہی کی وجہ سے فرمایا آگے فرماتے ہیں کہ
 چہ مہ و چہ آفتاب و چہ فلک چہ عقل و چہ نفوس و چہ ملک
 یعنی کیا ماہ اور کیا آفتاب اور کیا فلک اور کیا عقل اور کیا نفوس اور کیا فرشتہ۔
 چہ وحوش و چہ طیور و چہ جماد چہ ملک و چہ گدا چہ کیقباد
 یعنی کیا وحوش اور کیا طیر اور کیا جماد اور کیا بادشاہ اور کیا فقیر اور کیا کیتھاد۔
 چہ بلاد و چہ جبال و چہ بحار چہ مہ و چہ سال و چہ لیل و چہ نہار
 یعنی کیا شہر اور کیا پہاڑ اور کیا دریا اور کیا ہینہ اور کیا سال اور کیا مات اور کیا دن۔
 چہ تراب و آب و چہ تار چہ خریف و صیف و چہ دی و چہ بہار
 یعنی کیا مٹی اور کیا پانی اور کیا ہوا اور کیا آگ اور کیا خریف اور کیا صیف اور کیا خزاں اور کیا بہار۔
 جملہ اندر حکم و در فرمان او ہمچو گوئے در خم چو گالاں او
 یعنی سب اسکی حکم اور فرمان میں ہیں مثل گیند کے انکی چوگان کے خم میں ہیں *
 آفتاب آفتاب آفتاب ایں چہ میگویم مگر ہستم بخواب
 یعنی وہاں آفتاب آفتاب آفتاب ہے اور میں یہ کیا کہہ رہا ہوں شاید میں خواب میں ہوں مطلب
 یہ کہ جب اسکی یہ سب اشیاء تابع فرمان ہیں تو پھر کوئی شے الوہیت میں اسکی مشرک کس طرح
 ہو سکتی ہے اسکی شان تو بہت بڑی ہے پھر آفتاب آفتاب آفتاب سے تشبیہ دی جگہتے ہیں
 کہ میں یہ کیا کہہ رہا ہوں شاید خواب میں ہوں وہ ایسی باتیں کیوں کرتا اسلئے تشبیہ تو یہ بھی
 ناقص ہی ہے لہذا اب اس سے خاموش ہو کر حضرات انبیاء علیہم السلام و اولئہم السلام کے ختم
 اصدل دیکھنے کے آثار کو بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

سرنگوں کو دست ای بدگوہراں
 آفتابے چوں خرا سے در طواف

صد ہزاراں شہر خاشم شہاں
 کوہ بر خودی شگاف صد شگاف

خشم مردان خشک گردانند سحاب
بنگریدے مردگان بے حنوط
پیل خود چہ بود کہ مرغ پران
اضعف مرغان ابابیل ستاو
کیست کوشنید آں طوفان نوح
رج شاں بشکست و اندر آب نخت
کیست کوشنید احوال نمود
چشم باری در چنای پیلاں کشا
آنچنای پیلاں و شاہاں ظلوم
تا ابد از ظلمتہ در ظلمتہ
نام نیک و بد نگر شنیدہ اید
دیدہ را نادیدہ می آرید لیک
گرد و عالم پر بود خورشید و نور
بے نصیب آنی ازاں نور عظیم
تو دروں چاہ رفتے ز کاخ
جاں کہ اندر وصف گر گے ماند او
لحن داودی بدنگ و کہ رسید

خشم دلہا کرد عالمہا خراب
در سیاستگاہ شہرستان لوط
کوفتند آں پیلاں را استخوان
پیل را بدرید و نہ پذیرد رنو
یا مصاف لشکر فرعون و روح
زرہ ذرہ آب شاں بر می گسخت
و انکہ صرصر عادیان را می ربود
کہ بدندے پیل کش اندر و غا
زیر خشم دل ہمیشہ در رجوم
می روند و نیست غوثے رحمتہ
جملہ دیدند و شما نادیدہ اید
چشم تال را و اکشا ید مرگ نیک
چوں روی در ظلمتہ مانند کور
بستہ روزن باشی از ماہ کریم
چہ گنہ دارد جہا نہائے فراخ
چوں بریندروئے یوسف را نکو
گوش آں سنگیں و لاش کم شنید

آفریں بر عقل و بر انصاف باد
 صدقوار سدا کراما یا سبا
 صدقوا ہم ہم شمس طالعتہ
 صدقوا ہم ہم بد درزا ہرہ
 صدقوا ہم ہم مصابح الدجی
 صدقوا من لیس یرجو خیر کم
 پارسى گوئیم ہیں تازے پہل
 ہیں گواہیہاؤں شاہاں بشنوید
 یا حال اولیماں سب گرید
 حرم چہ بود درد و تدبیر احتیاط
 اس کے گوید میں رہ ہفت یوز
 اس دگر گوید دروغ ستاں بد
 حرم اس باشد کہ بر گیری تو آب
 گوید در راہ آب اس را بریز
 لے خلیفہ زاد گال داوے کنید
 اس عدوے کز پدرتاں کی کشید
 اس شہ شطرنج دل رامت کرد

ہر زماں واللہ اعلم بالرشاد
 صدقوا روحا سبا ہا من سبا
 یومنوا کم من مخازی القارعتہ
 قبل ان یلقو کم بالساہرہ
 اگر موہم ہم مفاہیج الرجا
 لا تضلوا لا تصدوا غیر کم
 بندوے اس ترکاٹل زجان
 بگرویدند آسمانہا بگر وید
 یاسوے آخر بحرے بر پرید
 ازدو اس گیری کہ دورست از خباط
 نیست آب و ہست رگیاں سوز
 کہ بہر شب چشمہ بینی رواں
 تار ہی از ترس پاشی و صواب
 وز نباشد وائے بر مردستیز
 حرم بہر روز میعادے کنید
 سوڈ زندانش ز علین کشید
 از ہشتش سخرہ آفات کرد

چند جانبہ شد گرفت اندر نبرد
 اینچنین کردست با آن پہلوان
 مادر و بابائے ماراں حسود
 کردشال آنجا برہنہ و خوار و زار
 کہ ز اشک چشم اور وید زینت
 تو قیاسے گیر طرار لیش را
 الحذر لے گل پرستان ز شرش
 کو بھی بیند شمار از کیں
 دانا صیاد و ریزد دانهہا
 ہر کجا دانه بدیدے الحذر
 چونکہ دیدی دانه بگریز ای حمام
 شاد مرغے کو تبرک دانه گفت
 ہم بدال قانع شد و از دام رست

تا بکشتی در گندش رو نمود
 مست شش منگرید ای دیگر
 تاج و پیرایہ بچالا کے رجو
 سالہا بگریست آدم زار زار
 کہ چرا اند جبریدہ لاست ثبت
 کہ چنل سرور کند زور لیش را
 تیغ لائحہ لے زیند اند سرش
 کہ شما اور انہی بینید ہں
 دانه پیدا ہا شد و پنہان دغا
 تانہ بند و دام بر تو بال و پر
 ورنہ چوں خوردی و افتادی بلام
 در ریاض قدس ہر شل گفت
 ہیچ دامے پرو بال شل نہ بست

اب مولانا اہل سہاکو ان کی گستاخی پر توبہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لے گستاخ تم اپنی توح
 جسمانی و دماغی پر کیا ہوئے ہوئے ہو اور کیا گستاخیاں کر رہے ہو یاد رکھو کہ اہل حق کے غضب
 نے لاکھوں شہزادوں کو آلت دیا ہے ان کی شوکت کی یہ حالت ہے کہ چھٹروں کے سیکڑوں
 ٹکڑے ہوتے ہیں اور آفتاب گدہا کی طرح ان کے سامنے گہر متا ہے اہل شرک کا غضب ہر کجا
 پانی خشک کر دیتا ہے اور آئینے بہت سے ملکوں کو تباہ کر دیا ہے ۔ لے ذیل مرد و اگر کہتہ

ہو تو قوم لوط کے ملک کو دیکھ لو کہ اُس کا کیا حال ہوا۔ باقی کی تو ان کے سامنے کوئی حقیقت ہی نہیں
 کیونکہ ان کی ہڈیاں تو جب پرنندوں نے کھل دی ہیں۔ دیکھ ابابیل بہت کمزور جانور ہے مگر اسے
 کنگریوں سے اُنکویوں چید ڈالا کچھ زخم مندمل نہ ہو سکے اور آخر کار مر گئے کون ہے جسے طوفان
 نوح کا واقعہ نہیں سنا یا موسیٰ ۴ اور فرعون کے لشکروں کی معرکہ آرائی نہیں سنی۔ دیکھ موسیٰ
 علیہ السلام نے اُن کو شکست دی اور پانی میں ڈبو دیا اور پانی نے انکو گلا کر ریزہ ریزہ کر دیا اور
 کون ہے جسے ثمود کا قصہ نہیں سنا اور یہ نہیں سنا کہ آندہ ہی نے قوم عاد کو اڑا دیا تھا بس تم
 خدا ان زبردست لوگوں کی حالت کو بغور دیکھو کہ لڑائیوں میں یا تھیوں کا مقابلہ کر کے اُن کو
 مار ڈالتے تھے اور دیکھو کہ ایسے زبردست لوگ ہمیشہ اہل دل کے غضب کے تختہ مشق رہے ہیں
 اور ہمیشہ مار کھاتے رہے ہیں اور ہمیشہ ایک نصیب کی تاریکی سے اُس سے بڑی مصیبت کی تاریکی
 میں مشغول ہوتے رہے ہیں۔ نہ اُن کا کوئی فریاد نہ اس تھا اور نہ کوئی رحمت کرنے والا پس تم کو اپنی قوت
 پر ہرگز گہنہ نہ ہونا چاہئے نہ اسے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تمہیں دین و دنیا کی کچھ بھی خبر نہیں
 کہ جن واقعات کو دنیا دیکھ رہی ہے تم اُنکو نہیں دیکھتے۔ نہیں بلکہ تم ضرور دیکھتے ہو مگر ان کی
 ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہو گویا کہ دیکھا ہی نہیں۔ لیکن یاد رہے کہ موت تمہاری خوب آنکھیں کھول
 دے گی اور پھر تم کو ہی بھی تمہارے گمراہی کے بیان تک تو بیچ کو شتم کر کے آگے نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں
 کہ تم جو کمالات انبیاء علیہم السلام کو نہیں دیکھ سکتے یہ انبیاء ام کی تفصیر نہیں بلکہ خود تمہارا قصور ہی
 کیونکہ اُنکی کمالات ظاہر ہیں لیکن تم اُنکو دیکھنا ہی نہیں چاہتے اسلئے اسکی ذمہ داری خود تمہارے
 عائد ہے نہ کہ اُن پر مثلاً اگر ہر وہ عالم فور سے ہر ہوں اور تم دشمنی میں آؤ ہی نہیں بلکہ آہکیں بند
 کر کے تاریکی میں چلو تو زور کا کیا تصور خود تمہاری خطاب ہے۔ کیونکہ جبکہ تم ایسا کر دے گے تو اس کا لازمی
 نتیجہ یہ ہو گا کہ اُس زور وافر سے محروم رہو گے اور زور چھیننے کا ذریعہ تمہارے لئے مسدود ہو گا نیز
 اگر دنیا لالچ ہو اور تم اُس سے خود فائدہ نہ اٹھاؤ بلکہ کونوں میں اُتر جاؤ جیسا کہ تم نے کیا ہے کہ قصر
 بادست کو چھوڑ کر جاء مصلحت میں گرے ہوئے ہو تو پھر عالم کا کیا تصور وہ تم کو اپنی آغوش میں لینے
 اور راحت چھوچھلنے کیلئے ہر وقت تمہارے تصور خود تمہارا ہے اب بولا نا اپنی قوم کا رخ بدلتے ہیں
 اور فرماتے ہیں کہ میں لوگوں کے کمالات انبیاء کو نہ دیکھنے کی وجہ انہماک فی الشہوات و لذات اور

لبعض و عناد اہل الحق ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جروح و صفت گرگی میں مجبوس ہوگی یعنی جرح و طبع و مخالفت و عناد میں مشغول ہوگی وہ یوسفؑ کے چہرہ کو غور سے نہیں دیکھ سکتی یعنی اہل کمال کے کمالات کو غائر نظر سے نہیں دیکھ سکتی۔ کیونکہ پیڑ یا تو یہ چاہے گا کہ جستر پر ملے مگر ہوا اس یوسف کو کہا جاؤں پھر اتنا موقع کہاں مل سکتا ہے کہ وہ اسکی خوبوں میں غور کرے اور دیکھے کہ یہ خوبصورت ہے یا بد صورت پس یہی حالت مواندین کی ہے کہ انکو عناد ہی سے فرصت نہیں پھر انکو انبیاء کے کمالات میں غور کرنے کا کب موقع مل سکتا ہے یہی سبب تھا کہ لحن داؤدی پتھروں اور پیراٹوں تک تو چھوٹی تھی مگر سنگدل آدمی اسکو نہ سنتے تھے پس ہم تو عقل و انصاف کو سراہتے ہیں کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں جن سے اشیاء کا حسن و قبح اور ان کا انداز کا اعلیٰ ماہی علیہ ہو سکتا ہے۔

اب پھر مولانا اہل سبک و مخاطب بناتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے اہل سبک! تم عقل اور انصاف سے کام لو اور انبیاء اگر کم کی تصدیق کرو اور اس روح (نبی) کی تصدیق کرو جسکو ایک بڑے پھانسنے والے مجبور نے بہانہ لیا ہے (یعنی حق سبحانہ نے) اسے کجمنت و کجانتاب روشن ہیں ان کی تصدیق کرو اور نگذیب کر کے اپنے اوپر اندھے پن کا دھبہ نہ لگاؤ۔ یہ لوگ قیامت میں تمہاری کلام آئیں گے اور تمکو اسدن کی رسوائیوں سے بچائیں گے اسے یہ ماہی ہاں ہیں ان کی تصدیق کرو قبل اسکے کہ وہ قیامت میں تم سے ملیں کیونکہ اسوقت کا ملنا نہایت خطرناک ہے اسے یہ اندیشی رات کے چراغ ہیں ان کی تصدیق کرو اور یہ حصول امید کے ذرائع ہیں انکی تعظیم و تکریم کرو اسے یہ تم سے کسی نفی کی توقع نہیں رکھتے انکی ضرورت تصدیق کرو دیکھو نہ خود گمراہ ہو نہ دوسروں کو بھول حق سے روکو تم یہ کہو گے کہ ہم عربی نہیں سمجھتے جو کچھ کہنا ہے فارسی میں کہو بہت اچھا لفظ فارسی میں سنو تم اس معشوق حقیقی یعنی حق سبحانہ کے دل جان سے عاشق بنو اور انبیاء علیہم السلام صلوٰۃ اسکے کمالات کی شہادت دیتے ہیں سبکو مجبوس قبول سنو۔ دیکھو آسمانوں نے اسکی اطاعت کر لی ہے تم بھی اطاعت کرو۔ اور اسکی دستور میں ہیں یا تو پیٹنے (انہوں کی حالت دیکھ لو اور ان سے عبرت حاصل کرو یا مابعد کیلئے حرم کو کام میں لاؤ۔ حرم کے حصے ہیں دو تدبیروں کے بارہ میں احتیاط پر عمل کرنا۔ اور اس تدبیر کو اختیار کرنا جس میں ٹھوکر کھانا نیکاندریشہ نہ ہو۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ اس سلت روز کے راستہ میں پانی کہیں نہیں۔ صرف پاؤں جلا نیوالا

ریت ہے۔ دوسرا کہتا ہے نہیں صاحب یہ غلط ہے بلکہ نکو بہرات ایک چہشمہ جاری ملیکا اس وقت احتیاط اس میں ہے کہ بانی لیلو تاکہ خطرہ سے محفوظ رہو۔ ٹھیک راستہ پر چلو اگر راستہ میں پانی ہوا تو اُس پانی کو گرا دینا اور اگر نہ ہوا تو تم بانی لیکڑی نہ چلے تو تہمدی کھنٹی آگنی پیاسے مرو گے۔ اے بنی آدم خدار انصاف کو کام میں لاؤ اور قیامت کے بارو میں احتیاط پر عمل کرو۔ اور اعمال صالحہ کر کے اُسکے لئے توشہ تیار رکھو کیونکہ ضرورت پڑی تو کام دیگا اور اگر بالفرض سارا حقہ افسانہ ہوا تو کچھ ضرر نہیں اور وہ دشمن جو تمہارے جدا مجد سے دشمنی کرتا ہے اور اُنکو بہشت سے جیلخانہ دنیا میں لا داتا ہے اور وہ دشمن جسے اتنے بڑے دل کی شطرنج کو بادشاہ یعنی آدم علیہ السلام کو مات کر دی اور اُنکو بہشت سے نکال کر مصیبتوں میں بھنسا دیا اور مقابلہ میں اُنکو ٹکونی داؤ نہیں بچائیں لیا جکا نتیجہ یہ ہوا کہ کشتی میں نہایت شرمندگی کیساتھ اُنکو چاروں شانے چت پٹک دیا غرض کہ اس کہلاڑی پہلوں کیساتھ اسنے یہ معاملہ کیا تو اے پٹھو تم اس پڑائے گہاگ کو نظر حقارت سے نہ دیکھو تم اُسکے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہو اس بہشت حاسر نے تو تمہارے باپ آدم کا تاج اور تمہاری ماں خوا کا زیور اُتار دیا تھا یہ انعام خداوندی تھا کہ اُنکو بھل گیا ورنہ اُسنے کوئی کمی نہ کی تھی اُسنے اُنکو برہنہ اور ذلیل خستہ کر دیا تھا جسکے سبب آدم کو اسقدر کثرت سے رونا پڑا کہ اُنکے آنسوؤں سے گہاس ٹپک آئی۔ وہ پھیتانے تھے کہ میں نے کیوں اس خبیث کا کہنا مانا کہ میرا نام دفتر عصا میں درج ہوا اب تم اسکی چالاکی کو اسکی قیاس کر لو کہ اتنا بڑا سر دار اُسکے ہاتھوں اسقدر پریشان ہوتا ہے کہ غصہ میں اپنی ڈاڑھی نوچ لے پھر تمہاری توسیعی ہی کیل ہے۔ اے عالم ناموس اور اجسام و جسمانیات کے عاشقو اُسکے شر سے بچو لاجل کی تلوار اُسکے سر پر مار کر اسکو اسقدر مضحل کر دو کہ پھر غالب نہ آسکے کیونکہ وہ تمہیں اُسکین سے دیکھ رہا ہے جہاں کہ تم اُسکین نہیں دیکھ سکتے اسلئے تم اس سے صرف لاجل کی تلوار سے مقابلہ کر سکتے ہو اور وہ دو دواؤں سے نہیں لڑ سکتے اور اُسکے کھینچا میں مستور ہو نیکا یہ لازم ہے کہ شکاری جال میں دانہ ڈال کر خود چپ جاتا ہے پس دانہ تو ظاہر ہو جاتا ہے اور دم کو خفی ہو جاتا ہے اسلئے جانور بچنے جاتا ہے اسی طرح یہ خود تو چھپا ہوا ہے اور لذت تو ہوا

۱۔ یہ حاصل ہے لفظ جرمہ لاکا یعنی دفتر عدم اطاعت یا عدم تقرب وغیرہ ۱۲۲

دا لے تمہارے سامنے ڈال دے میں تاکہ تم دھوکے میں آ جاؤ۔ پس دیکھو تم جہاں کہیں شیطان فی دانہ دیکھو اُس سے بچنا۔ ایسا نہو کہ تم جال میں پھنس جاؤ نہ کو دانہ دیکھتے ہی بچنا چاہئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ ہم ہمیشہ یاری کیساتھ دانہ بھی کہا لیں گے اور جال سے بھی بچ جائیں گے اسلئے کہ دانہ کہا کر جال سے بچنا ناممکن ہے نہایت خوشی ہے اُس شخص کیلئے جو اس دانہ سے بچا رہا اور اس سبب بہشت میں اُسکے لئے طرح طرح کی خوشی کے سامان نہایت ہو گئے اور اُس نے انہیں پر قناعت کی اور جال سے بچا رہا۔ اور کوئی جال اُسکی مقید نہ کر سکا۔

شرح شبیری

صد ہزاراں شہر خاتم شہاں سرنگوں کر دست و بد گوہراں
یعنی لے بدذاتو خشم شاہاں نے لاکھوں شہروں کو سرنگوں کر دیا ہے (یہاں خطاب اُن اہل سبا ہی کو ہے) مطلب یہ ہے کہ اسے تم اُن کا دل مت دکھاؤ ان حضرات کے دل دیکھنے کی وجہ سے لاکھوں شہر برباد ہو گئے ہیں اور یہ حالت ہے کہ۔

کوہ بر خودی شگاف ذر صد شگاف آفتابے چوں خراسے در طواف
یعنی بہار اپنے اوپر سو شگاف ہو کر پیٹ جاتا ہے اور آفتاب مثل مکی کے طواف میں ہے
یعنی اُن حضرات کے خشم کیوقت بہار پیٹ جاتے ہیں اور آفتاب جو اس قدر عظیم الشان کر ہے سرگرداں پیر رہا ہے۔

خشم مرداں خشک گردانند سحاب خشم دلہا کرد عالمہا خراب
یعنی مردان حتی کا غصہ سحاب کو خشک کر دیتا ہے اور خشم قلوب (اہل اللہ) جمائوں کو خراب کر دیتا ہے۔

بنگرید اے مرد گاں بے حنوط ... در سیا سنگاہ شہر ستاں لوط

یعنی لے بے حنوط مرد و قوم لوط کے شہروں کی سیا سنگاہ میں دیکھو بے حنوط سے مراد ذلیل اسلئے کہ حنوط تو مرد کے اکرام کیلئے لگایا جاتا ہے مطلب یہ کہ اُنکے شہروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو کہ انہوں نے انبیاء کی نافرمانی کی تو ہلاک ہوئے اسی طرح یہ روز تہیہ ہوا

بھی آئیوا لاپے اور ان حضرات کے فضل کا یہ اثر ملتا ہے کہ۔

پیل خود چھ بود کہ سہ مرغ پرال کو فتنہاں پیلگانرا استخوال
یعنی ہاتھی خود کیا ہو تا ہے کہ چند اڑنیوالے جانوروں نے اُن ہاتھیوں کی ہڈیاں توڑ دیں
اضحف مرغال ابابیل سٹاو پیل را بدرید و نہ پذیرد در فو

یعنی سب زیادہ ضعیف جانوروں ہیں ابابیل سب اور اُسے ہاتھی کو پہاڑ ڈالا کہ وہ بچو کہ
اقبول نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو چشم ہذا تو ایک ذرا سے جانور نے ہاتھیوں کو دریم
برہم کر دیا۔ اور اگرچہ چشم حق سے ہوا ہے مگر چشم انبیاء کیلئے چشم حق ضروری ہے اسلئے
چشم انبیاء بھی یہ سب باتیں ہو سکتی ہیں اور قرآن شریف میں جواب ابابیل یا ہے اُسکے معنی
اس ابابیل متعارف کے نہیں ہیں جو سیاہ سیاہ ایک چڑیا کی برابر ہو تا ہے بلکہ ابابیل جمع ہوا بول
اکی اُسکے معنی ہیں چہنڈ کے چہنڈ یعنی وہ جانور چہنڈ کے چہنڈ تھے اب اُنکی تفصیل نہیں کہ کیا
تھے اور مولانا کہاں ابابیل کہنا بھی اسی معنی میں ہے یعنی وہ بہت چھوٹے جانور تھے مگر
چونکہ متبع ہے یہ معلوم ہے کہ چھوٹا جانور الگ ہو کر نہیں اڑتا بلکہ لگاتار اڑتے ہیں اسلئے مولانا نے
اُسکو اضحف مرغال کہا یعنی وہ چہنڈ چھوٹے جانوروں کے تھے باقی مولانا کی مراد بھی یہ ابابیل
نہیں ہیں خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ

کیست کو تشنید آل طوفان نوح یا مضاف لشکر فرعون و روح

یعنی وہ کون ہے جس نے کہ وہ طوفان نوح نہیں سنایا لشکر فرعون اور روح کی جنگ دکو
انہیں سنا تو یہ چشم انبیاء ہی کی بدولت ہوا ہے روح سے مراد موسیٰ ہیں۔

روح شان لشکست ہاندر ایبخت ذرہ ذرہ آب شاں بری گشت

یعنی موسیٰ نے اُنکو شکست دی اور باقی میں رختہ کر دیا۔ اور باقی اُنکو ذرہ ذرہ کر کے توڑ ڈالتا تھا

کیست کو تشنید احوال نمود و انکہ عرصہ عادیوں رانی رہود

یعنی کون ہے جس نے کہ نمود کا حال نہیں سنا اور یہ کہ عرصہ عادیوں کو لے بھاگتی تھی۔

چشم ہائے درچناں پیلان کشا کہ بدندے پیل کشان دروغا

یعنی ایک دفعہ اُنکے اُن ہاتھیوں میں کہول کہ یہ لڑائی میں پیل کش تھے یعنی یہ لوگ بڑے

بڑے زبردست تھو۔ مگر

آں چناں پیلاں و شاہان نظام
زیر خشم دل ہمیشہ در جہوم
یعنی ایسے زبردست اور شاہان نظام خشم دل کے نیچے ہمیشہ رجم میں تھے یعنی ذرا آنکھ کھول کر
عبرت پکڑو کہ ایسے ایسے زبردست لوگ اور اس طرح ہلاک ہوئے۔

تا ابد از ظلمتے در ظلمتے می روند و نیست غوث رحمتے

یعنی ابد الابد تک ایک ظلمت سے دوسری ظلمت میں چلتے رہیں گے اور کوئی فریاد رس
اور رحمت نہوگی مطلب یہ کہ دیکھ لو اُس خشم کی بدولت ابد الابد تک ظلمت ہی ظلمت میں
رہیں گے۔

نام نیک و بد مگر شنیدہ اید جملہ دیدند و شمانا و دیدہ اید

یعنی نیک و بد کا نام شاید تم نے نہیں سنا ہے اور سنے تو دیکھا ہے اور تم نے دیکھے ہو۔

دیدہ را ناویدہ می آرید لیک چشمتاں را و اکشاید مگر نیک

یعنی دیکھی ہوئی چیز کو بے دیکھی ہوئی لاتے ہو لیکن آنکھ کو موت اچھی طرح کھول دیگی۔ مطلب
یہ کہ مذمت جو حاصل نہیں کرتے تو ایسا ہے کہ گویا کفن دیکھا ہی نہیں اور باوجود اس قدر واقف
کے موجود ہو نیک تم اندھے ہو تو خیر موت اچھی طرح تمہاری آنکھیں کھول دیگی اور اُس
روز اس غفلت اور اندھے پن کی حقیقت معلوم ہو جاوے گی آگے اس عبرت کے چیزوں کے
موجود ہونیکو اور ان سے عبرت حاصل کر نیکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

گر دو عالم پر بود خورشید و نور چوں روی در ظلمتے مانند کرد

یعنی اگر دونوں عالم خورشید و نور سے پر ہوں تو جب تم ظلمت میں اندھے کی طرح چلو۔

بے نصیب آئی ازاں نور عظیم بستہ روزن باشی از ماہ کریم

یعنی اُس نور عظیم سے بے نصیب ہو گے اور اُس ماہ کریم سے بستہ روزن ہو گے۔ مطلب کہ
اگرچہ تمام عالم عبرت کی چیزوں سے بہرا ہوا ہے مگر جبکہ تم عبرت حاصل نہ کرو تو تمہارے اعتبار
سے وہ ایسا ہے گویا کہ ایک شے بھی موجود نہیں ہے اور تم اندھوں کی طرح تمام عالم میں
پھرتے ہو۔

تو دروں چاہہاں قستی ز کاخ چہ گنہ دارد جہاں ہائے فراخ
یعنی تو کنوئیں میں محل سے چلا گیا ہے تو اس عالم فراخ کی کیا خطا یعنی اگر تو سارے جہان کو
چھوڑ کر ایک تاریک کنوئیں میں چلا جاوے تو اگر اُس جہان کے باغ و بہار تجھے نظر نہ
آویں تو اُسکی کیا خطا۔

جان کہ اندر وصف گرگی مانداو چوں بہ بیند روئے یوسف انکو
یعنی وہ جان کہ وصف گرگی میں مشابہ ہے تو وہ روئے یوسف کو اچھی طرح کب دیکھ
سکتی ہے۔

لحن داودی پسنگ و کہ رسید گوش آن سنگین دلانش کم شنید
یعنی لحن داودی سنگ و کہ نہ گنج گیا اگر اُن سنگین دلوں کے کانوں نے اُسکو
نہ سنا۔

آفریں بر عقل بر انصاف باد ہر زماں واللہ اعلم بالرشاد
یعنی (ایسے) عقل و انصاف پر ہر دم آفریں ہے۔ واللہ اعلم بالرشاد۔ مطلب یہ کہ یہاں
ایسی عقل و انصاف پر جو کہ حق کو دیکھ ہی نہیں ہزار آفریں۔ یہ طعن ہے۔ خلاصہ سب کا یہ ہے
کہ دنیا میں عبرت کی چیزیں موجود ہیں اُنکو دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ اور اہل اللہ اور انبیاء کا دل
و کہانے سے باز ہو گئے مولانا قوم سہا کو مطلب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

صدقوا اسلاما کما یاہا صدقوا روعا سبھا سبھا
یعنی اے قوم سب اسوالات کرام کی تصدیق کرو اور اُس روح کی تصدیق کرو کہ مقید کر کہا ہے
اُسکو جس نے کہ مقید کیا ہے مطلب یہ کہ اُن حضرت کی تصدیق کرو کہ اُنکو حق تعالیٰ نے مقید کیا
ہے اور وہ حق تعالیٰ کے مطیع ہیں۔

صدقوا ہم ہم شمس طالعتہ یومناکم من مخازی القارعتہ
یعنی اُن کی تصدیق کرو وہ آفتاب میں چمکنے والے وہ نکو قیامت کی رسوائیوں سے نجات
دیں گے۔

صدقوا ہم ہم بدور زاہرہ قبل ان یلقوکم بالہرہ

یعنی اُن کی تصدیق کرو وہ چاند میں روشن قبل اسکے کہ وہ تمہیں قیامت میں نہیں مطلب کہ قیامت میں ملنے سے پہلے پہلے اُن کی تصدیق کرو ورنہ قیامت میں وہ تم سے بہ حیثیت مدعی کر ملیں گے لہذا اس سے پہلے ہی کی تصدیق کام آو گی۔

صدقہ ہم ہم مصابیح الدجی اگر ہو ہم ہم مفاہیح الرجا
یعنی اُن کی تصدیق کرو وہ تاریکی کے چراغ ہیں اور ان کا اکرام کرو وہ امید کی کنجیاں ہیں
صدقہ امن لیس یہ جو اخیر کم لا تفضلوا الا تصدوا غیر کم
یعنی اُس شخص کی تصدیق کرو جو تمہاری خیر کا طالب نہیں ہے خود گمراہ مت ہو اور اپنے غیر کو روکو مت۔ یعنی جو کہ تمہارے مال کے طالب نہیں اور کسی شے کے طالب نہیں اُن کی تصدیق کرو یہاں جو تھوڑی سی عربی لکھدی ہے تو آگے فرماتے ہیں کہ
پارسی گوئیم ہیں تازی بہل ہندوئے آن ترک باشاں و بگل
یعنی ہم فارسی کہتے ہیں عربی کہ چوڑا اور اُس ترک کا غلام ہو جاے اب دگل (ترک) سے مراد حضرت من (مطلب یہ کہ ہم فارسی کہتے ہیں عربی کو ترک کر داسلئے کہ شاید عربی کو کوئی نہ سمجھے اور بس خدا کے بندے بنے رہو یہی مطلوب ہے۔

ہیں گواہیہاں نشوید بگردیدند آسمانہا بگردید
یعنی ہاں بادشاہوں کی گواہی کہ سنو اور آسمان تو مطیع ہو گئے تم بھی مطیع ہو جاؤ۔
یا بحال او لینان بنگرید یا سونے آخرت خرمے بر پرید
یعنی یا پہلوں کے حال دیکھو یا آخر کی طرف حزم سے اُڑو مطلب یہ کہ یا تو اُن حضرات کی باتیں سنکر مان لو اور اگر یہ نہیں ہو تا تو پہلوں کے قصوں سے عبرت حاصل کرو۔ اور اگر یہ بھی نہیں ہے تو حزم سے کام لو کہ دیکھ لو احتیاط کس میں ہے اُسکو لیتو تو دیکھ لو کہ احتیاط اسی میں ہے کہ انبیاء کی تصدیق کیاوے اسلئے کہ یہ کہتے ہیں کہ اگر نہ مانو گے تو قیامت میں باز پرس ہوگی سو اگر تصدیق کر لی اور یہ (نعم و نائد) کاذب ہوئے اور قیامت وغیرہ نہ آئی تو تمہیں کوئی بھی نہ پوچھے گا کہ تم نے کیا کیا تھا اگر یہ سچے ہوئے اور قیامت قائم ہوئی تو اسوقت تم باایمان ہو گے غرض کہ ہر صورت سے اُن کی مان لینا ہی بہتر ہے آگے حزم کے

معنی بیان فرماتے ہیں۔

حزم کے معنے کے بیان میں اور مرد حازم کی مثال

حزم چہ بود در دو تدبیر احتیاط از دو آں گیری کہ دورست از خطا
یعنی حزم کیا ہوتا جو دو تدبیروں میں احتیاط کرنا اور دو میں سے اُسکو لینا جو خط سے دور ہے
(اِس اسکا نام حزم ہے تو ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ احتیاط تصدیق انبیاء ہی میں ہے۔ لہذا اُنکی
مانر آگے ایک مثال سے حزم کے اس معنی کو اور واضح فرماتے ہیں کہ)
آں یکے گوید دریں رہ ہفت روز نیست آب بست ریگ پائی سوز
یعنی ایک شخص کہتا ہے کہ اس راہ میں سات روز تک پانی نہیں ہے اور ریت پاؤں کو
جلائیوا لائے۔

آن ذکر گوید دروغ ست بیان کہ ہر شب چشمہ بنی عیال
یعنی یہ سب کہتا ہے کہ غلط ہے یہ سمجھ لے کہ ہر شب میں ایک چشمہ دیکھو گے ظاہر طور پر یعنی ہر
منزل پر چشمہ ملے گا۔

حزم آن باشد کہ برگیری تو آب تار ہی از ترس و باشی در صواب
یعنی حزم وہ ہے کہ تم پانی لیلو تاکہ خوف سے چھوٹو اور درست حالت میں رہو۔
کہ بود در راہ آب ایں را بریز در نہا شد داٹے ہر مرد ستیز
یعنی اگر راستہ میں پانی ہو تو اُسکو گرا دینا اور اگر نہ ہو تو مخالفت کرنیوالے آدمی پر افسوس ہو
یعنی جبکہ اُسکو نہ مانے اور احتیاط نہ کرے اُسوقت اُسکی حالت افسوسناک ہو۔ آگے فرماتے
ہیں کہ

لے خلیفہ زاد گال دادی کنید حزم بہر روز میعادے کنید
یعنی اے شہزاد و انصاف کرو اور روز میعاد کیلئے حزم کرو۔ یعنی اُس روز کیلئے احتیاط سی
کام لو اور چونکہ حضرت آدم خلیفہ او بادشاہ تھے اسلئے خلیفہ زلہ انسان کو کہدیا۔
آں عدوئے کز پدر تال کی کشید سو خورندانش ز علیین کشید

یعنی وہ دشمن جس نے تمہارے باپ کیسے نہ کیا اور علیمین سے اُن کو زندان کی طرف
بکسینچا۔

آں شہ شطرنج دل مات کرد از بہشتش سخرہ آفات کرد
یعنی اُس نے شطرنج دل کے شاہ کو مات کر دیا۔ اور بہشت سے (نکال کر) اُنکو سخرہ آفات
کر دیا یعنی وہاں سے نکال کر اُنکو آفات میں مبتلا کر دیا۔

چند جا بندش گرفت اندر بند تا بکشتی در گندش روی ندد
یعنی کئی سے اُس نے بند لڑائی میں پکڑے یہاں تک کہ کشتی میں اُنکو زرد و کر کے ڈال دیا۔

این جنیں کردست با آں پہلوں سستش منگریدای دیگران
یعنی اُس نے اُس پہلو ان کیساتھ ایسا کیا ہے تو لے دوسرے تم اُسکو گرفت مست جمبو۔

مادرو بابائے مارا این حدود تاج و پیرایہ بچالاکے ر بود
یعنی ہمارے ماں باپ کا اُس حاسد نے تاج اور پیراہن چالاک سے لے لیا ہے۔

کردشاں آنجا برہنہ خوار و زار سالہا بگرست آدم زار زار
یعنی اُنکو اُس جگہ برہنہ اور ذلیل کیا تو آدم علیہ السلام سالہا سال تک زار زار روئے۔

کہ ز اشک چشم اور وئید منت کہ چہ اندر جبریدہ لاست ثبت
یعنی یہاں تک کہ اُن کی اشک چشم سے گہاس آگ آیا کہ کیوں دفتر لاین رمیر انام ثبت ہو

مطلب یہ کہ وہ اسلئے روتے تھے کہ میر انام اُس دفتر مخالفت میں کیوں ثبت ہو گیا۔ اور کیوں
کہا گیا سورخین نے لکھا ہے کہ اُن کی اشک چشم سے بوٹیاں پیدا ہوئی تھیں اور جبقدر

خوشبودار بوٹیاں مثل الاچی وغیرہ کے پل سے پیدا ہوئی تھیں۔ تو دیکھو اُس شیطان نے
ایسے زبردست کوج بھی ایک دفعہ ہر دیا۔

تو قیامت گیر طر ایش را کہ چناں سرور کند زویش را
یعنی تم اُسکی چالاک کو قیاس کر لو کہ ایسا سرور اُسکی وجہ سے داڑھی کو اگھاڑے۔ یعنی

جب وہ اُس سے زیر ہو گئے تو پھر تم دیکھ لو کہ تمہاری ساختہ کیا کچھ کر سکتا ہو۔

الحذر لے گل پرستاں از سرش تیغ لائحے زیند اندر سرش

یعنی لے گل پرستو اُسکے شر سے بچو اور لاول کی تلوار اُسکے سر میں مارو۔

کو بھی بیند شمار از کمین کہ شما درانی بینید ہیں

یعنی کیونکہ وہ تو نگہ کمین سے دیکھ رہا ہے اور تم اُسکو نہیں دیکھتے ہو (قرآن شریف میں بھی ہے کہ اُنہ پر نلکم ہی و قبیلہ من حیث لا ترو فہم تو اُسکی مثال ایسی ہے جیسی کہ صیاد کہ جانور کو صیاد تو دیکھتا ہے اور وہ جانور اُسکو نہیں دیکھتا اور صیاد کی یہ حالت ہوتی ہے کہ)

دانا صیاد ریزد دانا ہا دانا پیدا باشد و پنهال دغا

یعنی صیاد ہمیشہ دانے ڈالتا ہے نہ دانا تو ظاہر ہوتا ہے اور دغا بازی پوشیدہ ہوتی ہے

ہر گجا دانا بدیدی الحذر تانہ بند دوام ہر تو بال و پر

یعنی جہاں کمین تم دانا دیکھو تو بچو تاکہ جال تمہرے بال و پر کو باندھ نہ دے۔

چونکہ دیدی دانا بگریزی حام دانا چون خوردی در افتادی بدام

یعنی لے کہو ترجیب تو نے دانا دیکھا تو تو یہاں اور جو دانا تو نے کہا لیا تو (مجھے لے کہ) تو جال میں پڑ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ شیطان بھی ہر دم شہوات کا جال بچھا تا ہے اور ہر دم اُسکے اندر لذات کے دانے ڈالتا ہے تو خدا کیلئے تم ذرا بچتے رہنا کہیں اُسکے جال میں نہ پھنس جاؤ و بس جہاں کہیں ذرا شبہ بھی ہو خرم اور احتیاط کی بات یہ ہے وہاں ٹیپر و مت لبس چلو۔

زانکہ ہر مرغی کہ ترک دانا کرد دانا از صحرائے بے تزد ویر خورد

یعنی اسلئے کہ جس جانور نے کہ دانا کو ترک کیا صحرائے بے تزد ویر سے دانا کہا یا۔

شا مرغی کو ترک دانا گفت در ریاض قدس بہر شغل خلقت

یعنی خوش و وہ مرغ جس نے کہ ترک دانا کیا اور ریاض قدس سے اُسکے لئے پھول کھلئے یعنی جس نے کہ ان لذات و شہوات کو ترک کیا اُسکیلئے ریاض قدس سے گل کھل گئے اور علوم و معارف حاصل ہو گئے

ہم بدایا قانع شد و از دست ہیج دای پرو بالش از بست

یعنی اُسپر قانع ہو گیا اور دام سے چھوٹ گیا تو کسی دام نے اُسکے پرو بال کو نہ باندھا۔ یعنی پھر وہ کہیں پھنس ہی نہیں سکتا۔ تو اسی طرح جو شخص کہ شیطان کے جال کے دانوں کو ترک

کر گیا وہ کبھی اُسکے جال میں نہیں بھنس سکتا آگے ایک مثال میں حرم کا فائدہ اور ترک حرم کا ضرر بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

<p>دیدہ سوئے دانہ و دامی بے ست یک نظر حش بد اے می کشد ناگہا نے از نظر خالیش کرد صائدش کشت و بخور و کام راند زاں نظر بر کند و بر صحر اگماشت تا امام جملہ آزاداں شد او در مقام امن و آزادی نشست تا گلستان و چین شد منزله این چنین کن گر کنی تدبیر عزم</p>	<p>باز مرغ فوق دیوار نشست یک نظر او سوئے صحر امی کند این نظر با آن نظر چالیش کرد رفت و دانہ خورد و اندر دام ماند باز مرغ کان تردد را گذاشت شاد و پروبال او بخشاله بر کہ اور امتقد اس از دہرست زانکہ شاہ حازمان آمدش حرم از و راضی و اور ارضی ز حرم</p>
---	--

اب ہم دو جا قیروں کی حالت بیان کرتے ہیں اس سے تمکو عبرت حاصل کرنا چاہئے۔ ایک جادو دیوار پر آزاد بیٹھا ہے اسی اٹھنا میں اُسے جال اور دانہ کو دیکھا۔ اب وہ ایک طرف تو صحر کو دیکھتا ہے اور اپنی آزادی کا خیال کرتا ہے دوسری طرف لذت دانہ پر نظر کرتا ہے اور جس اُسکو اُسکی طرف کھینچتی ہے۔ اب دو توں نظروں میں جنگ ہوتی ہے اور نظر جس غالب آکر اُسکی عقل کو فنا کر دیتی ہے اور اُسکو عقل سے کوہرا کر دیتی ہے وہ جاتا ہے اور دانہ کھا کر جال میں بھنس رہتا ہے۔ شکاری اسے ذبح کرتا ہے اور کھا کر اپنی مقصد براری کرتا ہے اب ایک دوسرا جادو دیوار اُسکو بھی یہی تردد پیش آتا ہے مگر وہ تردد کو چھوڑ دیتا ہے اور

دوانہ سے نظر کو ہٹا کر صرف جنگل کو ملح نظر بناتا ہے ایسے جانور کے مزے میں اور اُسکے پردہ بال خوش ہیں اور وہ اپنے اس فعل سے تمام آزادوں کا مقتدا بن جاتا ہے جو جانور اسکو مقتدا بنانا ہے بچ جاتا ہے اور امن و آزادی کی جگہ میں بیٹھا ہوتا ہے کیونکہ اُس نے نہایت ہوشیاری سے کام لیا۔ اسنے اُس کا دل ہوشیاری میں گویا کہ ہوشیاروں کا بادشاہ تھا اور اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بجانے دام یا شکم صیاد کے گلستان و چین اُس کا مسکن بنا۔ اب وہ حرم و احتیاط سے خوش ہے کہ وہ اُسے کام آئیں۔ اور حرم و احتیاط اُس سے خوش ہیں کہ اُسے اُن کی قدر کی۔ پس اگر تلو کرنا ہے تو ایسی تدبیر اور ایسا حرم اختیار کرو۔

شرح شبیری

اُس جانور کے حال کی پرانندگی جسے ترک خرم ہوا

وہوس کی وجہ سے کیا

باز مرغے فوق دیوار کشت ویدہ سیرے دانہ و دامی نسبت
یعنی پھر (یہ سنو کہ) ایک جانور کسی دیوار پر بیٹھا اور آنکھ کو دانہ و دام کی طرف باندھا۔
ایک نظر او سوئے صحرایمیکند یک نظر حشش بدانہ می کشد
یعنی وہ ایک نظر تو صحرای کی طرف کرتا ہے اور اُسکی حرص کی ایک نظر دانہ کی طرف کھینچتی ہے
یعنی ایک دفعہ دیکھتا ہے کہ جنگل اتن ووق پڑا ہے مگر اُس میں دانہ نہیں ہے لیکن جال بھی لھتا نہیں ہے اور جہاں دانہ ہو جال جال کا احتمال ہے غرض کہ وہ دونوں طرف نظر کر رہا ہے۔

ایں نظر باں نظر چالیش کرد ناگہانے از خرد خالیش کرد

یعنی اس نظر نے اُس نظر کیساتھ لڑائی کی تو ناگہاں عقل سے اُسکو خالی کر دیا۔

رفت و دانہ خورد و اندر دام ماند صائدش کشت و بخورد و کام ماند

یعنی گیا دانہ کھایا اور جال میں رہ گیا تو شکاری نے اُسکو ذبح کیا اور کھایا اور کام چلایا۔

مطلب یہ کہ اسی طرح انسان ایک طرف لذت دیکھتا ہے اور وہاں شیطان کے بہکانیکا
 یقین ہوتا ہے اور دوسری طرف شیطان نہیں مگر لذت بھی نہیں تو اسوقت یہ سوچتا ہے
 کہ لاؤ اسوقت تو مزہ لیلو پھر دیکھا جاوے گا پس یہ سوچ کر ادھر کو چلا اور پھنسا پھر ساری
 عقل وغیرہ رفوچک ہو جاتی ہے اور شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔

باز مرغے کان ترود را گداشت زان نظر بر کند و بر صحر اگداشت
 یعنی پھر اس مرغ کو سنو کہ اُس نے ترود کو تو چھوڑا اور اس (دانا) سے نظر الگ کر کے جنگل پر
 (نظر کو) مقرر کر دیا (اور احتمال ضرر پر وہاں سے چل دیا)

شاد پروبال او بخت الہ تا امام حمله آزادان شد او
 یعنی اُس کے پروبال خوش ہیں اور خوشی ہے اُس کے لئے یہاں تک کہ وہ تمام آزادوں کا امام ہو گیا
 ہر کہ اور مقتدا سازد برست در مقام امن و آزادی نشست
 یعنی جسے کہ اُس کو مقتدا بنالیا وہ چھوٹ گیا اور مقام امن اور آزادی میں بیٹھ گیا۔

زناکھ شاہ حازماں آمد دلش تا گلستان و چین شد منزلش
 یعنی اس لئے کہ اُس کا دل حازموں کا بادشاہ ہی یہاں تک کہ گلستان اور چین میں اُسکی منزل ہو گئی
 خرم زدر ارضی و اور ارضی ز خرم این چنین کن گر کنی تدبیر و غم

یعنی وہ خرم سے راضی اور خرم اُس سے راضی تو تو ایسا ہی کر اگر تدبیر و غم کرتا ہے مطلب
 یہ کہ ایک تو وہ تھا کہ شیطان کے بہکانے میں آکر پھنس گیا اور ایک وہ ہے کہ اُس نے احتمال
 ضرر پر اُس میں لذت کو ترک کر دیا۔ اور وہاں سے چل دیا پس اب وہ کہیں بھی نہیں پھنس سکتا
 اور وہ سب کا مقتدا ہو گیا اب اور بھی جو کوئی اُس کو مقتدا بنانے وہ بھی اُسکی طرح دام نہیں
 سے چھوٹ جاوے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بار بار در دام حرص افتادہ خلق خود را در بریدن دادہ

بازت آں تو آب لطف آزا کرد
گفت ان عدم کذا عدنا کذا
چونکه جفتے را بر خود آورم
جفت کردیم این عل را با اثر
چوں رباید غارتے از جفت شو
بار دیگر سوئے این دام آید
بازت آں تو آب بکشد آن گره
باز چوں پروانه نسیم رسید
کم کن اے پروانه نسیم و شک
چو رهیدی شکر آں باشد که هیچ
تا ترا چوں شکر گوئی بخشد او
شکر آن نعمت که تاں آزاد کرد
چنداندر رنجها و در بلا
تا چنین خدمت کنم احسان کنم
چو خلاصت داد حق از امتحان
چوں رها کردت فراموش کردیش
سگ زمستان حج کرده استخوانش

توبه پذیرفت و شمارش او کرد
نخن ز وجنا الفصال بالجزا
آید آن جفتش دوانه لاجرم
چون رسد جفتے رسد جفتے دیگر
جفت می آید پئے او شوئے جوئے
خاک اندر دیده توبه ز دید
گفت ہیں بگریز این سو پامنه
جان تا باں را جانب آتش کشید
در پر سوزیده بسگر توبه کی
سوئے آن دانه نداری هیچ هیچ
روزی بے دام و بے خوف عدد
نعمت حق را بساید یاد کرد
گفتی از دام رها کن اینجا
خاک اندر دیده شیطان کنم
همچنانستی که بودی همچنان
جان خود را مست دیش کریش
زخم سرا خود گرداند چنانش

کہ بگوید این و در تن کہ منم
 چونکہ تالبتاں بیایین بچنگ
 چونکہ تالبتاں بیاید از کشاد
 رفت گرد پاک شد در سایہ
 گوید و چون زفت بیند خوش را
 گویش دل خانہ سازای عمو
 استخوان حرص تو در وقت درد
 گوئی از توبہ باز م خانہ
 رحوں بشدر نج و شدت آن جہ نصرت
 شکر نعمت خوشتر از نعمت بود
 شکر جان نعمت و نعمت چو پوست
 نعمت آرد غفلت و شکر انتباه
 نعمت شکر کند پر چشم و میر
 سیر نوشی از طعام و نقل حق
 نعمت و ہاب لا شکرے کنید
 شکر جذب نعمت او فر کند

خانہ از سنگ باید کرد غم
 بہر سر ما خانہ سازم ز سنگ
 استخوانہا پہن گرد و پوست و
 کاہے سیر غمے خود رایہ
 در کد میں خانہ گنج اے کیا
 گوید او در خانہ کے گنج بگو
 در ہم آید خورد گردد در خورد
 در زمستان با شدم کا شانہ
 پچھو سگ سوداؤ خانہ از تو رفت
 شکر بارہ کے سوئے نعمت رود
 زانکہ شکر آرد تر تا کوئی دوست
 صید نعمت کن بدام شکر شاہ
 تا کنی صد نعمت ایسا فقیر
 تار و داز تو شکم خواری و دوق
 تا سر منحوس خود را شکستید
 کفر نعمت مرد را کافر کند

یہاں سے مولانا انسان کی بے اعتدالیوں کو دکھلانا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دیکھو

تم بہت مرتبہ حرص کے جال میں پھنس کر معاصی میں مبتلا ہو چکے اور اپنے کو ہلاکی میں ڈال چکے ہو۔
لیکن پھر بھی جبکہ تم نے توبہ کی توجہ سجانے نے اپنی عنایت سے غایت سے تم کو اس جال سے ہٹا کر
خوش کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ دیکھو اگر تم نے پھر یہ حرکت تو پھر یہی سزا موجو رہے گی تو نہ
ہم نے افعال کو اُنکے نتائج کیساتھ وابستہ کر رکھا ہے اور گویا کہ افعال و نتائج آپس میں نہ
و مادہ ہیں۔ اب فرض کرو کہ میں ایک جوڑے کے زریا مادہ کو اپنے پاس لاؤں تو اس خلق
کی بنیاد جو ایک کو دوسرے سے ہے دوسرا خود گنچا چلا آئیگا۔ پس یوں ہی ہم نے عمل کو اُسکے
نتیجہ کیساتھ وابستہ کر رکھا ہے۔ پس عمل متحقق ہوگا تو لامحالہ (ہماری عادت کی موافق جسکے
بدلنے پر ہیکو کامل قدرت حاصل ہے) اُسکے ساتھ اُسکا اثر بھی متحقق ہوگا۔ دیکھو موجب
کوئی شخص ایک جوڑے میں سے نہ کوڑا لے تو اُسکے پیچھے پیچھے مادہ بھی پھینچ جائیگی۔
لیکن باوجودیکہ تمکو ہدایت کر دی گئی تھی مگر پھر اس جال میں آ پھنسے اور توبہ کی آنکھوں میں
خاک جھونکری مگر جب تم نے مجذرت کی توجہ سجانے نے اپنی رحمت سے پھر عقد کشائی
کی اور کہدیا کہ جاہاگ دیکھ پھر ادھر اگر نہ پھٹکنا لیکن پھر جبکہ وہ نسیان جو پروانہ کی طرح گناہ
کی آگ پر عاشق ہے آوارہ ہوا یعنی تم پہلی توبہ کو بھول گئے تو وہ تمہیں آگ میں کھینچ لے گیا
اور گناہ میں مبتلا کر دیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ لے پروانہ نسیان و شک بس بہت
ہو چکی۔ اب تو جانے دے ذرا اپنے جلے ہوئے پر کو دیکھو اور پہلے معاصی کے نتائج کو پیش نظر کر
اور دوبارہ آگ میں گرنے سے بچ۔ یعنی بھول کی کوئی حد بھی اس غفلت کو چھوڑو۔ دیکھو جب
تم کو جن سجانے نے جال سے ہٹا دیا ہے تو تمکو اس انعام کا شکر کرنا چاہئے۔ اور شکر
اس کا یہ ہے کہ پھر دانہ کی طرف نہ گرو۔ تاکہ جب تم شکر کرو تو توجہ سجانے تمکو ایسی فزری
عطا فرمائیں جس میں نہ کوئی جال پوشیدہ ہو اور نہ کسی دشمن کا خطرہ ہو یعنی غذائے روح
یا غذائے جنت اُس نعمت کے شکر میں کہ اُسے تمکو دامِ بلسے رہائی عطا فرمائی ہے
تم کو جن سجانے کی نعمت کو یاد کرنا چاہئے اور اُسکے مقتضایہ عمل کرنا چاہئے۔ (یاد رہو کہ
اس مقام پر ایک دوسری توجہ بھی ہے وہ یہ کہ ”شکر اُن نعمت کے تال آزاد کر دے“
بدل یا غفلت بیان ہوا شکر کا جو بیت ہال میں ہے یا خبر ہو مبتداء محذوف کی یعنی وہ

اُن شکر شکر اُن نعمت ست کہ تال آزاد کرد لیکن تنے اب تک ایسا نہیں کیا تم بہت
 مرتبہ تکلیفوں میں اور مصیبت کے جال میں پھنسے اور یہ کہا کہ اے اللہ مجھے اس پہنڈے
 سے چھڑا دے تاکہ میں یوں اطاعت کروں اور یوں اپنے کام کروں لیکن جب حق سبحا نے اُس
 تکلیف سے نجات دی تو پھر دلیسے کے دلیسے ہی رہے جیسے تھے اور جبکہ تکو اس مصیبت سے
 چھوڑا دیا تو پھر تم اُسکو بھول گئے اور پھر اپنے کو اس ربائی اور راحت میں مست اور بیہوش
 کر لیا۔ ہمارا یہی مثال ہے جیسے ایک کتا کہ موسم سرما اُسکی ہڈیوں کو اکٹھا کر دیتا ہے
 اور سردی کی تکلیف سے وہ شکر کر دے اور بھاتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ مجھے اپنے اس
 جسم کی موافق جتنا کہ میں ہوں پتھروں کا ایک گھر ضرور بنانا چاہیئے اب تو جاڑے ہیں اور سردی
 کے مارے جان نکلی جاتی ہے گھر بنانا یہ کسے پوش سے ہاں جب گرمیاں آجائیں گی
 اُسوقت جاڑوں کیلئے اپنے پنجوں سے پتھروں کا گھر بناؤں گا پس جبکہ گرمیاں آتی ہیں اور
 اُسکا جسم اکٹھا ہوتا ہے اور ہڈیاں پھیل جاتی ہیں اور کہاں عمدہ ہو جاتی ہے تو خوب موٹا
 تازہ ہو جاتا ہے اور سایہ میں پاؤں پھیلا کر سو رہتا ہے اُسوقت وہ کاہل اور بے نیاز
 احمق اور خود رائے ہو رہا ہے اب جبکہ وہ اپنے کو خوب موٹا تازہ دیکھتا ہے تو کہتا ہے
 بھلا میں اب کس گھر میں سما سکتا ہوں اُس کا دل اب بھی اُس سے کہتا ہے کہ ارے گھر بناؤ
 تو اُس کا یہ جواب دیتا ہے کہ اب جہاں تو ہی بتائیں کس گھر میں سما سکتا ہوں اور یہ وہ عذر
 کر کے گھر نہیں بناتا بس بالکل یہی حالت تمہاری ہے کہ تکلیف کی وقت تو تمہاری حرص کی
 ہڈیاں سمٹ کر اکٹھی ہو جاتی ہیں اور شکر کر چھوٹی ہو جاتی ہیں اُسوقت تم کہتے ہو کہ مجھے
 توبہ کی ایک عمارت بنانی چاہئے تاکہ سرمائے مصائب و آلام و ہجوم سے نجات ملے لیکن
 جب وہ تکلیف جاتی رہی اور حرص موٹی تازی ہو گئی تو کتنے کی طرح گھر بنانے کا خیال تہہ را
 دل سے بھی جاتا رہتا ہے یہ نہایت نازیبا روش ہے لہذا اسے چھوڑنا چاہئے اور جب
 مصیبت سے نجات حاصل ہو جاوے تو شکر کرنا چاہئے کیونکہ نعمت کا شکر خود نعمت سے
 بھی اچھا ہے اسلئے کہ شکر مصیبت میں نہیں پڑتا اور صاحب نعمت مصیبت میں گر کر قدر
 ہو جاتا ہے۔ نیز شکر نعمت کی روح ہے اور نعمت اُس کا قالب اور یہ فرق اسلئے ہے کہ

شکر تکوین سبحانہ تک چھو نچا فیوالا ہے بر خلاف نعمت کے کہ وہ اکثر گمراہ کر دیتی ہے کیونکہ
نعمت کی غفلت پیدا ہوتی اور شکر سے ہوشیاری حاصل ہوتی ہے پس شکر نعمت افضل ہوا
نفس نعمت سے اچھا ہونے مانا کہ نعمت ہی پیہی چیز ہے لیکن نعمت بھی تو شکر ہی سے ملتی ہے
پس اگر تم نعمت خداوندی ہی کے طالب ہو تو اسکی تحصیل کا ذریعہ بھی شکر ہی ہے اسلئے
بھی شکر ضروری ہے شکر جو کہ خود بھی ایک نعمت ہے اگر تم کو حاصل ہو جاوے تو تم چشم
اور دو لہند ہو جاؤ گے اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دوسروں کو نعمت دے سکو گے اور تم
غذائے روحانی خوب پیٹ بھر کر کھاؤ گے یہاں تک کہ یہ جسمانی غذا کا زیادہ کھانا اور
اسکی تکلیف تم سے دور ہوگی پس تم حق سبحانہ کی نعمت کا شکر کرو تاکہ یہ منحوس سر تمہارا
چھوٹنے سے بچ جاوے شکر نعمت فراداں کو کہنچتا ہے اور ناشکری آدمی کو کافر
تک کر دیتی ہے۔

شرح شبیری

بارہا در دام حرص افتادہ خلق خود را در بریدن دادہ
یعنی بارہا تم دام حرص میں بڑھ چکے ہو اور اپنے خلق کو کاٹنے کیلئے تھے دید پایہ۔
بازت آں تو اب لطف آزاد کرو توبہ پدرفت و شمارا شاد کرو
یعنی اُس تو اب لطف نے تمکو آزاد کر دیا اور توبہ قبول کر کے تمکو خوش کر دیا یعنی تم نے بارہا
گناہ کر کے توبہ کی ہے اور حق تعالیٰ نے ہمیشہ تمہاری توبہ کو قبول فرمایا ہے اور تمکو خوش
کر دیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا ہے کہ۔

گفت ان عدتم کذا عدنا کذا نحن روجنا الفعّال بالجزا
یعنی فرمایا کہ اگر تم اس طرح لوٹو گے تو ہم اُس طرح لوٹیں گے ہمنے افعال کو جزائے ساتھ
ملادیا ہے یعنی فرمادیا ہے کہ اگر تم بھر گناہ کرو گے تو ہم سزا دیں گے اسلئے کہ ہمنے افعال کو
اُنکی جزائی ساتھ قرین کر دیا ہے تو جب فعل ہوگا اسکی مطابق اُسکی جزا بھی مرتب ہو جاوے گی آگے
ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

چونکہ جفتہ را بر خود آدم آید آن جفتش دو انہ لاجرم
یعنی جبکہ ہم ایک جفت کو اپنے پاس لادیں تو وہ دوسرا جو راہی یقیناً آویگا تو اسی طرح جب
افعال و جزا آپس میں جفت ہیں تو ایک کے آنے سے دوسری بھی آویگی۔
جفت کر دیم اس عمل را با اثر چوں رسد جفتہ رسد جفتہ دیگر
یعنی ہم نے ان اعمال کو اثر کی ساتھ جفت کر دیا ہے تو جب ایک جفت پھر پنے گی تو وہ دوسری
بھی پھر پنے گی۔

چوں را بید غارتے از جفت شو جفت می آید پئے اوشوی جوئی
یعنی جبکہ کوئی لوٹیر کسی جفت سے (اُسکے) شوہر کو اچک لے تو وہ جفت اُسکے پیچھے شوہر کو
تلاش کر تہ مونی آتی ہے۔ تو اسی طرح جبکہ اعمال اور جزا آپس میں جفت ہیں تو ایک کے
وجود سے دوسرے کا وجود ضروری ہے تو حق تعالیٰ نے یہ فرما دیا ہے مگر

بار دیگر سوئے اس دام آمدید خاک اندر دیدہ تو بہ زردید
یعنی تہ دوسری دفعہ (پھر) اس جال کی طرف آئی۔ اور دیدہ تو بہ میں تھے خاک جھونکدی۔ یعنی باوجود
اُسکے کہ اول تو یہ قبول کر کے یہ سب کچھ کھدیا گیا تھا مگر تھے پھر تو یہ توڑ دی

باز تے آن تو اب بکشود آں گرہ گفت ہیں بگرہ زرواں سوئہ
یعنی پھر اُس تو اب تمہاری گرہ کھول دی اور کھدیا ارے بہاگ اس طرف نہ مت کر۔

باز چوں پروانہ نسیان رسید جان تال را جانب آتش کشید
یعنی پھر جب نسیان کا پروانہ پھر پچا تو تمہاری جان کو (اُسنے) آتش کی طرف کہنچا۔

کم کن لے پروانہ نسیان و شکے در پر سوزیدہ منگر تو یکے
یعنی لے (ان شخص) پروانہ نسیان و شک کو کم کر اور تو ایک مرتبہ جلے ہوئے پر کو دیکھ لے۔

(پرسوزیدہ سے مراد معصیت کے نقیبات میں) مطلب یہ ہے کہ اس نسیان و شک کو
چھوڑ اور معصیت جو تجھے نقصان مثل ضعف وغیرہ کے پھر پچا ہے اُسکو دیکھ کہ اگر تو پھر کر گیا
تو پھر ہی ہوگا تو اس سے عبرت پکڑ اور آئندہ اُن افعال کا مرتکب مت ہو۔ آگے
فرماتے ہیں کہ۔

چوں رہیدی شکر آن باشد کہ پیچ سوئے آن دانہ غداری پیچ پیچ
یعنی جب تو چھوٹ گیا تو اُس کا شکریہ ہے کہ اُس دانہ کی طرف کبھی رغبت نہ رہے۔
تا تیرا چوں شکر گوئی بخشد اد روزی بے دام و بے خوف غدر

یعنی تاکہ جب تو شکر کرے وہ تجھے روزی بے دام اور بے خوف غدر مرحمت فرما دے مطلب
یہ کہ اُس چھوٹ جانیکا شکریہ تھا کہ تم کبھی پھر اس طرف کو رخ نہ کرتے اور جب تم اُس طرف کو رخ
نہ کرتے تو ان لذات و شہوات کو ترک کرتے تو حق تعالیٰ تم کو نہ لذت عطا فرماتے کہ جن میں ضرر کا
احتمال بھی نہ تھا

شکر آن نعمت کہ تان آزاد کرد نعمت حق را بہاید یاد کرد
یعنی اُس نعمت کے شکر میں کہ تم کو عذاب سے آزاد کیا نعمت حق کو یاد کرنا چاہئے۔۔
چند اندر رہنچا و در بلا گفنی از دام رہا کن ایخدا
یعنی کتنی مرتبہ تو نے رنج و بلا میں گہا ہے کہ لے (اللہ مجھ) اس وقت اس دام سے چھوڑا دے
تا جنیں خدمت کنم احسان کنم خاک اندر دیدہ شیطان کنم
یعنی تاکہ میں ایسی خدمت کر دوں اور احسان کر دوں اور دیدہ شیطان میں خاک ڈالوں۔ یعنی اُس
وقت خوب خوب دعارے کرتے ہو۔

چوں خلاصی داد حق نہ امتحان، بچناستی کہ بودی، بچناں
یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے تجھے اُس مصیبت سے خلاصی دیدی تو تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔
چوں رہا کردت فراموش کردیش جان خود را مست بہیش کردیش
یعنی جبکہ تجھے رہا کر دیا تو تو نے اُس (وعدہ) کو فراموش کر دیا۔ اور اپنی جان کو مست و
بہیش بنالیا (اور سارے وعدے و وعید بھول گئے) آگے اس وعدہ کرنے اور پھر بھولنے
کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

حکایت کتون کے جاڑوں میں نذر کرنیکی کہ جب می
آویگی تو جاڑے کیلئے گھر بنا دیں گے

سنگستان جمع کرد و استخوانش زخم سرما خورد گرداند چنانش
یعنی گنجا جائے میں اُسکی ہڈیاں جمع ہوتی ہیں اور جاڑے کا زخم اسکو اس طرح چھوٹا کر دیتا ہے
کو بگوید کایں قدر تن کہ منم خانہ از سنگ باید کرد غم
یعنی کہ نہ کہتا ہے کہ جتھور کہ میرا بدن ہی مجھے ایک گھر پتھر کا بنانا چاہئے یعنی جب بدن ستر جاتا ہے
تو کہتا ہے کہ میرا جسم دُبل پتلا تو ہے ہی لہذا ایک چھوٹا سا گھر مجھے کافی ہوگا اور کہتا ہے کہ
چونکہ تالستان بیابان میں یہ جنگ بہر سرما خانہ سازم ز سنگ
یعنی جب گرمی آوے گی تو میں اپنی ہاتھ سے سردی کے واسطے پتھر کا ایک گھر بناؤں گا۔
چونکہ تالستان بیابان کشاد استخوانہا میں گرد و پوست و
یعنی جیکہ گرمی آتی ہے تو خوشی کے مارے اُسکی ہڈیاں موٹی ہو جاتی ہیں اور کہاں بھی ہو جاتی ہے
زفت گرد پاکشد در سایہ کاہلی سیرے غرے خود رایہ
یعنی موٹا ہو جاتا ہے تو سایہ میں پاؤں پہنچتا ہے کاہل اور سیر اور مغرور اور خود رانی (ہو کر)
گوید اوچل زفت بیند خویش را در کہ میں خانہ گنجم لے کیا
یعنی جب اپنے کو موٹا دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ لے میاں میں کس گھر میں سماؤں گا۔
گویدش دل خانہ سازی عمو گوید او در خانہ کے گنجم بگو
یعنی اُس سے دل کہتا ہے کہ چچا گھر بنالے تو کہتا ہے کہ یہ تو بتا کہ میں کسی گھر میں کس طرح سماؤں گا
اے اس مثال کو مثل لہ پر منطبق فرماتے ہیں کہ۔

استخوان حرص تو در وقت درد ہم آید خورد گرد در نور
یعنی تیری حرص کی ہڈیاں درد کے وقت میں ہم برہم ہو جاتی ہیں اور لپٹکر چھوٹی ہو جاتی ہیں۔
گوئی از تو بہ سازم خانہ در زستان باشدم کاشانہ
یعنی (اُس وقت) تو کہتا ہے کہ میں تو بہ کا ایک گھر بناؤں گا کہ جاڑوں میں وہ میرے لئے کاشانہ
ہو جاوے

چون بشد رنج و شدت آں حرص فت ہچو سگ سودائے خانہ از تو ست
یعنی جب رنج جاتا رہا تو تیری حرص عظیم ہو گئی اور کتے کی طرح گھر کا خیال تجھ سے جاتا رہا۔

را اور پھر اسی طرح غافل ہو گئے تو ایسا نہ چاہئے بلکہ اُس رہا ہونے کا شکریہ یہ ہے کہ پھر بھی اُس کے
مترکب نہ ہو اور اس نعمت خلاصی کا شکر ادا کر داسلئے کہ

شکر نعمت خوشتر از نعمت بود شکر بارہ کے سوئی نعمت بود

یعنی شکر نعمت نعمت سے اچھا ہوتا ہے (اسلئے کہ) شکر نعمت کی طرف کب لیجاتا ہے۔

شکر جان نعمت جو پوست زانکہ شکر آرد ترا تا کوئی دوست

یعنی شکر تو نعمت کی جان ہے اور نعمت مثل پوست کے ہے اسلئے کہ شکر تو تم کو کوئی دوست
تک لاتا ہے

نعمت آرد غفلت و شکر انتباه صید نعمت کن بدام شکر شاہ

یعنی نعمت تو غفلت لاتی ہے اور شکر ہیاری لاتا ہے تو نعمت کا شکار شکر شاہ کے
دام میں کرو مطلب یہ ہے کہ شکر نعمت نعمت سے بہتر ہے اسلئے کہ دیکھو نعمت تو بعض مرتبہ
سبب ہلاکت کا ہو بھی جاتی ہے مگر شکر کبھی سبب ہلاکت نہیں ہوتا۔ تو تم یہ کرو کہ شکر کیا کرو
کہ شکر خود جالب نعمت ہے نعمت شکر کی بدولت خود تم تک دوڑتی ہوئی آو گی۔

نعمت شکر کند پر چشم و میر تا کنی صد نعمت ایثار فقیر

یعنی شکر جو ایک نعمت ہے وہ چشم پر چشم اور میر کر دیکھا یہاں تک کہ تم سو نعمتیں فقیر پر نثار
کر دو گے یعنی شکر سے اس قدر نعمت زیادہ ہوگی کہ خود تو رہو ہی گے مگر اور دل کو بھی دو گے

سیر نوشی از طعام و نقل حق تارود از تو شکر خواری و دوق

یعنی تو حق تعالیٰ کے طعام و نقل سے سیر ہو کر کہا دیکھا یہاں تک کہ تجھے شکر خواری اور دوق (باب)
جاتا رہیگا یعنی اس قدر نعمت ملیگی کہ پھر حوس نہ رہے گی۔

نعمت و باب را شکر و کنید تا سر منحوس خود را نشکنید

یعنی حق تعالیٰ کی نعمت کا شکر کرو تا کہ اپنے سر منحوس کو نہ توڑ لو۔

شکر جذب نعمت او فر کند کفر نعمت مرد را کافر کند

یعنی شکر کرنا نعمت وافر کو جذب کرتا ہے اور کفر ان نعمت انسان کو کافر کر دیتی ہے۔ (اور)
بہر شے کا شکر انگ ہے تو اس خلاصی کا شکر یہی ہے کہ پھر اُس کام کے مترکب نہ ہو

آگے بل سب کا حضرات انبیاء علیہم السلام کو نصیحت سے روکنے کا تعصیب ان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

<p>اچھے گفتی را دریں دہ کس بود کس نداند بر د بر خالق سبق ایں نخواستہ شد یگفت و گو و گر کہنہ را صد بار گوئی باش نو آب را گوئی غسل شویا کہ شیر پیشہ را گوئی کہ سوئے با درو یا کہ اکسیر شود چالاک شو آب کے گرد و غسل لے ارجمند خالق آب و تراب و خاکیان آب و گل را تیرہ روئی و نما کے تو اند آب و گل صفیٰ خرید کے کے گرد و بجمہدت چوں کہے</p>	<p>قوم گفتند اے نصوحان بس بود قفل بردہا مائے ما نہ ساد حق آتش ماہیں کرو آں تصویر گر سنگ را صد سال گوئی لعل شو خاک را گوئی صفات آب گیر نار را گوئی کہ نور محض شو قلب را گوئی کہ ز تر پاک شو ہیچ ازاں اوصاف دیگر گویں شوند خالق افلاک و ہم افلاکیاں آسمان را داد و دوران و صفا کے تو اند آسماں در دے گزید قسمتے کر دست ہر یک را رہے</p>
---	---

غرض کہ جب انبیاء علیہم السلام نے انکو بہت کچھ نصیحت کی اور جہتوں سے انکو منسوب کیا تو انہوں نے جبر کو دستاویز بنا کر چھپا چھوڑا ناچا ہا اور کہا کہ صاحب اگر اس کا دس میں کوئی شخص آپ کی بات ماننے والا ہو تا تو جس قدر آپ فرما لے میں وہ سب کافی تھا مگر کیا کیجئے کہ حق سبحانہ نے دلوں پر قفل

لگا دیا ہے کہ نصیحت کا اثر اُس میں پھونچتا ہی نہیں اور یہ کسی کی مجال نہیں کہ خدا کا مقابلہ کر کے اُس سے باری بجا کرے کہ اُس نے تو قفل لگایا ہے اور دوسرے شخص اُس کو توڑ دے جبکہ اُس تصور نے ہماری تصویر ایسی بنائی ہے تو اب وہ کسی صورت سے نہیں بدل سکتی آپ پتھر کو سو برس تک کہیں کہ قفل ہوا جاوے پڑے کو سو مرتبہ کہیں کہ تو نیا ہوا۔ آپ مٹی کو کہیں کہ پانی کی صفات اختیار کرے اور پانی سے کہیں کہ شہد ہوا۔ یا دودھ بنجا آگ سے کہیں کہ نور محض بنجا جلانے کی صفت چھوڑ چھوڑے کہیں کہ ہوا کے پاس جا کہوئے کہ کہیں کہ کہرا بنجا اکسیر ہوا۔ اور چھت و چالاک ہوا لیکن کہیں یہ صفات بدل سکتی ہیں ہرگز نہیں۔ پانی ہرگز شہد نہیں بن سکتا۔ افلاک اور ساکنین افلاک اور آب و خاک اور خاکیوں کے خالق نے آسمان کو چکر اور صفائی و طافرائی ہے اور آب و گل کو تیرگی اور عطا فرمایا ہے اب آسمان تیرگی اختیار نہیں کر سکتا۔ اور آب و گل صفائی حاصل نہیں کر سکتی غرض کہ ہر چیز کو اُسے ایک خاص روش عطا کی ہے جس سے وہ نہیں پھر سکتی چنانچہ اگر پھاڑ کو گولشش سے کا د بنانا چاہو تو ناممکن ہے۔

شرح شبیری

منکروں کا انبیاء علیہم السلام کو نصیحت کرنے سے منع کرنا اور جبریوں کے طریقت پر حجت لانا

قوم گفتند اے نصوحان بس بود انجہ گفتند اردیں وہ کس بود
یعنی قوم (سبا) نے کہا کہ اے نا صحو جو کچھ کہتے تھے کہا ہے اگر کوئی گاؤں میں اسنے والا ہو تو
کافی ہے یعنی اگر ہم تمہاری بات مانیں تو صفا نئے کلبے اس قدر کہنا کافی ہے مگر ہم کیا کریں
ہم سمجھ ہی نہیں سکتے اسنے کہ۔

قفل بردہ ہوائے بلنبہا و حق کس نذراند بردہ بر خالق سبق
یعنی حق تعالیٰ نے ہمارے قلوب پر قفل لگا دیا ہے اور خدا پر کوئی سبقت لیجا نہیں سکتا
انہو کے کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا ہمیں اس حالت میں رکھے اور ہم تمہاری مان کر دوسری

حالت بدل لیں) نقش ما این کرد آن تصویر گیر
اس نخواہد شد بگفت و گو دگر۔
یعنی اُس موصوّر نے ہمارا نقش ایسا ہی بنایا ہے تو یہ گفتگو سے متغیر نہیں ہو سکتا۔ (اس لئے کہ
اس کی تو ایسی مثال ہے کہ)

سنگِ اصد سال کوئی لعل شو کہنہ را صد بار کوئی ہاش نو
یعنی پتھر کو تیس ہزار سال تک تو کہہ کہ لعل ہو جا اور پڑا نے کو تھو مرتبہ کہہ کہ نیب ہو جا۔
خاک را کوئی صفات آب گیر آب را کوئی عمل شو یا کہ شیر
یعنی تو خاک کو کہے کہ پانی کی صفات لیلے اور پانی کو کہے کہ شہد یا دودن ہو جا۔
نار را کوئی کہ نور محض شو پشہ را کوئی کہ سیرے بلور
یعنی تو آگ کو کہے کہ نور محض ہو جا اور چھر کو کہے کہ ہوا کی طہت جا۔

قلب را کوئی کہ عین پاک شو یا کہ اکسیرے شود چالاک شو
یعنی کہوٹے کو تو کہے کہ تو عین پاک ہو جا یا کہ اکسیر ہو اور چست و چالاک ہو جا۔
یہ صبح ازان اوصاف دیگر گویں شوند آب کے گرد و غسل اے ارجمند
یعنی کیا ان میں سے کوئی متغیر ہو سکتی ہے اور اے برخوار پانی شہد کب بن سکتا ہے۔

خالق افلاک و ہم افلاکیان خالق آب و تراب و خاکیان
یعنی آسمان اور آسمان والوں کے خالق نے اور پانی اور مٹی اور خاکیوں کے خالق نے۔

آسمان را داد دوراں و صفا آب و گل را تیرہ روی و دعا
یعنی آسمان کو تو چکر کہا نا اور صفائی دی۔ اور آب و گل کو۔ تیرہ روی اور نشو و نما دیا۔
کے تو اندر آسمان در دیے گزید کے تو اندر آب و گل صفوت خرید
تو آسمان تو تیری گوی کو کب قبول کر سکتا ہے اور پانی اور مٹی صفائی کو کب لے سکتی ہیں۔

قسمتہ کرد دست ہر یک را رہے کے کہے گرد و بھرت چوں گے
یعنی ہر ایک کیلئے ایک راہ تقسیم کر دی ہے تو تمہاری کوشش سے پہاڑ تنے کی برابر کب
ہو سکتا ہے (تو بس اسی طرح حق تعالیٰ نے ہمارے لئے بھی اس حالت کو مقرر فرمادیا ہے

اب ہم اسکو بھی کیسے کہنے سننے سے بدل نہیں کہتے لہذا نصیحت کرنا فضیول ہے جب قبول
نے یہ کہا تو حضرات انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا کہ -

شرح حبیبی

انبیاء گفتند کارے آفرید	وصفہائے کہ نتاں زال کشید
وافرید او وصفہائے عارضی	کہ گے مبعوض می گرد و رضی
سنگ را گوئی کہ ز رشو بہود است	مس را گوئی کہ ز رشو راہ بہست
ریگ را گوئی کہ گل شو عاجز است	خاک را گوئی کہ گل شو جانرست
رنجہا دادہ است کا نرا چارہ نیست	آن بشل گنگے و فطس عی است
رنجہا دادہ است کا نرا چارہ بہست	آن بشل لقوہ و درد سرست
ایں دوا ہا ساخت بہر ایتلاف	نیست این درد و دوا ہا از گراف
بلکہ اغلب رنجہا را چارہ بہست	چوں بجد جوئی بیاید آن بدست

انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا کہ ہم انکار نہیں کرتے بیشک ایسے اوصاف بھی ہیں جنکے آگے
تسلیم خم کرنا پڑتا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اوصاف بھی ہیں جو قابل
تغیر ہیں مثلاً دیکھو کبھی ایک شے مبعوض ہوتی ہے اور وہی شے دوسرے وقت میں پسندیدہ ہو جاتی
ہے یہ مسلم کہ پتھر سے سونا ہوتے کی طلب لغو ہے کیونکہ اسمیں اسکی قابلیت ہی نہیں پیدا
کی گئی لیکن تانبے سے سونا بننے کی طلب مقبول ہے کیونکہ اسمیں قابلیت ہے ریت کو اگر چاہو
کہ پھول ہو جاوے تو ایسا نہیں ہو سکتا لیکن اگر مٹی کو یہ چاہو تو ممکن ہے علی ہذا امر اض بھی
حق سبمانہ نے دوسم کے پیدا کئے ہیں وہ بعض جنکا کوئی علاج ہی نہیں گوئیگا مادر زاد ہونا
یا ناک کا خلقت چپٹا ہونا یا مادر زاد اندھا ہونا ہے اور جو بعض امراض قابل زوال اور علاج

پیر میں نقوہ یا درد سر یا بخار وغیرہ ہیں چنانچہ دواؤں کو جو حق سبحانہ نے پیدا کیا ہے تو بخور
 نہیں پیدا کیا بلکہ انکو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ ان کو استعمال کیا جاوے اور ان سے امراض
 عارضہ کو زائل کیا جاوے بلکہ اکثر بیماریاں تو ایسی ہی ہیں جو قابل علاج ہیں۔ ہاں مگر کوشش
 کی ضرورت ہے جب کوشش کرو گے تو ایسی دوائیں مل سکتی ہیں جن سے انکو زائل کیا جاوے
 جبکہ امراض جسمانیہ کی حالت معلوم ہو گئی تو امراض روحانیہ کو بھی اسی پر تکیا کر لو۔

شرح شبیری

انبیاء علیہم السلام کا جبریلوں کو جواب

انبیاء گفتند کہ ارے آنکسرید وصفمائے کہ نشان زلال سر کشید
 یعنی انبیاء علیہم السلام نے فرمایا کہ ہاں حق تعالیٰ نے ایسے اوصاف پیدا فرمائے ہیں کہ ان سے
 کشتی نہیں کر سکتے (لیکن)

وافرید اوصفائے عارضی کہ گے مبغوض می گرد درضی

یعنی اہل اوصاف عارضی (یعنی) پیرا فرمائے ہیں کہ کبھی مبغوض پسندیدہ ہو جاتا ہے۔ یعنی
 ایک شخص مبغوض ہوتا ہے مگر پھر وہ پسندیدہ ہو جاتا ہے تو دیکھو اُسکے اندر مبغوض ہونیکا
 وصف عارضی تھا۔ حاصل یہ کہ بعض اوصاف تو بیشک ایسے ہی ہیں کہ ان سے سرتابی نہیں
 ہو سکتی مگر بعض ایسے بھی ہیں کہ بدل سکتے ہیں۔ آگے دونوں کی نظائر پیش فرماتے ہیں کہ۔

سنگ را گونی کہ ز رشو بہود ہست مس را گونی کہ ز رشو راہ ہست

یعنی لوہے کو اگر تو کہے کہ سونا ہو جاتو یہ ہو گئی ہے اور تانبے کو کہے کہ سونا ہو جاتو راہ ہے۔
 یعنی مس کو کہہ سکتے ہیں اسلئے کہ وہ ہو جاتی ہے تو اُسکو کہنا ٹھیک ہے۔

ریگ را گونی کہ گل شو عاجز ہست خاک را گونی کہ گل شو عاجز ہست

یعنی ریت کو اگر تم کہو کہ گار ہو جاتو وہ عاجز ہے اور مٹی کو کہو کہ گار ہو جاتو جائز ہے۔ (اسلئے کہ
 اُسکا گار بنا کر تاج ہے)

رنجما دادست کا نرا چارہ نیست آن مثل گئے و فطس علی امت

یعنی اکثر امراض ایسے دئے ہیں کہ جن کا علاج نہیں ہے وہ تو مثل گوگنے ہونیکے اور ناک چٹپی ہونیکے اور (مادر زاد) اندھا ہونے کے ہیں (کہ ان کا کوئی علاج ہی نہیں ہے)
 ریختہ باد دست کا زرا چارہ ہست آن بمثل لقوہ و درد سر است
 یعنی بعض امراض ایسے دئے ہیں کہ جھکا علاج ہے اور مثل لقوہ اور درد سر کے ہیں۔
 ایں دوا ہا ساخت بہر ایلتاف نیست این درد و دوا ہا از گران
 یعنی ان دواؤں کو الفت پکڑنے کیلئے بنایا ہے اور یہ درد اور دواؤں فضول نہیں ہیں۔ یعنی دواؤں کو
 امراض کیلئے مناسب بنایا ہے یونہی نہیں ہے کہ جودل میں آیا فضول ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ
 لگا دیا ہو۔

بلکہ اغلب ریختہ را چارہ ہست چوں مجد جوئی سیاید آن بدست
 یعنی بلکہ اکثر امراض کے علاج ہیں جب تم کو کشش سے تلاش کر دو یا تھا سکتے ہیں (تو بس
 جبکہ بعض چیزیں اپنی حالت سے خیر ہو سکتی ہیں اور امراض کا علاج ہو سکتا ہے تو تمہاری
 اس گمراہی کا علاج بھی ہو سکتا ہے اور تمہاری یہ حالت بدل بھی سکتی ہے ہاں اگر ان سے
 یہ کہا جاتا کہ تم فرشتہ بن جاؤ مثلاً تب تو یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم نہیں بن سکتے مگر اس میں ان کا یہ
 کہنا ظاہر ہے کہ غلط تھا) آگے پھر ان منکرین کے جواب کو نقل فرماتے ہیں کہ انبیاء کے جواب منکر
 انہوں نے دوبارہ اپنی محبت کو مضبوط کیا اور اُس پر دوبارہ دلیل لائے۔

شرح حبیبی

قوم گفتندے گروہ این ریختہ ما	نیست زال ریختہ کہ پذیرد دوا
ساہا گفتند زین افسول و پند	سخت تر میگشت زال ہر لحظہ بند
اگر دوار این مرض قابل بدے	آخر از دے ذرہ زائل شدے
سدہ چوں شد آب ناید در جگر	گر خورد دریا رود جائے دیگر
الاجرم آماں گیر و دست و پا	تشنگی را نشکند آن استفا

انبیاء گفتند نو میدی بدست
 از چنین محسن نشاید نا امید
 ای بسا کارے که اول صحبت
 بعد نو میدی بے امید باست
 خود گرفتیم که شما سنگین شدید
 هیچ مارا یا قبولی کار نیست
 اولی فرمود دست ما این بندگی
 جان برائے امر او داریم ما
 امر حق را ما گروه بے ریا
 غیر حق جان نبی را راه نیست
 مزد تبلیغ رسالتش از دست
 ما بریں و که ملولان نیستیم
 دل فرو بسته و ملولان کس بود
 دلبر و مطلوب با ما حاضر است
 در دل ما لاله زار و گلشن است
 داناتر و جوانیم و لطیف
 پیش ما صدان یک ساعت یک نیست

فضل و رحمتها و باری بید است
 دست در فراق این رحمت زنید
 بعد ازانی بکشاده شد سختی گذشت
 از پس ظلمت بے خورشید باست
 قفلهما بر گوش و بر دل برزید
 کار ما تسلیم و فرمان برد نیست
 نیست ما را از خود این گویندگی
 اگر بریگی گوید او کاریم ما
 می رسانیم این رسالت با شما
 با قبول و رد خلقش کار نیست
 زشت دشمن رو شدیم از هر دست
 تا ز بعد راه هر جا نیستیم
 که فراق یار و محبس بود
 در نثار حترش جان شاکر است
 پیری و پیر مردگی ما راه نیست
 تازه و شیرین و خندان ظریف
 که در از و کوه از ما منفک است

آن دراز و کوتی در جسمهاست
صد و نود سال آن اصحاب کف
وانگہ نمودن شان یک روز ہم
چون نباشد روز و شب یا ماه و سال
در گلستان عدم چون بخودی است
لم یزق لم یدر ہر کس کو نخورد
نیست موہوم اربے موہوم آن
دورخ اندر وہم چوں آرد ہشت
ہیں گلوئی خود مبر پدای ہماں
را بہاوی صعب پایاں بردہ ایم
ہیں بچہ شید از نجوم سدر راہ
ہر کہ مارا گشت پیر و باز رست
وانکہ نشنید از شقاوت پند ما

خود دراز و کوتہ اندر جان کجاست
پیش شان یک روز بے اندہ و
کہ بہ تن باز آمد ارواح از عدم
کے بود سیری و پیری و ملال
مستی از سغراق لطف ایزدی است
کے بوہم آرد جمل نفاس ورد
ہمچو موہومان شدے معدوم آن
ہیچ تابد روئے خوب از خاک شست
ہیچنین لقمہ سیدہ تاد بان -
رہ بر اہل خویش آسان کردہ ایم
زانکہ در ظلمت در دید و قعر چاہ
از عذاب نار و در جہنم شست
در عذاب جاودان شد مبتلا

انبیاء علیہم السلام کا جواب نہ کر چکے لوگوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ تو آپکو بھی تسلیم ہے کہ امراض
در قسم کے ہیں بعض ناقابل علاج اور بعض قابل علاج پس ہمارا مرض ان امراض سے نہیں
ہے جو قابل علاج ہوں اور دلیل اسکی یہ ہے کہ آپ حضرات نے برسوں پہلو تختیں کیں ام
منتر پڑ ہے مگر مرض بڑھ گیا جوں جون دو اکی اس سے ہمارے بندشوں میں اضافہ نہ
ہی ہوتا گیا اور ذرہ بہر بھی نہ آئی پس اگر یہ امراض قابل علاج ہوتے تو کچھ تو کمی ہوتی۔

دیکھئے جب جگر میں سہ پہا ہو جاتا ہے تو اس میں پانی نہیں پھونچ سکتا۔ خواہ وہ سمندر ہی کیونکہ نہ پینچا دے بلکہ وہ دوسرے مقامات پر جلا جاتا ہے اور اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پیراس تو نہیں بچتی جسکے لئے پیالگیا تھا بلکہ اور روگ پیدا ہو جاتا ہے یعنی ہاتھ پاؤں ورم کر جاتے ہیں۔ بس یہی حالت ہماری ہے اسپرانیہ آئے کہا کہ نا امید کی کوئی بات نہیں تم کوشش کرو۔ ان شاء اللہ سر اراض زائل ہو جا دگیا اسلئے حق سبحانہ کی رحمتیں اور اُنکے فضل عید ہیں اور ایسے صاحبِ مقام و اکرام سے نا امید ہونا زیبا نہیں تم کوشش کرو اور رحمت حق سبحانہ کو دستاویز بناؤ بہت سے کام استراؤ سخت ہوتے ہیں اُسکے بعد سب بہل ہو جاتے ہیں اور ساری شکلات دفع ہو جاتی ہیں اگر کیسے مرض کی حالت یاس تک پھونچ جاوے تب بھی واقع میں اُسکے لئے بہت اُمیدیں ہیں اور اگر ظلمتِ قلب انتہا کو پھونچ جاوے تب بھی واقع میں بہت سے آفتابِ معارف وغیرہ ہیں جو اسکو زائل کر سکتے ہیں۔ اچھا ہمنے فرض کیا کہ تم پتھر ہی ہو گئے اور تمہنے اپنے دلوں اور کانوں پر قفل لگائے ہیں کہ نہ تم ہماری نصیحتوں کو سننے ہو نہ سمجھتے ہو لیکن ہکو اسکی بھی کچھ پروا نہیں کیونکہ ہماری بغرض نہیں کہ تم خواہ مخواہ قبول ہی کرو۔ ہمارا اصل مقصد تو حق سبحانہ کی اطاعت اور اُسکے حکم کی تعمیل ہے۔ اُسنے ہکو اس خدمت پر مامور کیا ہے اسلئے ہم کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے کہ مایوس ہو کر اسکو چھوڑ دیں ہماری جان تو اُسی کی احکام کی اطاعت کیلئے ہے پس اگر وہ ہیں حکم دے کہ تم ریت میں کیستی کرو ہم کرنے کو موجود ہیں خواہ پسدا دار ہو یا نہ ہو ہم لوگوں کو دکھانا تو مقصود ہے نہیں بلکہ ہکو تو اطاعت مقصود ہے پس ہم اُس امر حق سبحانہ کے سبب جو ہکو ہماری تبلیغ کی بابت ہوا ہے یہ پیغامات تم تک پھونچاتے ہیں خواہ تم پر ان کا اثر ہو یا نہ ہو غیبِ سمجھ لو کہ انبیاء علیہم السلام کا دست تو صرف حق سبحانہ ہوتا ہے اسلئے اُنکو اُسکی اطاعت مد نظر ہوتی ہے اُنکو مخلوق کے رد و قبول سے کچھ سروکار نہیں ہوتا۔ اور اپنی پیغام رسانی کی اُجرت وہ اُسی کو خزانہ سے پاتے ہیں مخلوق سے وہ کسی نفع کے خواستگار نہیں ہوتے اور اپنے محبوب ہی کی خاطر لوگوں کی نظروں میں بُرے اور دشمن بنتے ہیں۔ نیز ہم لوگ نگاہ حق سبحانہ تک

پھونچے ہوئے ہیں اور چلتے چلتے اکتا نہیں گئے کہ بعد مسافت کے سبب تھک کر ہر جگہ بیٹھ
 جا یا کریں۔ دل تنگ اور ملول وہ شخص ہوتا ہے جو فراق یا ر کے قحیضہ میں ہو۔ مگر بعد اللہ رحمہ
 ایسے نہیں ہیں ہمارا مطلوب ہمارے پاس موجود ہے اور ہم اپنی رحمت بر سر ہمارے جسکی
 ہماری جان ہر دم شکر گزار کر رہے ہیں اور ہمارا دل باغ باغ ہے بڑے بڑے اور پڑمردگی کو
 ہمارے یہاں کوئی دخل نہیں۔ ہم ہمیشہ تر و تازہ جوان۔ پاکیزہ۔ شیرین۔ رخت واد
 خوش طبع ہوتے ہیں۔ ہمارے نزدیک سو برس اور ایک ساعت دونوں برابر ہیں اسلئے کہ درازی
 دو کوتاہی کو ہم سے کچھ واسطہ نہیں درازی دو کوتاہی کا تعلق اجسام سے ہے اور ہم سر پار روح میں۔
 روح میں درازی دو کوتاہی کہاں۔ دیکھو اصحاب کہف پر روحانیت غالب تھی اسلئے تین سو نو برس
 ان کے نزدیک ایک دن تھے جو بے غم و رنج گزر گئے اور جبکہ ان کی روح واپس ہوئی ہے اور وہ
 جاگے ہیں تو اس وقت ان کو اتنے سال ایک دن بھی نہ معلوم ہوئے اور جبکہ ہر کو ماہ و سال اور رات دن
 سے بھی غفلت نہ ہو اور جبکہ گلستان فناء میں ہم یا اصحاب کہف وغیرہ ہیں بخود اور جام شراب
 لطف خداوندی کی سستی ہو تو ہم لوگوں کی طبیعت کیسے پر سکتی ہے اور ہماری روح کیونکر بڑھی
 اور کمزور ہو سکتی ہے اور ہم کیسے اکتا سکتے ہیں جس نے یہ شراب نہیں پی اور اس کا مزہ نہیں چکھا
 وہ اس سے واقف نہیں ہو سکتا دیکھو پھول کی بو گوہ کے کیڑے کے وہم میں بھی نہیں آ سکتی
 اور وہ نہیں جان سکتا کہ خوشبو بھی کوئی چیز ہے پس تم اسے کیسے سمجھ سکتے ہو جب یہ معلوم
 ہوا کہ ہم جن سبحانہ سے اکتا نہیں سکتے تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہم تمہاری نصیحت کو نہیں چھوڑ سکتے
 کیونکہ ترک نصیحت ترک اطاعت حق ہے اور ترک اطاعت اکتانا ہے جو ہمارے لئے ناممکن ہے
 ہم جو کچھ اور غیبی کی نسبت بیان کرتے ہیں اسکو تم ہمارا دہم نہ سمجھنا اسلئے کہ اگر یہ بات وہی
 ہوتی تو اور وہ ہومات کی طرح یہ بھی فنا ہو جاتی لیکن یہ فانی نہیں پس وہ ہم بھی نہیں تم سوچو کہ وہ فانی
 کو آدمی ہشت کیسے سمجھ سکتا ہے اور بد صورت مور کا چہرہ کیونکر حسین معلوم ہو سکتا ہے جبکہ یہ
 نہیں ہو سکتا تو ہماری مرکات کو وہم کیونکر کہا جاتا ہے دیکھو کہنا ماوا اور جبکہ ایسی نفیس غذا ہماری
 منہ تک پہنچ گئی ہے تو ایسا کلا کلا کر اسکو معدہ میں جانے سے نہ روکو مانا کہ وہ غذا اس
 طرح معدہ میں نہ پھونچ سکی لیکن یہ یاد رہے کہ جان بھی نہ رہے گی پس تم اپنے کو ہماری

اضیعہ متول کی خدمت اندر باہر نہ ہند اور ہماری نصیحت نواہد اسے قبول کرو دیہو اس رستہ کی
کڑیاں خود اپنے اوپر اٹھا کر بہنے اپنے قلعین کیلئے اسکو آسان کرو یا ہے اب وصول الی اللہ کچھ
زیادہ دشوار نہیں رہا تم ذرا ہمت کرو انشا اللہ بہت آسانی سے پھونچ جاؤ گے ہم سعد
ستارے ہیں اور تم تاریکی ضلالت اور کنوئیں کی تہ میں ہو پس تم ہیکو راہ نمائند آؤ۔ یاد رکھو
جس نے ہماری پیروی کی عذاب دوزخ سے بچ گیا اور جنت میں جا بیٹھا اور جس نے اپنی بدعتی
سے ہماری نصیحت نہ سنی وہ عذاب ابدی میں مبتلا ہوا۔

شرح شبیری

اُن منکروں کا جبر یا نہ حجتوں کو دوبارہ کرنا

قوم گفتند کہ گروہ ایں رنج ما نیست زان رنج کہ بہ پذیرد دوا

یعنی قوم نے کہا کہ گروہ (انبیاء) ہمارا مرض اُن امراض میں سے نہیں ہے جو دوا کو قبول کرے۔
مطلب یہ کہ انبیاء نے جو کہا تھا کہ بعض امراض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اُن کا علاج ہو سکتا ہو تو تم بھی
اپنا علاج کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارا مرض ایسا نہیں ہے جو دوا کو قبول کرے اور اس کا فریہ
یہ ہے کہ۔

سہا ہا گفتند زیں افسون و پند سخت تر میگشت زان ہر لحظہ بند

یعنی سہا ہا سال تک تھے ان افسون و پند سے کہا (گمراہ) اس سے ہر لحظہ بند زیادہ ہی
ہوئی گئی۔ یعنی تھے اتنا سمجھایا مگر ہمارا انکار اور مانعیت قبول حق سے بیماری بڑھتی چلی گئی۔

گردوار ایں مرض قابل بدے آخر از دے ذرہ زائل شدے

یعنی اگر یہ مرض دوا کے قابل ہوتا تو اس میں کچھ فساد ہو سکتا تھا تو ہوتا مگر ہمارے مرض بڑھ
رہا ہے لہذا معلوم ہوا کہ لا علاج ہے اور ظاہر ہے کہ اُن کا یہ کہنا غلط ہے اسلئے کہ یہ تو اس وقت

ہے کہ جو جبکہ انبیاء کے کہنے پر عمل کرتے اور اسکے بعد مرض زائل نہ ہوتا تو کہتے کہ مرض لا علاج ہی
جب علاج ہی نہ کرے تو پھر اسکا لا علاج ہونا کہاں سے معلوم ہوا آگے اسکی ایک مثال دیتے ہیں کہ

سدہ چون شد آب ناید در دگر گر خورد دریا رود جائے دگر

یعنی سدا جب پیدا ہو گیا تو پانی جگر میں نہیں آتا اگر دریا بجا دے تو وہ دوسری جگہ چلا جاوے
 لاجرم آماں گیر دست و پا تشنگی ران شکن آن استقا
 یعنی لامحالہ ہاتھ پاؤں آماں اختیار کرتے ہیں اور وہ پانی پینا تشنگی کو نبھاتا نہیں ہے
 (تو چونکہ ہمارے اندر اسکے قبول کرنے سے مانع موجود ہے۔ لہذا ہمارے اندر یہ نصیحت وغیرہ اثر
 نہیں کر سکتی) آگے حضرات انبیاء علیہم السلام کا جواب ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا جبر لوں کو دوبارہ جواب دینا

انبیاء افتخار نو میدی بدست فضل و رحمتاؤ باری بی دست

یعنی انبیاء نے فرمایا کہ نا اُمیدی بُری ہے (اسلئے کہ) فضل و رحمت حق تو بیکرد ہے۔

از جنین محسن نشاید نا امید دست در فراک این رحمت زبند

یعنی ایسے محسن سے نا اُمید نہونا چاہئے۔ اور اس رحمت کے فزاک میں ہاتھ مارو و مطلب
 یہ کہ انبیاء نے فرمایا کہ حق تعالیٰ سے نا اُمید نہونا چاہئے بلکہ فزاک رحمت میں ہاتھ مارو تاکہ رحمت
 حاصل ہو جاوے اور نا اُمیدی بہت بُری چیز ہے۔ نا اُمید ہرگز نہوا سئلے کہ۔

لے بسا کارو کہ اول صعب گشت بعد ازان بکشادہ شد سختی گذشت

یعنی بہت سے وہ کام کہ اول سخت ہوئے اور اسکے بعد کھل گئے اور سختی گذر گئی (تو ٹکوجی چاہئے
 کہ نا اُمید نہوا ممکن ہے کہ پہلے مرض کا علاج نہ ہو اور اب ہو جاوے)۔

بعد نو میدی بسے اُمید باست از پس ظلمت بسو خورشید باست

یعنی نا اُمیدی کے بعد بہت سی امیدیں ہیں اور ظلمت کے بعد بہت سے خورشید ہیں (لہذا نا اُمید
 بہت ہو) ایک جواب تو یہ دیا آگے ایک دوسرا جواب فرماتے ہیں جبکہ غلامِ صید ہے کہ کہنے مانا کہ
 تم قبول نہیں کرتے مگر سچو اس سے کیا غرض تم مانو یا نہ مانو ہم تو اس کام کو حکم حق سمجھ کر کرتے ہیں۔
 خدا کا حکم ہے کہ تبلیغ کرو کرتے ہیں چاہے کوئی سُنے یا نہ سُنے۔ آخر سُرخ تکی ہی مضمون
 ہے فرماتے ہیں کہ۔

خود گرفتہ کہ شما سنگین شدید قفلہا برگوش و برہل برزید

یعنی میں نے فرض کر لیا کہ تم سنگین (دل) ہو گئے ہو اور گوشتی دل پر تم نے قفل لگا لئے ہیں۔

بہ سچ مارا با قبولے کا نیست کار ما تسلیم و فرمان بر و نیست
یعنی ہکو بالکل کسی قبول سے کام نہیں ہے۔ ہمارا کام تسلیم اور حکم بجالانا ہے۔

امر حق را ما گر وہ بے ریا می رسائیم این رسالت با شما
یعنی ہم گر وہ بے ریا امر حق کیلئے اس رسالت کو تم تک پہنچاتے ہیں۔ مطلب کہ ہکو حکم حق ہے
کہ چھو چٹاؤ تم چھو پچاتے ہیں چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے اسلئے کہ۔

غیر حق جان نبی را یا نیست با قبول و رد خلق کا نیست

یعنی جان نبی کیلئے سوائے حق تعالیٰ کے کوئی یا نہیں ہے اُسکو مخلوق کے قبول و مردود کرنے سے
کام نہیں ہے یعنی نبی کا یہ کام نہیں کہ وہ یہ دیکھے کہ میں کوئی قبول کرتا ہے یا نہیں اُسکے لئے تو
کام کرنے کیلئے یہ حرکت کافی ہے کہ خدا کا حکم ہے کہ تبلیغ کرو پس وہ پہنچاتا ہے

مرد تبلیغ رسالتش از دوست زشت و دشمن او شدید از ہر دوست
یعنی اُسکے احکام کی تبلیغ کی مزدوری اُسی کی طرف سے ہے اور ہم بُرے اور دشمن مرد دوست کے
واسطے ہو گئے ہیں۔

ما برین درگہ ملولان نیستیم تاز نجد را ہر جا نیستیم
یعنی ہم اس درگاہ پر ملول نہیں ہیں تاکہ نجد راہ کی وجہ سے ہر جگہ کڑے ہوں یعنی ہم ملول نہیں ہیں
کہ اس کام کو سخت سمجھ کر بار بار شہرین اور حلیکین اس کام میں ہم محسوس و خرم ہیں اسلئے کہ۔

دل فرو بستہ و ملول آنکس بود کز فراق یار در محبس بود
یعنی دل مقبض اور ملول تو وہ شخص ہو جو کہ فراق یار کی وجہ سے محبس میں ہو۔

دلبر و مطلوب با ما حاضر است در شمار حش جان شاگرد است
یعنی ہمارا دلبر اور مطلوب ہماری ساتھ موجود ہے اور اُسکی رحمت کے نثار کرنے سے ہماری
جان شاگرد ہے یعنی چونکہ اُس طرف سے ہر دم رحمت بر سر رہی ہے تو اسکا شکر ہماری جان
کے رہی ہے تو جب وہ ہر دم ہماری ساتھ ہے پھر ہم ملول اور مقبض کیوں ہوں

درد ملالہ زار و گلشنہ است پیری و پڑمردگی را راہ نیست

یعنی ہمارے دل میں ایک لالہ انداز اور ایک شمس ہے کہ پیری اور پڑھ دگی کو (ہمارے اندر) راہ نہیں ہے
یعنی اس قرب محبوب کی وجہ سے ہمارے اندر ایک ایسا باغ کھلا ہوا ہے کہ ہمارے اندر پڑھ دگی اور
کل پیدا ہی نہیں ہوتا۔

دا کا تر و جوانیم و لطیف تازہ و خندان و شیرین ظریف
یعنی ہم ہمیشہ تر و تازہ اور جوان اور لطیف ہیں۔ تازہ ہیں اور خندان اور شیرین اور ظریف ہیں۔
مطلب یہ کہ ہمیشہ خوش و خرم ہیں۔

پیش ما صد سال یک ساعت کیست کہ دراز و کوتہ از ما منفک است
یعنی ہمارے سامنے سو برس اور ایک گھڑی ایک ہے کیونکہ دراز و کوتہ ہم سے الگ ہے۔ مطلب یہ کہ
خوش رہنے اور طول نہ ہونیکے اعتبار سے ہر کو ایک ساعت اور سو برس برابر ہیں کہ نہ ہم ایک
ساعت میں طول ہوں اور نہ سو برس میں اسٹے کہ یہ زمانہ کا طول قصر ہمارے پاس ہے ہی نہیں
بلکہ ہم سے ایک طرف ہوا سٹے کہ۔

آن دراز و کوتہی در جسمہاست خود دراز و کوتہ اندر جان کیاست
یعنی وہ درازی اور کوتاہی تو اجسام میں ہے اور جان میں دراز و کوتاہ کہاں ہے۔ مطلب یہ کہ
روح تو مجرد ہے اس کے اندر زمانہ کے طول و قصر کا اعتبار نہیں ہے تو چونکہ انبیاء و علیہم السلام میں
روحانیت بڑھی ہوئی ہوتی ہے لہذا فرماتے ہیں کہ ہم طول و قصر زمانہ سے الگ ہیں ہمارے اوپر اس کا
اثر نہیں ہوتا۔ اس طول و قصر کے موثر نہ ہونے کی ایک نظیر فرماتے ہیں کہ۔

صد و نہ سال آن اصحاب کہف پیش شان یک روز بے اندوہ و ہف
یعنی تین سو نو برس ان اصحاب کہف کے ان کے سامنے ایک دن بے رنج و غم کے تھا۔ یعنی دیکھو
اصحاب کہف کہ تین سو نو برس تک سوئے مگر چونکہ ان کے اندر روحانیت غالب تھی لہذا انکو وہ مدت
ایک دن کی برابر معلوم ہوئی جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔

وانگے نمودن شان یک روز ہم کہ بہ تن باز آمد ارجاع از علم
یعنی اس وقت انکو ایک روز بھی نہ معلوم ہوا جبکہ ارجاع بدن میں واپس آئیں مطلب یہ کہ ان پر نور و علم
کا استغراق تھا کہ وہ تین سو نو برس کی مدت ان کو ایک دن سے بھی کم معلوم ہوئی جیسے کہ قرآن شریف

میں بحایت فرماتے ہیں کہ کمال قائل منہر عمر لثتم قالوا البشایہ ما اود بعض یوم تو دیکھو اول تو اس
دلت کو ایک دن کہا اگر میرے اسیں بھی شبہ ہو گیا اور برے کہ شاید ایک دن سے بھی کم ہم اس میں ٹھہر
ہیں تو یہ سب سوجھ سے تھا کہ اُنکے اندر روحانیت بڑی ہوئی تھی اور روح زمانہ کی مقید ہوتی نہیں بلکہ
انکو زمانہ کا طول کچھ طول کن نہ تھا اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام بھی فرماتے ہیں کہ ہم طول زمانہ
سے طول نہیں ہوتے

چون بنا شد روز و شب با ماہ و سال کے بوسیر و پیری و ملال
یعنی جبکہ روز و شب مع ماہ و سال کے نہیں ہوتا تو کب سیری اور پیری اور ملال ہو گا۔ یعنی جب طاعت
غالب ہے اور اس اعتبار میں روز و شب وغیرہ کچھ ہوتا نہیں ہے تو پھر ملال نہ پڑے گا اور کبھی نہیں ہوتی
در گلستان عدم چون بخود نیست مستی از سغراق لطف این ولایت
یعنی گلستان عدم میں جب تم بخود نہ ہو اور لطف حق کی شراب کی وجہ سے مستی ہے (تو بہلا پھر ملال
کہاں ہو سکتا ہے)

لم یذق لم یدر ہر کس کو بخورد کے بوجہم آرد جمل انفس ورد
یعنی جسے کہا یا نہیں وہ (مصدق) لم یذق لم یدر (کا ہے) اور گوہ کا کیرا گلاب کی خوشبو کو کب ہم
میں لاسکتا ہے مطلب یہ کہ جسے ابھی چکھا تھا اس کی تو وہ حالت ہے کہ جسے نہ چکھا اسے نہ جانا تو پھر
تم اس کی لطف سے بھی واقف نہیں ہو اور جطر کہ گوہ کا کیرا گلاب کی خوشبو کا قصیر نہیں کر سکتا اسی
طرح تم اس کی لطف اور طول نہ چو نیک اندازہ نہیں کر سکتے۔ اب کوئی کہتا ہے کہ یہ سب
دہم ہے کہ سوچ لیا کہ مستی ہے تو مستی ہو گی ورنہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہے اسکا جواب
فرماتے ہیں کہ۔

نیست موبوم اربدے موبوم آن ہچھو موبوم ان شدے موبوم آن
یعنی موبوم نہیں ہے اور اگر وہ موبوم ہوتا تو نسل اور موبوموں کے یہ موبوم ہو جاتا۔ یعنی جطر کہ
اور موبوم چیز بن ہوتی ہیں کہ ان کا وجود بہت تھوڑی دیر کا ہوتا ہے اور پھر فنا ہو جاتی ہیں اسی طرح
اگر یہ حالت موبوم ہوتی تو فنا ہو جاتی۔ مگر اس مستی کا اثر نہایت زیادہ ہوتا تھا رہا ہے کہ موبوم نہیں
بلکہ واقعہ میں کچھ ہے ورنہ آخر وہم کہاں تک چلتا آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

دورخ اندروہم چون آرد بہشت بیج تابد روئے خوب خاکِ شست
یعنی وہم دورخ کو بہشت کس طرح کر دیگا۔ اند کیا روئے خوب ایک بھونڈے سحر سے ظاہر ہو سکتی
مطلب یہ کہ جو شے واقعی ہو اسکو وہم میں بھی نہیں لاسکتے اسلئے کہ دیکھو مصیبت کو راحت کس طرح فرض
کر دے گے یا ایک بھونڈی صورت کے سورا کی حسین اور خوب دس طرح فرض کر لو گے اور اگر فرض کر لیا
بھی اور تصور باندہ بھی لیا تو وہ تصور بھی تھوڑی دیر میں جاتا رہیگا اور یہ حالت بڑھتی ہے اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ حالت واقعی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہین گلوئے خود بہرید ای ہمان این چنین قلمہ سیدہ تادہان
یعنی ہاں لے چو دہر یہ اپنے گلے مت کاٹو ایسا قلمہ منہ تک چھونچا ہوا ہے۔ یعنی ہلاکت قریب آگئی ہے
اب تم اسکو قبول کر لو اور انکار مت کرو ہلاکت ہو۔

راہ ہائے صعب پایاں بزدہ ایم رہ بر اہل خوش آسان کردہ ایم
یعنی مشکل راہ میں تو ہم ختم کیجئے ہین اور راستہ کو اپنے اہل پرہتے آسان کر دیا ہے مطلب یہ کہ
جو خود کامل ہوتے ہیں اور مکمل بھی ہوتے ہیں وہ اول خود اپنے اوپر مشکلیں برداشت کرتے ہیں
اور خود سارے کام کر کے اور ان میں تجربہ حاصل کر کے دوسروں کیلئے آسانیاں کر دیتے ہیں تو
اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام نے اول خود مشکل کام تو ختم کر لئے۔ اب فرماتے ہیں کہ راہ ہلاکت
کو ٹھہرا کر آسان کر کے پیش کرتے ہیں۔

ہین بجز سید از نجوم سدر راہ زانکہ در ظلمت درید و قمر چاہ
یعنی راستہ نجوم سحر سے راہ تلاش کر داسلئے کہ تم غفلت ہو اور قمر چاہ میں ہو۔ یعنی ہمارا اتباع
کر دو اور ہماری پیروی اختیار کرو تو قلاح پاؤ گے۔

ہر کہ مارا گشت پیرو باز دست از عذاباں و درخت نشست
یعنی جو شخص کہ ہمارا پیرو ہو گیا وہ عذاباں سے چھوٹ گیا اور جنت میں بیٹھ گیا۔

وانکہ شنید از شقاوت پند ما در عذاب جاودان مشر مبتلا
یعنی اور جس نے کہ بد بختی کی وجہ سے ہماری نصیحت نہ سنی وہ عذاب جاودانی میں مبتلا ہو گیا۔ رجبا مبتلا
علیہم السلام نے یہ فرمایا تو قوم نے دوبارہ اس کا جواب دیا کہ۔

شرح شبیری

قوم گفتند ار شما سعد خود دید	نخس مائید و ضد دید و مرتدید
جان ما فارغ بد از اندیشها	در غم افکندید مارا و عنا
ذوق جمعیت که بود و اتفاق	شذو قال بد شما صد اقراق
طوطی نقل و شکر بودیم ما	مرغ مرگ اندیش گشتیم از شما
هر کجا افسانه غم گستری است	هر کجا افسانه مستنکری است
هر کجا اندر جهان فال بدی است	هر کجا نسخ نکالے موخدی است
در مثال و قصه و فال شما است	در غم انگیزی شمارا مشتها است

آہنوں نے کہا اگر آپ سعدین تو اپنے لئے ہمارے واسطے تو آپ منحوس مخالف اور مرتدین کیونکہ ہماری جلان تفکرات سے خالی تھی آپ لوگوں نے ہکو غم اور تکلیف میں ڈال دیا جو ذوق جمعیت اور اتفاق ہمارے لئے حاصل تھا آپ کی فال بد سے پارہ پارہ ہو گیا اس کے پیشتر ہم طوطی نقل شکر خوار تھے اب ہکو موت ہی کا اندیشہ رہنے لگا جہاں کہیں غم پھیلائے گا قصہ اور جہاں کہیں بھی کوئی ناشی ہے اور جہاں کہیں بھی کوئی نال بد ہے اور جس جگہ بھی کوئی نسخ عذاب یا گرفت ہے وہ ہمارے ہی مثال اور قصہ اور فال بد کی بدولت ہے (اس وجہ پر در شبیر ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ طریفہ پر اس وقت مطلب یہ ہو کہ ہر طرح کی رنجہ باتیں آپ لوگوں کے بیان میں موجود ہوتی ہیں لعل ہذا ہوا لفظ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مقصد ہی لوگوں کو غم میں مبتلا کرنا ہے۔

شرح شبیری

قوم کا اعتراض کو انبیاء علیہم السلام پر مکر کرنا

قوم گفتند ارشما سعد خود دید نخس مانید و ضد دید و مرتدید
یعنی قوم نے کہا کہ اگرچہ تم اپنے سعد ہو (مگر) ہمارے تو نخس ہو اور ضد ہو اور مرتدید ہو (نوذ بانشد)
جان ما فارغ بد از اندیشہا در غم افکندید ما را و عنا
یعنی ہماری جان اندیشوں سے فارغ تھی تم نے ہم کو مصیبت اور غم میں ڈال دیا۔ مطلب یہ کہ آرام سے
رہتے تھے تم نے اگر فضول فکر میں ڈال دیا کہ یوں ہو گا اس طرح باز پرس ہوگی وغیرہ وغیرہ اب کبھی نہیں
بھی شبہ ہو ہی جاتا ہے اور فکر لگ گیا۔

زوق جمعیت کہ بود و اتفاق شد ز فال زشت تان صد افتراق
یعنی جمعیت کا ذوق اور اتفاق جو تھا تمہاری فال بد کی وجہ سے سو افتراق ہو گئے مطلب یہ کہ سب ایک
تھے اور آپس میں اتفاق تھا تمہارے آنے سے سب میں چھوٹ پر گئی اسلئے کہ کچھ انبیاء کو مان گئے کچھ
متروک ہوئے کچھ مخالفت سے باز رہے اور کچھ مخالف ہی رہے تو یہ سارا افتراق انبیاء ہی کی وجہ سے ہوا
وہ کہتے تھے کہ انہوں نے اتفاق کو کہو دیا ہم کہتے ہیں کہ اگر سب ایمان لے آؤ تب بھی تو اتفاق ہو سکتا
ہے بلکہ اس اتفاق سے بدرجہا اونٹنی ہو گا کہ کہتے تھے کہ

طوطی نقل و شکر بودیم ما مرغ مرگ اندیش گشتیم ز شما
یعنی ہم طوطی نقل (خوار) اور شکر تھے تمہاری وجہ سے مرغ مرگ اندیش ہو گئے (کہ اکثر یہی فکر رہتی ہو)
کہ دیکھو مرے تو کیا ہو گا شاید یہی (انبیاء) صحیح کہتے ہوں

ہر کجا افسانہ غم گستری است ہر کجا آوازہ مستنکری است
یعنی جہاں کہیں کہ افسانہ غم گستری کا ہے اور جس جگہ مستنکری کا آوازہ ہے۔

ہر کجا اندر جہان فال بدی است ہر کجا مسخ و نگاہے موخدی است
یعنی جہاں کہیں جہاں میں فال بدی ہے اور جہاں کہیں مسخ یا کمال یا کبر و ہکڑ ہے (یہ سب)
در مثال قصہ و فال شما است در غم انگیزی شمار امشہا است
یعنی تمہاری قصہ و فال کی مثال ہے اور غم انگیزی میں تم کو رغبت ہے مطلب یہ کہ دنیا میں جو خرابی

اے کہیں آ رہی ہے وہ تمہاری خواست کا نمونہ ہے اہل تمہائے اندر ہے اور باقی سب نمونے ہیں (نور یا نشر)
آگے انبیاء علیہم السلام کا جواب ہے کہ۔

شرح حبیبی

انبیاء گفتند فال زشت و بد
گر تو جائے خفتہ باشی باخطر
مہربانے مہر تر آگاہ کرد
تو بگوئی فال بد چون میزنی
از میان فال بد من خود ترا
چون نبی آگاہ کنندہ است از نہاں
گر طیبے گویدت غورہ مخور
تو بگوئی فال بد چون میزنی
در منجم گویدت امروز هیچ
زانکہ نیکو نیست روز امروز ہاں
صدرہ اربینی دروغ اخترے
این نجوم مانشد ہرگز خلاف
آن طیب و آن منجم از گمان
دو دمی بینیم و آتش از کران

از میان جان تان دار و مدد
از دہا در قصد تو آید بسر
کہ بچہ زودار نہ از در ہات خورد
فال چہ بر جہ بین در روشنی
می رہا نم می برم سوؤ سرا
کو بدید آنچه ندید اہل چہاں
کہ چنین رنجے بر آرد شور و شہر
پس تو ناصح را موثق می کنی
آنچنان کارے مکن پند رسید
تا نگردی نادم و خاسر درال
یکدوبارہ راست آدمی خرے
صحتش چوں ماند از تو در غلاف
می کنند آگاہ ما خود از عیان
حملہ می آرد بسوئے منکران

تو بھی گوئی خوش کن ز مقال
ایکے نصیح ناصحاں را نشنوی
افعیے بر پشت تو برے رود
گویش خاموش غمگینم مکن
چوں زند افی دہان برگردنت
پس بدو گوئی بہمن بودا و فلان
یا ز بالا یم تو سنگے میزدی
او بگویدنے کہ می آزدہ
گفت من کروم جو افردی پسند
از لینی حق آن نشاختے

کہ زیان ماست قال شوم قال
قال بد باتت ہر جامی روی
اوز باے بیندت آگہ کند
گویدت خوش باش خود رفت این سخن
تلخ گردد جملہ شادی کردنت
چون نہ بدریدی گریبان فغان
تا مرا از جد نمودی آن بدی
تو بگوئی نے کہ شام کردہ
تار ہا نم من ترا زین خشک بند
مایہ ایذا و طغیان ساختے۔

انیہا علیہم السلام نے جواب دیا کہ بختو تم فال بد نکالنے کا الزام سیکو دیتے ہو فال بد کہ تو خود تمہاری
جان برابر مدھو بچا رہی ہے۔ دیکھو اگر تم خود خوش حالت میں کسی مقام پر سو رہے ہو اور اژدہا
تکھو ہلاک کرنے کیلئے تمہارے سر پر آچھوئے اسوقت ایک مشتق تکھو مطلع کرے کہ ارے جلدی
اٹھ ورنہ اژدہے نے تجھے کہا لیا۔ اسپر تو کہے کہ میان ایسی بڑی فال کیوں منہ سے نکالتے ہو تو وہ
اس کا جواب یہی دینکا کہ ارے منھوس فال کیسی تو اٹھ اور کوئی میں دیکھ لے کہ میں سچ کہتا ہوں یا
بد فال زبان سے نکال رہا ہوں۔ میں فال بد نہیں نکالتا بلکہ میں تو تجھے اژدہے سے چھوڑا کر
صحیح و سالم تیرے گھر بھونچا ناچا رہا ہوں اہ میں تجھ کو یوں ہی مطلع کرتا ہوں جس طرح ایک نبی
جو ان مصائب کا مشاہدہ کرتا ہے جسکا اہل عالم مثاہرہ نہیں کرتے۔ اپنی اُمت کو ان مصائب سے
مطلع کرتا ہے یا یوں سمجھو کہ اگر کوئی طیب ہے کہ دیکھو کچے انگور نہ کہا تا ورنہ فلاں بیماری زور

کر جائیگی اسپر تم ہو کہ حکیم صاحب آپ فال بد منہ سے کیوں نکالتے ہیں آپکو ایسا نہ چاہئے تو یقیناً
یہ ہو گا اور اسکو تم بھی مانتے ہو کہ تم ایک خیر خواہ کو خطا مار ٹھہرا ہے ہو غور تو کرو کہ اگر کوئی بخوی یہ کہے
کہ دیکھو آج کسی کام کا سرگزشتہ نہ کرنا کیونکہ آج کا دن اچھا نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ تم بعد کو بچتا دو اور
نقصان اٹھاؤ تو وہاں تم یہ نہ کہو گے کہ آپ بد فال کیوں منہ سے نکالتے ہیں وہاں تو ہماری
حالت یہ ہوتی ہے کہ اگر تم سومر تہ بخوی کی غلط بیانی کا تجربہ کر چکے ہو اور ایک مرتبہ اُسکی بات
صحیح بھی ثابت ہوئی ہے تو تم اُسکو قبول کر لیتے ہو پھر سچہ میں نہیں مانتے کہ جب ہماری پیشین گوئی ایک
بھی غلط ثابت نہیں ہوئی تو پھر تمکو ہمارے قول کی صحت میں کیوں شک ہے اور اُسکی صحت تم سے کیوں
مخفی ہے طیب اور ختم تو جو بیان کرتے ہیں محض ظن سے کہتے ہیں حسین صحت اور غلطی دونوں کا
احتمال ہے لیکن ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ مشاہدے کی بنا پر کہتے ہیں حسین غلطی کا احتمال ہی نہیں اور
ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہاں آگ ایک طرف سے منکروں پر حملہ آور ہو رہی ہے مگر با این ہمہ تمکو
طیب ختم کی باتوں کا یقین ہو رہا ہے اور جسے کہتے ہو کہ بس جی ایسی باتیں نہ کرو کہ یہ بد فال کی باتیں ہیں
اور ان سے تمکو نقصان ہو تا ہے دیکھو تم جو خیر خواہوں کی نصیحت نہیں سننے اور اُسکو بد فال کہتے ہو
یاد رکھو کہ وہ فال بد جہاں تم جاتے ہو تمہارے ساتھ ہوتی ہے اور ایک دن تمکو ایسا ضرر پہونچا گی
کہ تم سر پیکر کر رہو گے اور خیر خواہوں کی نصیحت کی قدر کرو گے فرض کرو کہ ایک سانپ تمہاری
کمر پر چل رہا ہے ایک شخص کو ٹھٹھے پر سے دیکھتا ہے اور تمہیں مطلع کرتا ہے تم اُسے کہتے ہو کہ میں جی
چپ رہے ہو خواہ خواہ پریشان نہ کرو وہ شخص کہتا ہے کہ بہتر ہے اور بات رفت گذشت ہو جاتی ہے
اُسکے بعد سانپ تمہاری گردن میں کاٹتا ہے اور جبکہ وہ کاٹتا ہے تو تمہارے نشے ہرن ہو جاتے
ہیں اور ہر خوشی تمکو بڑی معلوم ہوتی ہے اسوقت تم کہو گے کہ اے شخص آؤ ٹھیک کہتا تھا ارے تو ایک
دفعہ نصیحت کر کے خاموش کیوں ہو رہا۔ تو نے نا لہ و فریاد کر کے گریبان کیوں نہ پھاڑ لیا یا پھر سے
میرے پتھر کیوں نہ مارا تاکہ مجھے یہ بُرائی واقعی معلوم ہوتی۔ اور میں اُسکو دل لگی نہ سمجھتا اسپر وہ کہتا کہ
جی نہیں تم خواہ مخواہ پریشان ہوتے اسپر تم یہ ہی کہو گے کہ نہیں بلکہ میں بہت خوش ہوتا تھا وہ
یہ کہتا کہ میں نے تو ایثار سے کام لیا تھا اور تمکو نصیحت کی تھی تاکہ تمکو اس سخت چنڈے سے بچو اور
مگر تم نے اپنے پاجی بن سے اُسکی قدر نہ کی اور اُسکو تنہا تکلیف اور سرکشی کا ذریعہ بنا لیا میرا کیا قصور

پس تم انبیاء کی بالکل ایسی ہی حالت سمجھو انکی بات مانو اور ان پر بدنامی کا الزام نہ لگاؤ۔

شرح شبیری

انبیاء علیہم السلام کا انکو دوبارہ جواب دینا

انبیاء گفتند فال زشت و آید از میان جان نان دار و مرد

یعنی انبیاء نے فرمایا کہ فال زشت و بد تمہاری ہی جان کے اندر سے مرد کرتی ہے مطلب یہ کہ یہ فال بد سب تمہارے ہی اندر سے پیدا ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ فال ظان کہ محکم آگے اسکی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

گر تو جائے خفتہ باشی بے خطر از دو ہا در قصد تو آید بسر

یعنی اگر تو کسی جگہ پر بے کھٹکے سو رہا ہو اور از دو ہا تیرے (کہانے کے) قصد سے سر کی طرف سے آوے

مہربانے مرثرا آگاہ کرد کہ بچہ زور دار نہ از دو ہا ت خورد
یعنی کسی مہربان نے بچے آگاہ کیا کہ جلدی سے اٹھ ورنہ تجھے از دو ہا تے کہا لیا۔

تو بگوئی فال بد چون میزنی فال چہ برجہ بین دروشنی
یعنی تو کہتا ہے کہ کون فال بد بارہا ہے (تو وہ ناصح کہتا ہے کہ) فال کیا ہوتی ہے اٹھ اور روشنی میں دیکھ لے (اور کہتا ہے کہ)

از میان فال بد من خود ترا می رہا غم می برم سوئے سرا

یعنی ارے میں تو تجھے فال بد میں سے خود چھوڑا رہا ہوں اور گھر کی طرف لیجا رہا ہوں (مولانا فرماتے ہیں کہ)

چون نبی آگہ کندہ است از نہان کو بدید انچہ ندید اہل جہان

یعنی یہ پیشیدگی سے آگاہ کرینو الا شنبی ہی کے ہے کہ اُس نے دیکھ لیا ہے جو کہ اہل جہان نے نہیں دیکھا۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ اس ناصح نے از دو ہا کو دیکھ لیا ہے اور اس سوئے والیکو ڈرا رہا ہے اور وہ اسکو فال بد خیال کرتا ہے۔ اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام بھی کفار کو ناراض

سے ڈرا رہے ہیں اور انہوں نے تو اسکو دیکھ رکھا ہے مگر کفار نے نہیں دیکھا لہذا یہ اسکو نالی خیال کرتے ہیں آگ دوسری مثال ہے کہ

گر طیبے کو یدت غورہ مخور کہ چنین رنجے بر آرد شور و شر
یعنی اگر کوئی طیب ہے کہے کہ کچا انگور مت کھاؤ اسلئے کہ ایسا رنج شور و شر پیدا کرتا ہے۔ مطلب کہ اُسکے کھانے سے تکلیف نائند ہوگی۔

تو بگوئی فال بد چون میزنی پس تو ناصح را موخم می کنی
یعنی تم کہو کہ فال بد کیوں مار رہے ہو تو تم ناصح کو گھنگار ٹھہرا رہے ہو مطلب یہ کہ اُس طیب سے یہ کہتا کہ جناب آپ مرض کا نام کیوں لیں یہ تو فال بیٹے ایسا ہے گویا کہ تم اُس سے کہہ رہے ہو کہ گناہ کیوں کرتے ہو کچھ نصیحت کرتے ہو آگے تیسری مثال ہے کہ۔

در منجم گویدت امروز هیچ آنچنان کارے کن اندر هیچ
یعنی اور اگر منجم تجھے کہے کہ آج ہرگز ایسے کسی کام کو قصد میں مت کرنا۔ یعنی اُس کا قصد مت کرنا
تا نگر دی نادم و خاسر ددان زانکہ نیکو نیست روزا مردنہان
یعنی تاکہ تم اُس میں نادم اور خاسر نہو اسلئے کہ آج کا دن اچھا نہیں ہے۔

صدرہ اربعینی دروغ آخرے یک دوبارہ راست آید می خرے
یعنی سو بار اگرچہ تو نے سستاروں کا جھوٹ ہونا دیکھ لیا ہے اور دوبرتہ درست آتا ہے (مگر تو فریب لیتا ہے۔

این بخوم مالش ہرگز خلاف صحتش چون ماند از تور غلاف
یعنی یہ ہمارا بخوم کبھی خلاف نہیں ہوا تو اسکی صحت تجھے حجاب میں کس طرح رہ گئی۔ مطلب یہ کہ انبیاءؑ نے فرمایا بخوی تجھے کہتا ہے کہ اس کام کو مت کرنا ورنہ نقصان ہوگا اور سیکرڈن مرتبہ اُس کا غلط ہونا انکو معلوم ہو چکا ہے مگر وہ جو کہتا ہے اسکو مانتے ہو اور ہمارا جو یہ بخوم ہے یہ کبھی بھی غلط نہیں ہو مگر اسکو تم صحیح نہیں مانتے اور ہم جو کہتے ہیں کہ فلاں کام مت کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے تو اسکو غلط مانتے ہو یہ کیسے غضب کی بات ہے۔

آن طیب آن منجم از گمان می کنند آگاہ ما از خود عیان

یعنی وہ طبیب اور مخم تو لگان سے آگاہ کرتے ہیں اور ہم معائنہ سے یعنی انکل سے کہتے ہیں کہ نقصان ہوگا اور ہمتو اس نقصان کو دیکھ کر کہتے ہیں۔

دودمی بینیم و آتش از کراں حملہ می آرد لبوئے منکراں
یعنی ہم دھوین اور آگ کو ایک کنارہ سے دیکھ رہے ہیں کہ وہ منکوبین پر حملہ کر رہی ہے (تو اسکو دیکھ کر ہم تھک ڈراتے ہیں اور اس سے بچاتے ہیں)۔

تو بھی گونی خمیش کن زین مقال کہ زیاں ماست قال شوم قال
یعنی تو کہتا ہے کہ اس بات سے چپ رہ کیونکہ فال بد کی بات ہو کہ نقصان دیتی ہے (فرماتے ہیں کہ)

ایک نصیح ناصحان را شنوی فال بد با تست ہر جا میروی
یعنی اے شخص جو کہ ناصحوں کی نصیحت کو نہیں سنتا فال بد تو تیرے ساتھ ہے تو یہاں کہیں جاویگا یعنی جہاں بھی تو جاوے گا فال بد تیری ساتھ موجود ہوگی اسکی ایسی مثال ہے کہ۔

افغے بر پشت تو بر می رود اور با سے بلیندت آگ کہ کند
یعنی ایک سانپ تیری پشت پر چل رہا ہے تو وہ (ناصر) ایک کوئی پر سے دیکھ کر تھکوا آگاہ کرتا ہے۔

گویش خاموش غلگنم کن گویدا و خوش باش خود رفت این سخن
یعنی تو اس (ناصر) سے کہتا ہے کہ چپ رہ مجھے غلگن مت کہ تو وہ کہتا ہے کہ اچھا خوش رہا وہ یہ بات رفت گذشت ہو گئی یعنی جب اس نے تمہیں سانپ کی اطلاع کی تو آپ فرماتے ہیں کہ ایسی بات مت کہو رنج ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ بہتر ہے رہو اسی حالتیں ہمارا ہی کیا حرج ہے اب یہ بات تو ہو چکی اور تم اسی حالتیں رہے۔

چون زندا فی دہان برگردنت تلخ گردد جلد شادی گردنت
یعنی جبکہ سانپ تمہاری گردن پر مارے گا تو تمہارا سارا خوشی کراتلخ ہو جاوے گا یعنی تم جو کہتے تھے کہ مجھے غلگن مت کہ خوش رہنے و ذاک وہ ساری خوشی نکلے گی۔

پس بد و گونی ہمین بودای فلان چوں نہ بدریدی گریبان فلان

یعنی پھر تو اُس سے کہتا ہے کہ ارے میان کیا یہی تھا تو تنے خان میں گریبان کیوں نہ بھاڑ دیا۔
یا زہ بالا لیم تیرے سنگے می زدے تاہرا از جد نمودے این بدے
یعنی یاد پر سے تو نے پتھر مارا ہوتا۔ تاکہ مجھے یہ بدی جد سے دکھانا۔ مطلب یہ کہ اب اُس سے کہتی ہو
کہ میان تنے تو بڑی منانت سے کہا کہ تمہاری پشت پر سانپ ہے ارے میان میرا گریبان پہاڑ
ڈالتے یاد پر ہی سے ایک پتھر مارتے تاکہ مجھے معلوم ہوتا کہ تو صحیح کہتا ہے میں تو سمجھا کہ یونہی کہہ
لیے ہیں

او بگوید نے کہ می آزر دہ تو بگونی نے کہ شاد م کردہ
یعنی وہ کہتا ہے کہ نہیں تم آزر دہ ہوتے تھے تو تو کہتا ہے کہ نہیں (اب) مجھے تنے شاد کیا ہے
مطلب یہ کہ وہ کہتا ہے کہ نہیں بھلا میں کیسے عرض کرتا آپکو اور زیادہ رنج ہوتا۔ تو تو کہتا ہے کہ
اب مجھے آپ نے بہت خوش کیا ہے کہ جو سانپ سے کٹوا دیا۔
گفت من کردم جو انگری دی و پند تار یا خم من ترا زین خشک بند
یعنی ناصح نے کہا کہ میں نے تو جو انگری دی اور نصیحت کی تاکہ میں تجھے اس قید سخت سے چیرا دوں۔
از لیم می حق آن نشناختے مایہ اید او طغیان ساختے۔
یعنی لیم می کی دہر سے تو نے اُس کا حق نہ پہچانا اور (اُسکو) مایہ اید او طغیان بنالیا۔ اس کو اب میں
کیا کروں اور میری کیا خطا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

بد کند با تو چو نیکوئی کنے
کہ لیم ست و سازد نیکویش
ہر یکے را و عوض ہنفسد و ہند
بندہ گرد و ترالس با و فا
باز در دوزخ ندا شان رہنا

این بود خوئے لیمان دے
نفس را زین صبر میکن منحنیش
با کریمے گر کنی احسان سزد
بالیم چون کنی قہر و جفا
کافران کارند در نعمت جفا

که لیلمان در جفا صافه شوند
 مسجد طاعات شان خود دوزخ است
 هست زندان صومعه درویشیم
 چون عبادت بود مقصود از بشر
 آدمی راهست در هر کار دست
 ما خلقت الجن والانس این بخوان
 گر چه مقصود از کتاب آن فن بود
 لیک از مقصود این بالش نبود
 اگر تو میخی ساختی شمشیر را
 گر چه مقصود از لبشر علم و هدایت
 مقید مرد کریم اگر مست
 مر لیلمان را بزین تاسر نهند
 لاجرم حق هر دو مسجد آفرید
 ساخت موسی قدس در باب صغیر
 زانکه جباران بزد و سرفراز
 آنچنان که حق ز چشم استخوان
 این نیاسجده ایشان کنند

چون وفا بینند خود جانی شوند
 پای بند مرغ بیگانه فح است
 کاندان ذاکر شود حق را مقیم
 شد عبادت گاه گرد نکش سقر
 لیک از مقصود این مقید است
 چه عبادت نیست مقصود از جهان
 اگر تو اش بالش کنی هم می شود
 علم بود دانش داشت و سود
 بر گزیده بر ظفر ادبیر را
 لیک هر یک آدمی را معبد است
 معبد مرد لیثم اسفست
 مر کریمان را بده تا بر دهند
 دوزخ آنها را و اینها را مزید
 تا فردا آرند سر قوم زحیر
 دوزخ آن باب صغیرست و نیاز
 از شهان باب صغیر ساختن
 چونکه سجده کبریا را دشمنند

ساخت سرین دانگے محراب شان
 لائق این حضرت پا کے نیند
 آن سگان را این خزان خاضع شوند
 گرہ باشد شخم ہر موش خو
 خوف ایشان از کلاب حق بود
 ربے الاعلیٰ است و رد آن جہان
 موش کے ترسند ز شیران مصفا
 رو بہ پیش دیگ لیس و کاسہ لیس
 بس کن از شرعے بگویم دور دست
 حاصل آن آمد کہ بد کن ای کریم
 بالیم نفس چون احسان کند
 زین سبب بد کامل ز رحمت شاکرند
 بست طاغی بگل ز زرین قبا
 شکر کے روید ز املاک و نعم

نام آن محراب میر و پہلواں
 نیشکر نے لیک در صورت نیند
 شیر را عارست کو را بنگر و ند
 موش کہ بود تاز شیران ترسدا
 خوف شان کے ز آفتاب حق بود
 رب ادنی در خور این البہان
 بلکہ آن آہو تگان مشکاف
 اتش خداوند ولی نعمت نویس
 خشم گیرد میر و ہم داند کہ بست
 بالیمان تا ہند گردن لیم
 چون لیم آن نفس بد کفران کند
 اہل نعمت طاغی اند و ما کرند
 بست شاکر خستہ صاحب عبا
 شکر می روید ز بلوائے و سقم

ای مولانا فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی کشتی کا سبب یہ تھا کہ ان پر اقسام و احسانات کئے گئے
 کیونکہ پاجی لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب ان کی ساتھ نیکی کیجاتی ہے تو وہ اسکے عوض میں برائی
 کرتے ہیں جب یہ اصول معلوم ہو گیا تو دیکھو تمہارا نفس بھی پاجی ہے اور اسکو نیکی اس نہیں پس

تم اسکے ساتھ برائی کرنا اور نجات سے اسکو نڈھال کر دینا اسوقت یہ مطیع ہوگا۔ احسان کریم کے موافق ہے نہ کہ انیم کے۔ کہ ہمکے ساتھ جب احسان کیا جاتا ہے تو وہ اُس کا بدلہ اسات سوئیگیون کرنا کرتا ہے اور انیم کی حالت اُسکے برعکس ہے۔ اسپر جب سختی کیجاتی ہے اسوقت وہ وفادار غلام ہوتا ہے دیکھو کافر لوگ نعمتوں کے اندر تو ظلم و ستم کرتے ہیں اور ہرگز اطاعت حق پر آمادہ نہیں ہوتے مگر جب دوزخ میں جائیں گے تو اسوقت سربتکسر بننا پکاریں گے کیونکہ پاجیون کی عادت ہے کہ وہ سختی ہی سے ٹھیک ہوتے ہیں اور جب انکے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے تو اکثر بجاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی عبادت گاہ دوزخ ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ حیثی جاذب بدون جال کے قابو میں نہیں آتا۔ اور چور کی عبادت گاہ قید خانہ ہی ہوتی ہے۔ جہن کہ وہ خدا کو ہر وقت یاد کرتا ہے۔ نیز چونکہ آدمی کی پیدائش کا مقصد اطاعت حق سبحانہ ہے اور کفار دنیا میں عبادت و اطاعت کرتے نہیں لہذا انکے لئے دوزخ کو عبادت خانہ بنایا گیا کہ اچھا تم زبان عبادت نہیں کرتے تو یہاں کر دو اسپر یہ شبہ نہ کرنا کہ آدمی تو ہر قسم کے کام کرتا ہے پھر یہ کیسے کہا گیا کہ اُسکو عبادت ہی کیلئے پیدا کیا گیا ہے کیونکہ گو آدمی کو ہر کام میں دخل ہے لیکن سوائے طاعت کے اور کوئی کام مقصود اصلی نہیں۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے **وَاخْلَقْتُ الْإِنْسَانَ وَارِثًا لِّعِلْدٰنِ** اس کلام میں حق سبحانہ نے مقصود خلقت انسان کو نمسفر فرمایا ہے عبادت و اطاعت میں۔ پس معلوم ہوا کہ انسان کی خلقت سے عبادت کے سوا اور کوئی امر مقصود نہیں اور توضیح اسکی اس مثال سے ہوگی کہ کتاب سے مقصود علم ہے مگر بایں ہمہ وہ امر کام میں بھی آسکتی ہے مثلاً اگر تم اسکو تکیہ بنا لو تو بنجائگی اگر اُس سے روٹی پکاو تو پک جائیگی وغیرہ وغیرہ لیکن مقصود اس سے یہ نہیں کہ اُسکو تکیہ بنایا جاوے بلکہ مقصود اصلی علم عقل برایت اور نفع خاص ہے۔ پس اگر کتاب سے وہ کام نہ لیا جاوے جسکے لئے وہ ہے بلکہ اُس سے دوسرے کام لئے جائیں تو سراسر عداوت ہے علی ہذا تلوار کا مقصود اصلی اپنی حفاظت ہے اور اسکی ساتھ ہی کپڑے کا کام بھی آسکتی ہے۔ پس اگر تم اُسکو کہو نہ بنا لو تو گو یا کہ نفع کے مقابلہ میں تیرے بدبختی کو ترجیح دی اور اسکو اختیار کیا اس سے معلوم ہو گیا کہ انسان سے مقصود عبادت ہے اور مع آمادہ دوسرے کام بھی کر سکتا ہے لیکن اُس کا دوسرے کاموں میں نہ ہنک ہونا اسکی بدبختی ہے اب ہم کہتے ہیں کہ گو مقصود خلقت انسان سے معرفت حق سبحانہ اور اطاعت ہے لیکن ہر قسم کے آدمی کیلئے ایک

جدا گاہ مجید ہے پہلے آدمیوں کا مبدیہ عمل و انعام و اکرام ہے اور پاجیوں کا مبدیہ عمل تکلیف کیونکہ یہ عام
قاعدہ ہے کہ اگر پاجیوں سے اطاعت کرنا ہو تو اولاً مکینوں کو چاہئے تاکہ وہ مطیع ہو جاویں اور اگر پہلے
مانسوں سے کام لینا ہو تو پھر انعام و اکرام کرنا چاہئے تاکہ وہ کام دین اسی اصول کی بنیاد پر حق سبحانہ لے
دو مسجد بنائیں ایک دوزخ جو کافروں کیلئے ہے اور دوسری جنت جو مصداق ولدین امزید اور
عبادت گاہ مومنین ہے موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں ایک کھڑکی بنائی تھی تاکہ ذلیل لوگ آئیں
جسکین کیونکہ یہ لوگ متکبر و مغرور تھے حق سبحانہ کے سامنے سر جھکانے سے انکو عار تھی اسلئے انکے سرپوں
پر جھکوائے گئے پس دوزخ کو بھی اسی کھڑکی میں داخل اور محل حضور سمجھو وہ باب صغیر دوزخ ایسا ہی ہے جیسے
کہ دنیا میں بادشاہین کے گشت اور بیڑیوں کی انکے لئے کھڑکی بنائی گئی ہے کیونکہ جب اہل دنیا حق سبحانہ
کو سجدہ کرنے کے مخالف ہیں تو ان سے بادشاہوں کے سامنے سجدہ کر لیا گیا اور گوہ داؤں کو انکی عیب
عبادت بنالیا گیا جسکا لقب دنیا میں مغز اور بہاد وغیرہ ہے کیونکہ یہ کھت ناپاک اس درگاہ پاک کے قابل نہیں
ہیں کہ وہاں سجدہ کریں اسلئے ان کی محراب بھی وہی تھوڑی سی تھی جیسے یہ خود تھے یعنی گوہ داؤں اور گوہ کے تھیلے
یہ کئے اہل دنیا اگر ہوں کے سامنے تو ذلت اختیار کرتے ہیں مگر حق سبحانہ کی اطاعت انکو عار آتی ہے کیونکہ
قاعدہ ہے کہ چوبائی سے ڈرتے ہیں اور شیر سے نہیں ڈرتے حالانکہ دونوں میں کوئی بھی نسبت نہیں لگتی
یہ لوگ بھی حق سبحانہ کے کتوں (اہل دنیا) سے تو ڈرتے ہیں مگر حق سبحانہ سے جو کہ آفتاب جنتی ہیں نہیں ڈرتے
بلکہ ان سے اہل اللہ ڈرتے ہیں چنانچہ وہ سردار توں والا علی کہتے ہیں یعنی جو سب اسلئے وہ میل پروردگار ہے
انہی اہل حق ان کی خدمت میں زبان حال نہ لادتی کہتے ہیں یعنی ذلیلوں کو معبود بناتے اور ان کی پرستش کرتے
میں اور ہر ایک کا طریق اسکے موافق ہے کیونکہ کفارست و عنایت میں جو ہے کی مثل ہیں اسلئے وہ
حق سبحانہ سے نہیں ڈرتے جس طرح چو با شہیران جنگلی سے نہیں ڈرتا اہل اللہ اپنی پاکیزگی اور عبادگی میں
آہ و شک کے مثل ہیں اسلئے وہ حق سبحانہ سے ڈرتے ہیں جس طرح آہوئے شکشہ شیر سے ڈرتا ہے اب مولانا
کھانا کو مطلب کیے کہتے ہیں کہ او یہاں چائے والوں حق سبحانہ کے دربار میں تیار کیا گیا کام نہیں تم ہانڈی
چائے و انون ہی کے پاس جاؤ اور انہیں کو خداوند نادار دلی نعمت کھو و تمہارے مناسب اور تمہارے
مناسب گوشت خوردن ملے اب مولانا متنبہ ہو کر فرماتے ہیں کہ بس جی اسکو ختم کر دو کیونکہ اگر میں
مفصل شرح کروں گا تو معزز حضرات خفا ہوں گے کہ ہماری توہین کرتے ہیں یہ فقرہ بطور ظرافت کے

ہے نہ کہ بوجہ خوف کے) اور سمجھیں گے کہ ہم بھی کچھ ہیں تب ہی تو یہ ہماری طرف متوجہ ہیں گو برائی ہی کیساتھ
ہیں خلاصہ مقصد یہ ہے کہ بایچوں کی مطیع کرنے کیلئے ضرورت ہے کہ انکی ساتھ بُرائی کیجاوے تاکہ وہ مطیع
ہوں انفس کیساتھ کبھی سکوت نہ کرنا چاہئے اسلئے کہ جب کوئی اس پانچ کیساتھ احسان کرتا ہے
تو وہ بایچوں کی طرح ناشکری کرتا ہے یہی وجہ کہ مبتلائے تکالیف لوگ شاکر ہیں اور خوش عیش
لوگ کشر اور مکلاہین معزز طبقہ کے خوش و شک لوگ کشر میں ادکیل پوش خستہ حال
شکر گزار کہو نہ کہ ریاست اور نعمتوں سے شکر پیدا نہیں ہوتا بلکہ شکر سختی اور تکلیف سے پیدا
ہوتا ہے (یاد رکھو کہ یہ حالت اہل نفس لوگوں کی ہے نہ کہ اہل اللہ کی جو نفس کا خاتمہ کر چکے ہیں چنانچہ
خود ہماری تقریر سے واضح ہے پس اہل اللہ کے حال سے شبہ نہونا چاہئے)

شرح شبیری

این بود خوئے لیئمان نے بدکنند با تو چونیکوئے کنے

یعنی کینے لیئمنوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ ہماری ساتھ بُرائی کریں جب تم نیکی کرو۔

نفس را زین صبر می کن مخنیش کہ لیئم ست ولساز و نیکویش

یعنی نفس کو اس صبر سے منحنی کر کیونکہ لیئم ہے اسکو نیکی موانی نہیں ہے مطلب یہ کہ جب لیئمنوں کی

عادت معلوم ہوگئی اور نفس لیئم ہے لہذا اسکی ساتھ بھی بُرائی کر داور اسکو مجاہدات و ریاضات میں

کہنچو تب باز ہے گا۔ آگے فرمائے ہیں کہ

با کریمے گر کنی احسان سزد ہر یکے را و عوض بہ مقصد و ہد

یعنی اگر کسی کریم کے ساتھ احسان کرو تو لائق ہے کہ وہ ہر ایک کا سات سو بدلے دیگا یعنی ہمیشہ اس

احسان کو مانے گا اور تمہارا شکر گزار ہوگا

با ئیمے چون کنی قہر و جفا بندہ گرد و ترابس با ونا

یعنی کسی لیئم کیساتھ جب تو قہر و جفا کرے تو وہ تیرا غلام بہت بادقا ہو جاوے۔ آگے اسکی ایک مثال آئے

کافران کا رند و رنجت جفا باز و رند و رنج نداشتان ربنا

یعنی کافر لوگ جو کہ نسبت میں تو جفا لاتے ہیں اور پھر دوزخ میں ان کی ندامت یا ربنا ہوگی

کہ لئیان در جہاں صافی شوند چون وفا بینند خود جانی شوند
یعنی لئیم لوگ جہاں صافی ہو جاتے ہیں اور جب وفادار کہتے ہیں تو خود جفا کر نیوالے ہو جاتے ہیں مطلب یہ کہ
دیکھو کافر دنیا میں نعمت میں رہتے ہیں تو ہمیشہ کفر میں رہتے ہیں اور جب دوزخ جاؤ گی تو وہاں اللہ کو یاد
کرین گے تو یہ اسی لئے ہے کہ چونکہ وہ لئیم ہیں اسلئے کیسا تھ تو کافر ہے مگر جب اُن پر جفا ہوئی تو درست
ہو گئے آگے ایک تہہ سیریاں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون
تو جب غایت خلق عبادت ہے تو اس غایت کو ہر فرد بشر پر مرتب ہونا ضروری ہے تو ان میں سے بعض
افراد تو وہ ہیں کہ جنہوں نے طوعاً قبول کر لیا اور ان پر یہ غایت مرتب ہو گئی جیسے کہ مؤمنین مگر بعض وہ
ہیں کہ جنہوں نے یہاں نہ مانا اور اس غایت کا مرتب ہونا ضروری تھا تو حق تعالیٰ ان کیلئے دوزخ بنا لی کہ
وہ وہاں جا کر خلا کی یاد کر سینگے اور دوزخ میں ان پر یہ غایت مرتب ہوگی اور ان کا سبب بڑی آگ ہے کہ
فرماتے ہیں کہ۔

حکمت دوزخ کے اُس جہان میں اوزرندان کو اس
جہان میں پیدا کر نیکی یہ کہ تاکہ وہ منکروں کا عقوبت کیونکہ حکم ہواستیا
طوعاً و کرہاً تو جو طوعاً نہ آوے اسکو اسکو ذریعہ سے کر ہا لایا جاوے گا

مسجد طاعات شان خود دوزخ بہت پلے بند مرغ بیگانہ فح است
یعنی ان (لینوں) کی طاعات کی مسجد دوزخ ہے کہ چونکہ ہر مرغ بیگانہ کا پانے بہتر چال چو تلہ ہے مطلب یہ کہ دیکھو
پلاہوا جاوے تو مالک کے پاس خود آتا ہے اور جو بیگانہ ہو تلہ اسکو چال چو تلہ کے لئے مین تو جو
نومنین تھے وہ تو خود آگئے اور جو بچکاتے تھے انکو دوزخ و زندان کے ذریعہ لایا جاتا ہے کہ دیکھا گیا ہے
کہ اکثر زندان خودی میں جا کر بھی خدا کی یاد آجاتی ہے تو کفار کو اس ذریعہ سے عبادت میں لگایا جاتا ہے۔

ہست زندان صومعہ و زرد لئیم کا نذرانہ ذکر شود حق را مقیم
یعنی قید خانہ زرد لئیم کا عبادت خانہ ہے کہ چونکہ اُسکے اندر فاکر ہوں ہمیشہ کیلئے ہو جاتا ہے
چون عبادت بود مقصود از لبشر شد عبادت کا ہرگز نکش سقر

یعنی جبکہ عبادت ہی انسان سے مقصود تھی تو اگر بدن کشوں کی عبادت کا دوزخ ہو گئی

آدمی را بہست در ہر کار دوست لیک از مقصود این خدمت بہت

یعنی آدمی کو ہر کام کی استعداد ہے لیکن اُس سے مقصود یہی خدمت (عبادت) ہے

ما خلقت الجن والانس این بخوان جز عبادت نیست مقصود از بہمان

یعنی ما مخلوق الجن والانس کو تو پیدا کیا کہ وہ اپنے عبادت کے جہان سے کچھ مقصود نہیں ہے مطلب یہ کہ انسان

دیے دنیا میں سارے کام کرتا ہے مگر اسکی پیدائش سے اصل مقصود عبادت ہی کرتا ہے اب دوسری

کام ملتا ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ

گر چہ مقصود از کتاب آن فن بود گر تو اش باش کنی ہم می شود

یعنی اگر چہ مقصود کتاب ہے وہی فن جو کتاب ہے (جسکی وہ کتاب) مگر جو تم اسکو تکیہ کر لو تو یہ ہر کتاب ہے۔

لیک از مقصود این باش نمود علم بود و دانش و ارشاد و سود

یون لیکن اُس کتاب ہے یہ کیم بنانا مقصود نہ تھا (مقصود علم اور دانش اور ارشاد اور نفع تھا) مگر تکیہ

بنالیا تو یہی گئی ہر طرح انسان اگر اہر کام کر تہے تو وہ بھی ہو جاتے ہیں مگر اصل مقصود اسکی پیدا

کرنے سے اُس سے عبادت کرنا ہی تھا) آگے دوسری مثال ہے کہ۔

گر تو منی ساختی ششیر را بر گزیدی بر ظفر او ہیرا

یعنی اگر تو تھے تلوار کو کہ تیرا بنالیا تو منی بر او بار کو تو منی جس سے کہ نفع ہو تو اسکو ایسے کام میں لایا کہ

اسکو بیکار کر دیا۔ گو یا کہ او بار کو خرید لیا آگے فرماتے ہیں کہ

گر چہ مقصود از لثیم علم و بدلیست لیک ہر یک آدمی را معبدلیست

یعنی اگر چہ مقصود انسان سے علم و بدلیست ہے لیکن ہر ایک آدمی کا ایک معبد ہے۔

معبد مرد کریم اگر مت معبد مرد لثیم اسقمت

یعنی مرد کریم کا معبد تو اگر مت ہے (اور لثیم کا معبد اسقمت ہے یعنی کریم کا اگر کم کر دین اور شکر گزار ہو کر

ذیبا کام کرے گا۔ اور لثیم کو اگر جتنے کچھ بکھرتا ہے وہ بکھرتا ہے۔

مر لثیم را بزن تا بنسند مر کہ کان را بدہ تا بدہند

یعنی لثیم کو مار تا کہ اطاعت کریں اور کہ یوں کو دے تاکہ پیل دین نہ تو جب ہر ایک کچھ معبد دوسرے

تو جو حق تعالیٰ نے دونوں کیلئے الگ الگ مبدی بنایا ہے۔

لاہرم حق ہر دو مسجد آفرید دوزخ انہارا و اینہارا مرید
یعنی لامالہ حق تعالیٰ نے دونوں مسجدیں پیدا فرمائیں دوزخ ان کیستے اور ان کیلئے مرید یعنی اشتہا
کیلئے تو دوزخ کو مسجد بنا یا کہ وہ تو وہاں جا کر عبادت کر سیتے اور اگر مومن کیلئے جنت کو جہنم ہر دو
نعمت زیادہ ہو کہ وہ نعمت پاکر شکر گزار ہوں گے اور یہ عبادت ہی اپنی طرح کر سیتے آگے اُسکی ایک
نظیر بیان فرماتے ہیں کہ

ساخت موسیٰ مقدس در باب صغیر تا فردا زندہ سر قوم جہیر
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں ایک چھوٹا دروازہ بنایا تاکہ قوم کشمیر بچہ کرین۔
زانکہ جباران بدنہ و فاسق راز دوزخ آن باب صغیر ست دنیا ز
یعنی اسلئے کہ کن لوٹ جنت راستہ اور مسجد تھے تو دوزخ وہی صغیر اور نیاز ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام
نے بیت المقدس میں ایک چھوٹا سا دروازہ بنایا تھا تاکہ ہر ایک مسجد زمین کرتے وہ اس میں آکر چمکین
اور اس طرح ان کا سر چمکے تو اسی طرح حق تعالیٰ نے دوزخ کو بنایا ہے کہ جو ایک یہاں خدا کی یاد نہیں
کرتے وہ دوزخ میں جا کر خدا کو یاد کریں اور ماحقت انہی والا نسخہ کی غایت اس طرح ان پر مرتب ہو جاوے
آگے ایک مضمون بیان فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے جو ظالم اور جاہل پیدا کئے ہیں وہ اسلئے ہیں کہ
جو لوگ خدا کے سامنے سرنگوں نہیں وہ ان کے سامنے سر جھکا دیں اور انکو برا سمجھ کر ان کی تعظیم کریں
تو ان کا عجز معلوم ہو کہ خدا کے سامنے تو نہ نیچے بندوں کے آگے جھکنا پڑا۔

بیان میں اسلئے کہ حق تعالیٰ نے بادشاہوں کی صورت کو ان جباران
کے منہ پر ہونیکا سبب بنایا ہے جو کہ مسخر حق نہیں ہیں جیسا کہ موسیٰ
علیہ السلام نے باب صغیر المقدس میں جباران بنی اسرائیل
کے چمکنے کی واسطے بنایا تھا کہ جب اُس میں آویں تو عاجزی کریں
اور علم ہدایت کا داخل البانی ہو اور قلوب احوطہ الی آخرہ

آنجنابان کہ حق از محکم استخوان از شہمان باب صغیر و حسان

یعنی اس طرح حق تعالیٰ نے ہڈی اور گوشت کا بدباد شاہوں میں سے ایک باب صغیر بنایا ہے یعنی بادشاہوں کو
ہڈی اور گوشت کا ایک باب صغیر بنایا جو کہ جس طرح باب صغیر موسیٰ بن جابرین کو جھکنا پڑا تھا اسی طرح جو خدا
کے آگے جھکے ان کو ان بادشاہوں کے آگے جھکنا پڑتا ہے اب یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ بعض مرتبہ مقبولان
حق اور مطیعین کو بھی تو بادشاہوں کے سامنے جھکنا پڑتا ہے تو بھیرے غایت کماں رہی۔ بات یہ ہے کہ یہ
جو چکے ہیں تو کراہت کیسا تھا انکو تعظیم مقصود نہیں ہوتی بخلاف ان جبارین کے کہ وہ ان کی تعظیم کے
اعتبار سے چکے ہیں۔

اہل دنیا سجدہ الیشان کنند
چونکہ سجدہ کبریا را دشمنند

یعنی اہل دنیا انکو سجدہ کرتے ہیں چونکہ حق تعالیٰ کو سجدہ کرنے کے دشمن ہوتے ہیں۔

ساختہ گرین نامکے محرابشان
نام آن محراب میر و پہلوان

یعنی حق تعالیٰ نے ایک گودان ہے اس کو ان اشتیاقیئے محراب بنا یا ہے کہ وہاں جا کر یہ چکے ہیں اور
اس گودان کا نام میر و صاحب پہلوان صاحب وغیرہ وغیرہ ہے اور یہ سب اسلئے ہے کہ۔

لایق این حضرت پاک و نیند
نے شکرے لیک و صورتی اند

یعنی (لاستغیا) اس دعا کا پاک کے لائق نہیں ہیں شکر نہیں ہیں لیکن صورت میں نے میں یعنی
صورت و لسانی ہے مگر حقیقت ان کی نہیں ہے

آن سگان از این خزان فرخند شوند
شیر را عارضت کورا بگر و ند

یعنی ان گتے ان گدھوں کے مطیع ہوتے ہیں اور شیر کو تو عار آتی ہے کہ اس کے تابع ہیں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ
کی اطاعت کے یہ گدھے نہ تھے تو ان سگان دنیا کے مطیع ہوتے۔

گریہ باشد شمشیر بر موش خو
موش کہ بود تاز شیران ترسداو

یعنی بی ہوشی صحت کی کو قتل ہوتی ہے چو باکون چو تابہ جو کہ شیبوں سے ڈرے یعنی دیکھو چو باکی
سے تو نہ تابہ مگر شیر سے نہیں ڈرتا تو اسی طرح یہ اشتیاقیہاں دنیا سے تو ڈرتے ہیں مگر حق تعالیٰ
سے نہیں ڈرتے تو گویا موش صلت میں۔

خوشاینان از کلاب حق بود
خوشان کوز آفتاب حق بود

مگر وہ دان ۱۶۶ کو ان اشتیاقیہاں کی محراب بنایا ہے اور اس محراب کا نام میر و صاحب پہلوان ہے یعنی انسان جو ایک

یعنی انکو حق کے کتون سے خوف ہوتا ہے اور آفتاب حق سے کب خوف ہوتا ہے اسے کہ آفتاب
حق کی معرفت ہی نہیں کہتے اُس سے ڈرین کیا

ربی الاعلیٰ ست اور و آن جہاں رب ادنیٰ در خور این اہلہاں

یعنی اُن سداون کا تو دربی الاعلیٰ ہے اور اُن ہو تو فون کے لائق رب ادنیٰ ہے یعنی انو ان شاہان
دنوی ہی کے مطیع ہوتے ہیں اور اہل اللہ اللہ کے مطیع ہوتے ہیں۔

موش کے ترسدر شیران مصاف بلکہ آن آہو تگیاں مشکناں

یعنی چوہا شیران جنگ سے کب ڈرتا ہے بلکہ وہ آہو قدم مشکناں (ڈرتے ہیں اسلئے کہ چوہے کو شیر
کی معرفت ہی نہیں ہے اور آہو کو معرفت ہے اسی طرح عارفین حق حق سے ڈرتے ہیں اور ان کی حاجت
کرتے ہیں اور غیر عارف نہیں ڈرتا اور نہ اطاعت کرے)

رو بہ پیش دیگ لیس ای کا لیس نش خداوند ولی نعمت نویس

یعنی کا لیس تو دیگ لیس کے پاس جا۔ اور تو اسکو خداوند اور ولی نعمت لکھ لینی لے دنیا دار تو دنیا دار
ہی کے پاس جا اور اسکی خوش آمد کر۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

بس کن از شر جو بگویم دور دست خشم گیر و میر و ہم دانند کہ ہست

یعنی بس کر اگر میں کوئی شر طویل کہوں گا تو میر غصہ ہو جاوے گا۔ اور جانتیگا کہ مجھ سے مطلب یہ کہ اگر
میں بہت کچھ مشاہان دنیا کی خدمت کروں گا تو میر صاحبِ خفا ہو جاوے گا اور دوسری خرابی ہوگی کہ
اُنکو خیال ہوگا کہ ہم کچھ نہیں جب تو ہماری اس قدر کچھ کجا رہی ہے اور ہماری شان کچھ ہے جب تو اسکو
توڑا جا رہا ہے تو اسکو اپنے اوپر کچھ گمان ہو جاوے گا لہذا میں اسکو ہمیں تک کہتا ہوں اور آگے بیان
نہیں کرتا۔

حاصل این آمد کہ بد کن ای کریم بالیمن تانہد گردن لیم

یعنی حاصل یہ ہے کہ اے کریم تم لیمن کیساتھ سختی کرو تا کہ لیم اطاعت قبول کرے

بالیمن نفس چون احسان کند چوں لیمنان نفس بد کفران کند

یعنی نفس لیم کیساتھ جب (کوئی) احسان کرے تو لیمن کی طرح نفس بدنا پر شکر کی کرتا ہے
زین سبب بد کا بل محنت شاگرد اہل نعمت طاغی اند و ما کرند

یعنی یہ سبب ہے کہ اہل محنت تو شاگرد ہیں اور اہل نعت طاغی ہیں اور ماکرین یعنی جو کہہ کہہ کر نفسِ شمیم مصیبت ہی میں درست پہنچے لہذا اہل مصیبت ہیں وہ شاگرد ہیں اور جو اہل نعت ہیں وہ طاغی ہیں اسلئے کہ۔

بست طاعنی بگلزارین قبا هست شاگرد خسته و صاحب عبا

یعنی طاعی تو بے اور درین قباہیں اور شکرتہ اور صاحب عیاض ہیں۔ یعنی اکثر انسیاہ ہے ورنہ بہت سو
 وہ لوگ بھی ہیں کہ بتیرہ نموت زیادہ ہوتی ہے اسی قاریہ زیادہ مشکل کرتے ہیں انکے غرور و خیرہ نہیں ہوتا
 تو یہ حکم اکثری بنے لگی نہیں۔

شکر کے روپیز املاک و لغم شکر می روپیز بلوا و سقم

یعنی شکر اطلاق و نعمت کب اُلتا ہے شکر تو بلاؤں اور بیماریوں سے جتنا ہے یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے جو
 ورنہ بہت مرتبہ اسکے خلاف بھی ہوتا ہے کہ وہ نعمت کو دیکھ کر شکر کرتے ہیں آگے ایک صوفی کی حکایت لاکے
 میں کہ اُسکو کہوٹی پر دسترخوان بٹا ہوا دیکھ کر جب ہوائے لوگوں نے دریافت کیا تو اُسے کہا کہ مجھے
 اسکو دیکھ کر یاد آیا کہ کبھی اسکے اندر روٹیاں ہونگی تو دیکھئے اوپر جو کہا تھا کہ اہل محنت شاکر ہوتے ہیں
 تو یہ صوفی جو نہ کہ جانہن دریافت کئے ہوئے تھا اُسکو تو یہ نعمت پر جب ہوا اب حکایت سنئے۔

شرح حبیبی

صوفیہ برسیخ روزے سفرہ دید
بانگ میزدنک لڑائے بیو
چونکہ دوسوزا و بسیار شد
کنکخ و پائے و ہوسے می زند
بوالفضولے گفت صوفی را کہ حیات
گفت روز و نقش بے معیت

چرخ می رود جا ہمارے درید
تخط پاؤ درد یار انک دوا
بہر کہ صوفی بود با او یار شد
تا کہ چندین مست و بیخود می شنیدند
سفرہ آونختہ از نان تنی است
یخبر از خویش و عاشق نیستے

مولانا نے اپنے بیان کیا تھا کہ شکر ریاست اور نعمت سے میرزا نہیں ہوتا بلکہ محبت اور تکلیف سے

پیدا ہوتا ہے اسکی تائید میں ایک قصہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی صوفی نے کہوئی پور دسترخوان
پڑا ہوا دیکھا۔ اسکو دیکھتے ہی اسپر دھڑکی حالت طاری ہو گئی اور اُس نے ناچنا اور کپڑے پراونا شروع
کیا۔ اور کہنے لگا کہ ارے یہ غفلت کی دولت ہے اور بھوک اور تکلیف کا علاج ہے جبکہ اسکا درد و سوز
زیادہ بڑھا تو جو وہاں اور صوفی تھے انپر بھی وہی حالت طاری ہو گئی اور وہ بھی اُسکے ساتھ و بعد
میں مشرک ہو گئے یہ قبیحہ لگاتے اور ہاؤ ہو کرتے رہے حتیٰ کہ بیہوش اور بخود ہو گئے کہ بیہوش
بیٹ بھرے نہ کہا کہ ارے بات کیا ہے جو تم اتنے خوش ہو رہے ہو ایک دسترخوان پڑا ہوا ہے جن
ردی و دلی کچھ بھی نہیں صوفی نے جواب دیا کہ جالبابن تو ایک بے مضے قہر پر ہے تو محض غافل ہے اور
عاشق نہیں ہے۔ ہم تجھے اسکا راز کیونکر سمجھائیں یہ تو اجمال ہے۔ اسکی تشریح و طرح سے ہو سکتی تو
ایک تو یہ کہ صوفی لوگ بھوکے تھے اسلئے وہ روٹی کے طالب اور قدردان تھے اور شدت گرسنگی سے
یہ کیفیت ان کی استعداد ترقی کر گئی تھی کہ روٹی دیکھنا یا کھانا تو دیکھنا روٹی کے ظن کو دیکھنے میں بھی لگتے
آسا تھا اور چونکہ نعمت الہی کے قدردان تھے اور نعمت کی قدر کرنا بھی شکر ہے اسلئے وہ شکر تھے اور
اس شکر کا منشا انکی تکلیف اور مصیبت تھی برخلاف اسکے کہ سراسر شخص چونکہ عیش میں تھا اسلئے وہ مبتلا
غفلت تھا اور روٹی کی قدر اسکے دل میں نہ تھی اسلئے وہ انپر ہنستا تھا اور وہ ذکر نیکے سبب ناشکر تھا
وہذا احوال الظاہر۔ دوسری صورت یہ ہے کہ صوفی طالب حق تھا اور دسترخوان کے خالی ہونے سے
اُسے اسلئے خوشی ہوئی کہ اُس کا خالی ہونا مناسب ہے۔ بھوک کے اور بھوک ذریعہ ہے حصول غذائے
روحانی کا اور علاج ہے امراض روحانیہ کا اور تندی و شغالی روحانی مطلوب ہے تو خوی سفر ذریعہ
ہما مطلوب کا اور جطر مطلوب لذت بخش ہو لین ہی ذریعہ مطلوب بھی لذت بخش ہے اسلئے اُنکو خالی
دسترخوان دیکھنے سے خوشی ہوئی اور مترض چونکہ غیر طالب حق تھا اسلئے اُسے اُن کی حرکت کو تو سمجھا
اور اعتراض کر دیا اسپر صوفی نے جواب دیا کہ تو عاشق حق سبحانہ نہیں ہے اسلئے تجھے دسترخوان کے خالی
ہونے کی قدر نہیں اور تو نہیں جانتا کہ یہ کس مطلوب کے حصول کا ذریعہ ہے اس واقعہ سے بھوک کی فضیلت
اور اسکا میل الی اللہ جو ناظر ہوا اور سیری کا نقص اور اس کا فائدہ حصول ہونا ثابت ہوا اور بھوک از حلقہ
مصائب اور سیری از قیل نعم پس ثابت ہوا کہ نعم مانع شکر نہیں اور مصائب باعث شکر

شرح شبیری

ایک صوفی کا عشق خالی دسترخوان پر جو کہ کہا نیسے خالی تھا
صوفی برمیخ روزے سفرہ دید چرخ میزد جاہارا می دید
یعنی ایک صوفی نے کہوٹی پر ایک دسترخوان دیکھا تو چکر کرنے لگا اور کپڑے پہاڑنے لگا یعنی اسکو
جسد پر گیا۔

ہانگ میزد تک لڑائے بینا قحط ہاوردو بارانگ روا
یعنی آواز دیت تھا کہ یہ بے دایوں کا پوشہ ہے اور قحط اور دردوں کی یہ دوا ہے
چونکہ درد و سوز اور بسیار شد ہر کہ صوفی بود باو یار شد
یعنی جبکہ درد و سوز اور زیادہ ہوا اور جو کوئی صوفی تھا اسکے ساتھ یا ہو گیا یعنی جتنے صوفی تھے وہ بھی
اسکی حالت کو دیکھ کر اسکے شریک ہو گئے اور وہ بھی جسد کرنے لگے۔

گلخن و باو ہوئے می زدند تاکہ چندین مست و بخود می شدند
یعنی تہمتہ ادا ہائے ہو کر رہے تھے یہاں تک کہ خوب مست و بخود می شدند۔

بوالفضولے گفت صوفی را کہ چیست سفرہ آویختہ از نان ہتی است
یعنی ایک بوالفضول نے صوفی سے کہا کہ کیا ہے ایک دسترخوان روٹی سے خالی لٹکا ہوا ہے
یعنی ایک آدمی نے کہا کہ میان دسترخوان لٹکا ہوا ہے اس پر جسد کیسا ہے۔

گفت رور و نقش بے معنیست تو بخوستی کہ عاشق نیستی
یعنی صوفی نے کہا کہ با جا کہ نقش بے معنی ہے تو مستی کو تلاش کر اسلئے عاشق نہیں ہے۔

شرح حبیبی

بندہ مستی نیست ہر کو صادق است

عاشقان را ہست بے سرمایہ سود

عشق نان و غذا و عاشق است

عاشقان را کار نمود با وجود

دست نے وگوز میدان می ہرند	بال نے وگرد عالم می ہرند
دست بریدہ ہمی زنبیل یافت	آن فقیرے کوز معنی بوئی یافت
چوں عدم بیکرنگ و نفس واحدند	عاشقان اندر عدم خیمہ زدند

یہاں سے مولانا کا کلام شروع ہوتا ہے اور جہر بط یہ ہے کہ اوپر چونکہ عاشق کی ایک حیرت انگیز صفت بیان کی تھی جو غیر عاشقوں کے حالات تھی یعنی دسترخوان میں باوجود روٹی نہ ہونے کے اُسکو دیکھ کر خوش ہونا لہذا یہاں سے مولانا عاشق آنہی کے حیرت انگیز اور اس کے ساتھ مخصوص صفات کو گناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ واقعی عاشقوں کے اوصاف غیر عاشقوں کی صفات سے ممتاز اور حیرت انگیز ہوتے ہیں چنانچہ ایک صفت اُن کی یہ ہے جو دوسروں میں نہیں کہ اُن کی غذا عشق ہے جسکو غذا چونیکے اعتبار سے روٹی اور نفس الامر کے لحاظ غیر نان کہا جاسکتا ہے (اس توجیہ پر عشق نان بے نان ترکیب اضافی نہ ہوگی اور نان بے نان کنایہ جو ع سے نہ ہوگا بلکہ نان بے نان صفت ہوگی عشق کی۔ اے عشق کہ اور جو ہے نان است و باعتبار سے غیر نان۔ اور اس توجیہ پر محشین کی توجیہ کا بے لطف بلکہ غیر صحیح ہونا ظاہر ہو جائیگا کیونکہ اس وقت معنی یہ ہوگئے کہ عاشق خدا کی غذا ہو کہ عاشق ہے (لا یخو خافتہ) اور دوسری صفت یہ کہ وہ صادق بین اور جو صادق ہوتے ہیں ان سبھی میں محسوس نہیں ہوتے لہذا اُنکو وجود سے خواہ اپنا ہو یا غیر کا کچھ کام نہیں وہ تو نیتی اور فنا چاہتے ہیں اور نیتی ہی سے اُنکو دولت وصال باعہ آتی ہے جو گویا کہ اُنکو بے مال کے نفع ملتا ہے یہ ایک عجیب بات ہے اور دیکھو اُنکے بازو نہیں ہوتے مگر عالم کا چکر لگاتے ہیں یعنی اپنے کشف سے عالم کی حالت معلوم کرتے ہیں نیز اُنکے ہاتھ نہیں ہوتے مگر میدان سے گیندا اُڑا لجاتے ہیں (یعنی وصال محبوب کے کامیاب ہو کر دوسروں پر سبقت لجاتے ہیں اور کئی حیلہ و تدبیر ذاتی نہیں دیتے کیونکہ کافی ہوتے ہیں اور خودی کو مٹا چکے ہیں جو کچھ کہتے ہیں اپنے کو حق سبحانہ کا تابع سمجھتے ہیں) عام محسوسات میں بھی تمکو اس کی نظیر ملیگی دیکھو وہ فقیر شیخ اقطع جسکو معنی اور حقیقت کا پتہ مل گیا تھا بدون ہاتھ کے زنبیل بٹھتے تھے پس بلا ہاتھ کے گیندا اُڑا لیتا نہایت ہی قریب فہم ہو گیا اور دیکھو چونکہ عاشق نیتی کو فنا کر کے نیتی میں سکونت اور بود و باس اختیار کرتے ہیں اسلئے

ہر کی صفت حاصل کر لیتے ہیں۔ اور بطرح اعلیٰ میں تمایز نہیں ہوتا یونہی یہ بھی سب ایک رنگ اور مثال ایک جان کے ہوتے ہیں۔ یعنی چونکہ ان کے اغراض و مقاصد میں اختلاف نہیں ہوتا جو کہ نشا تفرق ہے اسلئے سب ایک جان و ذوق غالب ہوتے ہیں (تنبیہ قولہ) عشق نان بے نان غذائے عاشق است میں یہ بھی احتمال ہے کہ قولہ معنی ہو اسوقت مطلب یہ ہوگا کہ ہم تو روٹی کے عاشق... ہیں اور ہماری غذا تو روٹی کا عشق ہے نہ کہ روٹی پس ہوا کے تصور میں بھی مزہ آتا ہے اور اسکی طرف کو دیکھ کر بھی ہم آپ میں نہیں رہتے اسلئے تیری غذا روٹی ہے اور تو سبستی نان چاہتا ہے اور سستی سے جبہ پر کچھ مزہ نہیں ہوتا۔ یہ تقریر مودے بر سرچہ لہذا جو ان اشعار کے متصل پیشتر شرح ہو چکے ہیں) کی مذکورہ بالا دو توجیہوں میں سے پہلی توجیہ کی توجیہ ہے)

شرح شبیری

عشق نان و نان غذائی عاشق است بندہ سستی نیست ہر کو صادق است

یعنی عشق روٹی کا ہے روٹی کے غذا عاشق کی ہے اور صادق ہے وہ عقیدہ سستی نہیں مطلب یہ کہ چونکہ تو عاشق نہیں ہے لہذا تو اسکو ڈھونڈ کر روٹی ہے یا نہیں ہکو تو تصور کافی ہے ہکو اس محسوس کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایسے نان محسوس کے ہکو غذا ملتی ہے اصل میں معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس معنی نے جو دسترخوان دیکھا اور اس سے ذہن غذائے محسوس کی طرف منتقل ہوا اس غذائے محسوس سے غذا و معنوی کی طرف ذہن منتقل ہو گیا بس اس پر وجہ کر رہا تھا اور صوفیہ معنویات کو عدم سے تعبیر کر دیا کرتے ہیں اور وہ عدم خانی ہوتا ہے نہ کہ حقیقی تو ان کا یہ کہنا کہ تم سستی کو تلاش کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس سستی محسوس کو ڈھونڈو ہکو اسکی ضرورت نہیں ہکو سستی معنوی ہکو عدم سے تعبیر کیا جاتا ہے کافی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

عاشقان را کار نبود از وجود عاشقان را مبست بے سرمایہ سود

یعنی عاشقوں کو وجود محسوس اسے کام نہیں ہے عاشقوں کو بے سرمایہ (محسوس) کو دفع ہوتا ہے

بال نے دگر و عالم می برند دست نے دگوزمیداں می برند

یعنی باز (محسوس) نہیں ہے اور عالم کے گرد اڑتے ہیں۔ ہاتھ (محسوس) نہیں ہیں اور گیند میدان سے لجاتے ہیں اسلئے کہ ان کی سیر اسان کی ترقی تو معنوی ہوتی ہے اسلئے ان محسوسات

کی ضرورت ہی نہیں ہوتی) آگے اسکی ایک نظیر لاتے ہیں کہ

آن فقیرے کو ز معنی پوی یافت دست ببردہ ہمی ز نبیل یافت
یعنی وہ فقیر جسے کہ بومعنی سے پائی ہاتھ کٹے ہوئے بھی زنبیل بنتا تھا۔ (تو دیکھئے انکو اس دست محسوس
کی ضرورت نہ تھی انکے لئے دست منوی موجود تھا)

عاشقانِ اندر عدم خیمہ زدند چوں عدم یک رنگ و نفس واحدند
یعنی عاشق لوگ عدم میں خیمہ لگاتے ہیں اور نل عدم کے یک رنگ اور نفس واحد ہیں۔ مطلب یہ کہ جو عاشق
ہیں انکو اس جس سے محسوس کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ اسکی ہی معنوی کے محتاج ہوتے ہیں جسکو
کہ عدم سے خیمہ کرتے ہیں اور اسکے اعتبار سے وہ عدم کی طرح یک رنگ ہوتے ہیں کہ جس طرح عدم میں
باعتبار وجود کے تشبہ نہیں ہے بلکہ نسبت کم ہے اس طرح تشبہ اند بھی تشبہ اور اختلاف نہیں
رہتا اگرچہ شخصات مختلف ہوتے ہیں مگر اخلاقیات اور تشبہ نہیں ہوتا۔ اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ
آپکو ہی معلوم ہوتا ہوگا ہکو تو کچھ لطف نہیں آتا تو آگے مثالوں سے اسراستعداد کو دور فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

میری را بولے باشد لیت پوت	شیر خوارہ کے شناسد ذوق پوت
چونکہ خودی اوست ضد خودی اوست	آدمی کے بوبہر داز بولے او
آب باشد پیش سبطے جمیل	پیش قبط خون بود آن آبیل
غرہ کہ باشد ز فرعون عوان	جادہ باشد بحر ز اسرار ایلیاں
لیک برمود و بر قوش ظفر	باد بد بر عادیان گرز و بتر
لیک بر فرود باشد ز ہر مار	گلستان باشد ہر ابرہیم نار
لیک باشد ہر دگر مرغان زیان	بر سمندر باشد آتش خاندان

لیک حلوا بر خسان بلوا بود

نزد عاشق درد غم حلوا بود

ایک مولانا عاشق کے احوال عجیب سے استبعاد کو دور فرماتے ہیں اور مقرر ض کے اعراض کی یہودگی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہر چیز اور ہر شخص کیلئے کچھ نہ سببات ہوتے ہیں سو وہ اپنی مناسب اشیاء سے واقف ہوتا ہے اور دوسروں کے مناسبات سے ناواقف۔ اسی لئے وہ دوسروں کی باتوں پر اعتراض کرتا ہے مثلاً کچھ کی غذا دودھ ہے اسلئے وہ نہیں جانتا کہ لذیذ کھانوں میں کیا مزہ ہے اور پری کی غذا امض بیہ ہے تو آدمی جسکی غذا اجسام میں وہ کیسے جان سکتا ہے کہ وہ بھی غذا ہو سکتی ہے کیونکہ اسکی طبیعت اور ہے اور پری کی اور۔ اور دیکھو انبیل قبی کیلئے خون ہے اور سبیل کیلئے پانی۔ دیر یا اسرار میں یون کے لئے رہ گزر رہے اور فرعون کیلئے محل غرق۔ آندھ کیلئے گرز و تیر کی طرح ہلک ہے اور ہودا اور ان کی قوم کیلئے آتش۔ آگ ابراہیم کیلئے لگستان ہے اور فرد کو لئے سانپ کے زہر کی طرح ہلک۔ آگ سمندر کا گہر ہے اور دوسرے جانور دن کیلئے موجب ضرر ہے ہذا عاشق کیلئے درد غم حلوا ہوتے ہیں اور نالائقوں کیلئے حلوا بھی مصیبت ہے کہ ان کا حلوا کھانے منہ دکھاتا اور کچڑی کھاتے پہنچا کرتا ہے یا یوں کہو کہ عشاق کیلئے مصائب بھی موجب راحت ہوتے ہیں کیونکہ ان کی بدولت وہ وصال محبوب سے متعلق ہوتے ہیں اور نالائقوں کیلئے لعنائیں اکیس بھی مصیبت ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان میں مشغول ہو کر حق سبحانہ کو بھول جاتے ہیں۔ ان واقعات سے معلوم ہوا کہ اشیاء کے احوال اختلاف اشخاص و طبائع سے مختلف ہوتے ہیں جو شخص اس سے واقف ہو جو اسکے لئے حاصل ہے وہ اس اثر کا منکر ہے جو دوسروں کیلئے ہے حالانکہ وہ انکار اسکا سوہو ہی پس اسکی تم مقرر ض کے اعراض کی نوعیت اور عاشق کیلئے ان عجائبات مذکورہ کا غیر مستبعد ہونا بخوبی سمجھ سکتے ہو کیونکہ اعراض اور استبعاد کی بنا دوسروں کی حالت کو اپنے اوپر قیاس کرنا ہے اور یہ باطل ہے جیسا کہ واضح ہو چکا اگر اسقید میں ان سے سیرق نہ ہوتی تو تھوڑے۔

شرح شبیری

مر پری را بونے باشد لذت پلوت

شیر خواہ کے شناسد ذوق پلوت

یعنی شیر خوار بچہ غذا کا ذوق کب پہچانتا ہے اور جبکہ وہی غذا ہوتی ہے (مشہور ہے کہ جنات کا
غذاؤں کی بوسہ نگہ کر بیٹھ رہا جاتا ہے تو مولانا ابن اعلیٰ الشہور فرما رہے ہیں) مطلب یہ ہے کہ
دیکھو بچہ کو غلے کے مزہ کی خبر نہیں ہوتی اسی طرح جن خوشبو سے غذا حاصل کر سکتا ہے اہم نہیں
کر سکتے تو اس طرح اگر اسکو بھی تم ہیچ کر دو اہل اللہ سمجھ لیں تو کیا استبعاد ہے آگے خود فرماتے
ہیں کہ۔

آدمی کے بورد از بوسے او چو نہ خوئے اوست غری او
یعنی آدمی کب بولجاتا ہے اُسکی بوسے جیکڑا اُسکی فہر اُسکی خوک مطلب یہ کہ صطرح کہ جن بوسے
غذا حاصل کر لیتے ہیں تو اُسکی نکو بوسا بھی نہیں لگ سکتی اسلئے کہ تمہاری خاصیت اہم ہے اور ان کی
خاصیت اہم ہے۔

یابد از بوان پری بوی کش قونیانی آن ز صد من لوت خوش
یعنی وہ جن بولکا کینچنے والا بوسے وہ چیز بالقلب کہ تم سو من عمدہ غذا سے ہی نہیں پاسکتے (اسلئے کہ تم تو
بے کہلئے ہوئے اسکی متع نہیں ہو سکتے اور وہ صرف بوسہ نگہ کر اُس سے متع ہو سکتے ہیں اسی طرح
اگر اہل اللہ ایک چیز سے غذا حاصل کر سکیں اور تم ذکر کر سکتے اس میں استبعاد ہی کیا ہے) آگے ایک اور
مثال فرماتے ہیں کہ۔

پیش قطعی خون بود آن آبیل آب باشد پیش سبطی جمیل
یعنی قطعی کے آگے تو آبیل خون ہو جاتا ہے اور سبطی جیل کے سامنے وہ پانی ہو تا ہے (تو دیکھو ایک
کیلئے خون اور ایک کیلئے پانی)

جادو باشد محرز اسرا ئیلیان غرقہ کہ باشد ز فرعون حوان
یعنی دیا اسرا ئیلیوں کے لئے تو راستہ ہوتا ہے اور فرعون حوان کیلئے غرق کی جگہ ہوتی ہے
باد بد بر عادیں گرز و تبر لیک بد بر ہود بر قوش ظفر
یعنی ہادیوں کیلئے تو گرز و تبر ہی لکین ہود اور ان کی قوم کے لئے فتح ہو گئی رکمان کے
(اور ان کو ہلاک کیا)

گلستان باشد بر ابرہیم نار لیک بر فرود باشد ز ہمار

یعنی آگ ابراہیم علیہ السلام پر تو گستان ہو جاتی ہے لیکن غم پر زہر بار ہوتی ہے،

برسمندر باشد آتش خاندان لیک باشد بر دگر مرغان زیان

یعنی سمن در پر تو آگ بگہر ہوتی ہے لیکن دوسرے جانور دن کیلئے نقصان دہ ہوتی ہے۔ (تو دیکھو)
ایک شے ایک کیلئے مفرا و دوسرے کیلئے نافع تو اس طرح اہل الشکر کو وہ اشیاء معنوی کار آمد ہوتے ہیں
اور وہ ان محسوسات کے محتاج نہیں ہوتے اور نگو یہ میسر نہیں ہے)

نزد عاشق درد و غم حلوا بود لیک حلوا بر خسان بلوا بود

یعنی عاشق کیلئے درد و غم حلوا ہوتا ہے لیکن خسول پر یہی حلوا بلوا ہو جاتا ہے آگے اسی کی تائید دین
ایک حکایت لاتے ہیں۔

شرح حبیبی

وانچہ او از بونے او اندر کشید
خاص رو بد او با خوان و کرسید
وان بکین از ہر او چہ میکند
پیش یعقوب است پر کوشتہ ہست
لاصلوۃ گفت الا بالحضور
جمع ازین رویت قوت جانہا
بونے نان خوش می رسید از دور جا
بونے پیرا ہاں یوسف می نیافت
چونکہ بد یعقوب می بوسید بو

انچہ یعقوب از رخ یوسف بدید
وانچہ دروے بود و اندروے بدید
این عشقش خویش در چہ میکند
سفرۂ او پیش این از نان تہیت
روڈ نا شستہ نہ بیند و مہر
عشق باشد لوت پلوت جانہا
جمع یوسف بود مر یعقوب را
آنکہ بستد پیر ہن را می شافت
وانکہ صد فرسنگ رہ از السو بد او

ایسا عالم زدانش بنصیب	حافظ علم است آنکس فی حبیب
مستمع از وی بھی یا بد مشام	گر چه باشد مستمع از جنس عام
زانکے سر پہن بدستش عاریہ است	چوں بدست آل نخاسی جاریہ است
جاریہ پیش نخاسے سر سری است	در کف او از برای مشتری است

دیکھو جو بات یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے چہرہ میں نظر آتی تھی اور جو سرور کہ انکو انکی بسے حاصل ہوتا تھا اور جو خوبیاں کہ یوسف علیہ السلام میں تھیں اور جن کمالات کو یعقوب علیہ السلام ان کی اندر دیکھتے تھے یہ سب باتیں انہیں کیسا تھے مخصوص تھیں۔ بھائیوں کو انکی بوجہ نہ لگی تھی۔ نیز یعقوب علیہ السلام تو انکے غم میں اپنے کو ہلاک کئے دیتے تھے اور بھائی انکے لئے کنواں کہوتے اور انکو مارنے کی فکر میں تھے انکو تو وہ خالی دسترخوان کی طرح معرا من الکمالات دکھلائی دیتے تھے اور یعقوب علیہ السلام کیلئے روٹیوں سے پر دسترخوان کی طرح کمالات سے لبریز تھے وہ فرق کیسا ہے وہ یہ کہ انکو طلب اور عشق تھا اور بھائی اس سے بے بہرہ تھے اصل بات یہ ہے کہ برطینت اور نالایق لوگوں کو جو کا چہرہ حسین نظر نہیں آتا۔ جیسا کہ اخوان یوسف کو یوسف کا چہرہ نہ دکھلائی دیا۔ اسلئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بلا حضور کے نماز ہی نہیں ہوتی کیونکہ حقیقت صلوة مشاہدہ محبوب حقیقی ہے اور یہ بدون حضور قلب تک نہیں ہوتا۔ اور حضور قلب بدون صفائی باطن و ازالہ صفات رذیلہ کے نہیں ہوتا۔ اسلئے ضرورت ہوتی صفائی باطن اور ازالہ صفات ذمیمہ کی (اس شعر کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ کفار کو جو رکھ کا چہرہ نظر نہ آئے گا کیونکہ انکو اس سے مناسبت نہیں۔ علی ہذا نماز بدون حضور کے نہیں ہوتی کیونکہ نماز اور عدم حضور میں مناسبت نہیں اس موقع پر یہ دو مستقل نظریں ہونگی) اور چونکہ انکو روئے خوب اسلئے دکھلائی نہیں دیتا لہذا اس پر صفات لفسانیہ کا غلبہ ہوتا ہے اسی لئے انکو اہل کمال سے عشق بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ عشق اہل کمال تو ارواح کی غذا ہے اور وہ سر یا نفس میں تو انکو یہ دولت کیونکہ حاصل ہو سکتی ہے لہذا یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام سے عشق تھا اور بھائیوں کو نہ تھا جبکہ ارواح کی غذا عشق ہی ہے اور

اسی لئے کہا گیا ہے الحیو طعم الصلواتین یا یون کہو کہ بھوک ارواح کی غذا ہے (اسکی دو توجہ ہیں پہلی
 بن اول یہ کہ جو روح استعارہ پر عشق سے تلب تو واضح ہے دوسری یہ کہ جمع اپنے حقیقی معنی پر جو اس
 وقت اسکی توجہ ہوگی کہ بھوک سے سورۃ نفس منکسر ہوتی ہے اور نفس کی قوت حقد رکھنے کی امتی
 ہی روح کو قوت ہوگی اسلئے بھوک قوت روح کا سبب ہے لہذا اسکو روح کی غذا کہا گیا اور وہ
 تفرغ غذا نیست جو روح غذا نیست عشق یہ ہوگی کہ جمع سبب عشق ہے کیونکہ بھوک سے نفس کی قوت
 ڈٹے گی اُس سے صفات ذمیرہ زائل ہونگی اس سے روح کو صفائی اور قوت حاصل ہوگی اس سے
 اسکو عشق حق سبحانہ حاصل ہوگا والا قرب ہو الاول حکما یدل علیہ البیت الاتی) پس چونکہ
 یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی بھوک یعنی عشق اور طلب بھی اسی لئے اُنکو دور دراز جگہ
 سے روٹی (یعنی اپنے مطلوب یوسف علیہ السلام) کی بو آتی تھی دیکھو جو شخص کرتے ہوئے اسکا تھا
 چونکہ اسکو بھوک (عشق) نہ تھی لہذا اسکو روٹی آتی تھی اور جو شخص کہ سفر سنگ اُدھر تھا چونکہ وہ
 یعقوب (عاشق) تھا وہ اسکو سونگھتا تھا اسی طرح بہت سے عالم ایسے ہیں جو علم باعلیٰ سے بے بہرہ
 ہیں اور انہیں اُس کا کچھ اثر نہیں لہذا گویا کہ اُنکو علم ہی حاصل نہیں ایسے لوگ علم کا صندوق ہیں اور خود
 کو فی کمال نہیں دیکھتے مگر سننے والا اُس سے متاثر ہوتا ہے گو وہ عامی ہو وہ اسکی بے کہ وہ
 علم اُنکے لئے نہیں ہے اُنکے پاس تو بطور عاریت کہ ہے اور منتفع ہونوالے اس سے مستحقین ہیں
 جس طرح کہ بردہ فروش کے پاس جاریہ ہوتی ہے کہ وہ اسکی پاس برائے چندے ہوتی ہے اور وہ
 اسپر شری تک بھونچا دینے تک قابض ہوتا ہے اور حقیقت میں وہ مشتری کیلئے ہوتی ہے اور
 وہی اُس سے منتفع ہوتا ہے

شرح شبیری

یعقوب علیہ السلام کا یوسفؑ کے چہرہ سے جام حق کو پینے

میں مخصوص ہونا اور بولے یوسفؑ سے بولے حق لینے میں

اور یہاں یون کا ان دونوں معنوں کا محرم ہونا

انچہ یعقوب از رخ یوسف بدید وانچہ ادا ز بونے اواندر کشید
یعنی یعقوب علیہ السلام نے یوسفؑ کے رخ سے جو دیکھا اور جو کچھ کہ اُنہوں نے اُنکی بوسہ کھینچا
وانچہ دروے بود اندر دوز بدید خاص اود ادا و باخوان کورید
یعنی جو چیز کہ اُنکے اندر تھی اُنہوں نے اُن میں دیکھ لی اور وہ اُنہیں کا خاصہ تھا وہ بہائیوں کو
کب بچو نچا مطلب یہ کہ دیکھو یعقوب یوسف سے بونے حق پاوین اور اُنکے بھائی اُس سے محروم
رہیں۔

اوز عشقش غولش در چہ میکند وان یکین از بہر او چہ میکند
یعقوب علیہ السلام تو اُن کے عشق کی وجہ سے اپنے کو کنوین میں کرتے ہیں اور وہ بھائی اُن کے
واسطے کنواں ہو در ہے ہیں۔

سفرہ او پیش این از نان تہی است پیش یعقوب است پر کو مشتی است
یعنی اُن (یوسفؑ) کا دسترخوان ان (بہائیوں) کے سامنے تو خالی ہے اور یعقوبؑ کے سامنے
پڑے ہوئے کچھ نہ کہ وہ اشتہار والے ہیں۔ (تو دیکھئے یوسفؑ اور یعقوبؑ میں مناسبت ہو اور بھائیوں
میں ادا ان میں مناسبت نہیں ہے)

روئے ناشستہ نہ میندیشی زور لاصلوۃ گفت الا بالاحضور
یعنی نجس خورد کام نہ دیکھے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاصلوۃ الا بحضور (القلب)
نجس سے مراد کافر مطلب یہ کہ حضور قلب اور صلوۃ میں اور عین اور میں مناسبت ہے تو یہ تو
انکی ساتھ جمع ہو جائیں گے اور دوسروں کے ساتھ جمع نہ ہوں گے۔

عشق باشد لوت پوت جاہنا جوع ازین رویت قوت جاہنا
یعنی اموال کی غذا عشق ہوتی ہے اور اسی وجہ سے قوت ادا و جوع ہے مطلب یہ کہ بزرگوں
نے کہا ہے کہ الحب جوع طعمہ الصدیقین تو جواہل اللہ ہیں اُنکو اس غذائے ظاہری عیسوی کی ضرورت
نہیں ہوتی بلکہ اُنکی غذا عشق اور غذائے معنوی ہو جاتی ہے۔

جوع یوسفؑ بود در یعقوب را یوسفؑ ناشی رسید از دور جا
یعنی یعقوبؑ کو یوسفؑ کی جوع تھی تو اُنکو اُنکی نان کی بود در ملکہ سے بچو نچو تھی یعنی جو کچھ وہ کئے

طالب تھے لہذا وہ سے انہوں نے بوئے پیرایہ محسوس کر لی۔
 آنکہ بستہ پیرایہ شرافت بوئے پیرایہ یوسف می نیافت
 یعنی جسے کہ پیرایہ (یوسفی) کو لیا اور وہ (اُسکو لئے ہوئے) دوڑ رہا تھا اُسے بو پیرایہ یوسف
 کی نہ پائے۔

وآنکہ صد فرسنگ زال سو بود او چو نکہ بد یعقوب می بوئید او
 یعنی اور وہ کہ وہ سو فرسنگ اُس طرف تھے چو نکہ وہ یعقوب تھے وہ سونگہ رہے تھے (تو دیکھو
 چو نکہ وہ لائے والا تو طالب یوسف نہ تھا اسلئے وہ اُس سے متمتع نہ ہو سکا اور یعقوب علیہ السلام
 طالب تھے وہ اُس سے متمتع ہوئے اب مولانا اسپر تفسیر لے فرماتے ہیں کہ)
 لے لیا عالم ز دانش و نصیب حافظ علم است آنکس و حسیب
 یعنی بہت سے عالم ہیں جو عقل سے بے نصیب ہیں وہ شخص حافظ علم ہے نہ کہ کوئی بڑا آدمی یعنی جو
 لوگ کہ عالم بے عمل ہیں وہ علم کے محافظ ہیں باقی خود کامل نہیں اور چو نکہ طالب حق نہیں لہذا اس
 علم سے متمتع نہیں ہوتے

مستمتع از دے ہی یا بد مشام گرچہ باشد مستمتع از جنس عام
 یعنی سننے والا اُس سے خوشبو پاتا ہے اگرچہ وہ سننے والا عوام میں ہی سے ہو مطلب یہ کہ اس
 عالم سے جو اور لوگ سننے ہیں وہ اگرچہ عوام ہی ہیں اُنکو نفع ہو تا ہے اسلئے کہ وہ طالب ہوتے ہیں
 اُسکی وجہ فرماتے ہیں کہ

زانکہ پیرایہ بدستش عاریہ است چون بدست آن غناسی جاریہ است
 یعنی اسلئے کہ پیرایہ اُسکے ہاتھ میں عاریت ہے جیسے کہ غناسی کے ہاتھ میں جاریہ ہوتی ہے
 مطلب یہ ہے کہ حبطر غناسی کے پاس جاریہ ہوتی ہے کہ اُسکو اُسکے حسن و جمال سے کوئی
 واسطہ ہی نہیں اُسکو اپنے ملکون سے کام اسی طرح عالم بے عمل یا وہ آریہ پیرایہ ہے کہ اُسکو اسکی
 خوبی اور اُسکے صفات سے کوئی غرض ہی نہیں وہ صرف اُسکی حفاظت کرتا ہے اور مثلاً جو خریدار
 جاریہ کا ہے وہ اسپر جان فدا کئے دیتا ہے اور سارا گہرا پیر سے نثار کرنے کو تیار رہے
 اسلئے کہ وہ اُسکی قلد جانتا ہے اسی طرح جو طالب علم وہ بھی علم پر سوجان سے قربان ہوتا ہے

اور اُس سے متمتع ہوتا ہے آگے خود فرماتے ہیں کہ

جاریہ پیش نخاسی سرسری مست در کف ادا ز برائے مشتری است

یعنی جاریہ نخاسی کے سامنے تو ایک سرسری چیز ہے اور اُسکے ہاتھ میں خریدار کیلئے ہے (جو نہ وہ اس کے پاس عارضی طور پر بلکہ اُس سے متمتع بھی نہیں ہوتا) پس معلوم ہوا کہ ایک ہی شے ایک کیلئے کوئی اثر کرتی ہے اور دوسرے کیلئے دوسرا اثر کرتی ہے تو اگر اہل اللہ غذائے معنوی کو حاصل کریں اور تم نہ کر سکو تو اُس میں استبعاد ہی کیا ہے) آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

قیمت حق است روزی خواہنے

یک خیال نیک باغ آن شدہ

آن خیالے از اثر باغے شدہ

آن خدای کز خیالے باغ ساخت

پس کہ داند راہ گلشنہائے او

ویدہ بان دل نہ بنید در مجال

جز مگر آن دل کہ دارد عون حق

گر بدیدم مطالعش از احتیال

کے رسد جاسوس را آنجا قدم

دامن فضلش بکف کن کو روار

دامن او امر و فرمان ولیست

ہر یکے را سوئے دیگر راہ نے

یک خیال زشت راہ آن زدہ

واں خیالے عالے بر ہم زدہ

وز خیالے دوزخ و جاؤ گداخت

پس کہ داند راہ گلشنہائے او

کز کد امین رکن جاں آید خیال

کون اور انیست کردہ کون حق

بند کر دے راہ بر ناغوش خیال

کہ بود مرصاد در بند عدم

قبض اعمی پس بود لے شہر یار

نیکینختے کہ نفی جان ولیست

وان یکے پہلوئے اواندر عذاب
این عجب مانده کہ این در حبس کسیت
ہین چرا زردی کہ اینجا صد وواست
اگو بد لے جان من نیارم آمدن
اگو پیش نے نے نتا تم تو بالیت
ابو کہ یابی زین بیان سر نہفت
اگو ش بلکشتا تا بری زان حصہ

آن یکے در مرغزاری جوئے آب
او عجب مانده کہ ذوق آن زحمت
ہین چرا خشکی کہ اینجا چشمہا است
ہین بیائے ہمنشین در انجمن
ہین بیاجانان کہ پایت بستہ نیست
ایں مثل آمد دریں معنی بگفت
اندرین معنی بگویم قصہ

اب ہر ہی بیات کہ جو بات ایک کو حاصل ہوتی ہے دوسرے کو کیوں نہیں ہوتی اُسکی وجہ یہ ہے کہ یہ
تقسیم حق سبحانہ کی ہے جو اُسنے اپنی حکمت بالغہ کی بنا پر کی ہے خود لوگوں کی نہیں کہ جو جس چیز کو چاہے
حاصل کرے اسلئے کوئی شخص بطور خود دوسرے کی صفت کو حاصل نہیں کر سکتا۔ دیکھا ایک خیال تو اچھا ہی
جو صاحب خیال کیلئے باغ کی طرح فرحت افزا اور مسرت بخش ہے اور ایک خیال بڑے بے جو صاحب
خیال کو خوشی تک نہیں پہنچنے دیتا۔ اور ایک خیال تو اپنے اثر سے عالم کو گلشن بنا دیتا ہے (مثلاً
خیال عدل) دوسرا خیال ہے کہ عالم کو تہ وبالا کر دیتا ہے (خیال جود) یہ کس کا پیدا کیا ہو ہے وہ
خدا ہی ہے جس نے ایک خیال کو باغ کی طرح مسرت بخش اور سرور افزا بنا دیا ہے اور دوسرے خیال کو
دوزخ کی طرح موجب تکلیف اور گہماتے والا بنا دیا ہے جبکہ یہ تصرف کرے تو لا خدا ہی ہے تو اب اس کے
باغوں یعنی عمدہ خیالات اور اُسکی دوزخوں یعنی بڑے خیالات کا رستہ کون جان سکتا ہے کہ وہ کہاں
سے اور کیوں نکرتے ہیں۔ دل جو لا نگاہ روح میں چاروں طرف دیکھتا ہے کہ انکار رستہ معلوم کر دن کہ وہ
کہاں سے آتے ہیں لیکن اُسکو معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ کس دیوار میں کو پھوٹ آتے ہیں الا وہ دل جو کہ
حق سبحانہ کی تائید حاصل ہو اور مؤید بقوت قدسہ ہو اور اپنی ہستی کو حق سبحانہ کی ہستی میں فنا کر کے
متعلق باخلاق الہی ہو گیا۔ اور خدا کے رنگ میں رنگ گیا ہو جسے کہا ہے کہ ہر دل نہیں دیکھ سکتا اُسکی

یہ ہے کہ اگر ہر دل دیکھ سکتا کہ وہ خیالات کہاں سے چھوٹے ہیں تو وہ تدبیر سے ہر پاسندیدہ خیال کا رستہ
بندر دیتا اور کبھی تکلیف دہ خیال دآنے دیتا۔ حالانکہ وہ ایسا نہیں کر سکتا نیز چونکہ یہ شخص حق سبحانہ سے
معلق نہیں رکھتا اسلئے اسکی یہ تلاش ایسی ہوگی جیسے جاسوسوں کی اور جاسوس کی وہاں رسائی
ہو نہیں سکتی کیونکہ وہ گہات تو عدم و فنا میں محبوس ہے اور عدم و فنا تک اس جاسوسی کی رسائی ہی نہیں
کیونکہ یہ ہستی میں محبوس ہے پس یہ وہاں تک کیسے چھوچ سکتا ہے اور وہاں کی حالت کیونکر معلوم
کر سکتا ہے پس اے جاسوس تو اس فکر کو چھوڑ دے اور حق سبحانہ کے فضل کا دامن پکڑ لے۔ کیونکہ
اندھے کیلئے رستہ کو دیکھنے کی فکر فوہ ہے اسلئے تو دامن پکڑ لینا ہی کافی ہے دامن فضل حق اُسکے
اطراف میں۔ یعنی بس تو احکام پر کار بند رہ اور زائد فکر نہ کر دے یہی بڑی سعادۂ ہے کہ آدمی
کی جان سوچش عشق الہی سے جلتی ہو اور وہ طلب حق میں ہنم ہو اور انگشتاں اسرار کوئی مقصود
کمال نہیں جسکی فکر میں آدمی پڑ جائے۔ انقباض حق کی ایک اور دلیل سننا ایک شخص ایک باغیچہ میں نہر کے
کنارہ بیٹھا ہے۔ دوسرا اُسکے قریب ہی مصیبت میں مبتلا ہے مصیبت زدہ تعجب کر رہا ہے کہ اسے
کاش کی خوشی ہے اور وہ تعجب کرتا ہے کہ کجخت تکلیف میں کیونکر مقید ہے یہ میرے پاس کیونکر نہیں
آجاتا کہ اسے راحت ہو یہ خیال کر کے اس سے کہتا ہے کہ اسے تو پیاسا کیونکر رہا ہے آجا
یہاں بہت چشے ہیں اور تو پیاسا کیونکر ہے میرے پاس آ یہاں تیرے مرض کا علاج موجود ہے۔
اسے یار تو بھی اس محفل عیش و نشاط میں آجا مصیبت کیونکر چھل رہا ہے وہ کہتا ہے میں تو نہیں کر سکتا
وہ پھر کہتا ہے کہ اسے آجا تیرے پاؤں میں بیڑیاں تو نہیں پڑیں وہ اسپر بھی یہی جواب دیتا ہے کہ بس
کرو جی نہیں معلوم نہیں میں (اسی) نہیں سکتا غلام یہ کہ ایک شخص خوش و غم ہے اور دوسرا تکلیف میں
بتلا ہے وہ ہر بیان حال کہتا ہے کہ تو بھی مجھ سا جو گدہ ہر بیان حال جواب دیتا ہے کہ میں ایسا نہیں
کر سکتا اور قید حال بنا براغلب ہے ورنہ گفتگو میں بھی ایسا ہوتا ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہم اس مضمون
کو ایک قصہ واضح کرتے ہیں شاید سمجھ میں آجا دے اچھا اب میں بیان کرتا ہوں تم غور سے سنو تاکہ
تکلیف اس سے کچھ بچاؤ۔

شرح شبیری

قسمت حق است روزی خواہنے ہر یکے راسوئے دیگر رلہ نے
یعنی تقسیم حق ہے روزی خواہ کی نہیں ہے اور ہر ایک کو دوسری کی طرف راہ نہیں ہے مطلب یہ کہ
کسی انسان نے تو تقسیم کیا نہیں ہے کہ جو عہدہ اپنے لئے رکھ لیتا ہے تو تقسیم حق ہے جو جسکی مناسب
تھا ویسا اسکو کر دیا کسی نے خوب کہا ہے کہ ۷ خالق نے ایک ایک سے بہتر کیا ہے خلق - دانا
کوئی کسی کو سکندر بنادیا یا بلکہ ہی ہے ایک کیلئے اور اثر دوسرے کیلئے دوسرا اثر کے بھی سیکڑے ملتے ہیں کہ

یک خیال نیک باغ آن شدہ یک خیال زشت راہ این زدہ
یعنی ایک خیال خوب اُسکے لئے تو وہ باغ ہو رہا ہے اور ایک بُرے خیال نے اُس (دوسری) کی رہنمائی کی

آن خیالے از اثر باغے شدہ وان خیالے عالے بہر خمزدہ
یعنی وہ خیال تو اثر کی وجہ سے باغ ہو رہا ہے اور اُس (دوسرے) خیال نے ایک عالم کو درہم برہم کر دیا ہے
آن خدا نے کز خیالے باغ ساخت وز خیالے دوزخ وجائے گداخت

یعنی وہ خدا ہے کہ ایک خیال سے اُسے باغ بنایا اور ایک خیال سے دوزخ اور جگہ گیلنے کی بنائی
پس کہ داند راہ گلشنہای او پس کہ داند جائے گلشنہائے او
یعنی پس اُسکے گلشنوں کی راہ کو ن جانتا ہے اور پھر اُسکے گلشنوں کی راہ کا کسکو علم ہے۔

دیدہ بان دل نہ بیند در مجال کز کد امین رکن جان آید خیال
یعنی دل کی آنکھ والا جو لانگاہ میں نہیں جانتا کہ کون سے رکن جان سے خیال تاپے یعنی دل کو بھی
خبر نہیں ہوتی کہ یہ خیال خوب و زشت کہاں سے آرہے ہیں اور صاحب دل کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ
یہ میرے خیالات کہاں سے آرہے ہیں۔

جز مگر آن دل کہ دارد عون حق کون اور نیست کردہ کون حق
یعنی مگر سوائے اُس دل کے جو کہ حق تعالیٰ کی مدد رکھتا ہے اور اُسکی ہستی کو ہستی حق نے نیست کر دیا ہو
مطلب یہ کہ جو فانی الحق ہو چکا ہو وہ تو سمجھ سکتا ہے وہ نہ دوسرے کو تو خبر بھی نہیں ہو سکتی۔ آگے اس
خبر نہ ہونے کی مصلحت بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر بدیرے مطالعش راز احتیال بند کردے راہ ہر نا خوش خیال
یعنی اگر اُس خیال کے مطلع کو جبکہ سے دیکھ لیتا تو ہر بُرے خیال کی راہ کو بند کر دیتا۔ (مگر)

کے رسد جاسوس را آنجا قدم کو بود در صادر و در بند عدم
یعنی جاسوس (عقل) کا قدم وہاں تک کب پہنچتا ہے جبکہ کینکاوہ بند عدم میں ہو مطلب یہ کہ اگر انسان
کو معلوم ہو جائے کہ یہ میرا خیال کہاں سے ناشی ہے اور کہاں سے یہ خیالات آتے ہیں تو جہ قدر خیالات
بڑے ہوتے آتے نکودہ آتے ہی نہ دیت اور انکے مطلع کو بند کر دیتا مگر جہاں سے یہ خیال آتے ہیں وہاں
تک عقل کی رسائی ہی نہیں ہے اسلئے کہ یہ خیالات تو حق تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں وہاں کون جاسوسا ہی
جو ان کے مطلع کو بند کرے ہاں ایک تدبیر ہو سکتی ہے وہ یہ کہ

دامن فضولش بکف کن کو ردار قبض اعمی این بود اے شہر یار

یعنی ہاسکی دامن فضل کو ہاتھ میں اندھے کی طرح لے لے اور اندھے کا پکڑنا اس وجہ سے ہوتا ہے
اے شہر یار یعنی بس اس کے فضل کا دامن پکڑ لو تو انشاء اللہ کبھی بھٹکے گئے بس جدہر کو وہ چلے اڈہرا
کو تم چلوا اور کہتے ہیں کہ اندھا جو دامن پکڑ تلے وہ بھی تو اسلئے تاکہ جدہر کو دامن والا چلے اڈہر
ہی کو یہ بھی چلے تو بس تم دامن حق کو استوار پکڑ لو۔ اب کوئی کہتا ہے کہ کیا اللہ میان کے بھی دہن
ہوتا ہے تو بتاتے ہیں کہ۔

دامن اوامرو فرمان و لیست نیکیختہ کہ تھی جان و لیست

یعنی ان کا دامن انکے امر و فرمان ہیں اور وہ نیکیختہ ہے اسکی جان گرمی دالی ہے مطلب یہ کہ انکے
احکام پر چلنا اور فرمان کو بجالانا بھی دامن کو پکڑ کر چلنا ہے اور جبکہ گرمی عشق حق نصیب ہے وہ شخص
بڑا ہی خوش نصیب ہے۔

آن یکے را مرغزار و جوئے آب وان یکے پہلوئے اواندر عذاب

یعنی ایک کیلئے تو مرغزار اور جوئے آب ہے اور وہ ایک اسکا پہلوئے عذاب میں ہے مطلب یہ کہ ایک
خیال ہوتا ہے مگر ایک شخص کیلئے جنت ہے اور دوسرے کیلئے ذی دوزخ ہے

او عجب ماندہ کہ ذوق آن نہ چست دین عجب ماندہ کہ این در جس کسیت

یعنی وہ تعجب میں رہا ہے کہ اسکو خوشی کسکی ہے اور اسکو تعجب ہے کہ یہ کسکے جس میں ہے کہ
جو نگین ہے اور وہ اسکو نگین دیکھ کر کہتا ہے کہ

ہن چرا خشکی کرا اینجا چشمما است ہن چرا زردی کرا اینجا صدودا است

یعنی ارے تو خشک کیون ہو رہا ہے اس جگہ تو چٹھے ہیں اور تو زرد کیون ہے یہاں تو سودا میں ہیں۔
 ہیں بیالے ہنشین در انجن گویا جان من نیارم آمدن
 یعنی (وہ کہتا ہے کہ) ارے لے ہنشین انجن میں آ تو وہ کہتا ہے کہ لے جان میں آ نہیں سکتا۔
 (تو وہ پھر کہتا ہے کہ)

ہیں بیاجاناں کہ پائیت بستہ نیست گویا شرنے نے نتاخم تو بالیت
 یعنی لے جان آ جا تیرا پاؤں بند رہا تو نہیں ہے تو وہ اس سے کہتا ہے کہ میں نہیں آ سکتا تو کہلزارہ
 مطلب یہ کہ ایک شخص ذکر اللہ میں خوش ہے اور وہ دوسرے کہتا ہے کہ میان تم دنیا میں پھنس کر
 غلین کیون ہوتے ہو یہاں آ جاؤ دیکھو کیسی خوشی ہے وہ کہتا ہے کہ نہ مجھے تو ہوتا ہی نہیں وہ کہتا ہے
 کہ ارے اس میں بڑی لذت ہے اور یہ تو بڑا آسان ہے وہ کہتا ہے کہ ہو گا مگر مجھ سے تو کچھ بھی نہیں
 ہوتا تو دیکھ لیجئے ایک ہی شے ہے ایک کو آسان ایک کو مشکل ایک کو آرام دہ ایک کو سواں روح ہر
 آگے فرماتے ہیں کہ۔

یک مثل آمد درین معنی بگفتہ بود کہ یابی زین بیان سر نہفت
 یعنی ایک مثال میں گفتگو میں آئی ہے شاید کہ تم اس بیان سے سر پوشیدہ ہو یا نہ ہو۔ اے ایک
 حکایت لاتے ہیں کہ ایک آقا اور ایک غلام جارہے تھے غلام غازی تھا راستہ میں غار کا وقت لگا تو
 غلام اجازت لیکر غار کو چلا گیا اور وہاں بہت دیر لگا دی آقا نے کہا کہ ارے بھائی آتا کیون نہیں آئی
 کہا کہ آئے نہیں دیتے۔ آقا نے کہا کون نہیں آئے دیتے غلام بولا کہ جو آپ کو اندر نہیں آئے دیتے وہ مجھے
 باہر نہیں آئے دیتے۔ یعنی حق تعالیٰ کو مسجد کے دروازہ پر ہوا خداوند نہیں آ سکتے اسی طرح وہ بچے
 روکے ہوئے ہیں تو دیکھئے ایک ہی شے غار ہے ایک کو اس قدر آسان اور دوسرے کو اس قدر مشکل
 اندرین معنی گویم قصہ گوشش بکشا تا بری زان حصہ
 یعنی اس معنی میں کہ ایک قصہ کہتا ہوں تو کان بول تاکہ اُس سے حصہ لیا جائے (اب قصہ سنئے)

شرح حبیبی

دور زمانے بود امیرے از کرام بود سقر نام اور ایک غلام

میرشد محتاج گرما به سجده
طاس و مندی تل و گل از التون گیر
سنقر آمد طاس و مندی تل نکو
مسجدی در ره بد و بانگ صلا
بود سنقر سخت مولع در نماز
تو بدین دکان زمانه صبر کن
رفت سنقر میر بهر دکان شست
میر از بهر دل آن زنده جاں
چون امام و قوم بیرون آمدند
سنقر آنجا ماند تا نزدیک داشت
گفت ای سنقر چرا نانی بیرون
صبر کن نک آدم ای روشنی
بهفت نوبت صبر کرد و بانگ کرد
پاخش ای بود می نگذارم
گفت آخر مسجد اندر کس نماند
گفت آنکه بسته است از بیرون
آنکه نگذارد ترا کافی درون

بانگ زد سنقر بلبایر دار سر
تا بگرما به رویم از ناگزیر
بر گرفت و رفت پا او دو بدو
آمد اندر گوش سنقر بر ملا
گفت ای میر من ای بنده نواز
تا گذارم فرض و خواهم لم یکن
منتظر از یاده پندار مست
کرد یک ساعت توقف بر دکان
از نماز و ورد با فارغ شدند
میر سنقر از زمانه چشم داشت
گفت می نگذارم ای ذوفنون
نیستم غافل که در گوش منی
تا که عاجز گشت از قیاس مرد
تا بیرون آیم هنوز ای محترم
کیست و امیدار د آنجا کت نشانند
بسته است او هم مرا از اندرون
می نه بگذار مرا کایم بیرون

آنکہ نگذار دگر بن سو پا نہی | او بدیں سولست پائے این رہی

کسی زمانہ میں ایک شریف امیر تھے اور سقز نام اُن کا ایک غلام تھا ایک روز صبح کیوقت اُن کو حمام کی ضرورت ہوئی تو اُنہوں نے آواز دی سقز اٹھو۔ اور کنیزک سے طشت اور تولیہ اور سرد پورے کی مٹی لو تاکہ حمام چلین سقز آیا اور اُسے طشت اور تولیہ وغیرہ پالیا اور ساتھ بولیا۔
رستہ میں ایک مسجد پڑتی تھی اس میں سے نماز کی آواز آئی سقز کو چونکہ نماز کا شوق تھا اسلئے اُسے
امیر سے کہا کہ حضور ذرا اس دوکان پر تشریف فرما ہوں تاکہ میں نماز پڑھ لوں۔ میں چھوٹی چھوٹی
سورتیں لم کین وغیرہ پڑھوں گا۔ یہ کہکر سقز روانہ ہو گیا۔ اور امیر دوکان پر اُسکے انتظار میں
بادہ پندار میں مست بیٹھ گئے کیونکہ نماز میں تو کیشان تھی نماز کیلئے کیسے جاتے وہ امیر اس زندہ
دل کی دلجوئی کیسے کچھ دیر تک دوکان پر بیٹھے رہے جبکہ امام اور متعدی نماز اور درود وظائف سے
فارغ ہو کر نکلے تو سقز نہ نکلا وہ چاشت (اشراق) کا چاشت معروض (تک) وہیں رہا امیر نے
ایک عرصہ تک تو انتظار کیا جب وہ نہ آیا تو آواز دی کہ اے سقز تم آتے کیونہیں اُس نے
جواب دیا کہ جناب مجھے آنے نہیں دیتا ذرا توقف فرمائے میں ابھی حاضر ہوا مجھے خود خیال ہے
اور میں جناب کی طرف سے غافل نہیں ہوں۔ غرض یوں ہی سات مرتبہ اُس نے آواز دینا
اور ساتوں مرتبہ وہی جواب ملا۔ اور اُس نے صبر کیا۔ آخر وہ اُسکے غمزہ سے عاجز ہو گیا۔ کیونکہ اسکا
جواب ہر مرتبہ یہی ہوتا تھا کہ حضور مجھے آنے نہیں دیتا۔ بالآخر اُس نے مجبور ہو کر کہا کہ مسجد میں تو کوئی
شخص بھی نہیں رہا پھر تجھے کون روک رہا ہے اور کس نے ٹھکارا کہا ہے اُس نے جواب دیا کہ حضور جسے
جناب کو باہر روک رہا ہے اُسی نے مجھے اندر روک رکھا ہے اور جو اُپکو اندر آنے نہیں دیتا
وہی مجھے باہر نہیں آنے دیتا اور جو حضور کو اس طرف قدم نہیں بڑھانے دیتا وہی اس غلام کو اُس طرف
قدم نہیں بڑھانے دیتا یعنی وہ حق سبحانہ میں جو مقلب القلوب ہیں اور جو لوگوں کو مختلف خیالات
میں مجبوس کرتے ہیں۔

شرح شبیری

حکایت ایک امیر کے غلام کی جو کہ نماز اور مناجات کا بہت شوق رکھتا تھا

در زمانے بود امیر و از کرام بود سنقر نام اور ایک غلام
یعنی ایک زمانہ میں ایک امیر کرام بن سے تھا اور اس کا سنقر نامی ایک غلام تھا۔
میرشد محتاج گر مابہ سحر بانگ زد سنقر بلایر داکسر
یعنی امیر کو صبح کی وقت نہانے کی ضرورت ہوئی تو آواز دی کہ سنقر ہوشیار ہو جاؤ اور سر اٹھا
طاس و مندی لک گل از التون بگیر تا بگر مابہ رویم و ناگزیر
یعنی تشلہ اور رومال اور منجن لونڈی سے لے لے تاکہ ہم ضرورتاً گر مابہ کو جاوین
سنقر اٹھ طاس و مندی لک نکو بر گرفت و رفت با او دو بدو
یعنی سنقر نے اُسی وقت تشلہ اور عمدہ رومال لے لیا اور اُسکے ساتھ ساتھ چلا۔
مسجدے در رہ بد و بانگ صلا آمد اندر گوش سنقر بر ملا
یعنی ایک مسجد راہ میں تھی اور آواز اذان کی سنقر کے کان میں ظاہر طور پر آئی۔
بود سنقر سخت موح و در نماز گفت لے میر من ای بندہ نواز
یعنی سنقر نماز کا بہت حویص تھا تو بولا کہ میرے امیر اور لے بندہ نواز۔
تو برین دکان ز مانے صبر کن تا گذارم فرض و خراغم لم یکن
یعنی تم اس دوکان پر تھوڑی دیر ٹھہرو تاکہ میں فرض ادا کر لوں اور لم یکن پڑھ لوں لم یکن پڑھنے
سے یہ مراد ہے کہ نماز مختصر تھی لوں گا زیادہ طویل نہ دوں گا۔
رفت سنقر میر بر دکان نشست منتظر از بادہ پندار مست
یعنی سنقر تو چلا گیا اور امیر صاحب دوکان پر منتظر بیٹھ گئے اور غور سے مست تھے
میر از بہر دل آن زندہ جان کہ و یک ساعت توقف بر دکان
یعنی امیر نے اُس زندہ جان کی خاطر ہے ایک گھڑی دوکان پر توقف کیا۔
چون امام و قوم بیرون آمدند از نماز و در د با فارغ شدند

یعنی جب امام وقوم سب باہر نکلے اور نماز ادا دوسے فارغ ہو گئے۔

سفر انجام دتا نزدیکی چاشت میر سفر بازمانے چشتداشت
یعنی سفر اُس جگہ اشراق کے قریب تک رہا تو امیر نے سفر کا کچھ دیر تو انتظار کیا
گفت اے سفر چرا نائی بیرون گفت می نگذارم لے ذوقون
یعنی اُس نے کہا کہ اے سفر تو باہر کیوں نہیں آتا تو وہ بولا کہ لے ذوقون مجھے چھوڑنا نہیں۔
صبر کن تک آدم لے روشنی نیستم غافل کہ در گوش منی
یعنی صبر کر مین ابھی آیلے (صاحب) روشنی میں غافل نہیں ہوں آپ میرے کان میں ہیں یعنی مجھے غفلت
خیال ہے۔

ہفت نوبت صبر کرو و باگ کرو تاکہ عاجز گشت از تیباش مرد
یعنی سات مرتبے آدازدی اور صبر کیا یہاں تک کہ اُس کے انتظار سے یہ مرد عاجز ہو گیا
پاشش این بودی نگذارم تا بیرون آیم ہنوز لے محترم
یعنی اس کا جواب یہی تھا کہ مجھے چھوڑنا نہیں تاکہ میں باہر آؤں لے محترم۔

گفت آخر مسجد اندر کس ماند کیست و امید اردو آنجا کشت نشاند
یعنی اُنہوں نے کہا کہ آخر مسجد میں تو کوئی نہیں رہا کون اُس جگہ ہے جسے کہتے تھے ٹھالیا ہے
گفت آنکہ بستم است از بیرون بستہ است او ہم مرا از اندرون
یعنی غلام نے کہا کہ جسے کہتے تھے باہر باندہ رکھا ہے اُسی نے مجھے اندر سے باندہ رکھا ہے۔
آنکہ نگذارم ترا کائی درون می نہ نگذارم را کایم بیرون
یعنی وہ ذات کہتے تھے جسے چھوڑی کہ تو اعداؤں سے مجھے نہیں چھوڑی کہ میں باہر آؤں۔
آنکہ نگذارم ذکر این سو با نبی او بدیں سو بست پائی میں رہی

یعنی چونکہ نہیں چھوڑا تاکہ تم اُس طرف پاؤں رکھو اُسی نے اس غلام کے پاؤں اس طرف باغہ دھیں
اور وہ ذات حق ہے تو دیکھو ایک ہی کام ایک کو مکمل دے دے کہ انسان آگے بولا تا اس کی
مثال لانے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

خاکیان را بجز بگذار و بدرون
حیلہ و تدبیر اینجا باطل است
دست در تسلیم زن و اندر رضا
این کشایش نیست جز از کبریا
یابی آن بخت جوان از پیر خویش
بنده گشتی آنکہ آزادت کنند
بندگی کن بندگی کن بندگی
فانی حق شو کہ تا یا بی بفتا
محو شو و اللہ اعلم بالیقین

ماہیاں را بجز بگذار و بدرون
اصل ماہی ز آب حیوان از گل است
قفل زفت است و کشایندہ خدا
ذره ذره گر شود مفتاح ہا
چون فراموش شود تدبیر خویش
چون فراموش خودی یادت کنند
گر تو خواہی حری و دل زندگی
از خودی بگذر کہ تا یا بی حسدا
گر تر آبا بد وصال راستین

دیکھو سمندر ہے کہ مجھیلون کو باہر نہیں آنے دیتا اور خاکین کو اندر نہیں آنے دیتا۔ وجہ اسکی
یہ ہے کہ مجھیلی کی اصل پانی ہے اور دیگر حیوانات کی مٹی۔ پس وہ اپنی جنس کو جاذب ہے اور غیر جنس
کو مانع۔ اور بقلے مغائرت کیسا تھ کوئی تدبیر ایسی نہیں جس سے سمندر میں رہنے کے قابل ہو سکے
پس تم بھی مناسب با حق سبحانہ پیدا کرو۔ اور مغائرت و مضادت کو دور کرو اسکی صورت یہ ہو
کہ ہمہ تن منقاد حق سبحانہ اور راضی برضائے حق سبحانہ ہو جاؤ۔ تو گو قفل نہایت سخت ہے مگر
خدا اسکو کھول بھی سکتا ہے یہ قفل کھلجا دیکھا اور بدون حق سبحانہ کے کہولے ہوئے اگر ذرہ
کنجیاں ہو جاوے اور بگوشش اس کے کہولنے کی کرے تو ناممکن ہے پس اسکو خدا ہی کہول سکتا ہو
بشرطیکہ تم خودی کو مٹا دو اور اپنی تدبیر کو بھول جاؤ۔ اور یہ بات کہ یہ کیونکر ہو اس کا طریقہ بھی ہم
بتاتے ہیں اور اس کا پتہ دیتے ہیں دیکھو یہ خوش نصیبی تمکو اپنے شیخ سے حاصل ہو گی اس کا دامن
پکڑو پس جب تمکو اپنی شیخ کی بدولت یہ دولت حاصل ہو جائیگی اور تم اپنے کو بھول جاؤ گے

اُس وقت یہ قفل ٹوٹ جاویگا۔ اور وہ بھی تنکو یا در کھینے اور جبکہ تم بندگی اختیار کر لو گے اُس وقت تنکو قیدنا سوتی سے آزاد کر دین گے پس اگر تم قید نفس سے آزادی اور نجات دلی چاہتے ہو تو ضرور ضرور بندگی کرو۔ اور خودی کو چھوڑو تاکہ خدا کو پاؤ۔ اور فنا فی الحق ہو جاؤ تاکہ بقا بالحق حاصل ہو اور اگر تنکو حقیقی محبوب کا وصال مطلوب ہے تو اپنے کو مٹاؤ واللہ اعلم۔

شرح شبیری

ماہیان را بحر نگذار و بر وزن خاکیان را بحر نگذار و درون

یعنی مچھلیوں کو تو دریا باہر نہیں آنے دیتا اور خاکیان کو بحر ہی اندر نہیں آنے دیتا۔ یعنی مچھلیوں دریا ایک شے ہے مچھلیاں اُس سے نکلنے میں ہلاکت سمیٹتی ہیں اور مغان خاکی اُسکے اندر جانے میں اپنی ہلاکت متصور کرتے ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ

اصل ماہی ز آب و حیوان ارکلت حیله و تدبیر اینجا باطل است

یعنی مچھلی کی اصل تو پانی سے ہے اور حیوان کی مٹی سے تو حیملہ و تدبیر اس جگہ باطل ہے مطلب یہ کہ چونکہ اصل فطرت سے اختلاف ہے لہذا نہ وہ دریا میں جاسکے اور نہ وہ دریا سے نکل سکے اور چونکہ اصل فطرت اس طرح ہے لہذا اس میں حیملہ و تدبیر بھی نہیں چلتی کہ حیملہ کر کے فطرت کو بدل کر خاکی دریا میں چلے جا دیں یا مچھلیاں اُس سے باہر نکل آ دیں تو اسی طرح جو کہ فناء فی اللہ ہو چکے ہیں وہ تو احکام حق میں خوش ہیں انکو تو وہاں سے نکلنا موت ہے اور جالگ ہیں انکو انکی بجائے اور موت ہے نہ وہ ادھر آسکتے ہیں اور نہ وہ ادھر جاسکتے ہیں۔ اب یہاں سننے والے کو یا اس چوسکتی تھی کہ بس پھر تو کوئی اُمید ہی نہیں رہی جیسی اصل ہوگی اُسکے مطابق رہیں گے اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی لہذا آگے فرماتے ہیں کہ

قفل زلفت است کشایندہ خدا درت در تسلیم زن داند رضا

یعنی قفل تو عظیم ہے اور کھولنے والا خدا ہے تو تم ہاتھ تسلیم درضامین مارو مطلب یہ کہ اگر چہ قفل تو عظیم ہے مگر اُسکو کھولنے والے حق تعالیٰ ہیں تم تسلیم درضا حاصل کر لو اور رضی برضا ہو انشاء اللہ قفل عظیم حق تعالیٰ کھول دینگے۔

ذرہ ذرہ کر شود مفتاح ہما این کشایش نیست جز از کیر یا
 یعنی ذرہ ذرہ اگر کنجیان ہو جا دین تو یہ کہلنا سوائے حق تعالیٰ کے کسی سے نہیں ہے یعنی اگر تمام
 ذرات عالم کنجیان بن جا دین تب بھی اس قفل کو سوائے خدا کے کوئی نہیں کھول سکتا۔
 چون فراموش شود تدبیر خویش سخت یابی لے جوان از پیر خویش
 یعنی جبکہ تجھے اپنی تدبیر فراموش ہو جا دین گی تو لے جوان اپنے شیخ سے بخت پاویگا مطلب یہ کہ
 جب تم تدبیر کو فنا کر دو گے تو ٹکوکوئی رہبر مل جاویگا اور وہ حق تعالیٰ تک پھونچاویگا۔
 چون فراموش خودی یادت کنند بندہ گشتی و آنکہ آزادت کنند
 یعنی جب تو اپنے کو فراموش کرے تو وہ تجھے یاد کرین تو غلام ہو جاوے اس وقت تجھے آزاد کرین
 (اس لئے کہ ارشاد ہے فاذا كبروني اذ كركم یعنی مجھے یاد کرو میں ٹکویا کروں گا۔ اور یاد کامل
 وہ ہے کہ اُس میں اپنی بھی خبر نہ رہے تو بس جب اپنے کو پہلا دیا تو اُس طرف سے اذ کر حکم
 صادق آگیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ
 ا گر تو خواہی حری و دل زندگی بندگی کن بندگی کن بندگی
 یعنی اگر تم آزادی اور دل زندگی کے طالب ہو تو بندگی کرو بندگی کرو بندگی (کہ اسی سے دل
 زندگی حاصل ہوگی)
 از خودی بگذر کہ تاییابی خدا فانی حق شو کہ تاییابی بقا
 یعنی خودی سے گزر جا تا کہ تو خدا کو پالے اور فانی حق ہو جا تا کہ تو بقا کو پالے۔
 گر ترا بید وصال راستین محو شو واللہ اعلم بالیقین
 یعنی اگر تجھے وصال صدیق کی ضرورت ہے تو تو محو ہو جا۔ واللہ اعلم بالیقین۔ تو بس فانی الحق ہو کر بقا
 حاصل ہوتی ہے اور اپنے کو مٹا کر خدا ملتا ہے خوب سمجھ لو آگے پھر ان انبیاء علیہم السلام کا قصہ
 بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

انبیاء گفتند با خاطر کہ چند میدہیم این را دان را و عطا ویند

چند کو بهیم آهن سردی نغ
جنش خلق از قضا و وعده است
عقل اول را ند بر عقل دوم
لیک هم میدان و خبر میران چو تیر
تو نمیدانی که آخر کیستی
چون نبی پرشت کشتی بار را
تو نمیدانی که از هر دو کئی
گر بگویی تا ندانم من کیم
من دین ره ناجیم یا غرقه ام
من نخواهم رفت این ره بالکان
هیچ باز رگانه نماند ز تو
تا جر تر سده طبع شیشه جان
بل زبان دارد که محروم ست و خوار
چونکه بر لبک است جمله کارها
نیست دستورے دیر نجات راج باب
داعی هر پیشه امید است و لبوک
بامدادان چون شود کان رود

در میدان در قفس پرتاب
تیزی دندان ز سوز معده است
ماهی از سر گنده گرد و نه ز دم
چونکه بیخ گفت حق شد ناگزیر
چند کن چند آنکه دانی جیستی
بر تو کل سیکنی آن کار را
غرقة اندر سقر یا ناجی
در نخواهم تاخت بر کشتی ویم
کشف گردان کنز کد این فرقام
بر امید خشک همچو دل دیگران
ز آنکه در غیب ست ستر این دور
در طلب نے سود دارد نه زبان
نور او یا بد که باشد شعله خوار
کار دین اوے کنز ان یابی رها
جز امید الله اعلم بالصواب
گر چه گردن شان ز کوشش شد چو دو
بر امید و لبوک روزی می دود

بلوک روزی نبودت چنان میروی
 خوف حرام ازل در کسب و است
 گوئی از چه خوف حرام است پیش
 هست در کوشش امید بیشتر
 پس چرا در کار دین ای بدگما
 یا ندیدی کابل این بازار با
 زین دکان رفتن چه کان شان نمون
 آتش آن را رام چون خلخال شد
 از دم آن مرده زنده شده
 آهن آنرا رام همچون موم شد
 شده را در دفع و شمن چوب مار
 قوم دیگر سخت پنهان می روند
 اینهمه دارند و چشم هیچ کس
 هم که امت شان هم ایشان درم
 یا نمیدانند که بهائے خدا
 شش جهت عالم همه اکرام است
 اگر کیسے گویدت آتش در

خوف حرام هست چونی قوی
 چون نکر دان سست اندر سخت
 هست اندر کابلی این خوف پیش
 دارم اندر کابلی افزون خطر
 دامنت میگرد این خوف زیان
 در چه سود ندا نبیا و اولیا
 اندر این بازار چه بستند سود
 بحر این را رام چون حمل شد
 ابر آنرا سایه بانے آمده
 باد آنرا بنده و محکوم شد
 غنکوتی شد مرا آنرا پرده دار
 شهده خلقان ظاهری شوند
 بر نیفتد بر کیان شان یک نفس
 نام شان را نشنوند ابدال هم
 کوثر امی خواند این سو که بی
 هر طرف که بنگری اعلام اوست
 اندر آرزو دو گو سوزد مرا

اور میانش غنچا سر برزند	گوز آتش نرگس و نسیم کن
گاز در دستار خوان نبیا است	در حقیقت آتش از سبیت چو است

انبیاء علیہم السلام نے جب ان لوگوں کو بہت نصیحت کی اور انیر کچھ اثر نہ ہوا تو انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ ہم نے ہر ایک کو بہت کچھ نصیحت مگر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ یہ لوگ جو اپنی نگرانی سے ہنڈا ہوا بنے ہوئے ہیں آخر انکے ہم تک کو پٹن اور سوراخ دار بنجورے میں کب تک چھوٹک پہرنے کی کوشش کریں۔ یہ ایک دوسرے قیاحک انہوں نے یوں دفع کر دیا کہ ہر چیز کے مخلوق کی حرکات بلکہ قضا و قدر میں اور جب اوپر ہی سے مدد ہو اور ان کے اندر طلب پیدا ہو تب ہی کچھ ہو سکتا ہے کیونکہ ہر دن طلب کچھ نہیں ہو سکتا۔ دانت اسی وقت چلتے ہیں جب پیٹ میں بھوک کی آگ لگی ہوئی ہو اور چونکہ جس سے جان ان کی عقل پر حاکم اور مقصود ہیں اور انکو منظور نہیں اسلئے کچھ نہیں ہوتا اور یہ فساد جو ان میں پیدا ہوا ہے اوپر ہی سے ہے جس میں کوئی حکمت مضرب کیونکہ چھپی سر ہی کی جانب سے سسڑتی ہے دم سے نہیں سسڑتی یہ سب کچھ ہے لیکن ہکواسکو فقط علم ہی تک محدود رکھنا چاہئے اس کا اثر عل پر نہ ہونا چاہئے اور کام مرابہ کرتے رہنا چاہئے کیونکہ جب حق سبحانہ نے یہ حکم تبلیغ فرمایا ہے تو اسکی اطاعت فروری ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ جسطرح انبیاء نے قدر کاراڑ بھیج کر نصیحت کی نہیں چھوڑا اسی طرح تم بھی نہ چھوڑو یہ ماننا کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارا کیا خسر ہوگا لیکن تمکو اسی وقت تک کوشش کرتے رہنا چاہئے جب تک کہ تمکو نتیجہ معلوم ہو جاوے اور تم جان جاؤ کہ مقبول ہو یا مردود نیک ہو یا بد اور یہ مرنے کے بعد ہوگا۔ تو مرنے وقت تک کوشش سے دست بردار نہ ہونا چاہئے۔ دیکھو کہ جتنی پر توجہ لادتے ہو تو یہ کام تمہارا محض توکل ہی پر ہوتا ہے تمکو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تم دو فریق میں شے کس فریق میں ہو آیا ذوب جاؤ گے یا بج جاؤ گے۔ اب اگر تم یہ کہو کہ صاحب جب تک میں نہ جان لوں گا کہ میں ذوب ہوں یا بجے والا اسوقت تک نہ کشتی پر سوار ہوں گا نہ دریا میں چلوں گا پس پہلے تم مجھے بتاؤ کہ میں کس فریق میں ہوں آیا ذوب جاؤں گا یا بج جاؤں گا تب چلوں گا۔ ورنہ میں اوروں کی طرح خالی امید اور محض گمان پر نہ جاؤں گا تو اس صورت میں تم سے ہرگز سوداگری نہیں ہو سکتی کیونکہ ان دونوں پہلوؤں کی حقیقت پر وہ غیب میں مستور ہے۔ دیکھو جو تاجر ڈرپک اور نازک مزاج ہو تو اسے طلب و ملت کے

کہ ارے ادھر آ تمام عالم اُسکے انعام سے پُر ہے اور ہر طرف اُسکے وجود اُسکی وحدانیت اُسکی عظمت و جلال اُسکے لطف و کرم کی شہادتیں موجود ہیں پس تمکو اُن باتوں پر غور کرنا چاہیے اور اطاعت پر کمر بستہ ہونا چاہیے اور اگر کوئی بھی کریم تھے یہ بھی کہے کہ تم اگ میں کو دپڑو تب بھی اندریشہ ضرر کو پیش نظر نہ رکھنا چاہیے بلکہ اُس میں فوراً کو دپڑنا چاہیے کیونکہ وہ آگ ہی سے نرگس و شہرین منافع دنیویہ و اخرویہ پیدا کر دے گا۔ اور اسی میں انواع و اقسام کے پھول کھلیں گے۔ آگ تہا بے نزدیک آگ ہے اُسکے سامنے تو مارے ڈر کے پانی ہے اور ممکن نہیں کہ خلاف منشا کوئی نصرت کر سکے وہ تو انبیاء کے دستِ فرقان کا دھوبی ہے پس اُن کے حکم کے ہوتے ہوئے کیسے ضرر پھونچا سکتی ہے اب وہ قصہ سنو جس سے معلوم ہو کہ آگ انبیاء کے دستِ فرقان کا دھوبی ہے

شرح شبیری

انبیاء علیہم السلام ہنکرون کے حق کو قبول کرنے سے مایوس ہو جانا قولہ تعالیٰ حتی اذا استبیاں لرسالہ

انبیاء گفتند در خاطر کہ چند می دہیم این را و انرا د عطا و چند یعنی انبیاء علیہم السلام نے دل میں کہا کہ ہم کب تک اسکو اور اسکو د عطا و نصیحت کریں۔ چند کو ہم آج بن سر دوزخے در د میدان در قفس بن تابکے یعنی ایک آج بن سر دوزخہ غلطی سے کب تک کوٹیں اور قفس میں پھونکنا کب تک مطلب کہ اگر کوئی قفس میں پھونکے تو ہجر اسکے کہ ساری پھونک بیکار جاوے اور کیا فائدہ ہو سکتا ہے ہاں اگر مشک وغیرہ میں پھونکیں تو ہوا کے اسی طرح ان لوگوں کے سمجھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے جبکہ یہ مانتے ہی نہیں اور اس کا اثر یہ نہیں ہوا کہ وہ تبلیغ ترک کر دیتے نہیں بلکہ صرف اُنکو اُنکے راہ پر آئیے یا اسی جگہ لگی کہ اب یہ ہدایت نہ پاوینگے۔

دوم خبر پیو دن آخر تا چند چون میفراید جوئے جزو رشخند یعنی کہ ہے کی دوم کو آخر تا پناکب تک جبکہ وہ ایک جو بھی ہجر مسخرہ بن کے نہیں بڑھتے مطلب یہ کہ

گدھے کی دم کو اگر ناپو تو وہ بڑھے گی تھوڑا جتنی تھی اسی قدر رہے گی۔ ہاں ایک مسخرہ بین زیادہ ہوتا ہے
اسی طرح انکو سمجھانا فضول ہے اور فرماتے ہیں کہ

جنبش خلق از قضا و وعدہ است تیزی و دندان ز سوز معده است

یعنی خلوق کی جنبش قضا و قدر کے بعد سے ہے اور دانتوں کی تیزی معدہ کی جلن سے ہوتی ہے
یعنی جب خوب جھوک لگی ہو اسوقت دانت خوب تیز چلتے ہیں تو اسی طرح جب قضا و قدر سے
توفیق ہوتی ہے اسوقت انسان کام کر سکتا ہے ورنہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

نفس اول را ند بر نفس دوم ماسی از سرگند باشد نے ز دم

یعنی نفس اول نے نفس دوم پر حکمرانی کی اور پہلی سر کی طرف سے سڑتی ہے نہ کہ دم کی طرف
سے۔ نفس اول سے مراد متصرف اول یعنی روح اور نفس دوم سے مراد انسان۔ مطلب یہ کہ اول
روح ہی خراب ہے تو اسے جب انسان پر حکمرانی کی تو وہ بھی ویسی ہی ہوگی اور جبکی اصل فطرت اچھی
ہوتی ہے اسکے سب کام اچھے ہوتے ہیں دوسرے مصرعہ میں مثال دیتے ہیں کہ چھٹی سر کی طرف سے
اول سڑتی ہے اسی طرح انسان ابتداً فطرت ہی سے خراب ہوتا ہے اور قضا و قدر نے جن طرح
اصل میں بنادیا ویسا ہی رہتا ہے تو چونکہ کفار اصل فطرت سے منکرت ہیں لہذا اب بھی وہی حالت ہے
لیک ہم میدان و خمیران جو تیر چو نکہ بلخ گفت حق شنید ناگزیر

یعنی لیکن جانتے بھی بدو اور گرہے کو تیر کی طرح چلاتے بھی رہو جبکہ حق نے بلخ فرمادیا ہے تو اب لچاری
ہے مطلب یہ کہ یہ بھی سمجھتے رہو کہ یہ مانیں گے نہیں ان کی اصل فطرت ہی خراب ہے مگر تبلیغ بھی کرتے
رہو اسلئے کہ حق تعالیٰ نے بلخ کا حکم کر دیا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

تو نمیدانی کرین دو کیستی جہد کن چند انکہ بینی چستی

یعنی تو نہیں جانتا کہ تین دو کیستی تو کون ہے تو کوشش کر اتنی کہ تو دیکھ لے کہ تو کون ہے
مطلب یہ کہ ابھی تجھے خبر نہیں ہے کہ آیا تو سعید ہے یا شقی ہے لہذا اتنی کوشش کر کہ تجھے یقین معلوم
ہو جاوے کہ تو کون ہے اور علم یقینی موت کے بعد ہو گا لہذا امر نیکی وقت تک کوشش میں لگے رہو مگر
ہے کہ سعیدی ہو ابھی سے شقی ہو نیکیا فیصلہ کس طرح کرتے ہو آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون نبی بر پشت کشتی بار را بر توکل میکنی آن کار را

یعنی جب تم کشتی پر اسباب رکھتے ہو تو اُس کام کو توکل پر کرتے ہو (اسلئے کہ)

تو نیدانی گزین ہر دو کئے غرقہ اندر سقر یا ناجیے

یعنی تو نہیں جانتا کہ تو ان دونوں میں سے کون ہے سقر میں غرق ہو نہ والا ہے یا ناجی ہے یعنی دونوں
احتمال ہیں کہ ممکن ہے کہ کشتی ڈوب جاوے اور ممکن ہے کہ کنارہ لگے اور مال فروخت کر کے نفع ہو

گر لگوئی تا ندانم من کیہم در نخواہم تاخت بر کشتی دیم
یعنی اگر تو کہنے لگے کہ میں جب تک کہ معلوم نہ کروں کہ میں کون ہوں (اُس وقت تک) میں کشتی یا دریا میں
سوار نہ ہوں گا یعنی اگر تم کہو کہ جب تک مجھے خبر نہ ہو جاوے کہ آیا میں ڈوبوں گا یا بچوں گا اُس وقت تک
میں تو کشتی میں سوار ہوتا نہیں اور کہو کہ۔

من درین رہ نہا جیم یا غرقہ ام کشف گردان کر کدا بن فرقام

یعنی میں اس راہ میں ناجی ہوں یا غرق ہو نہ والا ہوں مجھے بتادو کہ میں کس فرقہ سے ہوں یعنی یا تو بچو
بتادو کہ میں ڈوبوں گا یا بچوں گا اور اگر نہیں بتاتے تو سن کر کہو کہ۔

من نخواہم رفت این رہ بالمان بر امید خشک ہچون دیگران

یعنی میں تو اس راہ میں (صرف) شبہ پر اور امید خشک پر دوسروں کی طرح نہ چلون گا۔
یعنی اگر تم کہو کہ جس طرح کہ ادا لوگ صرف احتمال نجات پر چل کرے ہوتے ہیں ایسے احتمالات پر
نہ چلون گا بلکہ مجھے بتادو یقیناً کہ میں بچوں گا یا نہ بچوں گا۔ تو اگر تم اس طرح کہنے لگو یہ ہو گا کہ
ہیچ باز رہا گائے نا بد نہ تو زانکہ در غیب ست سیران دورو

یعنی تجھے کوئی تجارت نہ ہوگی اسلئے کہ ان دونوں پہلوں کا راز تو غیب میں ہے یعنی کسی کو یقینی طور
پر معلوم تو ہے نہیں اور بے یقین کے آپس فر نہیں کرتے تو بس تجارت ہو چکی۔

تاجر تر سندہ طبع شیشہ جان در طلب نے سود دار دے زیان

یعنی تاجر تر نہیوالا نازک جان طلب میں نہ نفع رکھیکانہ نقصان یعنی اُسکو نہ نفع ہو گا نہ نقصان آگے
ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

بل زیان دارد کہ محروم است خوار نور او یا بد کہ باشد شعلہ خوار

یعنی بلکہ نقصان ہی رکھے گا۔ کیونکہ محروم و خوار ہے نور تو وہ رکھے جو شعلہ خوار ہو یعنی جھاکش ہو

اسکو نفع ہوتا ہے ورنہ ایسے نازک مزاجوں سے کیا ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں کہ
چونکہ ہر بلوک است جملہ کارہا کار دین اوئے گزین یا بی رہا
یعنی جبکہ تمام کام احتمال پر ہیں تو دین کے کام اولیٰ ہیں کہ اُن سے رہائی پائے مطلب یہ کہ
جب معلوم ہو گیا کہ صرف احتمال نفع پر ہی کوشش کرتے ہیں تو تملو بھی تو سعید ہو نیکا
احتمال تو ہے اسی احتمال پر دین کے کام کرو یہ کیا ضرور ہے کہ جب تم کو سعید ہو نیکا یقین ہو جاوے
جب ہی کام کرو اس احتمال پر کہ خدا کے یہاں تم شاید سعید ہو کیونکہ کام نہیں کرتے جیسا کہ
وہ سوداگر صرف احتمال نفع پر تجارت کرتا ہے بلکہ اُسکو تو اُسہین احتمال ضرر بھی ہے اور کار دین
میں تو احتمال ضرر ہے ہی نہیں تو افسوس ہے کہ یہاں تو یقین کے جو یا ہو اور وہاں احتمال پر
بھی کام شروع کر دو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

نیست دستورے دینجا قریع باب جز امید اللہ اعلم بالصواب
یعنی اس جگہ سوائے امید کے قریع باب کی اجازت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ
باب حق کو ہٹانے میں سوائے امید کے یقین وغیرہ کی اجازت نہیں ہے کہ جب یقین ہو
اُسوقت تو کام کرو ورنہ نہیں پس یہاں تو کام امید کا ہے امید پر سب کام کرو۔

بیان اس کا کہ ایمان مقلد کا خوف ورجا میں ہے

داعی ہر پیشہ امید است و بلوک گرچہ گردن شان ز کوشش شد چو دو
یعنی ہر پیشہ کیلئے محرک امید و احتمال ہی ہے اگرچہ اُن کی گردن کوشش سے مثل تیکے کے ہو جاوے
یعنی اگرچہ کوشش کے مارے گردن تیکے کی طرح ہو جاوے مگر وہ ساری کوشش صرف ایک
احتمال پر ہوتی ہے کہ شاید نفع ہو جاوے۔

یامدادان چون سوئے دکان رود بر امید و بلوک روزی می دود
یعنی (تاجر) صبح کو جب دکان کی طرف جاتا ہے تو امید اور احتمال روزی پر دوڑتا ہے
بلوک روزی نبوت چون میروی خوف حرمان است تو چوئے قوی
یعنی شاید کہ تیرے لئے روزی نہ ہو تو کیونکہ جارہا ہے اور تجھے خوف حرمان ہے تو تو کس

طرح قوی ہے۔

خوف حرمان ازل در کسب لوت چون نکر دست اندر جستجو
یعنی کسب روزی میں خوف حرمان ازل نے تیجے جستجو میں سست کیوں نہ کر دیا۔ مطلب یہ کہ احتمال
تو نقصان کا بھی ہے۔ پھر کس طرح قوی ہو کر کوشش کر رہے ہو اس میں اس احتمال پر چہرہ نہیں
بیٹھے بلکہ

گوئی کہ سے خوف حرمان بہت پیش بہت اندر کا ہلی این خوف پیش
یعنی کہتے ہو کہ ہاں خوف حرمان تو سامنے ہے (مگر) کا ہلی میں یہ خوف اور زیادہ ہے (اور کہتا ہے کہ)
بہت در کوشش امیدم بیشتر دارم اندر کا ہلی افزون خطر
یعنی کوشش میں تو مجھے اُمید زیادہ ہے اور کا ہلی میں خطرہ زیادہ رکھتا ہوں یعنی کہتے ہو کہ کوشش
کرنا رہوں گا تو غالباً امید نفع کی ہے اور اگر کوشش چھوڑ دوں گا تو پھر تو خطرہ زیادہ ہو جاوے گا۔ اور
اُمید نفع مطلوب ہو جاوے گی مولانا سپر تفریح فرماتے ہیں کہ

پس چرا در کار دین ای بدگمان دامنت می گیرد این خوف زمان
یعنی پہلے بدگمان کار دین میں یہ نقصان کا خوف تیرا دامن کیوں پکڑتا ہے مطلب یہ کہ جب کار
دنیا میں خوف نقصان مانع کوشش نہیں ہوتا تو کار دین میں خوف نقصان مانع کیوں ہے
دوسری شق پر کیوں نظر نہیں کرتے۔ نفع کا بھی تو احتمال ہے اُس احتمال کی بنا پر کام میں لگو کر نفع ہو
یا نہ دیکھی کا بل این بازار با درجہ سود نذر انبیاء و اولیاء

یعنی ما تو نے دیکھا نہیں کہ اس بازار والے کیسے نفع میں ہیں انبیاء اور اولیاء یعنی آیا تیجے خوف
نقصان مانع ہے یا کہ تیجے اُس کے اندر نفع ہی دکھائی نہیں دیتا۔ اور جو اس بازار کے سوداگر
ہیں یعنی انبیاء اور اولیاء کیا تو نے اُن کو کبھی نہیں دیکھا کہ وہ کیسے نفع میں ہیں اور کیا انکو اس کی خبر
نہیں ہے کہ۔

زین دکان رفتن چه کان بان رونو اندین بازار چون بستند سود
یعنی اس دکان سے جانے سے اُنکو کسی سود نے منہ دکھایا۔ اور اس بات میں اُنہوں نے
کس طرح نفع یا نہ دیکھا یعنی کیا تھے اُن کے نفوی کو کبھی دیکھا نہیں ہے آگے حضرات انبیاء علیہم السلام

کے کہیں معجزات بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو ان حضرات کو یہ نفع ہوئے اور وہ ایسے ہو گئے۔
آتش آذر ارام چون خلتی شد بحرین رارام چون حمل شد
یعنی آگ اُنکے لئے خفتاں کی طرح مطیع ہو گئی اور اُنکے لئے دریا حال کی طرح مطیع ہو گیا۔ مطلب یہ کہ
جس طرح کہ خفتاں پاؤں میں پڑا رہتا ہے اور حال صاحب مال کا مطیع ہوتا ہے اسی طرح آگ اور دریا
حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مطیع ہو گئے۔ یہ کیا تھا یہ اُسی بازار جب
حق کا سودا اور نفع تھا۔

ازدم آن مردہ زندہ شدہ ابراہیم راسایہ بانے آمدہ
یعنی اُن کی چھونک سے مُردہ زندہ ہوتا تھا اور ابراہیم کیلئے سائبان آیا۔ یعنی علیہ السلام کے
دم سے مُردہ زندہ ہوتا تھا اور حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض مرتبہ ابراہیم کی رک چلا ہے۔
آہن آذر ارام ہچون موم شد باد آذر اسندہ و محکوم شد
یعنی لوہا اُن کیلئے مثل موم کے ہو گیا۔ اور لوہا اُن کیلئے غلام اور محکوم ہوئی یعنی داؤد علیہ السلام کے
لئے لوہا موم نرم ہوتا تھا اور سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا مسخر تھی۔

شہر دار دفع دشمن چوب مار عنکبوتے شد رآذر ابرہہ دار
یعنی دفع دشمن ہیں اُن کیلئے لکڑی سانپ بن گئی اور ایک مکڑی اُن کیلئے پردہ دار ہوئی یعنی پھٹی
کیلئے دفع دشمن ہیں عصا و آذر ہا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکڑی سے حفاظت ہوئی کہ غارت
میں جب آپ پوشیدہ ہوئے تو مکڑی نے جالاتن دیا تھا تو یہ سب اُسی یا حق کا نفع اور اُسی کا
سود تھا۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہ تو انبیاء ہیں کہ جبکہ معجزے ظاہر و باہر ہیں حق تعالیٰ کے بہت سے
اولیاء پوشیدہ ہیں کہ نہ کسی کو اُن کی کرامات کی خبر اور نہ اُنکی بزرگی کی اطلاع مگر ہیں مقبول حق

معنی اُس حدیث کے کہ ان اللہ اولیاء و اخصیاء

(حق تعالیٰ کے بہت سے اولیاء پوشیدہ ہیں)

شہرہ خلقان ظاہر کے شوند

قوم دیگر سخت پناہاں آمدند

یعنی قوم دوسری سخت پوشیدہ آئی ہیں اور مخلوق ظاہری میں کب شہرہ ہوتی ہیں۔

بر نیفتد بر کیا شان یک نفس

ایہمہ دارند و چشم ہیچکس

یعنی یہ سب کچھ رکھتے ہیں اور کسی کی نگاہ اُن کی بزرگی پر ایک ہٹری کو نہیں پڑتی۔

ہم کرامت شان ہم ایشان در جرم نام شان را نشود ابدال ہم
یعنی اُن کی کرامت بھی ہیں اور وہ حرم (حق) میں بھی ہیں (مگر) نام اُن کا ابدال بھی نہیں سنتے (تو)
دیکھیے حق تعالیٰ کے اولیا ظاہر بھی ہیں اور خفی بھی ہیں اور یہ سب برکات و فیوض اُسی فیض حق کے
ہیں۔ آگے رجوع ہے ماقبل کی طرف اور کہا تھا۔ یا ندیری کاہل این بازار ہا الہم کہ کیا تو نے
اس بازار والوں کو نہیں دیکھا ہے اب آگے فرماتے ہیں کہ،

یا نمدانی کہ ہمائے خدا کو ترا میخواند این سو کہ بسیا
یعنی یا کہ تو حق تعالیٰ کے انعامات کو نہیں جانتا کہ وہ تجھے بلا رہے ہیں کہ اس طرف آ مطلب
یہ حق تعالیٰ تجھے اپنے انعامات کی طرف بلا رہے ہیں۔

شش جہت عالم ہمہ اکرام اوست ہر طرف کہ بنگری اعلام اوست
یعنی شش جہت عالم تمام اُسی کا اکرام ہے اور جس طرف تو دیکھے اُسی کی نشانیان ہیں
چون کرے گویدت آتش درا اندر آرزو دو ملو سوزد مرا
یعنی جیسا کوئی تم سے کہے کہ آگ میں چلے آؤ تو اُسکے اندر آ جاؤ اور یہ مت کہو کہ مجھے جلا دیگی۔ کرم
سے مراد وہ ہے جسکو کہ وحی آتی ہو سو اگر ایسا شخص یہ بھی کہے کہ آگ میں گر پڑو تو وہ جو نیکو من اللہ
ہو گا اُس کا کہاں لینا جائز ہے ورنہ کسی دوسرے کہنے سے اپنے کو ہلاک کرنا حرام ہو خوب
یاد رکھو تو جب انبیاء علیہم السلام کے کہنے سے اپنے کو ہلاک کر سکتے ہو تو حق تعالیٰ اگر احکام شاف
کا حکم فرمادین جسین کہ بظاہر تعجب بھی ہو تو کیا حرج ہے اسلئے کہ اگر اُن کے احکام کو بحال لاؤ گے تو
یہ ہو گا کہ۔

کو ز آتش نرگس و نسرین کند و زمیانش غنچہا سر بر زند
یعنی کیونکہ وہ آگ میں نرگس و نسرین کر دیں گے اور اُسکے درمیان سے غنچہا سر نکالیں گے
یعنی وہ اگر احکام مشاقہ کا بظاہر حکم بھی کریں تو وہ اُسکو آسان فرمادیں گے۔

در حقیقت آتش از ہیبت چو ماست گا در دستار خوان انبیاء است
یعنی حقیقت میں آگ (اُن کریموں کی ہیبت کی وجہ سے) مثل پانی کے ہے اور حضرات انبیاء

علیہم السلام کے دسترخوان دہوئی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر وہ کریم آگ میں گرنے کو کہیں تو گر جاؤا سنئے
کہ اُن کی ہیبت سے آگ مضر نہیں رہی ہے اور غیر مضر ہونے میں پانی کی طرح ہو گئی ہے اور انبیاء و
کی تو دہوئی ہے آگے حضرت انس بن مالکؓ کی حکایت لاتے ہیں کہ اُن کا دسترخوان میلہ تھا
اُہوں نے آگ میں ڈال دیا تو جلانہیں بلکہ صاف ہو گیا تو دیکھ لو آگ غیر مضر اور گندہو گئی اب
حکایت سنو

شرح حبیبی

از انس فرزند مالک آمدہ است او حکایت کرد کہ بعد طعام چرخن و آلودہ گفت ای خادمہ در تنور پُز آتش در فگند جملہ مہمانان در ان حیران شدند بعد یک ساعت بر آورد از تنور قوم گفتند لے صحابی عزیز گفت زانکہ مصطفیٰ دست ہاں لے دل ترسندہ از نار و عذاب چون جماوے را چنین تشریف داد مرکلوخ کعبہ را چوں قبہ کرد بعد از ان گفتند با آن خادمہ	کہ مہمانے او شخفہ شدہ است دید انس دستار خوال را ز ردفا اندر افگن در تنورش یکدمہ آن زمان دستار خوان را ہوشمند انتظار دو دو کند و رمی بدند پاک و اسپید و از ان ساخ دور چون نہ سوزید و منقہ گشت نیز بس بالید اندر این ستار خوان با چنان دست و لبے کن اقرب جان عاشق را چہ خواہد کشاد خاک مرواں باش ای جان در بزد تو نگہی حال خود یا اینہمہ
---	---

<p>چون فگندی زود این را گفتی این چنین دستار خوان قیمتی گفت دارم از کریمان اعتماد میری چه بود اگر او گویم اندر افتم از کمال اعتقاد سر در اندازم نه این ستار خوان لے برادر خود برین اکسیر زن آن دل مروے کہ از زن کم بود</p>	<p>کیرم او بردست در اسرار پئے چون فگندی اندر آتش هستی از عباد اللہ داریم بس اُمید در رواند عین آتش بدم نیستم ز اکرام ایشان نا امید ز اعتماد ہر کریم لے مازدان کم نباید صدق مرد از صدق زن آن دے باشد کہ کم ز اشکم بود</p>
--	---

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (واللہ اعلم بالصحتہ) کہ اُنکے یہاں ایک جہان آئے۔ ان جہان صاحب نے بیان کیا کہ کہا نے سے فراغت پانیکے بعد انس رضی نے دسترخوان کو شور بے میں زرد اور میلا اور سالن میں سنا ہوا دیکھا تو لونڈی سے فرمایا کہ اسکو تھوڑی دیر تھوڑی دلدو اُسے آگ سے لبریز تھوڑی اُسکو ڈال دیا یہ دیکھ کر تمام جہان حیران ہوئے اور منظر تھے کہ اب دسترخوان چلے گا اور اس سے دھواں نکلے گا تھوڑی دیر کے بعد جو دسترخوان نکالا تو پاک صاف اور سفید تھا میل کچل کچھ بھی باقی نہ رہا تھا لوگوں نے دریافت کیا اے صاحبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ صاف کیوں کر ہو گیا جلا کیوں نہیں اُنہوں نے فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دسترخوان سے ہاتھ منہ پونچھا تھا یہ وجہ ہے نہ جلنے کی پس اس سے تم ہمارے بیان کی تصدیق کرو اور عبرت پکڑو اور واضح ہو کہ تم کو جو آگ اور عذاب کا ڈر ہے اسکی بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ اس ہاتھ اور منہ سے تقرب حاصل کرو یعنی محبت اور اطاعت آنجناب پیدا کرو تم اس خوف سے مامون ہو جاؤ گے تم سمجھو کہ جنوں نے ایک

جماد کو صوری اقبال اور قرب کی بدولت یہ شرف بخشا کہ وہ ضرراً تش سے محفوظ ہو گیا تو جان عاشق جسکو معنوی اقبال و قرب ہے اسپر کس قدر کرم کے دروازہ کھولیں گے اور اسپر کیا کیا عنایتیں نہ ہوں گی۔ دیکھو تو سہی آپ کے کعبہ کے پتھروں کو کیونکر قبلہ بنا دیا اور اسکو کس قدر شرف عطا کیا۔ پس ان واقعات سے عبرت حاصل کرو۔ اور مردان خدا کی خاک ہو جاؤ اپنے کو ان کے سامنے فنا کر دو۔ دیکھو اس خادمہ نے اپنے کو کیونکر فنا کر رکھا تھا چنانچہ جب لوگ حضرت انس سے جواب سن چکے تو اس خادمہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تم اپنی حالت کیون نہ بیان کرتیں کچھ تم بھی تو کہہ سہنے مانا کہ انکو راز معلوم تھا اسلئے انہوں نے بے تکلف حکم دیدیا مگر انکو تو راز معلوم نہ تھا تھے ان کے کہنے سے اس قدر جلد دسترخوان کو آگ میں کیوں ڈال دیا اور اس قدر قیمتی دسترخوان کو آگ کے حوالہ کیسے کر دیا اسنے جواب دیا کہ مجھے اہل اللہ پر پورا ہر ہوسہ اور مجھے حق سبحانہ کے خالص بندوں سے بڑی امیدیں ہیں ازار کیا چیز ہے اگر وہ مجھے بھی کہیں کہ بے کھٹلے آگ میں کہس جا۔ تو مجھے انسے اتنا اعتقاد ہے کہ فوراً آگ میں گر پڑوں۔ مجھے ان حضرات کی عنایت سے بہت کچھ امیدیں ہیں اور میں نا امید نہیں ہوں۔ اسلئے میں ہر اہل اللہ کے اعتماد پر صرف دسترخوان ہی نہیں بلکہ سرتنگ آگ میں چھوٹنے لئے تیار ہوں۔ پس جب ایک عورت کے اعتقاد اور خوں کی یہ حالت ہے تو تمکو عورت سے تو کم نہ ہونا چاہئے اور خود بھی کمال اعتقاد حاصل کر کے کس دن ہو جانا چاہئے۔ یاد رکھو کہ جس مرد کا دل عورت کے دل سے بھی گم ہو وہ دل نہیں بلکہ پیٹ سے بھی ادنیٰ ہے کہ وہ جس کام کا ہے اسکو انجام دے رہا ہے اور یہ اپنے فرض سے غافل ہے اسپر نظر کر کے تمکو ان کے اکرام سے نا امید نہ ہونا چاہئے اور اعتقاد کرنا چاہئے۔ اور ان سے اقبال حاصل کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ بڑے کریم ہیں اور ان کے ساتھ صوری اقبال میں بھی بڑی برکت ہے چہ جائیکہ معنوی۔ چنانچہ ان دونوں باتوں کی تصدیق تمکو قصہ ذیل سے ہوگی۔

شرح شبیری

حکایت النس بن مالک کی رومال کو آگ میں ڈال دینے کی
اور اس کے نہ جلنے کی

از انس فرزند مالک آمدہ است کہ بہمانے او شخصے شدہ است
یعنی انس بن مالک سے رفاقت ہے کہ اُن کی بہمانی میں ایک شخص ہوئے یعنی ایک شخص اُن کے بہمان
ادحکایت کرد کہ زبجد طعام دید انس دستار خوان از رد قام
یعنی اُس بہمان نے بیان کیا کہ کھانے کے بعد انس نے دستہ خوان کو زرد قام دیکھا یعنی شور یا لگا ہوا
چرکن و آلودہ گفت ای خادمہ اندرا فگن در تنور شش یک دم
یعنی میلا اور آلودہ دیکھا تو فرمایا کہ اے خادمہ اسکو ایک دم کیلئے تنور میں ڈال دے۔
در تنور بر ز آتش در فگند آن زمان دستار خوان از ہشمند
یعنی تنور آگ کے بہرے ہوئے میں اُس ہوشمند نے اُسی وقت دستہ خوان کو ڈال دیا۔
جملہ بہمانان در ان حیران شدند انتظار دو وکتہ وری بدند
یعنی سارے بہمان اس بات میں حیران تھے اور دستہ خوان کے دہریوں کے منتظر تھے یعنی منتظر تھے
کہ وہ اب جلیگا اور دہوان اُٹھے گا۔

بعد یک ساعت بر آ و رد از تنور پاک اسپید و از ان او سآخ دور
یعنی بعد ایک گھنٹی کے خادمہ نے تنور سے پاک اور سفید نکالا اور اُس سے تمام میل کھیل دور تھے
قوم گفتند اے صحابی عزیز چوں نہ سوزید و منقی گشت نیز
یعنی قوم نے کہا کہ اے صحابی عزیز یہ جلا کیون نہیں (بلکہ) اور صاف بھی ہو گیا۔
گفت زانکہ مصطفی دست دہان بس کا الیہ اندرین دستار خوان
یعنی فرمایا کہ اس کے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ اور ہاتھ اس دستہ خوان میں بہت پونچھے ہیں
آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

او دل تر سندرہ از نار و عذاب با چنان دست دلے کن اقرب
یعنی او دل نار و عذاب سے ڈرتے والے تو ایسے دست و لب کیساتھ نزدیکی حاصل کرے۔
چون حمادے را چنین تشریف داد جان عاشق را چہا خواہد کشاد
یعنی جبکہ ایک جامد کو ایسی خلقت عطا فرمائی تو جان کو تو کتنی کشادگی دیں گے (اور اب اس زمانہ میں
اقرب اُس دست و لب کیساتھ یہ ہے کہ دست سے افخاں سرزد ہوئے ہیں اور لب قوال

بندہ افعال و اقوال پر عمل کرنا یہی دست و لب کیساتھ اقربا ہے۔

مرکلوخ کعبہ را چون قبلہ کرد خاک مردان باں ای جان در نمر
یعنی کعبہ کے ڈھیلون کو قبیلہ کر دیا تو تو لے جان مردان (حق) کے مقابلہ (نفس) میں خاک ہو جا
مطلب یہ کہ دیکھ لو کہ ابراہیم علیہ السلام کا دست مبارک لگنے سے کعبہ کے ایٹ پتھر قبلہ ہو گئے
تو بس تو بھی خاک مردان حتی ہو جا کہ اُس سے کام چلے گا اور نفس کے مقابلہ میں اُسی وقت تکو
کامیابی ہوگی۔

بعد از ان گفتند با آن خادمہ تو نگوی حال خود با اینہم
یعنی بعد اس کے سب اُس خادمہ سے کہا کہ تو اپنا حال با وجود ان سب باتوں کے نہیں کہتی مطلب
یہ کہ انکو تو اعتماد تھا اسوجہ سے اُنہوں نے تو کہہ دیا مگر تجھے تو چاہئے تھا کہ پوچھ لیتی با وجود خوف
جلنے کے پھر تو نے ڈال دیا تو تو ذرا اپنا حال بیان کر کہ تجھے کیا ہو گیا تھا۔

چون فکندی زود این را گفت و گویم او بر دست در اسرار پے
یعنی اُن کے کہنے سے تو نے جلدی کس طرح ڈال دیا اپنے فرض کیا کہ وہ اسرار میں قدم لگئے ہیں
یعنی اپنے فرض کیا کہ انکو تو اسرار پر اطلاع تھی لہذا اُنہوں نے کہہ دیا تجھے کیا ہو گیا تھا کہ تو نے اسکو
اگ میں جھونک دیا۔

انچنین دستار خوان قیمتی چون فکندی اندر آتش ای سستی
یعنی ایسا قیمتی دستار خوان اری بی تو نے آگ میں کیونکر ڈال دیا۔

گفت دارم بر کربان اعتمید از عباد اللہ دارم بسئامید
یعنی اُس خادمہ نے کہا کہ مجھے کہ بیون پر اعتماد ہے اور میں اللہ کے بندوں کو بہت اُمید رکھتی ہوں
مطلب یہ کہ مجھے اعتماد تھا کہ اس میں کوئی مصلحت ہوگی اور مجھے تو اللہ کے بندوں سے بڑی بڑی
امیدیں ہیں یہ تو کوئی بات نہ تھی۔

میزبے چه بود اگر او گویدم درد و اند عین آتش بے ند
اندر ا فتم از کمال اعتقید نیستم ز اکرام الیشان نا امید
یعنی کچھ تو کیا اگر وہ مجھے فرماوین کہ عین آتش میں جلی جانو بے پشیمانی کے میں کمال اعتقاد کی

و جسے چلی جائیں اہمیں اُن کے کلام سے ناامید نہیں ہوں۔ مطلب یہ کہ اُن پر محبہ استقامت اور اعتقاد ہے کہ اگر خود مجھے بھی آگ میں جانے کو کہیں تو میں خود بھی آگ میں چلی جاؤں اور اُس کا یہ کہنا جو نیک غلبہ حال میں ہے لہذا جو جس نے وہی صاف ہے ورنہ بے غلبہ حال کے کسی غیر نبی کے کہنے سے ایسا کرنا ابلاک نفس ہے جو کہ حرام ہے اہ کہتی ہے کہ۔

سرور اندازم نہ این دستار خوان ز اعتماد ہر کریم راز دان
یعنی میں تو سر ڈالوں نہ کہ یہ دستار خوان بوجہ اعتماد ہر کریم راز دان کے یعنی جو نیک جو اعتقاد ہے کہ یہ جو کر رہے ہیں اس میں مصلحت ہے لہذا دستار خوان تو کیا میں تو سر ڈالنے کو موجود ہوں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

لے برادر خود برترین اکسیر زن کم نباید صدق مرد از صدق زن
یعنی لے بھائی اپنے کو اسلکسیر پر بار اور مرد کا صدق مرد از صدق زن سے کم تو نہ ہونا چاہیے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ اُسکو اعتماد تھا اور اُس نے ان حضرات سے تعلق پیدا کر کے اپنے کو کامل بنالیا تھا اسی طرح تم بھی اولیاء اللہ اور کاملین سے تعلق پیدا کرو کہ تم بھی کام کے ہو جاؤ گے۔ بہلا ایک عورت سر تو کم مت ہو۔

آن دل مردے کہ از زن کم بود آن وہے باشد کہ کم زرا شکم بود
یعنی وہ دل اُس مرد کا کہ جو عورت سے کم ہو وہ دل جو شکم سے بھی (مترتباً) کم ہے یعنی ذلیل و خوار ہونے میں وہ شکم سے گیا گذرا ہو جو نیک ادب رکھتا تھا کہ ایسے حضرات کے دستِ نوبتِ اقرب حاصل کرو اُسکے مناسب آگے حکایت لائے ہیں کہ ایک حبشی غلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اپنے چہرہ پر پیر لیا تو اُس کا چہرہ روشن ہو گیا۔ تو اسی طرح اگر تم اُس سے اقرب پیدا کرو گے تو تمہارے قلوب اہر چہرے سب روشن ہو جائیں گے اب حکایت نو۔

شرح حبیبی

خشک شد از قحط باران قرب
کار و ان مرگ بر خود خواندہ

اندر ان وادی گروہی از عرب
در میان آن بیابان ماندہ

ناگہانے آن مغیث ہر دو کون
 دید کا نجا کاروانے پس بزرگ
 اشتران شان رازبان آویختہ
 رجمش آمد گفت ہین زو تر روید
 کہ سیاہی بر شتر مشک آورد
 آن شتر بان سیہ را با شتر
 سو کشتبان آمدند آن طالبان
 بندہ می شد سیہ با شترے
 پس بدو گفتندے خواند ترا
 گفت من نشناسم اورا کیست او
 سید و سرور محمد نور جان
 نوعہا تعریف کردندش کہ بہت
 کہ گروہے راز بون کرد او بسحر
 کش کشانش آوردند آن طرف
 چون کشیدندش بہ پیش آن عزیز
 جملہ رازان مشک او سیراب کرد
 راویہ پیر کرد و مشک از مشک او

مصطفی پیدا شد از رہ پیر عون
 بہ تف ریگ رہ صعب و سترگ
 خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ
 چند یارے سو و آن کبتان روید
 سوئے میر خود ہرودی می رود
 سوئے من آرید با فرمان مر
 بعد یک ساعت بدیدند آنچنان
 راویہ پیر آب چون ہدیہ برے
 این طرف خیر البشر فخر الورے
 گفت او آن ماہ روئے قند خو
 مہتر و بہتر شفیع مجرمان
 گفت مانا او مگر آن ساحرست
 من نیایم جانب او بیشم ہر
 او فغان برداشت بر تشنیع و قف
 گفت نوشید آب و بردارید نیز
 اشتران و ہر کسے زان آب خورد
 ابر گردون خیرہ ماند از رشک او

این کسے دیدہ است کز یک راویہ
 این کسے دیدہ است کز یک شکیب
 مشک خود رو پوش بود و منج
 آب از جوشش بھی گرد دہوا
 بلکہ بے اسباب بیرون زین حکم
 تو ز طفلی چون سبہا دیدہ
 با سبہا از سبب غافلہ
 چون سبہا رفت بر سر میزنے
 رب می گوید پر سوئے سبب
 گفت زین پس من ترا بینم ہمہ
 گویش رُرد و اَلْعَادُو کا رست
 لیک من آن ننگرم رحمت کنم
 ننگرم عہد بدت بد ہم عطا
 از من آید جملہ احسان و وفا
 حاصل آنکہ در سبب پیچیدہ
 قافلہ حیران شدند از کار او
 گردہ رو پوش مشک خور درا

سر و گرد و سوز چن دین با و بیہ
 گشت چن دین مشک پر و مضطرب
 میر سید از امر او از بحاصل
 وان ہو اگر دوز سر دی آبہا
 آب رویانید تکوین از عدم
 در سبب از جہل بر حفسیدہ
 سوئی این رو پوش شہازان مائلے
 رہتا و رہتا ہا مے کئے
 چون ز صنعم یاد کردی عجیب
 ننگرم سوئے سبب وان دیدہ
 اے تو اندر توبہ و میناق مست
 رحمت پرست و بر رحمت تنم
 از کرم این دم چو میخو لے مرا
 وز تو بد عہدی و نسیان خطا
 لیک محذورے ہمین را دیدہ
 یا محمد چیست این لے بحر خو
 غرقہ کردی ہم عرب ہم کردہا

ایک وادی میں عربوں کی ایک جماعت کی یہ حالت تھی کہ بارش نہ ہونے اور پانی نہ ملنے کو سبب
 اُن کی مشکیں خشک ہو گئی تھیں اور اُس میدان میں ایک قافلہ بڑا ہوا تھا جو شدت مصیبت سے
 اپنی موت کی دعا میں مانگ رہا تھا کہ دفعۃً اُن کی مدد کیلئے ہر دو عالم کے فریاد رس (دنیا میں بزرگوں
 دعا و ہدایت اور عقی بن بذر لیس شفاعت) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سے آتے ہوئے
 وہاں پہنچ گئے۔ یہاں بھونچکا اپنے دیکھا کہ ایک بہت بڑا قافلہ گرم ریت اور دور و دراز اور
 کھنکھناتے ہوئے رہا ہے یہ دیکھ کر اُپکوری اُپکوری آیا اور فرمایا کہ تم میں سے چند آدمی اُن ٹیلوں پر
 جاؤ دیکھو ایک حبشی مشک لارہا ہے اور اپنے آقا کی طرف تیز جا رہا ہے تم اُس حبشی کو اونٹ
 سمیت میسر پاس چہرے آؤ۔ وہ متلاشی ٹیلوں پر آئے تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے
 ویسا ہی دیکھا جیسا آپ نے فرمایا تھا کہ ایک حبشی غلام اونٹ پر سوار ہے اور اُس کے پاس ایک بڑی
 مشک پانی سے بھری ہوئی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کسی کے واسطے ہدیہ لئے جاتا ہو اُس سے
 انہوں نے کہا کہ تمکو فخر البشر خیر اور اُس طرف بلاتے ہیں۔ اُس نے کہا میں نہیں جانتا فخر البشر
 خیر اور اُسے کون میں اسپران میں سے کسی نے کہا کہ ماہر و شیرین خصال سرور سید بہتر بہتر
 شفیع محمد بن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایسی ہی اور ترقین کین کو نکلے آپ واقع میں ایسے
 ہی ہیں اُس نے کہا ہونہو یہ وہی جادوگر ہے جس نے اپنے جادو سے ایک بڑی جماعت کو مغلوب کر لیا
 میں اُس کی طرف تو آدہ یا شت بھی نہ چلون گا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وہ خوشی سے نہیں آتا تو وہ
 کہنے لگے ہوئے اُس طرف لائے اُس نے چلا تا شروع کیا اور طعن و تشنیع اور حلی کئی باتیں کہنی شروع
 کیں۔ مگر انہوں نے اس پر کچھ توجہ نہ کی اور لے ہی آئے جبکہ اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
 مبارک میں حاضر کیا تو اپنے فرمایا کہ اچھا تم سب اس میں سے پانی پیلو اور اپنی اپنی مشکیں بہر لو اپنے اُسی
 مشک سے سب کو سیراب کر دیا۔ اور آدمیوں اور اونٹوں سے اُس سے خوب اچھی طرح پانی پیا
 اور اُسکی ایک مشک سے چھوٹی بڑی مشکیں بھی پُر کر لیں وہ مشک یوں ہی پانی دے رہی تھی کہ اگر
 آسمانی کو اُس پر رشک ہوتا تھا اور وہ بھی تیر تھا کہ اتنا چھوٹا ظرف اور اس میں اس قدر پانی کسی نے ایسا
 دیکھا ہے کہ ایک مشک سے اتنی دوزخوں کی آگ بجھ جائے یعنی اتنے پیٹوں میں ہنڈک پڑ جاوے
 اور کسی نے یہ دیکھا ہے کہ ایک مشک سے بے زحمت اتنی مشکیں بہر جائیں۔ اصل بات یہ ہے کہ

کہ مشک تو ایک ساقی ورنہ یہ موج فضل حکم خداوندی بحر قدرت بے پایان سے آ رہی تھی اُسکی قدرت
ہدایت و وسیع ہے دیکھو پانی بخارات بنکر ہوا بنتلب اور ہوا سردی پاکر پربانی بنجاتی ہے بلکہ اُسے
نوع آب کو عدم محض سے پیدا کیا ہے جب اُسکی قدرت اتنی وسیع ہے تو اسمین کیا ازار ہے کہ مشک آب
کو حجاب بنایا گیا اس کا سبب یہ ہے کہ تنے پھین سے اسباب ہی کو دیکھا ہے اسلئے تم اسباب
ہی کو لئے ہوئے ہو۔ اور بلا سبب کے کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ تنے سبب میں مشغول
ہو کر اس سبب کو بھلا دیا ہے جسے خدا سباب کو بنایا اور اُس سے پہر کر ان مجاہدوں کی طرقت مل
ہو گئے ہو لیکن جب اسباب تم ہو جاتے ہیں اُسوقت تم بھی سرپیٹے اور لے اللہ یہ کر دے اے
اللہ وہ کر دے کہتے ہو اور حق سبحانہ کی قدرت کا اعتراف کرتے ہو اُسوقت حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ
اب تمہیں میرا بلا اسباب کے فاعل ہونا کیسے یاد آیا تم کو اسباب ہی کو سبب کبھی مانتے تھے بس
جاؤ اسباب ہی کو ذریعہ مقصود بناؤ۔ اسپر تم کہتے ہو نہیں لے اللہ اب میں بھی کو سبب کبھی سمجھو گا
اور اسباب ہو کہد ہو کہ کی ٹی ہیں اُن پر کبھی نظر نہ کروں گا۔ اسپر حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم جانتے
ہیں کہ تم اپنے عہد و پیمان میں بڑے بودے ہو تمہاری تو یہ حالت ہے کہ دوزخ کو دیکھ کر بھی
معاصی میں مبتلا ہو لیکن ہم تمہارے باجی بن پر نظر نہ کریں گے بلکہ تمہر رحمت کریں گے کیونکہ ہماری
رحمت وسیع ہے اور ہم رحیم ہیں ہم تمہارے جوئے عہد کو نہ دیکھیں گے بلکہ اُسوقت تم ہم سوا نگ
رہے ہو تو ہم اپنے کرم سے تمہیں دینگے ہمارا کام احسان و وفا ہے اور تمہارا کام بد عہدی بیول
اور غلطی خیر فلا صبر کہ تم اسباب میں پلٹے ہوئے ہو مگر ایک حد تک معذور ہو کہ تنے آنکھ ہو کر لکر
اسباب ہی دیکھے ہیں اسلئے اُسکی ضرورت ہوئی خیر جب یہ واقعہ ہوا تو قافلہ متحیر ہوا اور کہا کیا بیول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا بات ہے کہ آپنے ایک چوٹی ہی مشک کو آڑ بنا کر اس میں اتنا پانی
نکالا کہ تمام عربوں اور کردوں کو گویا کہ اسمین ڈبو دیا

شرح شبیری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عرب کے قافلہ کی فریاد کو

پیونچنا کہ تشنگی اور بے آبی کی وجہ سے عاجز ہو رہا تھا اور
دل موت پر رکھے ہوئے تھا اور اُنکے جانور بھی قریب ہلاکت تھے

اندرال وادی گرم و بے آب و خشک شہر از قحط باران شال قریب
یعنی اُس جنگل میں ایک عک گروہ کے قحط بارش کی وجہ سے مشکیزے خشک ہو گئے تھے (چونکہ
مشک میں پانی بہرنے سے وہ تر رہتی ہے ورنہ خشک ہو جاتی ہے تو چونکہ پانی تھا نہیں لہذا
ساری مشکیں خشک ہو گئی تھیں۔

در میان آن بیابان ماندہ کاروان مرگ بر خود خواندہ
یعنی اُس بیابان میں رہے ہوئے اور موت کے قافلہ کو اپنے اوپر بلائے ہوئے۔
ناگمانے آن مغیث ہر دو کون مصطفیٰ پیدا شد از رہ بہر عون
یعنی ناگمان وہ دونوں جہان کے فریاد رس (یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ سے مرد
کیواسطے پیدا ہو گئے یعنی ناگمان اُس جنگل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی گزر ہوا
دید کا نجا کاروانے بس بزرگ بر قف ریگ در بے صعب ترگ
یعنی اپنے ایک بہت بڑے قافلہ کو گرم ریت اور ایک بڑی سخت راہ پر دیکھا۔

اشتران شان را ز بان آویختہ خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ
یعنی اُنکے اونٹ زبان ڈالے ہوئے تھے اور لوگ ریتے میں ہر طرف پڑے ہوئے تھے،
رحش آمد گفت بین ز تو تر رویہ چند بائے سوئے آن کبشان رویہ
یعنی آپکو رحم آیا تو فرمایا کہ ہاں جلدی سے جاؤ چند آدمی اُن ٹیلوں کی طرف جاؤ۔

کہ سیاہے بر شتر مشک آورد سوئے میر خود بزودی می برد
یعنی ایک حبشی اونٹ پر مشک لا رہا ہے اور اپنے امیر کی طرف جلدی سے لیجا رہا ہے
آن شتر بان سیہ را با شتر سوئے من آرید یا فرمان مر
یعنی اُس حبشی اونٹ والے کو معا اونٹ کے میرے پاس حکم قطعی کی ساتھ لاؤ مطلب یہ کہ

اُسکی رضالینے کی حاجت نہیں ہے بس حکم قطعی ہے کہ اسکو میرے پاس لے آؤ۔
 سوئے کنبان آمدند آن طالبان بعد یک ساعت بدیدند آنچنان
 یعنی وہ تلاش کر نیوالے ٹیلوں کی طرف آئے تو ایک گھڑی کے بعد انہوں نے دلیسا بچی لکھا
 بندہ می شد سیمہ با شترے راویہ پُر آب چون ہریہ برے
 یعنی ایک غلام جشی معہ ایک اونٹ کے مشک پانی سے پیری ہوئی ہدیہ لیجا نیوالے کی طرح چارہا ہر
 یعنی بہت اہتمام سے وہ اُس مشک کو لیجا رہا ہے۔

پس بدو گفتند می خواند ترا این طرف فخر البشر خیر الورے
 یعنی پس اُن لوگوں نے کہا کہ تجھے اس طرف فخر البشر اور خیر الورے بلا رہے ہیں۔
 گفت من نشا سم اور کیست گفت او آن ماہ روئے قند خو
 یعنی اُسے کہا کہ میں اُنکو نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہیں تو صحابہ نے فرمایا کہ وہ ماہر اور قند خو ہیں۔

سید و سر محمد نور جان بہتر و بہتر شفیع مجرمان
 یعنی سید و سر محمد نور محمد علیہ وسلم نور جان بہتر اور بہتر اور عمر مون کے شافع،
 نو عبا تو رفیع کردندش کہ بہت گفت مانا او مگر آن ساحر است
 یعنی اُن کی قسم قسم کی تحریفیں کیں کہ وہ ایسے ہیں تو بولا کہ شاید وہ فلان ساحر ہیں،
 کہ گر وہ راز بون کرد او سحر من نیایم جانب او نیم شبیر
 یعنی کہ ایک گردہ کو انہوں نے جادو سے مغلوب کر رکھا ہے تو میں اُن کی طرف آدمی بالشت بھی
 نہ آؤں گا۔

کش کشا نش آوزیدند آن طرف او فغان برداشت بر تشیع و تلف
 یعنی اُسکو کھینچتے ہوئے اُس طرف کو لائے اور وہ تشیع و طعن میں غل مچا رہا تھا۔
 چون کشیدندش بہ پیش آن عزیز گفت نوشید آب و بردارید نیز
 یعنی جبکہ وہ اسکو اُس عزیز کے سامنے لائے تو فرمایا کہ پانی پیو اور کہہ بھی لو
 جملہ راز ان مشک او سیراب کرد اشتران و ہر کسے زان آب خورد۔
 یعنی سبکو اپنے اُس مشک سے سیراب فرمایا۔ انہوں نے اور ہر شخص نے اُس پانی سے پیا،

راویہ پر گرد و مشک از مشک او ابر گرد و خیرہ ماند از رشک او
یعنی بڑی اور چوٹی سب کینا سکی مشک سے بہ لیں اور ابر آسمانی بھی آپ کے رشک سے میراں رہ گیا
یعنی اسکو حیرت تھی کہ میں بھی اسقدر فیاض نہیں ہوں جیسے کہ آپ ہیں مولانا فرماتے ہیں کہ
این کسے دیدہ است کنز یکا دیہ سرگرد و سوز چندین ہا دیہ
یعنی یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک مشک سے اتنی دوزخوں کی آگ بجھ گئی ہو۔
این کسے دیدست کنز یکش کلک گشت چندین مشک پر بے اضطراب
یعنی یہ کسی نے دیکھا ہے کہ پانی کی ایک مشک سے اتنی مشکیں بے کسی اشکال کے بہر گئی ہوں
مشک خود رو پوش بود و فوج فضل می رسید از امر او از بحر اصل
یعنی مشک خود ایک حجاب تھا (در نہ) فضل کی موج حکم حق سے دریائے اصل سے پھونچ رہی تھی
یعنی یہ مشک تو ایک درمیان میں واسطہ اور حجاب تھی دراصل میں تو پانی ہی دریائے اصل اور
بحر رحمت میں سے آ رہا تھا آگے اُسکے استعجاب کو دور فرماتے ہیں کہ۔

آب از جوشش بھی گرد و ہوا دان ہوا گرد و سردی آہا
یعنی پانی اپنے جوش سے ہوا بنجاتا ہے اور وہ ہوا سرد کی وجہ سے پانی ہو جاتی ہے مطلب یہ
کہ دیکھو اسباب ظاہری سے اکثر اوقات ہوا پانی بن جاتی ہے اور پانی ہوا بن جاتا ہے لیکن
بلکہ بے اسباب و بیرون زمین آب رویانید تکوین از عدم
یعنی بلکہ بے اسباب کے اور اُس حکم سے باہر تکوین عدم سے پانی آگاتی ہے مطلب یہ کہ
اسباب ظاہری سے تو ہوا سے پانی اور پانی سے ہوا بن جاتے ہیں لیکن بعض مرتبہ اُسکے خلاف
بھی ہوتا ہے جیسا کہ یہاں ہو رہا تھا کہ بے اسباب ظاہری کے حکم تکوینی عدم سے اُس پانی کو
پیدا کر رہا تھا اور یہ پانی آ رہا تھا آگے فرماتے ہیں کہ۔

توز طفلی چو بچہ بہا د بیدہ در سبب از جہل بر چسبیدہ
یعنی تو نے بچپن سے جب اسباب کو دیکھا ہے تو جہل کی وجہ سے سبب پر چسکا ہے
یا سبہا از سبب غافلے سوئے این رو پوشہا زان نامی
یعنی تو اسباب میں سبب سے غافل ہے اور ان حجابات کی طرف اسوجہ سے مائل ہے

چون سبب ہارفت ہر سبب مزی فی ربنا و ربنا ہا می کنی
یعنی جب اسباب جاتے رہے تو سرحدیثا ہے اور ربنا ربنا کہتا ہے مطلب یہ کہ مولانا
فرماتے ہیں کہ لے انسان تو نے جو کچھ بچپن سے ان اسباب ہی کو دیکھا ہے اسلئے تیری نظر
میں صرف اسباب ہی ہیں اور تو سب سے غافل ہو رہا ہے اور تیری سمجھ میں بے اسباب ظاہری
کے اس طرح پانی کا پیا ہوا جانا زمین آتا۔ لیکن جب اسباب فنا ہو جاتے ہیں اور قضا و
قدر کی طرف سے کوئی امر واقع ہوتا ہے تو اس وقت دعائیں کرتا ہے اور حق تعالیٰ کو پکارتا ہے
کہ لے اللہ اسباب تو ہیں نہیں اب آپ ہی پکائیے۔ اور آپ ہی پناہ دیجئے جب یہ دعا کرتا ہے
تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

رب ہی گوید ہر دو سبب چون ز صنم یاد کردی عیب
یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسباب ہی کی طرف جاتے ہیں کہ تو نے صنوع سے مجھے یاد کیا
مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو نے مصنوع کو چھوڑ کر مجھے یاد کیا تو ہمیشہ اسباب ہی کی
طرف متوجہ رہتا تھا تو اب کیوں اس طرف متوجہ ہوا جا اسباب ہی کی طرف جاجب اُدھر سے یہ
ارشاد ہوتا ہے تو انسان کہتا ہے کہ

گفت زین پس من شتر اےینم ہمہ ننگم سوئے سبب وان وندہ
یعنی کہتا ہے کہ اس کے بعد میں باہل پیچھے ہٹی دیکھوں گا۔ میں سبب اور مکر و فریب کی طرف نہ دیکھوں گا
یعنی انسان اس ارشاد حق کو سنکر عرض کرتا ہے کہ یا اے اب آئندہ اسباب کی طرف نظر نہ کروں گا
اور اب تو ہمیشہ تمام امور کو آپ ہی کی طرف سے سمجھوں گا۔

گویدش رد و اعدا دوا کا رست لے تو اند تو بہ و بیثاق سست
یعنی حق تعالیٰ اس سے فرماتے ہیں کہ تیرا کام مرد و العاد ہے اے اے وہ کہ تو تو بہ اور بے ہمتی سست
(حق تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتے ہیں ولو تری اذ وقفوا علی الناس فقالوا یا لیتنا
مزد و لا تکلذب بآیات ربنا و نکون من المؤمنین بل بدلہم ما کالوا یخفون
من قبیل و لو رد و العاد و لما تھاوا عنہ و انہم لکذ بون) مطلب یہ کہ حق تعالیٰ ارشاد
فرماتے ہیں کہ لے انسان توجہ و وعدہ کرتا ہے کہ میں آئندہ اسباب کی طرف متوجہ نہ ہوں گا یہ وعدہ

اور تو بہ بالکل سبست اور تو اس وعدہ اور وثیق پر پورا رہنے والا نہیں ہے اسلئے کہ تیری توفیق
حالت ہے اور تو تو ایسا ہوئے والے ہے کہ جب جہنم کو دیکھ لیگا اور اس کے عذاب کا مشاہدہ کر لیگا
تو اس وقت کہیگا کہ اگر میں دنیا میں لوٹ جاؤں تو اس مرتبہ جا کر ضرور عبادت حق کروں اور
ایمان لاؤں لیکن چونکہ ہم علیم ہیں ہم جانتے ہیں کہ تو وہاں جا کر وہی عین بیہول جاوے گا اور اسی طرح
شرک و معاصی میں مبتلا ہو جاوے گا تو بالکل ہموٹ ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تو پھر اسباب کی
طرف متوجہ ہوگا اور تو ان اسباب ہی میں لگے گا اور اپنے کاروں کو اب بھی ہماری طرف سے
نہ سمجھے گا اور تیرا تو بہ کرنا اور تیرے یہ عہد و وثیق سبست ہیں لیکن خیر کسی نے کہ

لیک من آن ننگرم رحمت کنم رحمت پرست بر رحمت تنم
یعنی لیکن میں اسکو نہیں دیکھتا اور رحمت کرتا ہوں میری رحمت زیادہ ہے میں رحمت پر غنا ہوں
ننگرم عہد بدت بد ہم عطا از کرم اسبندم چو میخوانی مرا
یعنی میں تیرے عہد بد کو نہیں دیکھتا بلکہ کرم کی وجہ سے تجھے عطا دیتا ہوں جبکہ تو مجھے پکار رہا ہو
افزون آید جملہ احسان و وفا و ز تو بد عہدی اور نسیان اور خطا

یعنی مجھے تو بالکل احسان اور وفا آتا ہے اور تجھے بد عہدی اور نسیان اور خطا آتا ہے مطلب
یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان اور اے بند اگرچہ تو سبست ہے عہد اور تو بہ شکن اور
وعدہ فراموش ہے لیکن جب تو ہماری طرف متوجہ ہوا اور تو نے ہمیں پکارا تو اب ہماری رحمت
اور کرم کا تقاضا یہ ہے کہ ہم تجھے بخشے ہیں اور تجھے رحم کرتے ہیں تو نے ہمیشہ بد عہدی اور
وعدہ فراموشی کی ہے اور تجھے ہمیشہ کرم کیا ہے اور عطا کی ہے لہذا اسی بنا پر ہم اب بھی تجھے رحم
کرتے ہیں اور تیری اس بد عہدی پر حیا کہ ہمیں علم ہے کہ تو کرے گا نظر نہیں کرتے سچ یہ ہے کہ
رحمت حق بہانہ می جو بد جو کچھ کی ہے اور بد عہدی وغیرہ غرض جو کی ہے وہ سب ہماری طرف سے ہے
اور اس طرف سے کرم اور انعامات ہی میں خوب کہا ہے تیرے کرم میں کی کچھ نہیں کریم ہے تو
مراقصو رہت جیو نا امید نہ ہوں میں اور فرماتے ہیں کہ نقصان تقابل است و گرنہ علی الروام
فیض سعادتش ہم کس را برابر است غرض کہ انسان وہ وعدہ فراموش اور غیبت کن ہے کہ اُس پر
جو کچھ بھی گذر جاوے یہ اُسکو فوٹا ہی ٹھلا دینے والا ہے آگے خود انسان کی مذہبی اسباب

میں بیان فرماتے ہیں کہ

حاصل آنکہ حسب پیچیدہ لیک معذوری ہمیں را دیدہ

یعنی حاصل یہ کہ تو سبب میں پٹیا ہوا ہے لیکن تو معذور ہے کہ تو نے اُسکو دیکھا ہے مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ اے انسان حاصل اس ساری گفتگو کا یہ ہے کہ تو بالکل اسباب میں پٹیا ہوا ہے اور تیری نظر اسباب ہی پر ہے لیکن تو اس میں کسی درجہ میں معذور بھی ہے اسلئے کہ ہوش سنبھالا تو اسباب ہی پر نظر پڑی اب تو مجاہدات و ریاضات کے بعد تو اس حالت کو رفع کر سکتا ہے اور نظر خالق اور صانع پر کر سکتا ہے غرض کہ اسوقت یہ پانی اسباب ظاہری کے خلاف بھر جاتا اور فضل حق سے آ رہا تھا اور سبکو سیراب کر دیتا تھا۔

قافلہ حیران شد نداز کار او یا محمد چیست این اے بحر خو

یعنی قافلہ آپ کے کام سے حیران رہ گیا (اور سب چنچ اٹھے کہ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اے دریا خصلت یہ کیا ہے۔

کردہ رو پوش مشک خور در ا غرقہ کردی ہم عرب ہم کرد را

یعنی آپ نے ایک چوٹی مشک کو حجاب کر لیا ہے اور عرب اور کرد و سبکو غرق کر دیا ہے مطلب یہ کہ سارے قافلہ دالے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزے سے حیران اور ششدر رہ گئے اور بول اُٹھے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بظاہر تو اس مشک خود کو حجاب بنالیا اور نہ اپنے معجزے سے تمام عرب اور عجم کو سیراب کر دیا۔ اور پانی سب میں بھونچا دیا۔ عرب و کرد و بطور مبالغہ کے کہہ دیا مطلب یہ کہ اس میں سے سیکڑوں آدمیوں کو سیراب کر دیا۔ غرض کہ سارے کے سارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کے قائل ہو گئے اور مان گئے کہ حق الفضل ما شہدت بہ الاعلاؤ غرض کہ اُس غلام کی مشک اُسی طرح پھری رہی اور قافلہ سارا کا سارا سیراب ہو گیا۔ آگے اُسکی مشک کے بہرے رہنے اور اس جشی غلام کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے سپید ہو جانے کا تھیں بیان فرماتے ہیں

شرح جیبی

ای غلام اکنون تو پیر بین مشک خود
 آن سیه جیران شد از برهان او
 چشمه دید از هوا بریزان شده
 آن نظر رو پوشها هم بردید
 چشمها پیر آب گرداندم غلام
 دست و پایش مانند از رفتن براه
 باز بهر مصلحت بازش کشید
 وقت حیرت نیست حیرت پیش هست
 دستهای مصطفی بر رو نهاده
 مصطفی دست مبارک بر رخسار
 شد سپید آن رنگی زاده حبش
 یوسف شد در جمال و در دلال
 او همی شد بر سر و بی پای هست
 پس بیامداد و مشک پیر روان
 خواجه برده منظر بنشسته بود
 خواجه از دورش بدید و خیره ماند
 راوی ما شسته ما هست این

تا نگویی در شکایت نیک و بد
 می و مید از لامکان ایمان او
 مشک او رو پوش فیض آن شده
 تا معین چشمه غیب رسید
 شد فراموشش از خواجه در مقام
 زلزله افکند در جانش اله
 که بخویش آواز روی مستفید
 این زمان در ره در آچالک چیست
 پو بهلای عاشقانه لب بداد
 آن زمان مالید کرد او فرخش
 همچو بدر و روز روشن خدیش
 آفتش اکنون رو بده و آگوی حال
 پای می نشناخت در رفتن دست
 سوئے خواجه از نواحی کاروان
 کان غلاش دیر می آمدند و
 از تحیر ابل آن ده را خوانند
 پس کجا شد بنده نهنگی جبین

آن یکے بدرست می آید ز دور
کو غلام ما مگر سرگشته شد
یا مگر اورا بکشت این بد گهر
چون بیا بدیش گفتش کیستے
گو غلام را چه کردی راست گو
گفت گزشتہم بتو چون آدم
گفت نے نے در نگیر و بامنت
گو غلام من بگفت اینک منم
دیدہ ام صبر و بدر می گشته ام
ہے چه میگوئے غلام من کجاست
گفت اسرار ترا با آن غلام
زان زمانیکہ خریدی تو مرا
تا بدانی کہ بہا نم در وجود
رنگ دیکشد و لیکن جان پاک

می زند بر نور و زار و ش نور
یا بد و گر گے رسید و کشته شد
اشترش آورد اینجا از قدر
از بین زادی و یا تر کیستے
گر بکشتی و نا حیلست مجو
چون بیائے خود درین خون آدم
راست باید گفت سر دست این
کرد دست فضل بزدان زخم
صاحب فضل و قدرے گشته ام
ہیں خواہی جست از من جز برست
جملہ واکویم یکا یک من تمام
تا با کنون باز گویم ماجرا
گر چه از شب بدیز من صبحے کشود
فارغ از رنگ ست و زار کان خاک

جب بانی پیچہ اور لینے سے لوگ فارغ ہو گئے تو اپنے اس غلام سے فرمایا کہ اے میان اپنی مشقت
سے بہری ہوئی دیکھ لے ایسا نہ ہو کہ تو بین بر اہلا کہ وہ جشی تو پکایہ مجھ و دیگر جیون رہ گیا
اور خدا کی طرف سے اس میں ایمان پیدا ہو گیا صورت اس کی یہ ہوئی کہ اس نے دیکھا کہ میری

مشک محض آڑ ہے اور ہوا میں سے چشمہ بہ رہا ہے اس سے اسکی نظر آگے بڑھی کہ ہوا میں کہاں سے
آ رہا ہے اور اسکی نظر چشمہ فیہی یعنی قدرت الہیہ تک پہنچی۔ اس سے وہ معتقد ہو گیا۔ اور ایمان
لے آیا۔ اسوقت اسکی آنکھوں میں آنسو ڈبڑا آئے اور نہ اسکو آقا کا خیال رہا نہ گھر کا اور اسکی
جان میں کو سنا نا ضل گیا۔ اُسکے ہاتھ پاؤں میں اتنی طاقت نہ رہی کہ وہ راستہ چل سکے۔

مصلحت کیلئے حق سبحانہ نے اسکو پھر اس حالت سے نکالا اور حکم دیا کہ ہوش میں آ۔ اور اپنے گھر
واپس جا۔ یہ وقت تحیر کا نہیں ہے تحیر کا وقت آگے آئیگا۔ اسوقت تو تیزی کیساتھ راستہ پر
پورے خیر جیب اُسکے حواس درست ہوئے تو اُسنے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دست
مبارک پر اپنا منہ رکھا اور عاشقوں کی طرح بہت سے بوسے دئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے بھی براہ شفقت اُسکے منہ پر ہاتھ پھر کر اسکو مبارک کیا اس سے وہ رنگی اور حشی زاد
گورا چٹا ہو گیا اور اُس کا رلت کی طرح تاریک چہرہ دن کی طرح روشن ہو گیا اور حسن و نفاذ ان
میں یوسف وقت بن گیا۔ تب اپنے فرمایا کہ اچھا اب گاؤں میں جاؤ اور یہ واقعہ بیان کر دو ممکن
ہے کہ اس معجزہ کو دیکھ کر اور لوگ بھی ایمان لائیں۔ یہ حکم سن کر وہ روانہ ہو گیا اور چلنے میں اُس کی یہ

حالت تھی کہ بے سرو دپا اور مست و ارجار ہاتھ نہ اُسکو ہاتھ کا ہوش تھا نہ پاؤں کا پس وہ روتا
ہوا قافلہ سے آقا کے پاس آیا آقا رستہ میں غفلت بیٹھا ہوا تھا کیونکہ وہ جلد نہ آیا تھا بلکہ اُسکو دیر
ہو گئی تھی۔ آقا نے اُسکو دھڑ سے دیکھا اور تعجب کر لیا۔ اور تعجب ہو کر گاؤں کے لوگوں کو بلا لیا وہ سوچتا تھا

کہ مشک بھی ہماری ہے اور اونٹ بھی ہمارا ہے زندگی غلام کیا ہو ایہ جو آ رہا ہے یہ تو ایک چودھویں
رات کا چاند ہے اسکی چہرہ کی روشنی تو دن کی روشنی پر غالب آرہی ہے۔ ہمارا غلام ہوا معلوم ہوا
رستہ بھول گیا۔ یا کوئی سیر پڑا ہوا ہے کیا اُسنے کہا لیا۔ اور وہ مارڈا لایا ممکن ہے کہ اسی بد وقت

اُسے مار ڈالا ہوا ہے تو میرے آؤں اُسے یہاں لے آیا ہو وہ اسی طرح خیالات پکار رہا تھا کہ غلام
اُسکے سامنے آ گیا۔ جب وہ اُسکے سامنے آیا تو اُسے کہا کہ تو کون ہے تو یمنی ہے یا ثمر کی میرا غلام
کہاں ہے سچ بتاؤں اُسے کیا کیا۔ دیکھا اگر تُو نے اُسے مار ڈالا ہے تو جو کامت کرنا صاف
صاف کہہ دینا اُسے کہا کہ اگر میں اُسے مار ڈالتا تو آپ کے پاس کیسے آتا اور نہ کیلئے اپنے پاؤں کیلئے
آتا اُسے کہا کہ اس سے تو بچ نہیں سکتا۔ یہ تیرا دو کہاں ہے خبر ہے تو سچ بچ کہہ میرا غلام

کہاں ہے اُسے کہا میں ہی آپ کا غلام ہوں۔ حق سبحانہ کے دست عنایت نے مجھے معور کر دیا ہے
 اُسے کے ذریعے مجھے مرتبہ عالی نصیب ہوا ہے اور اسی سے میں جو دہوین رات کا چاند ہو گیا ہوں
 اور اُسی کے سبب میں صاحب فضل اور عالی قدر ہو گیا ہوں۔ آقا نے پھر کہا ارے تو کیا کہہ رہا ہے
 سچ بتا کہ میرا غلام کہاں ہے دیکھ اگر تو اپنی خیریت چاہتا ہے تو سچ سچ کہہ دے کیونکہ ہر کوئی میری
 بات سے سچ ہی چہڑا سکتا ہے اور جھوٹ سے تو بچ نہیں سکتا اُسے کہا اچکھین نہیں آتا میں ہی
 آپ کا غلام ہوں۔ اور اُس غلام اور آپ کے درمیان جو راز ہیں میں ایک ایک بتائے دیتا ہوں۔ اور
 جس وقت سے آپ نے مجھے خریدا ہے اس وقت تک کی ایک ایک بات بیان کئے دیتا ہوں تاکہ آپ کو
 معلوم ہو جاوے کہ میری ذات وہی ہے اگرچہ سیاہ رنگت جا کر گوری رنگت مل گئی ہے میرا
 رنگ دوسرا ہو گیا ہے مگر جان وہی ہے کیونکہ جان رنگ کے تابع نہیں۔ وہ تو رنگ عناصر اور
 خاک سے مبر ہے پس رنگ کے بدل جانے سے اس پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

شرح شبیری

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے اُس غلام کی
 مشک کا غیب سے پھر جانا اور اُس حبشی غلام کا گورا چٹا ہو جانا

اے غلام انکون تو پُر بین مشک خور تاں کوئی در شکایت نیک و بد
 یعنی اے غلام تو اب اپنی مشک پیری ہوئی دیکھ لے تاکہ تو شکایت میں بڑا بہلا نہ کہے مطلب یہ
 کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ارے غلام اب دیکھ لے کہ تیری مشک پیری ہوئی ہے کبھی
 تو پیر شکایت کرے کہ میرا بانی لیلیا۔ اور مجھے خالی چہڑا دیا۔ ہمنے لیا ہے لیکن تیری مشک ویسی
 کی ویسی ہی پیری ہوئی ہے

آن سیہ حیران شد از بریان او می دید از لالہ مکان ایمان او

یعنی وہ حبشی ہاکی بُرہان سے حیران رہ گیا۔ اور اُس کا ایمان غیب سے اُگ رہا تھا۔ یعنی حبشی
 حضرت کا یہ معجزہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور اُس کے قلب میں ایمان آنا شروع ہو گیا۔ اور نور ایمان اُس کو

قلب میں چکنے لگا۔

چشمہ دید از ہوار بزان شدہ
مشک اور پویشش فیض ن شدہ
یعنی اُسے ایک چشمہ دیکھا جو کہ ہوا میں سے گر رہا ہے اور اُسکی مشک اُس فیض کیلئے حجاب ہو رہی
زان نظر پویشہا ہم برسد
تاما عین چشمہ غیبی رسید
یعنی اُس نظر سے حجابات کو بھی اٹھا دیا۔ یہاں تک کہ چشمہ غیبی کے مقام احراز تک پہنچ گئی۔
مطلب یہ کہ اُسے ایک چشمہ نظر آیا کہ جو ہوا میں گر رہا ہے اور اُس کی مشک اُس کیلئے حجاب بن گئی
ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس مشک میں سے یہ پانی آ رہا ہے اُسکے بعد اُسکی نگاہ سے وہ حجاب
مشک بھی اٹھ گیا اور اُسے خود اُس چشمہ کو دیکھ لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ایک
چشمہ آب اُبل رہا ہے اُسکو دیکھ کر اُس کی یہ حالت ہوئی کہ۔

چشمہ پیر آب کہ داند م غلام
شد فراموشش ز خاجہ و ز مقام
یعنی اس وقت غلام نے آنکھیں پر آب کر دیں اور اُسکو آقا اور قیام گاہ فراموش ہو گئے۔
مطلب یہ کہ اُس معجزہ کو دیکھ کر وہ غلام رونے لگا اور اُسے نہ آقا یا درہا اور نہ اُسے قیام گاہ یاد
رہی وہ سبکو بھول گیا اور حیرت میں رہ گیا۔

دست و پائش ماند از رفتن براہ
زلزلہ افگند در جانش آلہ
یعنی اُسکے ہاتھ پاؤں راستہ میں چلنے سے رہ گئے۔ اور اُس کی جان میں حق تعالیٰ نے
زلزلہ ڈال دیا یعنی وہ اُس حالت کو دیکھ کر ششدر ہو گیا اور کانپنے لگا۔ اور اس بات نے اُسے
ایک مرتبہ ہلا ڈالا۔ اور اُس پر حالت بکری طاری ہو گئی۔

باز ہر مصلحت بازش کشید
کہ غولیش آ باز روای مستفید
یعنی ہر مصلحت کی چیز سے اُسے واپس کھینچ لیا کہ اُسے مستفید آپے میں آ اور ہر چل مصلحت کہ
اس حالت کے بعد... حق تعالیٰ نے اُسکو شکر سے صحو کی طرف کھینچا کہ خودی میں اور ہوشیہ میں
اگر سلوک طے کر اسلئے کہ استعراق اور سکر کی حالت میں ترقی نہیں ہوتی بلکہ سکون رہتا ہے سلوک
نہیں ہوتا اسلئے اُسکو حالت شکر سے حالت صحو کی طرف لائے تاکہ ترقی ہو۔

وقت حیرت نیست حیرت پیش تست
ابن زمان در رہ در آ چالاک حیرت

یعنی حیرت کا وقت نہیں ہے حیرت تیرے آگے ہے اس وقت تو راہ میں چالاک دھپت ہو کر آ۔
مطلب یہ کہ سکرے صحو کی طرف لانے میں گویا یہ ارشاد تھا کہ یہ وقت حیرت کا نہیں ہے
بلکہ اس وقت تو وقت سلوک ہے مقام حیرت آگے آویگا۔ وہاں حیران ہونا۔ یہاں تو ہوشیار کر
راستہ چلو یہاں سے وہ حضرات جو کہ استعراق اور یحودی کو بزرگی سمجھتے ہیں سن لیں کہ دیکھئے
مولانا روم رح جیسے صوفی اور شیخ کامل جنکو کہ ہر طبقہ مانتا ہے فرماتے ہیں کہ سکر اور استعراق
میں سلوک طے نہیں ہوتا اسلئے حالت سکر کے بدلنے کی ضرورت واقع ہوئی اور اسکو ہوش میں
لایا گیا۔ غرض کہ جب اسکو حالت سکر سے آفاقہ ہوا تو اُس نے فرط خوشی و محبت میں یہ کیا کہ
دستہاؤ مصطفیٰ بر و نہاد بوسہائے عاشقانہ لبس برداد

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو منہ پر رکھا اور عاشقانہ بوسے بہت سے دئے
مصطفیٰ دست مبارک بر بخش آن زمان مالید و کردہ او فرخشن
یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اُسکے چہرہ پر اُس وقت مل دیا تو اُس نے اُسکے
کر دیا۔ مطلب یہ کہ جب اُس نے دست مبارک پر بوسے دئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنا دست مبارک اُسکے چہرہ پر پھیر دیا اور اُس باقیہ پھیرنے نے اُسکو خوش نصیب اور نیک
نہاد کر دیا۔

شکر سپیدان ز گئے زادہ حبش بچو بدر و روز روشن شد حبش
یعنی وہ زنگی زادہ حبشی سفید ہو گیا اور اُس کی رات روز روشن اور بدر کی طرح ہو گئی۔ مطلب یہ کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پھیر دینے سے وہ حبشی حسین اور خوبصورت ہو گیا
اور اُسکی صورت جورات کی طرح کالی تھی وہ بدر اور روز روشن کی طرح ہو گئی۔

بہ سنے شہد در جمال و در دلال گفتش اکنون رو بدہ و آگونی حال
یعنی وہ جمال اور ناز میں ایک یوسف ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ اب
کاؤن جا۔ اور حالت کو بیان کر مطلب یہ کہ اُس کا حسن حسن یوسفی ہو گیا اور اُسکی حالت اور
اُسکے ناز و کرم شے بہت زیادہ ہو گئے جب اُس کی یہ حالت ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اب کاؤن میں جا کر اسکی حقہ کو میان کر تاکہ اہل لوگوں کو بھی معلوم ہو اور اُسکی عبادت

ہو جاوے

اوپر شہیدے سر و بے بائی و مست پائی شہناخت در رفتن ز روست
یعنی وہ بے سر و پا اور مست جا رہا تھا وہ چلنے میں ہاتھ سے پاؤں کو نہ پہچانتا تھا مطلب یہ کہ
اس قصہ کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کو دیکھ کر اُس کے اوپر ایک عجیب حالت ہو گئی
کہ وہ مستون کی طرح جا رہا تھا اور اُسے اپنے وجود کی کچھ خبر نہ تھی بس وہ اس حالت میں مست تھا
غرض کہ وہ گاؤں کی طرف چلا۔

پس بیا مد باد و مشک پر روان سوئے خواجہ از نواحی کاروان
یعنی پس اپنے خواجہ کے پاس قافلہ کی طرف سے دو بہری ہوئی اور چلتی ہوئی مشکون کے
ساتھ آیا یہاں دو مشک سے مراد دو آنکھیں ہیں مطلب یہ ہے کہ قافلہ کے پاس سے
روتا ہوا آیا اور اُس کا یہ رونا رنج کی وجہ سے نہ تھا بلکہ حیرت اور تعجب اور غوشی کے وقت میں بھی
انسان کو رونا آجاتا ہے پس ایسی حالت میں وہ بھی روتا ہوا آیا۔ اور آنکھوں کو دو مشک سے بوجھ
زیادتی گریہ کے تشبیہ دی یعنی وہ بہت ہی رورہا تھا۔

خواجہ برہ منتظر بنشستہ بود کان غلاش دیر می آمد نہ زود
یعنی آقا صاحب راستہ پر منتظر بیٹھے ہوئے تھے کہ اُس کا وہ غلام نہ جلدی آتا تھا نہ دیر میں
یعنی وہ آقا منتظر تھا کہ آج میرے غلام کو کیا ہو گیا کہ ابھی نہیں جکتا اُس بیچارہ کو اس ماجرے کی
کیا خبر اب اُسے اُس غلام کے آقا کے پاس پہنچنے کو اور آقا کے نہ پہچان سکے کو بیان
فرماتے ہیں۔

آقا کا اپنے غلام کو حسین خوبصورت دیکھنا اور نہ پہچانا اور اس
کہنا کہ تو نے میرے غلام کو قتل کر دیا ہے اور اس کا خون پیچیر سوار
ہو گیا ہے جو تو آگیا ہے

خواجہ از درش بدید و غیرہ ماند از تحیر اہل آن رہ را بخواند

یعنی آقا صاحب اسکو دور سے دیکھا تو حیران رہ گئے اور حیرت کی وجہ سے گافن والوں کو بلایا کہ

راویہ ما شتر ماہست این پس کجاست منبده زنگی جبین

یعنی مشک ہماری ہے اور اونٹ ہمارا ہے پھر وہ جیسی غلام کہاں گیا۔

آن یکے بدریست می آید ز دور می زند بر نور روز از روشن نور

یعنی وہ ایک چاند ہے جو کہ دور سے چلا آ رہا ہے کہ اُسکے چہرہ کا نور دور روز پر بڑھ گیا ہے

کو غلام ما مگر گشتہ شد یا بدو گر گئے رسید و گشتہ شد

یعنی ہمارا غلام کہاں ہے شاید راستہ بھک گیا یا اسکو کوئی بھیڑ یا پھو بچا اور مار گیا۔

یا مگر اور اب گشت این بد گھر اشترش آورد اینجا از قدر

یعنی یا شاید اسکو اس بذات نے مار ڈالا ہے اور اسکو تقدیر کی وجہ سے اونٹ اس جگہ لے

آیا ہے مطلب یہ کہ جب اُس آقا نے دھ سے دیکھا کہ اونٹ اور مشک تو ہماری ہی ہے اور غلام

وہ ہے نہیں تو اول تو خود حیرت میں ہوا پھر اور لوگوں کو بلایا تاکہ اور لوگ بھی دیکھ لیں شاید

میری نظر کچھ غلطی کر رہی ہو غرض کہ سبکو دکھلایا تو معلوم ہوا کہ بیشک وہ غلام نہیں ہے تو اب تھالا

پیدا ہوئے کہ یا تو وہ کہیں رستہ بھول گیا ہے یا اسکو کہیں بھیڑیوں وغیرہ نے مار ڈالا ہے اور

یہ کوئی اور شخص ہے باقی مشک وغیرہ ہماری مشک وغیرہ کے مثل ہے وہ نہیں ہے پھر یہ احتمال ہوا

کہ شاید اس شخص نے ہی جوار ہا ہے ہمارے غلام کو مار ڈالا ہے اور خود اونٹ اور مشک وغیرہ پر

قبضہ کر کے کہیں لیجا ناجاہتا تھا مگر تقدیر الہی سے اونٹ اسکو یہاں لے آیا اور یہ ہم تک پھونچ گیا

ورنہ بھلا یہ کابے کو یہاں آنے لگا تھا غرض کہ دھ سے دیکھ دیکھ کر طرح طرح کے احتمالات

پیدا ہو رہے تھے

چون بیامد پیش گفتش کیست از زمین زادی و یا تر کیستے

یعنی جب وہ سنے آیا تو اس آقا نے اُس سے کہا کہ تو کون ہے یہی ہے یا تر کی ہے

کو غلام راجہ کر دی راست گو مگر کشتی دا نا حیلست جو

یعنی کہ میرے اُس غلام کو تو نے کیا کیا سچ بتا اگر تو نے مار ڈالا تو بتا دے حیلست کہ

گفت مگر گشتم بتو چون آدم چون بیائے خود در این خون آدم

یعنی اُس غلام نے کہا کہ اگر میں نے مار ڈالا ہے تو میں اُس طرح گیا اور خود اپنے پاؤں سے اس خون میں
 کس طرح آگیا۔ مطلب کہ اُس غلام نے کہا کہ پہلا اگر میں نے تمہارے غلام کو مار ڈالا ہوتا تو میں یہ بیان
 کیوں آجاتا میں تو فوراً پہاگ جاتا اور تیرے پاس بہرگز نہ آتا بلکہ میں تو تیرا وہی غلام ہوں۔
 گفت نے نے درگیر و بامنت راست باید گفت سر دست این گفت
 یعنی اُس آقا نے کہا کہ نہیں نہیں میرے اندر یہ بات اثر نہ کرے گی۔ تیری یہ بات بالکل فضول ہے
 سچ کہنا چاہئے۔

کو غلام من گفت اینک منم کرد دست فضل بزدان روشنم
 یعنی آقا نے کہا کہ امیر غلام کہاں ہے تو غلام نے کہا کہ یہ میں ہی تو ہوں حق تعالیٰ کے
 دست فضل نے مجھے حسین کر دیا ہے۔

دیده ام صدی و بدرے گشتہ ام صاحب فضل و قدرے گشتہ ام
 یعنی میں نے ایک صدی کو دیکھا ہے تو میں بدر ہو گیا ہوں اور صاحب فضل اور صاحب قدر ہو گیا ہوں
 مطلب یہ کہ غلام نے کہا کہ میں ہی آپ کا وہ غلام ہوں لیکن میں نے ایک ایسی ذات کو دیکھا
 کہ جبکہ دیکھنے سے میری یہ حالت ہو گئی ہے اور مجھے یہ فضیلت اور مقدرت ملی ہے جب اس
 آقا نے یہ سنا تو اُس نے کہا کہ۔

ہے چہ می گوئی غلام من کجاست مین خود اہی رست از من بنہ راست
 یعنی اسے تو کہہ کیا رہا ہے میرا غلام کہاں ہے اسے تو مجھ سے بجز سچائی کے چہوت نہیں سکتا
 گفت اسرار ترا با آن غلام جملہ واگویم بکا یک من تمام
 یعنی اُس غلام نے کہا کہ تیرے تمام اسرار جو اُس غلام کی سادہ تھے میں ایک ایک کر کے
 ساری تجھ سے بیان کر دوں۔

زمان زمانے کہ خریدی تو مرا تا با کنین باز گویم ما حبرا
 یعنی جو وقت سے کہ تو نے مجھے خریدا ہے اب تک کا سارا قصہ بیان کر دوں۔
 نابدانی کہ ہما نم در وجود گرچہ از شبدر من صبحے کشود
 یعنی تاکہ تو جان لے کہ میں وجود میں نہ ہی ہوں اگرچہ میری تاریکی رات میں سے ایک مسج

اکل آئی ہے۔

رنگ دیگر شد ولیکن جان پاک فارغ از رنگ است و از ارکان خاک
یعنی رنگ دوسرا ہو گیا لیکن جان پاک سے اور ارکان خاک سے فارغ ہے مطلب یہ کہ اُس
غلام نے کہا کہ دیکھو تم جو اُس غلام سے اپنے اسرار بیان کیا کرتے تھے ان سبکو میں بیان
کر سکتا ہوں اور جب سے تم نے مجھے خرید لیا ہے اُس وقت سے اُس وقت تک کے کل قصے جو گزرے
ہیں میں بیان کر سکتا ہوں جس سے تمکو صاف طور پر معلوم ہو جاوے گا کہ میں تمہارا وہی غلام ہوں
اور میری صورت صرف بدل گئی ہے ورنہ میری اندرونی حالت اور میری روح سب وہی ہے
اُسین کسی قسم کا تغیر نہیں آیا۔ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حلیلی

تن شناسان زود مارا گم کنند	آب نریشان ترک مشک و خم کنند
جان شناسان از عدد و باقارغ اند	غر قمر دیا ئے نیچون اند و چنند
جان شود از راہ جان جانر شناس	یار بیش شوند فرزند قیاس
چون ملک با عقل یک سر شتہ اند	بہر حکمت را دو صورت گشتہ اند
آن ملک با عقل از یک گوہر اند	در پئے ہم ہچو ذبال و سراند
آن ملک چون مرغ بال پر گرفت	دین خرد بگذشت بہر و فر گرفت
لاجرم ہر دو مناصر آمدند	ہر دو خوشن و لپشت ہمگیر شدند
ہم ملک ہم عقل حق را فاجدے	ہر دو آدم را معین و ساجدے
نفس شیطان نیز ز اول واحدے	بودہ آدم را عدد و حاسدے
آنکہ آدم را بدن وید اور مید	وانکہ نور مؤتمن وید اور مخید

آن دو دیدہ روشنان بودہ ازین
 این بیان اکنون چو خرد در سخ بماند
 کے توان باشیعہ گفتن از عرف
 لیک اگر در دہ بگوشت یک کس است
 مستحق شرح را سنگ و کلورخ
 این نیاز مرے بودہ است و در دہ
 جز و او بے او برائے او بگفت
 دست و پاشا ہد شہوندت ای رہی
 در نباشی مستحق شرح و گفت
 ہر چہ روئید از پئے محتاج است
 حق تعالی کا این سموات آفرید
 ہر کہ جو یا شد بیا بد عاقبت
 ہر کہ جا دے دے دوا آخارود
 ہر کہ مشکل جواب آخارود
 آب کم جو شکی آرد بدست
 تا نزا ید طفلک نازک گلو
 رو بدین بالا و پستیہا بدو

وین دورا دیدہ ندیدہ غیر طین
 چون نشاید ہر چہ و انجیل خواند
 کے توان بر بطزدن در پیش کر
 ہا و ہوئے کہ بر آ و رد م بس است
 ناطقے گرد مشرح بار سوح
 کہ چنان طفلے سخن آغاز کرد
 جز و جزوت گفت دار در نہفت
 منکری را چنزدست و پا نہی
 ناطقہ ناطق ترا دید و بخت
 تا بیا بد طالے چیزے کہ جت
 از برائے دفع حاجات آفرید
 مایہ در دست اصل مرمت
 ہر کہ فقرے نوا آخارود
 ہر کہ پستی است آب آخارود
 تا جو شد آبت از بالا و پست
 کے روان گرد و رپستان شیرا
 تا شوی تشنہ و حرارت را گرو

بعد ازان از بانگ زنبور ہوا حاجت تو کم نباش از جشیش گوش گیری آب را تو می کشی زرع جان را کش جو ابر مضمضت تا سقاہم رہم آید خطاب	بانگ آب جو نیوشی اے کیا آب را گیری سوئے اومی کشیش سوئے زرع خشک تا یا بدوشی ابر رحمت پُر ز آب کو تراست تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب
--	--

یہاں سے مولانا ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو حالت اُس آقا کی تھی وہی حالت ظاہر پرستوں کی ہے کہ وہ بھی ہم اہل الشریعہ کی صورت کو دیکھ کر ہماری حقیقت سے انکار کر دیتے ہیں اور ہر کوئی نہیں پہچان سکتے بر خلاف طالبین معنی کے کہ وہ صورت پر نظر نہیں کرتے بلکہ وہ معنی کو دیکھتے ہیں جس طرح کہ پانی کا طالب مشک اور شکر کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ پانی کو دیکھتا ہے یہ لوگ تن شناس نہیں ہوتے بلکہ روح شناس ہوتے ہیں ان کو تشخصات سے بحث نہیں ہوتی کیونکہ خود و تشخصات البتہ کیف و کم ہیں اور یہ لوگ دریاؤں کے کیف و کم میں غرق ہیں اس لئے کیف و کم پر ان کی نظر نہیں ہوتی۔ پس تم کو چاہئے کہ صورت کو چھوڑو اور اپنی روح کے درجے اہل الشریعہ کی روح کو پہچانو اور انکو اُس آقا کی طرح غیر نہ سمجھو بلکہ انکو اپنا یار جانو اور گمان کے پابند نہ ہو کیونکہ تمہاری روح اور اہل اللہ کی روح دونوں یوں ہی ایک رشتہ میں منسلک ہیں جس طرح فرشتہ عقل کیسا ہے لیکن مقتضائے حکمت الہیہ دو صورتیں اختیار کر لی ہیں فرشتہ اور عقل ہر دو لحاظ ذات ایک ہی ہیں ایک دوسرے سے یوں ہی وابستہ ہیں جیسے سر اور دم گو صورتیں دونوں کی مختلف ہیں کہ فرشتوں نے پرندوں کی طرح بازو و ہر لئے اور عقل نے پروں کو چھوڑ کر شوکت و شان لی۔ اسی لئے دونوں ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں اور آپس میں ایسے متوافق ہیں جیسے ایک چیز کی رو و پشت اور ان کی تجانس و توافق ہی کی وجہ سے کہ ہر دو حق سبحانہ کو پہچاننے والے اور آدم کو سجدہ کرنے والے اور مدد دینے والے ہیں

اصلی ہذا نفس و شیطان بھی اول ہی سے ایک ہیں اسلئے آدم کے دشمن اور حاسد ہیں نہیں ان میں
جسے آدم کے جسم پر نظر کی وہ ان سے ہوا گا اور جسے اس نور حق سبحانہ کو دیکھا جو ان میں دو لیت کہا گیا
انہوں نے اطاعت قبول کی اور اس کے سامنے جھک گئے پس عقل و ملک نے تو نور کو دیکھا کہ انکھ روشن
کی اور نفس و شیطان نے بجز مٹی کے کچھ بھی نہ دیکھا۔ لہذا انکو صفات ملکیہ اختیار کرنی چاہئیں۔ اور
عقل کو نفس پر غالب کر کے ارواح اہل اللہ کا موافق اور یار بننا چاہئے۔ اور نفس کو غالب کر کے
تن پرست اور ظاہر بننا چاہئے اور اپنے کو ان کا غیر اور دشمن اور حاسد نہ بنانا چاہئے
ہاں تک بچو بچکر بیان یوں ٹھہر گیا جیسے گد بارف میں ٹھہر جاوے کیونکہ مخاطب معج نہیں ہے
یہود کے سامنے انجیل نہیں پڑھی جاسکتی۔ روافض کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل
نہیں بیان کئے جاسکتے۔ بہرے کے سامنے بر لب نہیں پایا جاسکتا۔ بس جطر ح یہ سب ٹوڑ
ہیں یوں ہی راز بیان کرنا نااہل یہ بھی بے جوڑ ہیں لیکن اگر یہ کہا جاوے کہ سب نسبت ناال
ہیں ہی نہیں کوئی تو اہل ہو ہی گا تو ہم کہتے ہیں کہ اسکے لئے یہی شور و فغان کافی ہے جو ہم کہہ
چکے ہیں زائد کی ضرورت نہیں پس اگر تم مستحق شریع ہو تب تو یہ گفتگو ہے کہ جو مستحق شریع
ہے اسکے لئے تو بقر اور ڈھیلے بھی ناطق اور شریع کامل ہو جاتے ہیں۔ دیکھو کہ مریم علیہا السلام
کی بی کسی ہی تھی جسکی وہ سے ذرا سے پچھنے بولنا شروع کر دیا انکے جزوئے بدون ان کی
فزائش کے انکے حق میں گواہی دینی شروع کی پس تم بھی سمجھ لو کہ یوں ہی تمہارے اعضاء بھی خفیہ
منکھ میں تم اس کا انکار نہ کرنا کیونکہ تمہارا انکار چلے گا نہیں اسلئے یہ امر ثابت ہے کہ ہاتھ پاؤں
گو اہی دینگے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ وہ پوشیدہ گفتار کہتے ہیں۔ جب وہ پوشیدہ گفتار
کہتے ہیں تو اگر انکو بھی ضرورت ہوگی تو خود تمہارے اعضاء ہی ساری شریع کر دینگے۔ ہماری ضرورت
نہیں۔ اور اگر تم مستحق شریع و گفتگو نہیں ہو تو ناطق کی قوت گویائی بھی تمہیں دیکھ کر سوجا دیگی پس
فصول فرمائش میں نہ پڑو ضرورت پیدا کرو۔ ضرورت ہی وہ شے ہے جس سے کام بنتے ہیں
جو چیز پیدا ہوتی ہے سب عاجز ہوتے ہیں۔ تاکہ جو طالب حاجت جس چیز کو چاہتا ہو نہ
اُسے مل جاوے۔ حق سبحانہ نے جو آسمان پیدا کئے ہیں یہ بھی دفع حاجت محتاجین ہی کیلئے
کئے ہیں جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ حاجت ہوگی اور طالب صادق ہوگا ضرور اُسکو

اُس کا مطلوب ملیگا۔ کیونکہ مٹی رحم تکلیف ہے جہاں تکلیف ہوتی ہے دوا دین جاتی ہے اور جہاں محتاجی ہوتی ہے سامان دین جاتا ہے اور جہاں مشکل ہوتی ہے جواب دین جاتا ہے اور جہاں پستی ہوتی ہے پانی دین جاتا ہے پس تم پانی کو نہ ڈبو نہ پودہ تو گر بیٹھے آجائیکا بلکہ پیاس پیدا کرلو اُس ہ نتیجہ ہوگا کہ ہر طرف سے تمہارے لئے پانی آبل پڑے گا۔ یعنی مطلوب کی فکر میں نہ پڑو وہ تو گز بیٹھے ملیگا تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ حاجت پیدا کرلو اور بلا حاجت پیدا کئے کچھ نہیں ہو سکتا۔ دیکھو جب تک بچہ نازک گلو پیدا نہیں ہوتا جسکو دودھ کی ضرورت ہوتی ہے اسوقت تک جہاتوں سے دودھ جاری نہیں ہوتا۔ پس تم جاؤ اور نیچے دوڑو تاکہ تمہارے اندر حرارت پیدا ہو اور پیاس لگے اُسکے بعد زہر ہوو کی آواز سے تم پانی کی آواز خود سن لو گے۔ مقصد یہ ہے کہ مطلوب کی فکر میں نہ پڑو بلکہ مطلوب کی حاجت پیدا کرنے میں جدوجہد کرو مطلوب خود حاصل ہو جائیگا۔ تم غور تو کرو جب گہاس کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو پانی کو خود لیکر تم گہاس تک پھونچا دیتے ہو اور اور جب کہیتی خشک ہوتی ہے تو پانی کا کان پڑ کے اُس تک پھونچا دیتے ہو پس تمہاری حاجت آخر گہاس کی حاجت سے تو کم نہیں ہے کہ حق سبحانہ اُس کی طرف انکسالات نہ فرماوین۔ نہیں بلکہ تمہاری جان کی کہیتی کیلئے حسین جابر مضمیٰ بن ابی رعت باری آب کو فرماو پس تم پیاس اور حاجت پیدا کرو تاکہ اُدھر سے سقاہر س بھر شرابا اٹھو لا کا خطاب آئے یعنی آب کو فرماو رعت سے تمہاری جان کو سیراب کیا جاوے والہو اعلم بالصواب

شرح شبیری

تن شناسان زود مارا گم کنند آب نشان ترک مشک و غم کنند
یعنی ظاہر میں لوگ ہمو جلدی گم کر دیتے ہیں اور پانی کے پینے والے مشک اور غم کو ترک کر دیتے ہیں (آب نوش سے مراد حقیقت میں مطلب یہ کہ جو ظاہر میں ہیں وہ تو ذرا سے تغیر ظاہری سے ہمو پہچان نہیں سکتے اور حقیقت شناس لوگ ہیں وہ ان ظاہر کو ترک کر دیتے ہیں اور حقیقت کو دیکھتے ہیں اور جب اُس میں کوئی تغیر نہیں ہوتا تو اُس شخص کو پہچانتے ہیں۔

جان شناسان از عدد با قاغ اند غرقہ در یا تھے بچوں اند و چند
یعنی حقیقت شناس لوگ عددوں سے قاغ میں اور وہ دیا تھے بچوں اور بے عدد میں غرق ہیں
یعنی انکو اعداد ظاہری پر نظر نہیں ہے بلکہ وہ تو حقیقت پر نظر رکھتے ہیں۔ اور اُسکو دیکھتے ہیں کہ
بے کیف و کم ہے اُس میں شخصیات اور اعداد ہیں ہی نہیں۔ آگے مضمون ارشادی فرماتے ہیں کہ

جان شود از راہ جان جانرا شناس یارینش شو نہ فرزند قیاس
یعنی جان ہو جا اور جان کی راہ سے جان کو پہچان اور بصیرت کا سامتی ہو نہ کہ قیاس کا تابع۔
مطلب یہ کہ حقیقت میں ہو اور قوی سیہ کو چھوڑ کر قوی ملکہ سے معرفت حق جو جان جان ہے
حاصل کر اور بصیرت حاصل کر اس ظاہری قیاس کو ترک کر۔

چون ملک با عقل یکسر رشتہ اند بہر حکمت را دو صورت گشتہ اند
یعنی جیسا کہ فرشتہ عقل کیساتھ ایک رشتہ ہیں اور حکمت حق کی وجہ سے دو صورت پر گئے ہیں
آن ملک با عقل چون یکگو بہر اند در پٹے ہم، همچو دنبال و سر اند
یعنی وہ فرشتہ عقل کیساتھ جب ایک ذات ہیں تو ایک دوسرے کی پیچھے دم اور سر
کی طرح ہیں۔

آن ملک چون مرغ بال پر گرفت وین خرد بگذاشت پر و فر گرفت
یعنی اُس فرشتہ نے مرغ کی طرح بال پر اختیار کر لیا اور اس عقل نے پر کو چھوڑ دیا اور شوکت و
شان اختیار کیا۔

لاجرم ہر دو مناصر آمدند ہر دو خوش رو پشت یکدیگر شدند
یعنی آخر کار دو دون ایک دوسرے کے مددگار آئے۔ اور دونوں خوش خوش ایک دوسرے کی
مدد ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو عقل اور فرشتہ جیسا ایک ذات اور ایک لڑی میں منسلک
تھے اور صرف حکمت آپس کے اعتماد سے اُن کی صورتیں دو تھیں تو دیکھو ایک دوسرے کا مددگار
اور صورت کے دو ہونے پر نظر نہ ہوئی بلکہ حقیقت پر نظر ہوئی کہ جب حقیقت ایک ہے تو وہ
دونوں ایک ہی ہوتے جس سے صاف معلوم ہوا کہ صورت بدل جانے سے حقیقت نہیں بدلتی۔
ہم ملک ہم عقل حق ما جادے ہر دو آدم را معین و ساجدے

یعنی فرشتہ اور عقل حق کی پہچاننے والے ہیں تو دونوں آدم کے مددگار اور ساجد ہوئے۔

نفس و شیطان بود ز اول واحد بود آدم را اعدو و حاسد سے
یعنی نفس و شیطان اول ہی سے ایک تھے تو وہ آدم کے دشمن اور حاسد ہوئے۔ مطلب یہ کہ دیکھو
عقل اور فرشتہ یا جو صورت کے اختلاف کے حق قائم کے پہچاننے میں ساتھ ہے اہل ایک
دوسرے کے مددگار رہے کیونکہ ان دونوں کی حقیقت تو ایک ہی تھی تو ان دونوں کی طبیعت کا تضاد بھی
یہی ہوا اور نفس و شیطان بھی اگرچہ صورت میں دو تھے لیکن حقیقت ایک ہونی کی وجہ سے۔
دونوں کے دونوں آدم کے دشمن اور نافرمان حق ہوئے تو دیکھئے اصل اعتبار حقیقت کا ہوا
صورت کا ہوا۔

انکہ آدم را بدن دید اور میدانکہ نور مومن دید اور خیر
یعنی جس نے آدم کے بدن کو دیکھا تو وہ تو فرٹ ہو گیا اور جس نے نور مومن کو دیکھا تو وہ جہگیا
مطلب یہ کہ دیکھو جس نے آدم کے صرف ظاہری بدن پر نظر کیا وہ تو ان سے فرٹ ہو گیا اور ان کا
مطلب نہوا اور جس نے کہ اس نور کو دیکھا جو کہ ان میں امانت رکھ گیا تھا اور وہی ان کی حقیقت تھی تو وہ اٹھا
مطیع و تابع رہ گیا۔

آن دو دیدہ روشن بودہ ازین دین دورا دیدہ ندیدہ غیر طین
یعنی ان دونوں کی آنکھیں اسی وجہ سے روشن ہو گئیں اور ان دونوں کی آنکھوں نے سوائے مٹی
کے کسی شے کو نہیں دیکھا۔ مطلب یہ کہ فرشتہ اور عقل نے جب حقیقت آدم کو دیکھا تو سب منقاد
ہو گئے اور ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور نفس و شیطان نے جب صرف ظاہر آدم ہی کو دیکھا
اور کہا کہ خلقتہ من طین اس لئے وہ اندھے اور مردود ہوئے اور انہوں نے اطاعت نہ کی اب
چونکہ یہاں تقدیر کی بحث آگئی کیونکہ انہوں نے سجدہ کیا تو بھی حکم حق ہی سے کیا اور دوسروں نے نہ
کیا تو وہ بھی حکم حق ہی سے نہ کیا اور یہ مضمون ایسا ہے کہ اس کو نہ کوئی کما حقہ بیان کر سکا اور نہ بیان کر سکتا
ہے اور نہ اسے سننے کے لوگ اہل ہیں۔ لہذا مولانا فرماتے ہیں کہ

این بیان اکنون جو فر در سخ بماند چون نشاید بر جہود انجیل خواند
یعنی یہ بیان اب تک گہ ہے کی طرح برف میں نہ گیا جیسے کہ یہودی پر انجیل نہ پڑھنا چاہئے۔

کے توان باشیعہ گفتن از عرق کے توان بر لب زدن در پیش کر
یعنی شیعہ سے عرق کے حالات کب کہہ سکتے ہیں اور ہرے کے سامنے بر لب کے اوپر کب
مارتے ہیں۔ مطلب یہ کہ چونکہ کوئی اہل نہیں ہے سب نا اہل ہی ہیں اسلئے یہ بیان آگے کو نہیں چلے گا۔
اور گدھے کی طرح دھنس گیا ہے جیسے کہ یہودی کے سامنے انجیل پڑھنا بے سود ہے اور شیعہ کے
سامنے حضرت عیسیٰ کے حالات بیان کرنا بے سود ہیں بس اسی طرح ان نا اہلوں کے سامنے
اس قسم کے مضامین کا بیان کرنا بے سود ہے۔

لیک کر درودہ بگوشت یک کس است ہائے ہوڑ کہ ہر آدم ہلست
یعنی لیکن گاؤں کے گوشہ میں اگر کوئی شخص ہے تو جو مضامین کہ میں بیان کئے ہیں کافی ہیں۔
مستحق شرح اسنگ و کلوخ ناطقے گرد مشرح بار سونخ
یعنی مستحق بیان کو تو پتھر اور ٹھیلہ پورے پورے ناطق ہو جاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ مولانا نے جو
ادب فرمایا تھا کہ نا اہلوں کے سامنے اس قسم کے مضامین بیان نہ کرنا چاہئیں تو اب شبہ ہوا کہ ممکن ہے کہ
ان نا اہلوں ہی میں کوئی اہل بھی ہو تو اس کی خاطر سے بیان کر دینا چاہئے۔ لہذا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اہل
تو اسکو استقریر بیان کر دینا ہی کافی ہے اسلئے کہ جو طالب ہوتا ہے وہ دھیلے اور پتھر دن تک سولپنے
مطلب کی بات نکال لیتا ہے تو میں نے تو کچھ بیان ہی کیا ہے اگرچہ نامکمل ہی سہی تو اس سے تو
اسکو پورے طور پر ہدایت ہو جاوے گی۔ اور وہ اسکو سمجھ لیگا۔ آگے ایک دو کمر مضمون کی طرف
منتقل ہوتے ہیں کہ دیگر طالب اپنے مطلب کی بات نکال ہی لیتا ہے تو سمجھ لو کہ حق تعالیٰ نے جو چیزیں
پیدا کی ہیں وہ طالبین کی طلب ہی پر پیدا فرمائی ہیں۔ لہذا طلب پیدا کر فی چاہئے۔ تاکہ اس طرف سے غلطی

بیان میں اسکے کہ حق تعالیٰ نے جو کچھ دیا اور پیدا فرمایا
سب طلب پر اور حاجت کی بنا پر فرمایا تو اپنے کو کسی شے کا
محتاج بنانا چاہئو تاکہ حق تعالیٰ عطا فرمادین کہ ارشاد ہے
اَمِنْ يَحْيِي الْمَيِّتَ اَدْعَاةَا

اُن نیاز مرئی ہو رہا ہے اور وہ اس قدر کہ چنان چلے سخن آفت از کرد
یعنی وہ مریم علیہا السلام کا نیاز اور وہی تھا کہ جو ایک ایسے چمپے باتین شروع کر دین
جزو او بے او برائے او بگفت جزو جزوت گفت دارد و نہفت
یعنی اُن ہی مریم علیہا السلام کے جزو نے اُن ہی کے واسطے کہا تو تیرا جزو جزو (یعنی) پوشیدگی
میں لپٹی رکھتا ہے مطلب یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جو اس قدر بچہ تھے کہ ابھی تھوڑی ہی دیر کے
پیدائش تھے تو کون سے باتیں کیں اُس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مریمؑ نے جو اہ و ناری کی تھی اور
دعا کی تھی کہ یا لبتنی صحت قبل هذا و صحت نسیا نسیا تو اُس کی برکت یہ ہوئی کہ اس قدر ذرا سے
بچہ ہو کر وہ بولے تو جس طرح عیسیٰ علیہ السلام اُن کے جزو تھے اور اُنہوں نے اُن کی برات کی شہادت
دی بس اس طرح تمہارے اندر بھی تمام اجزا بدن ناطق ہیں اور وہ ہمارے افعال حسن و قبح پر گواہ
ہیں اور ایک زبردست طور پر گواہی دینگے

دست و پاٹ ابر خوشتا و رہی منکرے راجد دست و پا نہی
یعنی اسے بیان تیرے ہاتھ پاؤں گواہ ہو جائیں گے تو انکار کیسے کہا تم تک ہاتھ پاؤں مد لگا۔
مطلب یہ کہ کہا تم تک انکار کرو گے جبکہ خود تمہارے اجزا ہی تمہارے افعال پر گواہی دینگے غرض کہ جب طلب
ہو تو سارے کام درست ہو جاتے ہیں اور اگر طلب ہی نہ ہو تو ہر کچھ بھی نہیں ہوتا
ورنہ یا شئی مستحق شمع و گفت ناطقہ ناطق ترا دید و بخت
یعنی اہا اگر تو شرح اور گفتگو کا مستحق نہیں ہے تو بولنے والی کے ناطقہ نے تجھے دیکھا اور سو گیا۔
مطلب یہ کہ دیکھو طلب کی برکت سے تو وہ بچہ جو بولنے کی قابل نہ تھا بولنے لگا اور اگر تکو طلب نہیں ہو
تو جو بولنے کی قابل ہیں وہ بھی تمہارے آگے آکر تکو نا اہل سمجھ کر چپ ہو جائیں گے اور کوئی بات نہ کہیں گی
بس طلب پیدا کرو کہ جو بس چیزیں تکو ماحصل ہو جائیں۔

ہر چیز روئید از پئے محتاج است تالیبا بد طایے چیزے کہ صبت
یعنی کہ جو شے پیدا ہوئی محتاج کے واسطے پیدا ہوئی یہاں تک کہ طلب نے اُس شے کو پالیا جسکو
کڑے سے تلاش کیا مطلب یہ کہ جو شے پیدا ہوئی ہے وہ کسی طالب کی طلب پر اور کسی محتاج کی
محتاجت دعا کی گئی ہے پیدا ہوئی ہے۔

حق تعالی کاین سموات آفرید از برائے دفع حاجات آفرید
یعنی حق تعالی نے جو یہ آسمان پیدا فرمائے ہیں تو حاجتوں کے دفع کرنے کیلئے پیدا فرمائے ہیں
(غرض کہ)

ہر کہ جو یا شد بیا بد عاقبت مایہ اش درد دست و اصل محنت
یعنی جو شخص کہ طالب ہوا وہ آخر کار پالے گا اسکی پونجی اُسکے ہاتھ میں ہوگی اور محنت کی جڑ
مطلب یہ کہ جو طالب ہوتا ہے وہ اپنے مطلوب کو پا ہی لیتا ہے ہر اُسکی وہ پونجی اُس کے
ہاتھ میں ہوتی ہے اور محنت حق اُسکے ساتھ ہوتی ہے اُسکے بھی یہی فرماتے ہیں کہ

ہر کج ادروے دوا آنجا رود ہر کج فقرے لوا آنجا رود
یعنی جس جگہ کہ درد ہوتا ہے دوا وہیں جاتی ہے اور جہاں فقر ہوتا ہے بخشش وہیں جاتی ہے
ہر کج مشکل جواب آنجا رود ہر کج پستی است آب آنجا رود
یعنی جس جگہ کہ مشکل ہوتی ہے جواب اُسی جگہ جاتا ہے اور جس جگہ پستی ہوتی ہے پانی وہیں کوجاتا ہے
حاصل یہ کہ جب طلب ہوتی ہے جب ہی کوئی چیز ملتی ہے لہذا چاہئے کہ

آب کم جو تشنگی آورید ست تابجو شد آبت از بالا و پست
یعنی پانی کم تلاش کرو اور پیاس پیدا کرو تاکہ پانی تمہارے اوپر نیچے سب جگہ سے اُبلے
اُسکی نظر پیش کرتے ہیں کہ دیکھو بے طلب کے کوئی شے نہیں ملتی فرماتے ہیں کہ
تا نزاید فلک نازک گلو کے روان گرد ز پستان خمیر او

یعنی جب تک کہ چھ نازک گلو پیدا نہیں ہوتا تو پستان سے اُس کا دودھ کب روان ہوتا ہے
مطلب یہ کہ دیکھو جب تک چھ پیدا نہیں ہوتا اور وہ دودھ کو طلب نہیں کرتا اُسوقت تک دودھ
پستان سے جاری نہیں ہوتا۔ اور جب دودھ کا طالب یعنی چھ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دیکھو دودھ
کس طرح اُبلتا ہے اور جو شش وار تلبے لہذا

رویدین بالا و پستیا بدو تاشوی تشنہ و حرارت را گرد
یعنی جا ای بلند یوں اور پستیوں میں دھڑ تاکہ تو پیاس اور حرارت میں گروی ہو جاوے
مطلب یہ کہ مجاہدات و ریاضات سے طلب پیدا کرو تو اُسکے بعد یہ ہوگا کہ

بعد از ان از بانگ زنبور ہوا با تگ آب جو بنوشے اے کیا
یعنی اُسکے بعد ہوا کی ہلکی کی آواز سے ندی کے پانی کی آواز سنو گے اے بزرگ مطلب
یہ کہ جب طلب پیدا ہو جائیگا تو اُس وقت ہر چیز میں سے تم کو اپنا مطلوب ہی دیکھائی دے گا اور
ہر شے سے تم کو اپنے مطلوب ہی کی طرف رسائی ہوگی۔

حاجت تو کم نباشد از خشیش آب را گیری سوئے اومی کشیش
یعنی تیری حاجت گہا س سے کم تو نہیں ہے کہ تو پانی کو پکڑتا ہے اور اُس کی طرف ہنپتا ہے
موش گیری آب را توئی کشی سوئے نزع خشک تالایا بد خوشی
یعنی تم پانی کا کان پکڑتے ہو اور سوکھی کھیتی کی طرف کھینچتے ہو تاکہ تری پاوے۔

زریع جانہ اکش جو اہر فخر است ابر رحمت پُر ز آب کوثر است
یعنی جان کی کھیتی کیلئے جبین کہ جو اہر فخر میں ابر رحمت آب کوثر سے پُر ہے۔ مطلب یہ ہے
کہ دیکھو جب کھیتی سوکھ جاتی ہے تو وہ بزبان حال پانی کو طلب کرتی ہے لہذا تم اُسکی طلب پر
پانی کو کوشش کر کے لاتے ہو اور اُس تک چھو پچاتے ہو تو بہلا تم خیال کرو کہ جتنی اُس گہا س
کو پانی کی حاجت تھی تمہاری حاجت اُس سے کم نہیں اور تم جتنے گہا س پر شفیق ہو اُس سے
زیادہ حق تعالیٰ تم پر شفیق ہیں اور اُس گہا س کے سوکھنے سے جن چیزوں کے فوت ہونے کا
خوف ہے اُس سے کہیں زیادہ چیزوں کے فوت ہونے کا تمہارے خواب ہونے سے خوف ہے
لہذا جب تم گہا س کی طلب پر اُسے پانی دیتے ہو تو سوچو کہ یہی کہ حق تعالیٰ تمہیں خراب
ہوتے دیکھ کر اور باد جو تمہاری طلب کے تمہاری پیاس کو کیا نہ بھجوا دیں گے اور کیا تمہارا مطلوب
تم کو حاصل نہ ہوگا ضرور بالضرور حاصل ہوگا پس طلب پیدا کرو کہ جو اصل چیز ہے اللہ تعالیٰ اپنی
اور اپنی رضا کی طلب اپنے اس بندہ کو اور ہر سالان کو نصیب فرادین آمین یا رب العالمین آگے
فرماتے ہیں کہ

تاشقاً ھم را بھم آید خطاب تشنہ باخس اللہ اعلم بالصواب

یعنی تاکہ سقاہم پر ہم خطاب آوے لہذا پیاسارہ واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ طلب
پیدا کرو۔ تاکہ اُس طرف سے تم کو عطا ہو اور بحر رحمت جوش میں اگر تم کو تمہارے مطلوب پہنچا دے

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرحوم والمآب۔ آگے ایک اور قصیدہ بیان فرماتے ہیں کہ اُس غلام کی زبانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ سنکر اُسی کاؤن سے جس کی وہ غلام آیا تھا ایک اور عورت آئی تاکہ وہ بھی حضور قبول صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا امتحان کرے اور اُس ذات با برکات دیدار سے مشرف ہو۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ہم ازان دہ یک نے از کاوان پیش پیغمبر در آمد با خسار گفت کو دک سلم اللہ علیک مادرش از چشم گفتش بن خموش این کیت آمخت ای طفل صغیر گفت حق آمخت وانگہ جبرئیل گفت کو گفتا کہ بالائے سر ایستادہ بر سر تو جبرئیل گفت می بینی تو گفتا کہ بے می پیاموز مرا وصف رسول پس رسولش گفت ای طفل رضع گفت نام پیش حق عبد الغریزہ من ز غزے پاک و بیزار و بری	سوئے پیغمبر روان شد از امتحان کو د کے دوا بہ زن را در کنار یا رسول اللہ قد جئت الیک کیت افگند این شہادت را بگوش کہ زہانت گشت در طفلی جبریر در بیان با جبرئیل من ریل می نہ بینی کن بیالامنت مرا گفتہ بصد گو نہ دلیل بر سر تابان چو بدر کاٹے بر علوم می رساند زین سفول چیت نامت باز گو و شو مطیع عبد غزے پیش این کیت چیز حق آنکہ دادت این پیغمبری
---	---

کو د کے دو ماہ بہ ہچمون ماہ بدر
 پس جنوب آندم ز جنت در رسید
 ہر دومی گفتند کہ خوف سقوط
 آنکہ تعریفش شہنشاہ خود کند
 آنکسے را کو معرفت حق بود
 آنکسے را کش خدا حافظ بود
 اندرین بودند کا و از صلا
 خواست آبے و وضو را تازہ کرد
 ہر دو پاشست و بموزہ کرد رائے
 دست سوئی موزہ برد آن خوش خطا
 موزہ را اندر ہوا برد او چو باد
 در فتاد از موزہ یک بار عیاسیہ
 پس عقاب آن موزہ را آورد ہا ز
 از ضرورت کردم این گستاخیے
 دوائے کو گستاخ پائے می ہند
 پس رسولش شکر کرد و گفت ما
 موزہ بر بودی و من در ہم شدم

در سن لغتہ چوں اوصاف صدر
 تا دماغ طفل و مادر بوشید
 جان سپردن بہ برین بودی جنوب
 جامد و نامیش صد مردق ز ند
 جامد و نامیش صد صدق بود
 مرغ و ماہی مرور عارس شود
 مصطفیٰ بشنید از سوئے علا
 دست رو را شست و زان آب سرد
 موزہ را بر بود یک موزہ ربائے
 موزہ را بر بود از دست عقاب
 پس نگوں کرد و زان مار فتاد
 زان عنایت شد عقابش نیکخواہ
 گفت ہن بہستان و روسو نماز
 من ز ادب فارم شکستہ شاخے
 بے ضرورت کش ہوا فتویٰ دہد
 این جفا دیدیم خود بود آن وفا
 تو غم بردی و من در غم شدم

گر چه هر غیبی خدا ما را نمود
 گفت دور از تو که غفلت گرفت
 ما در موزه به پیشم در هوا
 عکس نورانی همه روشن بود
 عکس عبد الله همه نور بود
 عکس هر کس را بدان و جان بین
 عبرتست این قصه ای جان مژ ترا
 تا که زیرک باشی و نیکو گمان
 دیگران گردند زرد از بیم آن
 زانکه گل گریبک برگش می کشد
 گوید از خار به چر افستم بغم
 هر چه از تو یاده گردد از قضا
 ما التصوف قال وجدان الفرح
 آن عقابش را عقاب دان که او
 تار هاند پاش را از زخم مار
 گفت لا تا سوا علی ما فاتکم
 لیک هر چه فوت شد غلین مشو

دل در آن لحظه بخود مشغول بود
 دیدم آن غیب را هم عکس تست
 نیست از من عکس تست تا مصطفی
 عکس ظلمانی همه گلخن بود
 عکس بیگانه همه کور بود
 پہلوئے جنسے کہ میخواستی نشین
 تا شوی راضی تو در حکم خدا
 چون به بینی واقع بدنا گمان
 تو چو گل خندان که سود و زیان
 خنده نگذار و نه گردد منشو
 خنده را من خود ز خار آورده ام
 تو یقین دان که خریدت از بلا
 فی الفواد عند اتیان الترح
 در بود آن موزه را زان نیکو
 ای خنک عقلی که باشد به عثار
 ان اتی السرحان اردے شاکم
 زانکه گرشد کهنه آید باز نو

ورزیان بینی غم اور محور	اگر بلا آید ترا اندہ مبر
وان زیان منع زیانہای سترگ	کان بلا دفع بلا ہائے بزرگ
مال چون جمع آید ایجان شد وبال	راحت جان آید ایجان فوت مال

نیز ایک کافر عورت کا وٹن سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتحان کیلئے آئی اور اس بیعت سے آئی کہ اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی اور دوہینہ کا بچہ نعل میں لٹے ہوئے تھی پھر نے کہا یا رسول اللہ آپ پر خدا کا سلام ہو ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں جب ماں نے یہ سنا تو غصہ سے کہا چپ رہ ارے یہ گواہی تیرے کان میں کئے والدی اور میچھے کئے سکھلایا کہ تیری زبان بچپن ہی میں چلنے لگی (اتنی سی جان ہاتھ بہر کی زبان) اُسے کہا اولاً تو مجھے خدا نے یہ شہادت تعلیم فرمائی ہے اور اُسکے بعد جبرئیل علیہ السلام نے اور میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ بول رہا ہوں اُسے کہا جبرئیل کہاں ہیں پھر نے کہا امان تم دیکھتی نہیں آپکے سر پر ہن ذرا نظر تو اٹھاؤ جبرئیل آپکے سر پر کپڑے ہوئے میری رہنمائی فرما رہے ہیں اُسے کہا بچے دکھلائی دیتے ہیں۔ پھر نے کہا ہاں میں دیکھ رہا ہوں کہ آپکے سر پر جو دوہین رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہیں وہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف سکھلا رہے ہیں اور وہی مجھ کو اس خلیفہ کو اوج پر چھوٹا رہے ہیں اس گفتگو کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے شیطان بچے تیرا نام کیا ہے بیان کر دیکھ میسر حکم کی نافرمانی نہ کرنا کہ میان نہ کرے اُسے عرض کیا کہ خدا کے نزدیک تو میرا نام عبدالعزیز ہے مگر یہ بہت ہمت اور محقر لوگ مجھے عبدالعزیٰ کہتے ہیں مگر مجھ کو عز سے کوئی واسطہ نہیں میں اُس سے بیزار اور بری ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ حق نے آپکے پیغمبری عطا فرمائی ہے غرض دوہینہ کے بچے نے اس قدر اعلیٰ گفتگو کی جیسے اولیاء اللہ اور صاحب قوۃ قدسیہ کرتے ہوں اُسکے بعد وحشت کی خوشبو آئی جو لڑکے نے بھی سونگھی اور اُسے سلی مان نے بھی اسکو سونگھ کر دونوں کہتے تھے کہ چو نکما س خوشبو کے ذمال کا اندیشہ ہے اعلیٰ اسی خوشبو ہمارے جان نکلجائے تو بہتر ہے کہ جسے یہ خوشبو جو دہی تھو۔ واقعتی بات یہ ہے کہ جسکی تعریف حق سبحا

قواتے ہیں کیا جمادات کیا نباتات کیا حیوانات سب اُسکی تفریق کرتے ہیں اور جس کی تفریق
خدا تعالیٰ فرماتے ہیں جمادات نباتات و حیوانات سب اُس کی تصدیق کرتے ہیں اور جس کا خدا نگہبان
ہو تاہم مرغ و ماہی اُسکی حفاظت کرتے ہیں چنانچہ یہی واقعہ ہوا تھا کہ اتنے میں بلندی سے اذان
کی آواز آئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سسکے باقی ہنگایا گو وضو آپکو پیشتر سے تھا مگر آپ
نارہ دھنوکیا اور ہنڈے پانی سے ہاتھ منہ دھویا۔ (سبح کر کے) پاؤں دھوئے اور جی میں آیا کہ منہ
پہنیں ایک اچکنے والا جانور موزہ اُچک لیگیا۔ یعنی آپنے موزہ اُٹھانے کیلئے ہاتھ بڑھایا اور عقاب پکی
ہاتھ میں سے اُچک لیگیا۔ اور ہوا کی طرح ہوا میں لے اُڑا اور وہاں جا کر اسکو الٹا تو اس میں سے
سانپ گرا۔ دیکھو خدا کی عنایت تھی کہ عقاب خیر خواہ ہو گیا اور وہ کالا سانپ جو موزہ میں بیٹھا ہوا
گھر پڑا اور موزہ پہننے کے قابل ہو گیا۔ اُسکے بعد وہ عقاب موزہ کو واپس لایا۔ اور کہا لیجئے اور نماز
کو نہ رہیں لیجائے میں نے یہ گستاخی محض ضرورت کیلئے کی تھی ورنہ میں بے ادب نہیں ہوں
بلکہ میں تو ادب کی وجہ سے محض ہوا میں منکسر ہوں ہاں اُسکی حالت نہایت قابل
افسوس ہو جو بلا ضرورت محض خواہش نفسانی سے گستاخانہ قدم اُٹھائے مگر الحمد للہ کہ میرا ایسا
بہن ہوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا شکر ادا کیا۔ اور فرمایا کہ ہم نے تو اسکو زیادتی
سمجھا تھا لیکن یہ تو واقع میں خیر خواہی تھی تم میرا موزہ لیگئے اور مجھے نالوار ہوا کہ دیکھو اُس نے نماز کیلئے
جانے میں مزاحمت کی تے میرا غم کہو یا اددین منوم ہوا یہ میری غلطی تھی اگرچہ حق سبحانہ نے
اکثر منیبات ضروریہ ہم پر ظاہر فرمائے ہیں اور ان میں سے یہ بھی تھا لیکن دل بخی حالت میں مشغول تھا
اسلئے التفات نہوا عقاب نے کہا کہ خدا نہ کرے کہ آپکو غفلت ہو میں نے جو دیکھا تو یہ بھی حضور ہی کا پر تو
تھا میرا کوئی ذاتی کمال نہ تھا میں ہوا کے اندر اڑتا ہوا موزہ کے اندر سانپ دیکھ لوں یہ میرا کام نہیں
بلکہ حضور ہی کا عکس ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ نورانی چیز کا عکس بھی نورانی ہی ہوتا ہے اور ظلمانی چیز
کا عکس تلویک ہی ہوتا ہے اسلئے اہل اللہ کا پر تو بھی نورانی ہوتا ہے لہذا اس سے معرفت بڑھتی
ہے اور افعیاء کا عکس بالکل ظلمت ہوتا ہے کہ جو صفائی اور تنور پہلے سے ہوتا ہے وہ بھی یا زائل
ہو جاتا ہے یا اُس میں تکرر آجاتا ہے علی تفاوت الاحوال پس اول نمونہ شخص کا عکس اُسکی حالت
سے جان لینا چاہئے پھر عکس پہلو میں چاہو بیٹھو نیز اس قصہ سے مکتوبت حاصل کرنی چاہئے تاکہ تم

حق سبحانہ کے حکم پر رضا مند ہو۔ اور جب اپنا تک کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے تو عقل سے کام لو
اور خدا کے ساتھ حسن ظن رکھو کہ امین بھی کوئی مصلحت ہوگی اور جبکہ دوسرے لوگوں کی مارے
خون کے رنگت زرد ہو اس وقت تک کہ اصلاح اس نہ ہو بلکہ تم نفع اور نقصان ہر دو حالت میں پہل
کی طرح پہلے رہو اسلئے کہ پھول کو کچھ بھی ملال نہیں ہوتا اگر تم اسکی پتکھڑی پتکھڑی الگ کر دو
تب بھی وہ کھلا ہی رہتا ہے نہ ہنسنا چھوڑتا ہے اور نہ پژمرده ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں معلوم
ہونے سے طول کیوں ہوں آخر یہ ہنسی جو مجھے ملی ہے یہ بھی تو عدم ہی سے ملی ہے اور عدم تو میرا
وطن اصلی ہے پس اگر میرے اجزاء اپنے اصلی وطن کو چلے جائیں تو بیچ کی کیا بات ہے پس
تکو بھی ایسا ہی ہونا چاہئے اور جو کچھ تجھ الہی تم سے جاتا ہے تکو اسپر غم نہ کرنا چاہئے بلکہ
سمجھنا چاہئے کہ یہ کسی بلا کا دفعیہ ہے کسی نے کسی رویش سے پوچھا کہ تصوف کیا ہے اُنہوں
نے فرمایا کہ ناگوار واقعہ پیش آنیکے وقت بھی دل میں خوشی پانا پس تم سختی کو اُسی عقاب کی
مثل غم یا سمجھنا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موزہ اڑا لیکھا تھا اور وہ اسلئے آتی ہو
کہ تکو تکلیف شدید سے بچاؤے پس تکو عقل سے کام لینا چاہئے اور غلطی میں نہ پڑنا چاہئے
جو عقل غلطی سے بچے بڑی مبارک ہے۔ دیکھو حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ جو چیز تم سے فوت ہو جائے
تم اُس کا غم نہ کرو کیونکہ وہ حقیقت میں ایک بہیر یا تھی اور بہیرے کا قاعدہ ہے کہ جب آتا ہے تو
تمہاری بکری لیجا تا ہے پس اسکی بھی تکو کوئی ضرر ہوتا ہے تم نے تکو اُس ضرر سے بچا دیا۔
ناگاہیکہ ایک چیز تم سے جاتی رہی اُسپر غم فصول ہے پس تم ہرگز غم نہ کرو کیونکہ اگر پورانی ضائع
ہو گئی بلا سے اور نئی ملجائی خواہ اُسی قسم کی یا اُس سے بھی بڑھ کر پس اگر کوئی بلا آئے تو اُسپر
مغموم نہ ہونا چاہئے اور اگر نقصان ہو تو اُس کا غم نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ بلا اور بڑی بلاؤں کا دفعیہ ہے
اور یہ نقصان دیگر بڑے نقصانوں کا مانع ہے چنانچہ مال کے ضائع ہونے سے جان کو راحت ہوتی ہے
اور جب مال جمع ہو جاتا ہے تو وبال جان ہوتا ہے کہیں اسکی حفاظت کی فکر ہے کہیں اُسکے لئے
لوگوں سے لڑائی ہے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے غرض کہ ایک مصیبت ہو اور جبکہ وہ نہ رہا سارے
جہگڑون سے نجات ہو گئی

شرح شبیری

ایک کافر عورت کا مع ایک شیر خوار بچے کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ کی وجہ سے بچہ کا گویا ہو جانا

ہم ازان دہ یک ز نے از کافران سوئے پیغمبر دوان شہر از امتحان
یعنی اُسی گاؤں میں سے ایک عورت کافروں میں سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف امتحان کے لئے دوڑی۔

پیشین پیغمبر در آمد با خسار کو د کے دو ماہہ زن را در کنار
یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور بھنی اور ہے اس طرح آئی کہ ایک دو مہینہ کا بچہ عورت کی گود میں تھا۔

گفت کو د کہ سلم اللہ علیک یا رسول اللہ قد جئنا الیک
یعنی بچہ کہہ کہ یا رسول اللہ آپ پر خدا کا سلام ہو ہم آپ کے حضور میں حاضر ہوئے ہیں۔
مادرش از خشم گفتش میں غموش کیت افگند این شہادت بگوش
یعنی اُس کی ماں نے غصہ سے اُس بچہ کو کہا کہ ارے چپ تیرے کان میں اس گواہی کو کہنے ڈال دیا

این کیت آموخت و طفل صغیر کہ زبانت گشت در طفلی جریر
یعنی ارے خدا سے بچے بچے یہ کہنے سکھا دیا کہ تیری زبان بچپن ہی میں چلنے لگی ہے۔
گفت حق آموخت و انگہ جبرئیل در بیان با جبرئیل من رسل

یعنی اُس بچہ نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے سکھلایا ہے اور اس وقت جبرئیل نے۔ اور میں بیان میں جبریل کے ساتھ ہمزبان ہوں۔ مطلب یہ کہ اُس بچہ نے کہا کہ اول تو خدا نے سکھلایا ہے یعنی اُس نے میرے دل میں ڈالا۔ اُس نے حکم دیا کہ اسکو یہ سکھلایا جائے تو اب جبریل علیہ السلام مجھے سکھلا رہے ہیں اور میں اب بولنے میں اُن ہی ہمزبان ہوں۔ وہ جو کہتے ہیں وہی میں کہتا ہوں۔

گفت کہ گفت کہ بالائے سرت می نہ بینی کن بسبب الا منظر
یعنی مان نے کہا کہ (جبریل) کہاں ہیں تو بچہ نے کہا کہ تیرے سر پر ہیں کیا تجھے نظر نہیں آتے
اپنی نظر اوپر کو کر۔

ایستادہ بر سر تو جبرئیل مرم اگشتہ بصد گودہ دلیل
یعنی تیرے سر پر جبریل کھڑے ہوئے ہیں اور میرے لئے سوط رحمت راہبر ہو رہے ہیں
گفت می بینی تو گفت کہ بے بر سر تابان چو بدر کاٹے
یعنی مان نے کہا کہ کیا تو دیکھ رہا ہے تو بچہ نے کہا کہ ہاں (وہ تو) تیرے سر پر ایک بدر کاٹل کی
طرح تابان ہیں۔

می بیا موز در اوصاف رسول زان علوم می رہا نذرین سفول
یعنی وہ جبرئیل مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کہلا رہے ہیں اور اُس
بلندی کی وجہ سے مجھے ابستہتی سے چڑا رہے ہیں مطلب یہ کہ اوصاف رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے علم سے جو بلند مرتبہ حاصل ہوتا ہے اُسکے ذریعے مجھے وہ اس پستی اور جہل سے
چڑا رہے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مجھے سکھلا رہے ہیں۔ یہ باتیں تو اُس
بچہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اپنی مان سے اب آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود
اُس سے سوالات فرماتے ہیں اور وہ جواب دیتا ہے۔

پس رسولش گفت ای طفل رسیع چلیست نامت باز گو و شو مطیع
یعنی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس بچے سے کہا کہ لے شہیز غار بچے تیرا نام کیا ہے بت اور
مطیع ہو جا۔

گفت ناظم پیش حق عبدالعزیز عبدعزے پیش این یکشت چیز
یعنی اُس بچہ نے کہا کہ خدا کے نزدیک تو میرا نام عبدالعزیز ہے اور ان تھوڑے سے نامزدوں کے نزدیک
عبدعزے ہے مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ میرا نام خدا کے نزدیک تو عبدالعزیز ہے لیکن یہ کافلوگ
جو نامزد اولیست محبت اور حقیر ہیں مجھے عبدعزے کہتے ہیں (عزے) ایک بُت کا نام ہے جسکو اہل عرب
پوجتے تھے)

من زعفرے پاک و بیزار و بری حق آنکہ دادت این سینہ بری
یعنی من تو عزی سے پاک اور بیزار اور بری ہوں۔ قسم ہے اُس کی جس نے آپکو بیزاری دی ہے
کو دک دو ماہہ پچھون ماہ بدر درس بالغ کفہ چون اصحابہ
یعنی دو مہینہ کے پچھنے جو کہ ماہ کامل کی طرح تھا کامل سبق دیا بڑے لوگوں کی طرح۔ مطلب یہ کہ
اُس دو مہینہ کے پچھنے جو کہ بہرہ اور ہدایت دینے میں بدل کامل کی طرح تھا بڑے لوگوں کی طرح گفتگو کی
یہ سب اُسی ذات والاصفات کے برکات ہیں۔

پس حوط اَندم ز جنت در رسید تادماغ طفل و مادر بو کشید
یعنی پھر اسوقت جنت کی خوشبو آئی۔ یہاں تک کہ ماں اور بیٹے کے دماغ نے خوشبو کھینچی۔
مطلب یہ کہ ان باتوں کی وجہ جنت کی خوشبو آئی اور ماں نے بھی سونگھی اور اُس لڑکے کو بھی محسوس
ہوئی۔ پھر تو یہ حالت ہوئی کہ۔

برہر و می گفتند کز خوف سقوط جان سپردان بہرین بوی حوط
یعنی دونوں کہتے تھے کہ زوال کے خوف سے جان دیدہ برباد ہو رہی ہے اس خوشبو پر۔ مطلب یہ کہ
اُن کو خوف ہوا کہ کہیں یہ خوشبو جاتی نہ رہے تو کہتے تھے کہ کس سو بگیتے ہی سو بگیتے جان نکل جائے
تو کیسی اچھی بات ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ ترفیش شہنشہ خود کند جامد و نامیش صد مردق زند
یعنی جس کی تریف کہ خود بادشاہ کرے تو اسکیا جامد اور نامی سب کیلکون ترفین کرین۔
اُن کے راکش معروف حق بود جامد و نامیش صد صدق زند

یعنی جسکا تریف کرنے والا حق تعالیٰ ہو تو جامد اور نامی اُس کی سب کیلکون تصدیقین کرین۔ مطلب یہ کہ
جسکا کہ خدا تریف کرنے والا اور ثنا گو ہو اُس کی تو نہ باتات اور حیوانات سب کے سب ثنا گو ہونگے۔ تو
چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تریف کرنے والے حق تعالیٰ ہیں اسلئے اُن کی ثنا گوئی میں ہر شے واجب
ہے۔ اور اُس بچہ کا بل پڑنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنا گوئی محل تعجب نہیں ہے
آگے فرماتے ہیں کہ

آن کے راکش خدا حافظ بود مرغ و ماہی مرد و را حارس بود

یعنی جس شخص کا کہ خدا حافظ ہو مرغ و ماہی سب اس کے نگہبان ہوتے ہیں آگے اسپر ایک حکایت لائے
ہیں کہ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ جو مکہ جن تھے اسے جانور تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
حفاظت کرتے تھے اور آپ کے نگہبان تھے۔ اب حکایت سنو۔

**عقاب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزہ کو لیکر اڑ جانا اور
اوپر جا کر اوند ہا کر دینا تو اس سے ایک سیاہ سانپ کا گرنا**

اندریں بود نر کا و از صلا مصطفیٰ لبش نیر از سوئے علا
یعنی سب لوگ اسی گفتگو میں تھے کہ نماز کی آواز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلندی کی طرف سے
(صلا مخفف صلوة ہے)

خواست آئے و وضو را تازہ کر د دست و درواشت اوزان آب سرد
یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی مٹکایا اور وضو کو تازہ کیا اور اس ٹنڈ ہے پانی سے ہاتھ منہ دھویا
مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو اگرچہ پہلے سے تھا لیکن اپنے دوبارہ تازہ وضو کرنا چاہا۔
ہر دو پاشست و بوزہ کر درائے موزہ را بر بود یک موزہ دہائے
یعنی دونوں پاؤں دھو کر موزہ کی طرف رائے فرمائی تو موزہ کو ایک موزہ کا اُچکنے والا لے گیا مطلب
یہ کہ وضو کر موزہ پہننے کا ارادہ کیا تو موزہ کو ایک جانور اُچک کر لے آئے

دست سوئے موزہ بر دوان خوش خطاب موزہ را بر بود از دستش عقاب
یعنی وہ خوش خطاب (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) موزہ کی طرف ہاتھ لیگئے تو آپ کے دست ہمارے
میں سے عقاب موزہ کو لے گیا۔

موزہ را اند ہوا بر د او چر باد پس گون کر دا و از ان مار و قتاد
یعنی وہ ہوا کی طرح موزہ کو لے اُڑا پھر اُسے اوند ہا کر دیا تو اس میں سے ایک سانپ گرا۔
در قتاد از موزہ یک مارے سیاہ زان عنایت شد عقابش نیکخواہ
یعنی موزہ میں سے ایک کالا سانپ گر پڑا اس عنایت خداوندی کی وجہ سے عقاب آپ کا خیر خواہ ہو گیا

پس عقاب آجی موزہ را آور د باز گفت بن بستان وروسے نماز
یعنی پھر عقاب اُس موزہ کو واپس لے آیا۔ اور عرض کیا کہ یہ لیجئے اور نماز کیلئے تشریف لیجائیے
اور (عرض کرتے ہوئے)

از ضرورت کردم این گستاخے من ز ادب دارم شکستہ شنائے
یعنی میں نے یہ ایک گستاخی بضرورت کی تھی (ورنہ) میں تو ادب کی وجہ سے بہت ہی منکسر ہوں۔
مطلب یہ کہ اُس عقاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جو یہ گستاخی کی کتاب کے
دست مبارک میں سے موزہ اُچک لیا تو اُس کی وجہ صرف ضرورت تھی ورنہ میں ہرگز ایسی گستاخی نہ کرتا
میں تو حضور کے سامنے بہت ہی متواضع اور منکسر ہوں۔

دائے کو گستاخ پائے می بند بے ضرورت کش ہوا فتوے دہد
یعنی افسوس ہے اُس شخص پر جو کہ بے ضرورت گستاخانہ قدم رکھتا ہے (صرف اسلئے) کہ اُس کو
ہوائے نفسانی فتویٰ دیتی ہے۔ مطلب یہ کہ اُس نے عرض کیا کہ میں تو بہت ہی متواضع اور منکسر ہوں اور
میں نے جو کیا وہ حقیقت میں گستاخی نہ تھی بلکہ ایک ضروری کام تھا۔ لیکن اُن لوگوں پر سخت افسوس
ہے جو بلا ضرورت صرف خواہشات نفسانی کی وجہ سے حقیقت گستاخیاں کرتے ہیں،

پس رسولش شکر گفت و گفت ما این جنایدیم و بود آن خود و نا
یعنی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس (عقاب) کا شکر ادا فرمایا اور فرمایا کہ ہمتو اُس کو جتنا
سمجھئے اور یہ تو وفا تھی۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا فکر یہ ادا کیا اور فرمایا اے
ہم تو سمجھتے تھے کہ تم نے ایک ظلم کیا موزہ نہ پہننے دیا لیکن یہ تو سرسردگاری تھی۔

موزہ بر بودی و من در ہم شدم تو غم بردی و من در غم شدم
یعنی تو موزہ لے گیا اور میں پریشان ہوا تو میرے غم لے گیا اور میں غم میں مبتلا ہوا (اور فرمایا کہ)
گرچہ ہر غیب خدا مارا نمود دل دران لحظہ بخود مشغول بود

یعنی اگرچہ تمام غیبات (ضروریہ) خدا نے ہکود کھلا دئے ہیں لیکن اسوقت میں دل اپنی طرف
مشغول تھا مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ضروری ضروری غیبات
ہکود بتلادی ہیں اور ہم اُن پر مطلع ہیں۔ لیکن اسوقت چونکہ دوسری طرف توجہ تھی لہذا موزہ میں

سانپ کے ہونے کی خبر نہ ہوئی۔ اسکو سنکر عقاب نے یہ جواب دیکھ

گفت دور از تو کہ غفلت از تو رست دیر نم آن غیب را ہم عکس تست

یعنی عقاب نے کہا کہ یہ آپ سے یہ دور ہے کہ آپ غفلت پیدا ہو (بلکہ) یہ میرا دیکھنا بھی آپ ہی کا عکس مطلب یہ کہ اُس نے عرض کیا کہ آپ کی شان سے یہ بہت ہی بوجہ ہے کہ آپ غفلت ہو آپ خدا نکرے غفلت کیوں ہوتی آپ تو ایسے ہوشیار اور بیدار ہیں کہ دوسروں پر بھی اُس ہوشیاری کا عکس پڑتا ہے کہ میں نے جو اس سانپ کو دیکھ لیا اور مجھے معلوم ہو گیا۔ یہ بھی صرف آپ ہی کی برکت تھی ورنہ پہلا میں اور اڑتا ہوا موزہ میں سانپ کیسے دیکھ سکتا تھا۔

دارد موزہ بہ بیستم در ہوا نیست از من عکس تست از مصطفیٰ

یعنی میں سانپ کو موزہ میں اڑتے ہوئے دیکھ لوں یہ مجھے نہیں ہے بلکہ اے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا ہی عکس ہے۔ مطلب یہ کہ اُس نے عرض کیا کہ میرا یہ دیکھ لینا بھی کوئی ذاتی کمال نہ تھا بلکہ یہ بھی آپ ہی کا پرتو اور عکس تھا کہ جبکی بدولت میری آنکھ نے اسکو دیکھ لیا۔ ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ ادراک۔ غ بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

عکس نورانی ہمہ روشن بود عکس ظلمانی ہمہ گھمن بود

یعنی نورانی شے کا عکس بالکل روشن ہی ہوتا ہے اور ظلمانی شے کا عکس بالکل سیاہ ہوتا ہے عکس عبد اللہ ہمہ نوری بود عکس بیگانہ ہمہ کوری بود

یعنی عبد اللہ کا عکس بالکل نورانی ہوتا ہے اور بیگانہ کا عکس بالکل اندھا بن ہوتا ہے مطلب یہ کہ جو حضرات اولیاء اللہ ہیں اور اُن کے قلوب نورانی ہیں اُن کا تو عکس بھی نورانی ہی ہوتا ہے اور جو لوگ کہ محبوب اور غیر اولیاء اللہ ہیں اُن کا عکس بھی ظلمت اور حجاب ہی ہوتا ہے آگے ایک تفسیر ارشادی فرماتے ہیں کہ۔

عکس ہر کس را بدان از جان بہ بین پہلوئے جسے کہ میخوابی نشین

یعنی ہر شخص کے عکس کو اے جان اُس سے جانچ لے (اور یہ) جسکے پہلو میں چاہے بیٹھ مطلب یہ کہ جب ہر شخص کا عکس مختلف پڑتا ہے اور ہر ایک کا اثر جدا گانہ ہوتا ہے تو مگر چاہئے کہ اول ہر شخص کی حالت کو اُس کے عکس سے جانچ لو کہ اُس کے ہمنشینوں پر اُس کا کیا اثر اور کیا عکس ہے

جب تم اس کے ہجانہ پیر چکے پاس پاؤ بیٹھو اٹھو۔ پھر نہ ضرور نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جب اس امر کی نسبت ہو گئی تو اب تو کوئی بات رہی ہی نہیں جس سے ضرور ہو سکے آگے اس قصہ کا دیکھہ عبرت ہونا بیان فرماتے ہیں

اس حکایت عبرت حاصل کرنیکی وجہ اور آیتہ ان مع العسیرین کے

عبرت مت این قصہ لے جان مرترا تاشوی راضی تو در حکم قصہ
یعنی لے جان یہ قصہ تمہارے لئے عبرت کے قابل ہے تاکہ تم حکم قضایں راضی رہو۔
تاکہ زیرک باشی و نیکو گمان چون بہ بی بی واقعہ بد ناگمان
یعنی تاکہ تم ہوشیار و نیک گمان رہو جو وقت کہ ناگمان کوئی ناگوار واقعہ کو دیکھو مطلب یہ کہ
یہ قصہ بالا اس لئے تمہارے لئے عبرت کے قابل ہے کہ ہمیں معلوم ہو جاوے کہ جو واقعہ قضا و قدر سے
پیش آتا ہے اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے اور جب یہ معلوم ہو جاوے گا تو پھر تم
اُس پر راضی رہو گے اور نیکو راضی رہنا آسان ہو جاوے گا۔

دیگران گرد نذر زرد از بیم آن تو چو گل خندان گہ سود و زیان
یعنی دوسرے لوگ تو اُس کے خوف سے زرد ہو جاوے ہیں اور تم بھول کی طرح نفع نقصان کے
وقت بھٹتے رہو۔

زنانکہ از گل گر تو بر گش می کنی خندہ نگذار و نہ گردد منشئی
یعنی اس لئے کہ اگر تم بھول کی پنکھڑیاں اُگھاؤ تو وہ ہنسی کو چھوڑنا نہیں اور مرجھا نا نہیں۔
گوید از خارے چرا افتم بزم خندہ را من خود ز خار آدرہ ام
یعنی وہ بھول کہتا ہے کہ میں خار عدم سے کیون غم میں بیرون میں تو ہنسی کو عدم ہی سے لایا ہوا
مطلب یہ کہ دیکھو بیول کی اگر تم پنکھڑی پنکھڑی الگ کر ڈالو تب بھی وہ ہنستا ہی رہتا ہے اور پھر وہ
ہنیں ہوتا بلکہ وہ بزبان حال کہتا ہے کہ بیلا میں جو معدوم ہونے سے طول اور پھر مردہ ہونے تو
مجھے اس کی کیا غرض ہے اس لئے کہ میری یہ ہنسی تو عدم ہی سے وجود میں آئی ہے تو اگر مجھ پر دوبارہ
عدم طاری ہوگا تو اس وقت بھی یہ ہنسی رہے گی پس اسی طرح تم کو چاہئے کہ جو ناگواری پیش آوے

یہ سمجھو کہ ہم خود قضا و قدر سے آئے ہیں۔ اور یہ بلا مصیبت بھی قضا و قدر ہی سے آئی ہے لہذا پریشان ہونا سخت غلطی ہے

ہرچہ از تو یا وہ گرد از قضا تو یقین دان کہ خریدت از بلا یعنی جو شے کہ قضا کی وجہ سے تیرے پاس سے جاتی ہے تو تو یقیناً جان لے کہ تجھے بلا سے خرید لیا مطلب یہ کہ اگر تمہاری کوئی شے جاتی رہے اور تقدیر سے کسی چیز کا نقصان ہو جاوے تو اس پر راضی رہو۔ اور یوں سمجھو کہ کوئی بلا خود ہماری ذات پر آنیوالی تھی جو کہ چلو مال ہی پر پڑ گئی۔ فالحمد للہ

ما التصوف قال وجد ان الفرح في الفواد عند اتیان الترح یعنی کسی شخص نے کسی سے پوچھا کہ (تصوف کیا ہے تو اُس نے کہا کہ دل میں مصیبت کے آنیکے وقت خوشی یا نا مطلب یہ کہ جو وقت کوئی مصیبت آوے تو اس پر راضی رہنا اصل تصوف ہے اب رہا رنج طبعی تو نہ تو وہ ممنوع ہے اور نہ مذموم بلکہ اصل مقصود یہ ہے کہ مصیبت کی وقت راضی رہے اور کوئی کلمہ خدا کی شکایت وغیرہ نہ کہے اور اگر رنج طبعی ہو تو مضائقہ نہیں ہے اور اس کی علامت کہ رنج طبعی ہے اور دل سے راضی ہیں یا اصل سے راضی ہی نہیں ہیں یہ ہے کہ اگر ایسے وقت میں شکوہ و شکایت کرتا ہے تب تو راضی نہیں ہے اور اگر شکایت نہیں ہے بلکہ صبر کیا تو معلوم ہوا کہ راضی ہے اور اس کو اصل تصوف حاصل ہے اور شکوہ و شکایت زبان ہی سے نہیں بلکہ دل میں بھی خدا کی شکایت پیدا نہ ہو۔

آن عقابش را عقابے دان کہ او در بود آن موزہ را زان نیکو یعنی اُس شخص کی مصیبت کو وہ عقاب جانو جو کہ موزہ کو اُس نیک فعلت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُچک لے گیا تھا۔

تار با ند پاش را از خم مار لے خنک عقلے کہ با شربے غبار یعنی تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کو سانپ کے زخم سے بچاوے۔ ہنڈی ہو وہ عقل ہو کہ بے غبار ہے۔ مطلب یہ کہ جو مصیبت کسی پر آوے تو اُس مصیبت کو اُس عقاب کی طرح جانو جو کہ موزہ لے گیا تھا کہ دیکھو اس میں کسی مصلحت تھی حالانکہ بظاہر ناگوار معلوم ہوتا تھا تو بس تم بھی یہی سمجھو کہ جو داغہ پیش آیا ہے اس میں بھی کوئی مصلحت ہے جیسا کہ خود ارشادِ حق ہے کہ عسی ان تکرہوا

فیثا وهو خیل و عسی ان تجیاشیثا وهو شرا لکھ -

گفت لا تا سوا علی ما فاکتم ان اتی السرحان اردی شاکتم
یعنی جن تو کئے اے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شے جاتی ہے اسپر نگین مت ہو اگرچہ پہنیز یا آوے
اور تہماری بکریوں کو خراب کر دے۔ مطلب یہ کہ جو چیز بھی جاتی رہے اسکو اسی طرف سے سمجھو
اور اُسکے مصالح پر غور کرو۔ اور اسپر نگین مت ہو۔

گفت ہرچہ آن فوت شد نگین شو ناکہ گشت کہنہ آید بازو
یعنی فرمایا ہے کہ جو کچھ فوت ہو جاوے تو نگین مت ہوا سئلے کہ اگر پُرانا جانا رہا تو نیا آجاوے گا۔
گر بلا آید ترا اندہ مبر و زندیان بینی غم آن ہم مخور

یعنی اگر تھپہ کوئی بلا آوے تو رنجیدہ مت ہو۔ اور اگر تو کوئی نقصان دیکھے تب بھی غم مت کہا (اسئلے کہ)
کلان بلا دفع بلا ہائے بزرگ وان زیان منع زیانہائی سترگ

یعنی کیونکہ وہ بلا بہت سی بڑی بلاؤں کا دھیمہ ہے اور وہ نقصان بہت سے بڑے نقصانوں کی روک ہے
مطلب یہ کہ اگر کوئی بلا آوے یا کوئی نقصان ہو جاوے تو یوں سمجھو کہ نہ معلوم یہ کتنی بڑی بڑی بلاؤں
اور نقصانوں کا دھیمہ ہے کہ اُسکے آجانے سے وہ سب ٹل گئے ورنہ نہ معلوم کیا سے کیا ہو جاتا۔

راحت جان آمدے جان فوت مال مال چون جمع آید جان شد وبال

یعنی مال کا جاتا رہنا اے پیارے راحت جان ہے اور جب مال جمع ہو جاتا ہے تو پیارے وہ وبال
ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ مال کے جاتے رہنے سے رنجیدہ نہ ہو اسئلے کہ مال کا فوت ہو جانا تو کچھ

ورنہ جب یہ جمع ہو جاتا ہے تو وبال جان ہو جاتا ہے اب آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس سے معلوم

ہوگا کہ مال کے فوت ہو جانے میں کس قدر بلاؤں کا دھیمہ ہے ورنہ نہ معلوم جان پر پڑے یا ایمان

پر پڑے۔ غرض کہ فوت مال میں یہی مصالح ہیں لیکن اسکو سنکر کوئی عاقل صاحب یہ نہ سمجھیں کہ

بہر قصدر مال ہے اُسکو فوت کر دیا جاوے۔ بات یہ ہے کہ مال کے فوت ہو جانے میں مصالح ہیں

فوت کر دینے میں کوئی مصلحت نہیں ہے اگر مال ہوا بر شریعت کے مطابق ہو تو خدا کی نعمت ہے

اُس میں اسراف سے بچے اور اگر جاتا ہے تو صبر کرے۔

اب حکایت سنو

شرح حبیبی

<p>کہ بیاموزم زبان جانوران عبرتے حاصل کنم دروین خود در پئے آب است دندان و دندمہ باشد از تدبیر ہنگام گذر کاین خطر دارو بے در پیش پس نہ از کتاب و از مقال و حرف لب گرم تر گردم ہی از منع مرد ہر چہ چیزے بود از توجیز یافت لائق لطف نباشدے جواد یاس باشد گر مرا مانع شوی سخرہ کردش مگر دیور جیم ور تیا موزم دلش بدے شود رو نکردیم از کرم ہرگز دعا دست خاید جامہ ہار ابر درو عجز بہتر مایہ پر ہینر گار کہ بقوے ماند دستش نارسان</p>	<p>گفت موسے رایکے مرد جوان تا بود کز بانگ حیوانات و دود چون زبانہائے بنی آدم ہمہ یو کہ حیوانات را در دگر گفت موسی رو گذر کن زین ہوس عبرت و بیداری از نیردان طلب گرم تر شد مرد زان منعش کم کرد گفتے موسی چو نور تو بتافت مرا محروم کردن زین مراد این زمان قائم مقام حق توئی گفت موسی یارب این مرد سلیم گر بیاموزم زبان کارش بود گفتے موسے بیاموزی کہ ما گفت یارب او پیشانی خورد نیست قدرت ہر کسے را سازوار فقر زین رو فخر آمد جوادان</p>
---	---

زبان غنا و زان غنی مرد و دوش	کہ ز قدرت صبر ہا پدر و دوش
آدمی را عجز و فقر آرد امان	از بلائے نفس پر حرص و غمان
آن غم آید ز آرزو ہائے فضول	کہ بدان خو کردہ است آن صید غول
آرزوے گل بود گلخوارہ را	گل شکر نگوار و آن بچارہ را

موسے علیہ السلام سے ایک شخص نے درخواست کی کہ مجھے جانوروں کی زبان سکھلا دیجئے تاکہ وہ دنیا اور دیگر جانوروں سے مین دین کے متعلق نصیحت حاصل کر دوں کیونکہ آدمیوں کی گفتگو تو علی العموم روٹی پانی کمر و فریب سے تعلق رکھتی ہے ممکن ہے کہ جانوروں کو کوئی اور ہی دد ہو۔ اور انکو اس جہان فانی کو چھوڑنے کی فکر ہو۔ اور وہ اسکی تدابیر میں مصروف ہوں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس خیال کو چھوڑو اس میں ہر پہلو میں بہت سے خطرے ہیں۔ رہی عبرت اور تیقظ سو خدا سے دعا کرو وہ عطا فرمادینگے۔ یہ بات نہ کتابت حاصل ہوتی ہے نہ گفتگو سے نہ الفاظ و لبے انہوں نے جو منع کیا تو اسکو اور یہی زیادہ شوق ہو اکیونکہ منع کر نیسے آدمی کی حرص اور بڑھتی ہے اُسے عرض کیا کہ یا حضرت جب آپکے نور نے عالم کو منور کیا تو جو بھی کوئی چیز حق سکوا آپکے دربار سے کچھ نہ کچھ ل گیا۔ اور کوئی محروم نہیں ہا پس مجھے اپنے کرم سے محروم کرنا آپکے الطاف فرادان کے شایان شان نہیں اسوقت حضور ہی خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں اگر حضور کے یہاں سے مین محروم ہو گیا تو یہ ہر کوئی امید حصول مدعا کی نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ سے دعا کی کہ اے اللہ معلیم ہو تا ہے کہ شیطان نے اس حق کو مسخر کر لیا ہے اور میری نصیحت نہیں مانتا۔ اگر مین اسکو سکھاتا ہوں تو اس کا نقصان ہے۔ اور اگر نہیں سکھاتا ہوں تو بدل ہوتا ہے مجھے کیا کرنا چاہئے۔ حق سبحانہ نے فرمایا کہ تم سکھلا دو کیونکہ ہم دعا کو اپنے کرم سے رد نہیں کرتے اسپر انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ وہ حق پشیمان ہو گا۔ اور افسوس اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کپڑے پیارے گا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہر ایک کیلئے قدرت موافق نہیں طالب التاقل کیلئے عمر ہی بہتر سرمایہ ہے۔ فقر اسی لئے ہمیشہ موجب فخر رہا ہے کہ محتاج کا معاشی تک نہ پہنچنے والا ہاتھ ہمیشہ تقوے ہی تک رہتا ہے اور دولت مند ہی

اور دو قیمت بالعموم اسی لئے مرد وہ ہے جن کی اصل قدرت کے سبب معاصی سے صبر نہ ہو سکے پس عجز و فقر آدمی کو نفس جڑیں کی بلا اور طرح طرح کے آلام سے بچاتا ہے کیونکہ غم تو ان فضیل آرزوؤں سے پیدا ہوتا ہے جن کا شیطان کے پہنڈے میں پھنسا ہوا آدمی خود گرفتار ہے چنانچہ جو شخص مٹی کہاٹے کا عادی ہے اُسکو مٹی کی آرزو ہوتی ہے اور گل شکرا اُسکو ہضم نہیں ہوتی اور عادت ہوتی ہے قدرت و سامان و دولت سے تو تمام غم کی جڑ یہی چیزیں ہیں جب یہ نہ ہو مٹی تو پھر کوئی غم نہ ہوگا اور نہ کوئی آرزو ہوگی۔

شرح شیری

ایک شخص کا موسیٰ علیہ السلام سے جانوروں کی زبان سیکھنے کی استدعا کرتا

گفت موسیٰ را ایک مرد جوان کہ بیا موزم زبان جانوران
یعنی موسیٰ علیہ السلام سے ایک مرد جوان نے عرض کیا کہ مجھے جانوروں کی بولی سکھا دیجئے۔
تا بود کہ زبانک حیوانات و دوز
عبرتے حاصل کنم در دین خود
یعنی تاکہ ایسا ہو کہ درندوں اور چرنندوں کی باتوں سے میں اپنے دین میں کوئی عبرت حاصل کر دوں۔
چوں زبانہ سائے بنی آدم ہمہ
در پئے آلبست و نال و دلمہ
یعنی چونکہ سب آدمیوں کی زبانیں پانی اور مٹی اور لکڑی کے واسطے ہیں۔
بو کہ حیوانات را و رد دگر
باشند از تدبیر ہنگام گذر
یعنی شاید کہ حیوانات کیلئے کوئی دوسرا مشغلہ موت کی تدبیر (وغیرہ کے متعلق) ہو۔ مطلب یہ کہ
اُسے کہا کہ مجھے حیوانات کی بولی سکھا دیجئے اسلئے کہ آدمی کی زبان تو دن رات اسی مشغلہ میں رہتی ہے
کہ روٹی کا فکر کر لیا۔ پانی کا فکر کر لیا۔ کمر و فریب کر لیا۔ ان کی بولیاں سن کر تو اسی طرف طبیعت کو
میلان ہوتا ہے اور حیوانات کی بولیاں معلوم ہو جاؤں گی تو ممکن ہے کہ وہ کچھ اُس طرف کے متعلق
گھگو کرتے ہوں اور سوچتے ہوں کہ موت کی واسطے تدابیر کرنا چاہئے۔ تو ان کی باتوں سے ہمیں
بھی اُس طرف توجہ ہو جاوے۔

گفت موسیٰ رو گذر کن زمین ہوس کا بن خطر دار دہے دریش دہیں
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جا اس ہوس سے در گذر۔ کیونکہ یہ بات آگے پیچھے بہت سے خطرے
رہکتی ہے۔ مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں بہت سے خطرے ہیں تو
اس ہوس کو دل سے نکال دے۔

عبرت و بیداری از زبان مطلب نہ از کتاب و از مقال و حرف و لب
یعنی عبرت اور بیداری خدا سے مانگ نہ کہ کتاب سے اور باتوں سے اور حرفوں سے اور لب سے مطلب
یہ کہ میان ان باتوں سے کہیں عبرت اور بیداری ہو اگر قتی ہے۔ عبرت تو ہو اگر قتی ہے تو فنی حق
سے تو خدا سے دعا کر بھلا ان باتوں میں کیا کہہ سکتے ہیں۔

گرم تر شد مرد زان بخشش کہ کرد گرم تر گرد دہے از منع مرد
یعنی وہ آدمی اس منع کرنے سے اور بھی مہر ہوا۔ اور منع کرنے سے آدمی زیادہ مہر ہوا یہی کہ تلہ ہے
مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو منع کیا تو اسکو اور زیادہ اشتیاق ہوا اور وہ ادب ہی اصرار کرنے لگا
کہ نہیں مجھے ضرور سکھا دیجئے۔ دو کمر مصرع میں ایک قاعدہ کلیہ فرماتے ہیں کہ بہائی منع کرنے سے
تو ضرور زیادہ ہوا یہی کہ قتی ہے جیسے کہ مشہور ہے کہ الا انسان حولی صراط منہ۔ غرض کہ اس کا اصرار
اسلئے اور بھی زیادہ ہوا۔

گفت لے موسیٰ چو نور تو بتافت ہر چہ چیزے بود از تو چیز یافت
یعنی اسنے عرض کیا کہ لے موسیٰ جبکہ آپ کا نور چکا تو جو موجودات تھیں سب آپ کوئی چیز حاصل کی ہو
مرد محسوسم کردن زین مراد لائق لطف نہ باشد لے جواد
یعنی لے کریم مجھے اس مراد سے محروم کرنا آپ کے لطف کے لائق نہیں ہے۔

این زمان تا ٹم مقام حق توئی یاس باشد گر مرا مانع شوی
یعنی اس زمانہ میں خدا کے نائب آپ ہی ہیں تو اگر آپ مجھے اس امر میں مانع ہونگے تو مجھے یاس
ہو جاوے گی۔ مطلب یہ کہ اسنے عرض کیا کہ لے موسیٰ علیہ السلام جبکہ آپ کو نبوت ملی ہے تمام موجودات
طے فرق مراتب آپ کے فیضیاب ہوئے ہیں اور سب کو کچھ نہ کچھ فیض پہنچا ہے تو آپ پہلا مجھے جو میری
مراد تک نہیں پہنچا تے یہ آپ کے لطف و کرم سے تو بہت ہی بعید ہے اسوقت آپ نائب حق ہیں اور

حق تعالیٰ کے یہاں سے حکم ہے کہ لا تقنطوا نا امید مت ہوا اور مجھے آپ نا امید کئے دیتے ہیں نا لب
حق ہو کر نا امید نہ کیجئے بلکہ میری مراد کو پورا فرمادیجئے۔

گفت موسیٰ سے یارب این مرد سلیم
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ اے اللہ یہ آدمی تو یہولا ہے شاید اس کو شیطان
ملعون نے مسخر کر لیا ہے۔

گر بیا موزم نہ یان کارشس بود
درنیا موزم دلش بدے شود
یعنی اگر سکھاتا ہوں تو اس کے کام کا نقصان ہوتا ہے اور اگر نہیں سکھاتا ہوں تو اس کا جی بُرا
ہوتا ہے مطلب یہ کہ جب اُس نے بہت ہی اصرار کیا اور موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ اس کو سیکھنے
سے نقصان ہوگا۔ اور وہ مانتا نہ تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں دعا کی کہ اے اللہ یہ آدمی ایسے
تو بھولا معلوم ہوتا ہے۔ مگر شیطان نے شاید اس کو خوب اچھی طرح بہکا دیا ہے جو یہ اس قدر اصرار
کر رہا ہے اب مشکل یہ ہے کہ اگر سکھاتا ہوں تو اس کا نقصان ہوتا ہے اور نہ سکھاتا ہوں تو اس کی
دل شکنی ہوتی ہے اب کروں تو کیا کروں۔

گفت اے موسیٰ بیا موزش کہ ما
یعنی ارشاد باری ہوا کہ اے موسیٰ! آپ اس کو سکھا دیجئے اس لئے کہ میں نے کرم کی وجہ سے کہی دعا کو
رد نہیں کیا۔

گفت یارب ایشیماقی خورد
دست خاید جامہ بارابر درد
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ وہ (معدن) ایشیمان ہوگا۔ ہاتھ کاٹے گا اور کپڑوں کو
پھاڑے گا۔ مطلب یہ کہ جب ارشاد حق سکھا دینے کا ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ
اس کو اس بولی کے سیکھنے سے نقصان ہوگا جو کہ اس کو اس وقت معلوم نہیں ہوتا۔ اس وقت روتا پھر گیا
اور پریشان اور پشیمان ہو کر ہاتھ کاٹے گا اور کپڑے پھاڑے گا۔ اور افسوس کرے گا۔ تو بہتر ہے
کہ ابھی نہ سکھایا جاوے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ:-

نیست قدرت ہر کسے را سازگار
عجز بہتر مایہ پرہیزگار
یعنی ہر شخص کیلئے قدرت جو نامناسب نہیں ہے پرہیزگار کا سوا یہ تو عجز ہی بہتر ہے۔

فقر زین و فقر آمد جاودان کہ بقوے ماند و سبت نارسان
یعنی فقر ہمیشہ اسی لئے مایہ فخر رہا ہے کہ محتاج کا ہاتھ تقوے ہی میں بند رہتا ہے۔
زال غنا و زال غنی مردود شد کہ ز قدرت صبر ہا مردود شد
یعنی غنا اور غنی ایسے مردود ہوئے کہ قدرت کی وجہ سے صبر جاتے ہے۔

آدمی را عجز و فقر آمد اماں از بلائے نفس پر حرص و غمان
یعنی آدمی کیلئے نفس پر حرص و غم کی بلاؤں سے عجز و فقر جائے امن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ
ہر شخص کیلئے صاحبِ قدرت اور غنی ہونا مناسب نہیں ہے اور ہر شخص کی دولت موافق نہیں ہوتی
بلکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جبکہ فقر ہی کی بدولت تقوے نصیب ہے کہ چونکہ انکو کسی شے پر قدرت
نہیں ہے اور وہ کچھ کر بھی نہیں سکتے اسلئے ان کا تقوے درست ہے اور اگر کہیں خدا نخواستہ
ایسے طبیعت والے صاحبِ قدرت ہوتے تو یہ تو خدا جانے کیا غضب ڈالتے۔ کسی نے کہا ہے
کہ سے زائد نہ داشت تاب جمال پر یں خان + گنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت۔

غرض کہ یہی وجہ ہے کہ اکثر مواقع میں فقر کو مایہ فخر کہا جاتا ہے کہ طیارے ضعیف ہیں تو اکثر جگہ فقر ہی بہتر ہے
کہ نہ قدرت ہوگی اور نہ کوئی حرکت کر سیکے اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے غنی مردود ہو چکے ہیں کہ ان کو قدرت
تھی اور یہ نہ سنبھل سکے نہ صبر کر سکے اور بلا بائے نفس میں مبتلا ہو گئے پس انفس و شیطان کی بلاؤں
اور ان کے بہندوں سے امن و فقر ہی میں ملتا ہے اسلئے کہ

آن غم آید ز آرزو ہائے فضول کہ بدان خو کردہ است آن صیغہ غول

یعنی وہ غم فضول آرزوؤں ہی سے آتا ہے جیسا کہ یہ شیطان کا شکار عادی ہوتا ہے

آرزوئے گل بود گلچزارہ را گل شکر گوارد آن بیچارہ را

یعنی مٹی کا مینا لیکو مٹی ہی کی آرزو ہوتی ہے اُس بیچارہ کے گل شکر مضم ہی نہیں ہوتی۔ مطلب
یہ کہ غم و بلا ہائے شیطان و نفسانی تو فضول فضول آرزوؤں در بیہودہ باتوں ہی سے پیدا ہوتے
ہیں اور فضول آرزوؤں میں پیدا ہوتی ہیں مال و دولت کے ہونے سے۔ لہذا اصل جڑ سب چیزوں کی
ہی حضرت مال و دولت ہی ہوئے۔ تو مال و دولت اگرچہ کسی ہی نعمت ہی ہو لیکن بعض آدمی کی خواہش
نہیں آتی۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ دیکھو جسکو مٹی کہاٹے کی عادت ہوتی ہے وہ مٹی ہی کہاٹتا ہے اسکی

گل شکریہم ہی نہیں ہوتی حالانکہ گل شکریہ ظاہر ہے کہ کیسی عمدہ اور لطیف اور نفیس چیز ہے تو اسی طرح دولت اگرچہ کیسی ہی نفیس و لطیف کیونہو لیکن ہر شخص کے مناسب نہیں ہے۔ بلکہ اسی طرح جانوروں کی بولی سمجھنا اہل اس سے عبرت حاصل نہ کیا ہی اچھا کیونہو لیکن اس شخص کے مناسب نہ تھا مگر اسکو جتنا منع کیا جاتا تھا اُس کا امر اور استیقا زیادہ ہوتا تھا۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حضرت حق کی طرف سے دوسری مرتبہ وحی آئی جسکو آگے بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

بعد از ان وحی آمد از حضرت کہ رو	ہر چہ می گوید بہ لطف خود شنو
گفت نیز دان کہ بدہ بالیت او	بر کشا در اختیار آن دست او
اختیار آمد عبادت را نمک	در نہ می گرد وینا خواہ این فلک
گردش اورانہ اجر و فو عقاب	کا اختیار آمد ہنر و وقت حساب
جملہ عالم خود سبج آمد نہ	نیست آن سبج جہری سود مند
تسخ در دستش نہ از عجزش بکن	تا کہ غازی گرد و او یارہ زن
زانکہ کر مناشد آدم را اختیار	میم ز نبور غسل شد نیم مار
مؤمنان کان غسل ز نبور وار	کا فران خود کان ز ہرے ہچو مار
زانکہ مومن خورد و بگزیدہ نبات	تا چو نخلے گشت رقی و حیات
باز کا فر خورد و شربت از صدید	ہم ز قوتش نہ ہر شد در دے پدید
اہل ایمان خدا عین الحیات	اہل تسویل جو اسم المات
در جہان این روح و شتابان نہی	زا اختیارست و حفاظ و آگہی

جملہ زندان چونکہ در زندان وند	مستی وز اہد و حق خوان شوند
چونکہ قدرت رفت کاسد شد عمل	ہین کہ تا سرمایہ نستاندا جل
قدرت سرمایہ سودست ہین	وقت قدرت را نگہدار و بین
آدمے بر خنک کر مت اسوار	در کف در کش عنان اختیار
باز موسے داد پند اور اہ مہر	کہ مرادت زود خواہد کرد چہر
ترک این سودا بگو وز خود ترس	دیو داوست برائے نکر دس
ہین برود در سر خود کم طلب	کاین مرادت افگند در صد تعب
گفت بارے نطق سنگ کو بردست	نطق مرغ خانگی کاہل پرست
گفت موسے ہین تو دانی در رسید	نطق این ہر دو شود بر تو پدید

اُسکے بعد حضرت حق سبحانہ کی طرف سے وحی آئی کہ جائے جو کچھ وہ کہے اُسکو ہر بانی سوسنے اور اس کی خواہش پوری کر کے اُسکو عاجز سے مختار بنائے تاکہ وہ امتحان کے قابل ہو سکے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اختیار عبادت کیلئے ایسا ہے جیسا کہ کہا نیکے لئے نیک۔ کیونکہ جس طرح کہانا نیک سے پسندیدہ ہوتا ہے یوں نیک عبادت اختیار سے مرغوب ہوتی ہے ورنہ اضطراب تو آسمان بھی جھک رہا ہے لیکن اُس کی گردش پر نہ سزا ہے نہ جزا کیونکہ محاسبہ کی وقت اختیار ہی کو ایک اعلیٰ وصف سمجھا گیا اور یہی جتنی ہے جزا و سزا کا اور اختیار فلک میں معدوم ہے طے ہذا تمام عالم تسبیح تہری کر تلے لیکن اُس جبری تسبیح سے کیا فائدہ۔ طریقہ امتحان تو یہ ہے کہ تلوار ہاتھ میں دید اور عجز کو رفع کر دو پھر دیکھو کہ وہ غازی ہوتا ہے یا ذکیٹی کرتا ہے چونکہ آدمی اختیار ہی کے سبب مکرم بنا ہے اور اُسکو اختیار عطا کیا گیا ہے اسی لئے کہچہ ان میں شہد کی بھی جو گناہ اوکچہ سناپ۔ یا یوں کہو کہ ہر ایک میں وجہ شہد کی بھی ہو گیا اور میں وجہ سناپ میں نمون

تو شہد کی بھی کی طرح کان شہد بین اور کا فر معدن زہر حبیب کہ سنا ہے ہوتا ہے کیونکہ مومن اپنے اختیار کو کام میں لائے اور جہت محمودہ کو غالب کیا تو شہد کی بھی کی طرح کان غسل ہو گئے اور کفار نے اپنے اختیار سے جہت مذمومہ کو غالب کیا تو وہ معدن زہر ہو گئے۔ مومنین کی کان غسل ہو نیکی و صبر ہے کہ انہوں نے عمرو بن ماتاہ کہانے ہیں اور معارف سے غذا حاصل کی ہے۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہد کی طرح اُن کا تھوک مایہ حیات بن گیا (اعلہ اشارة الماء هو المشمود من اذہ قال صلی اللہ علیہ وسلم سورہ المومن شفاء) اسکے خلاف کفار نے صدر بکفر سے غذا حاصل کی تو اس کی غذا اس کے اندر زہر پیدا ہو گیا۔ پس ملہم من الحی چشمہ آب حیات بن گئے۔ اور جو خواہشات نفسانیہ کی تلمیحات میں مبتلا ہیں وہ زہر بلابل ہو گئے غرض کہ عالم میں تعریف اور شاباش اور واہ واہ سب اختیار اور محافظت حدود اور تقطی ہی کی بناء پر ہے ورنہ جو قیدی چلیخانہ میں جاتے ہیں سب متقی اور پارس اور خدا کو پکارنے والے ہو جاتے ہیں مگر کچھ بھی تعریف کی بات نہیں کیونکہ جب قدرت معصیت نہ رہی تو عمل بھی خراب ہو جاتا ہے نکو متنبہ ہونا چاہئے کہ موت اس دولت کو تم سے نہ چھین لے کیونکہ قدرت ہی منفعت کا سرمایہ ہے پس نکو وقت قدرت کی حفاظت کرنی چاہئے اور اسے ضائع نہ کرنا چاہئے کیونکہ آدمی اس پر کرامت پر اسی لئے سوار ہے کہ اُس کے اور اک کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے ورنہ اُس میں اور اون میں کیا فرق ہے یہ مضمون اضطراری تو ہو چکا اب اصل تفسیر یہ ہوئے علیہ السلام نے شفقت سے پیر اُسے نصیحت فرمائی اور کہا کہ تمہاری مراد تو بہت جلدی حاصل ہو جاوے گی مگر بہتر یہ ہے کہ تم اس خیالی کو چھوڑو اور اپنے نفس سے ڈرو۔ دیکھو شیطان نے ذی قیلے نکو یہ فریب دیا ہے جاؤ اور دوسری مولیٰ نہ لو کیونکہ اس مقصد سے بہت تکلیف ہو گی اُسے کہا اچھا زیادہ نہیں عرفہ ایک کئے کی زبان سکھلا دو جو سیکر دروازہ پر ہے اور ایک مریخ فاطمی کی جو بازو کہ کتاب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا تو جان اور جاتیر اہل عالم حاصل ہو گیا۔ اور تجہیر ان دونوں کا نطق منکشت ہو گیا۔

شرح شبیری

حق تعالیٰ کی جانب سے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی آنا کہ اُسکو جو چیز وہ چاہتا ہے سکھلا دو

بعد ازاں وحی آمد از حضرت کہ روز ہر چہ می گوید بہ لطف خود شنو
یعنی اُسکے بعد حضرت حق سے وحی آئی کہ (لے موسیٰ ۴) جاؤ اور وہ جو کچھ کہے لطف مہربانی سے
اُسکو سنو۔

گفت یزدان کہ بدہ بالیست او برکت در اختیار آن دست او
یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اُس کا مطلب دید و اور اختیار میں اُس کا ہاتھ کو لہو و مطلب یہ کہ اُسکے
ہاتھ جواب عجز کی جیسے بندہ رہے ہیں اُسکو قبول کر اُسکو با اختیار کر دو۔ اور وہ جو چاہتا ہے
اُسکو بتا دو تاکہ ہم امتحان کر سکیں اسلئے کہ اجر و مواضع تو اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ انسان کو اختیار ہو
اور اگر اختیار ہی نہیں تو پھر اجر و مواضع ہی کیا ہو گا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اختیار آمد عبادت را نمک ورنہ می گردد ہنا خواہ این فلک
یعنی عبادت کیلئے اختیار نمک ہے ورنہ افسطرا تو یہ آسمان بھی گردش میں ہے۔

گردش اور انہ اجر و نفع عقب کا اختیار آمد ہنر و وقت حساب
یعنی اُس کی گردش کیلئے ناجر ہے اور نہ عذاب ہے کیونکہ حساب کے وقت تو اختیار ہی ہنر ہے
مطلب یہ کہ جسطرح نمک سے کمانا پسند رہے ہو جاتا ہے اسی طرح اختیار سے عبادت پسند رہے
ہو جاتی ہے ورنہ آخر بے اختیار کے تو آسمان و زمین سب گردش میں ہیں افسطرا یہ سب کام
میں ہیں لیکن چونکہ اُنکو اختیار نہیں ہے اسلئے ان کے کام کا نہ کوئی اجر ہے اور نہ کوئی انکو اُس میں
عذاب ہے بلکہ ایک کام ہے جو کہ سپرد کر دیا گیا ہے اور یہ بیچارے اُس میں تلے ہوئے ہیں آگے
فرماتے ہیں کہ۔

حکم عالم خود مستح آ مد ند نیست ذان تسبیح جبری سود مند
یعنی تمام عالم خود تسبیح ہے لیکن اس منظراری تسبیح سے کوئی نفع نہیں ہے۔ غرضکہ اصل شے ہر کام میں
اختیار ہے اسی کی وجہ سے اجر ملتا ہے اور یہی وہ شے ہے جو کہ فعل عبد کو موجب عقاب کر دیتی ہے
آگے پیرا شاد باری ہے کہ

تبع و منش نماز عجزش کن تا کہ غازی گردد او یار اہ زل
یعنی اُسکے ہاتھ میں تلوار کہہ دو اور عجز سے اُسکو بر طرف کر دو تاکہ (معلوم ہو کہ) غازی ہوتا ہے یا ڈاکو

مطلب یہ کہ ارشاد ہو کہ اسکو سکھا دو تاکہ اُسکے بعد معلوم ہو کہ اُسکو چاہی جگہ استعمال کرتا ہے یا بُری جگہ استعمال کرتا ہے اور جب تک اسنے سیکھا ہی نہیں اُسوقت تو اس کا امتحان ہو ہی نہیں سکتا۔ اور ارشاد ہے کہ

زنانکہ کرمناشد آدم ز اختیار نیم زنبور عسل نیمیش مار
یعنی اسلئے کہ آدم اختیار ہی کی وجہ سے کرنا ہوا ہے کہ وہ اختیار ادا یا تو شہد کی کہی ہے اور ادا یا سانپ ہے۔

مومنان کا بن عسل زنبور دار کا فراں خود کان زہرے پیمچار
یعنی مومن لوگ تو شہد کی کہی طرح شہد کی کان ہیں اور کافر لوگ سانپ کی طرح زہر کی کان ہیں
زنانکہ مومن خورد بگزیدہ نبات تا جو نخل گشت رین اوجیات
یعنی اسلئے کہ مومن نے تو چھٹی ہوئی شکر کھائی یہاں تک کہ شہد کی طرح اُس کا تنوک موجب حیات ہوا۔

باز کافر خورد شربت از صدید ہم ز قوتش زہر شد در وے پدید
یعنی پھر کافر نے شربت پیپ کا کھایا تو اُس کی روزی سے اُس میں زہر ہی ظاہر ہوا۔ مطلب کہ انسان کو جو خلعت و لقد کس خدا بنی آدم عطا ہوا ہے اُس کا سبب یہ اختیار ہی تو ہے کہ چونکہ یہ عبادت حق با اختیار خود کرتا ہے لہذا اس کا اکرام ہوا اور نہ اُسکو دیگر اشیاء پر کیا فضیلت صرف اس اختیار ہی نے اس کا یہ مرتبہ کر دیا ہے اب اختیار کے دو پہلو ہیں ایک تو اہم مثل شہد کے اور ایک ہر مثل سانپ کے مومنین نے چونکہ اس اختیار کو عبادت حق میں خرچ کیا تو اُن کو ہر اہم عالیہ نصیب ہوئے اور کفار نے چونکہ ان کو دوسری طرف خرچ کیا لہذا اُنکو اُس کا بدلہ ویسا ہی ملا۔ غرض کہ جیسا جسے کیا ویسا ہوا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

اہل الہام خدا عین الحیات اہل تسویل ہوا اسم الحیات
یعنی الہام خداوندی داتے تو چشمہ حیات ہیں اور جو اسے نفسانی کو سنوارنے والے موت زہر ہیں مطلب یہ کہ جو لوگ اولیاء اللہ ہیں وہ تو چشمہ حیات ہیں کہ ان کے ذریعے حیات ابدی اور حیات روحانی نصیب ہوتی ہے۔ اور جو لوگ خواہشات نفسانی کے متبع ہیں وہ گویا کہ زہر قاتل ہیں۔

در جهان این طرح دشوارش ہے ز اختیار است و حفاظد آگے

یعنی دنیا میں یہ تعریف اور شہادت اور واہ وادہ اختیار و حفاظت اور آگاہی ہی کی وجہ سے ہے مطلب یہ کہ دنیا میں دیکھ لو کہ جسکی کوئی تعریف کرتا ہے وہ اسی وجہ سے کہ اُس شخص نے کوئی کام اپنے اختیار سے اچھا کیا ہو اور اگر کسی سے کسی نے زبردستی کوئی اچھا کام کر لیا تو اُس کی کوئی بھی تعریف نہیں کرتا تو معلوم ہو گیا کہ اچھائی اور بُرائی سب اختیار ہی کی بدولت ہے آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

حکم زندان چونکہ در زندان روند متقی و زاہد و حق خوان شوند

یعنی سارے بد معاش جبکہ قید خانہ میں جاتے ہیں تو متقی اور زاہد اور خدا کی یاد کرنے والے ہو جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو دنیا میں جب بد معاش لوگ قید خانہ میں جاتے ہیں تو کیسے نیک بن جاتے ہیں۔ اُس کی وجہ کیا ہے۔ وجہ صرف یہی ہے کہ وہاں افعال بد پر قدرت تو ہوتی نہیں اور اختیار باطل ہو جاتا ہے۔ پس نیک ہو جاتے ہیں۔ لیکن اُس وقت کی نیکوالی تمنا نہیں اس لئے کہ دیکھو اگر کوئی شخص کہے کہ میں (خدا بخواتم) اس قدر مدت چل میں رہا اور میں نے اُس میں رہتے ہوئے کسی کی چوری نہیں کی تو ہر سننے والا یہی کہے گا کہ یہ تو کوئی کمال نہیں۔ کمال جب ہے کہ تو شہر میں ہو اور بچے چوری کا موقع بھی ملے اور پھر چوری نہ کرے پس اس طرح اگر بعد کرنے کے دفعہ میں جاتے وقت (غور و تأمل سے) کوئی تو بہ کرے کہ اب گناہ نہ کروں گا وہ تو بہ کار آمد نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو یہ تو اب تک کہ گناہ کر سکتے ہیں تمام سامان موجود ہیں اور پھر ایک خوف حق ہے جو اُس گناہ کی طرف رخ بھی نہیں کرنے دیتا۔ یہ ہے اُس اختیار سے اچھا کام لینا اور یہی ہے وہ اختیار جسکی وجہ سے کہ انسان کا اکرام ہوا ہے۔ سب بنا لا ترزع قلوبنا بعد اذھدیتنا وحب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب آگے خود اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ قدرت رفت کا سہند عمل ہیں کہ تاسیر یابین تاندا جل

یعنی جبکہ قدرت جاتی رہی تو عمل بیکار ہو گیا۔ ہوشیار رہنا کہ کہیں سرمایہ کو موت نہ لے لے مطلب یہ کہ ذرا ہوشیار ہو کہیں موت آجائے اور یہ اختیار بالکل باطل ہو جاوے موت آنی سے پہلے عمل کر لو ورنہ اُس کے بعد تو سارے اعمال بیکار ہو جائیں گے۔

قدرت سر مایہ سود دست بین وقت قدرت را نگہدار و بہ بین
یعنی تمہارا اختیار ہی نفع کی پونجی ہے اختیار کے وقت کی حفاظت کرو اور دیکھتے بھالتے رہو مطلب
یہ کہ اس وقت فرصت کو غنیمت جانو اور اس حالت میں جبکہ حق تعالیٰ نے اختیار دے رکھا ہے اس سے
کام کو دور نہ اس کے بعد اسکو تلاش کرو گے اور اس کا کہیں پتہ نہ ہوگا۔

آدمی بزنگ کر مش سوار در کف در کش عنان اختیار
یعنی آدمی کر مٹا کے گہوڑے پر سوار ہے۔ اور اُسکے ادراک کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے
مطلب یہ کہ انسان اگر احمق کے گہوڑے پر سوار ہے اور باگ اُسکے ہاتھ میں اختیار کی ہے اگر اُس نے
اُس باگ اختیار کو سیدھا کہا اور راہ راست پر لیچلا تو وہ گہوڑا یعنی اکرام صحیح و سالم رہا اور یہ صاحب اکرام
اور مکرم ہے اور اگر اُس باگ اختیار کو میٹر ہار کہا اور کہیں بے راہ چلا تو نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گہوڑا کہیں گڈ ہے
وغیرہ میں جا پڑا اور اُسکے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے اور بیکار ہو گیا اور یہ شخص بھی صاحب اسباب
اکرام نہ رہا۔ غرض کہ اگر احمق ہے اور جو ذلت ہے جو اجر ہے اور جو عذاب ہو وہ سب اس اختیار ہی کی
بدولت ہے۔ لہذا ارشاد حق ہوا کہ اسکو جو یہ کہنا ہے سکھا دو تاکہ یہ عاجز نہ رہے اُسکے بعد دیکھیں گے
کہ یہ اُس اختیار کو کس جگہ استعمال کرتا ہے آیا اچھی جگہ استعمال کرتا ہے یا بُری جگہ اُس طرف سے
یہ ارشاد ہوا لیکن نبی کو جو امت پر رحمت ہوتی ہے اُس کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس شخص
کو ایک مرتبہ اور سمجھانا چاہا اور فرمایا کہ۔

باز موسیٰ داوید اور ابراہیم کہ مرادت زرد خواہد کرد چہرہ
یعنی یہ موسیٰ علیہ السلام نے اُسکو جو نصیحت کی کہ اسے تیری مراد تیرا چہرہ زرد کر دے گی مطلب
یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھ تیری یا زرد اور یہ مراد تجھے بعد میں شرمندہ اور زرد کر دے گی
تو خوب سمجھ لے۔

ترک این سودا بگو و ز حق تبرس دیو داد دست برائے مکر در س
یعنی اس خیال کو چھوڑو اور خدا سے ڈرو کہ تجھے شیطان نے مکر کی وجہ سے یہ سبق دیا ہے
بین برود و سر خود کم طلب کاین مرادت انگلند در عند تعب
یعنی اسے چاہنا اور دوسرے سے ڈرنا کہ یہ مراد تجھے سیکھ دوں مصیبتوں میں ڈال دے گی۔

مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھ اس خیال سے درگزر یہ خیال شیطان ہے تو بہت مصیبتیں
پڑ چکا غرض کہ جب بہت سمجھایا تو خداوند ہوسے کچھ سمجھ آئی لیکن رہی وہی مرغی کی ایک ٹانگ صرف اس
قدر کی ہوتی کہ پہلے تو تمام جانوروں کی بولی سیکھنے کی تمنا تھی اب صرف اپنے گھر کے پلے ہوئے کتے
اور مرغ کی بولی سیکھنے کی آرزو رہ گئی جسکو مولانا آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

اُس طالب کس صرف مرغ خانگی اور کتے کی زبان سیکھ لینے پر
قانع ہو جانا اور موسیٰ علیہ السلام کا اسکو قبول فرمالینا
گفت بارے نطق سگ کو بردست نطق مرغ خانگی کا ہل پرست

یعنی اُس شخص نے کہا کہ اچھا اُس کتے کی بولی جو کہ دروازہ پر ہے اور اُس مرغ خانگی کی بولی جو کہ
پرندہ ہے مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ اچھا ایک کتے کی اور ایک مرغ کی جو کہ میرے یہاں پلے ہوئے
ہیں بولی سیکھ لو مجھے کہ ایک چوبایہ ہے اور ایک پرندہ ہے اور ہر اُلت دن مجھے رسالے
رہتے ہیں باتیں کرتے ہیں تو میں یہی سمجھا کر دن اور سنا کر دن غرض کہ جب اُس نے نہ مانا تو موسیٰ علیہ
السلام نے ارشاد فرمایا کہ۔

گفت موسیٰ بن توداتی در رسید نطق این ہر دو شود بر تو پدید
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا تو جان لیگا اور ان دونوں کی بولی تجھ پر ظاہر ہو جاوے گی
لے اتو مقصود دل گیا۔

شرح حبیبی

ایستاد و منتظر بر آستان
پارہ نان بیات آثار زاد
گفت سگ کردی تو بر ما ظلم رو
عاجز ہم دردانه خوردن در وطن

با مداد ال آں برائے امتحان
خادمہ سقرہ بیفشاند و فتاد
در رپود آنرا خرد سے چون گرد
دانہ گندم تو دانی خورد و دمن

کندم و جور او باقی خوب
 این لب نانی که قسم است آن
 پس خروش گفت تن زن غم مخور
 اسپ این خواجه سقط خواهد شد
 مر سگان را عید باشد مرگ اسپ
 اسپ را بفروخت چون بشنید مرد
 روز دیگر همچنان نان را را بود
 کائے خروس عشوه ده چندین دروغ
 اسپش گفتی سقط گرد و کجاست
 گفت او آن خروس با خبر
 اسپ را بفروخت حبت او از زیال
 لیک فردا شترش گردد سقط
 زود افترا فروشید آن حریص
 روز ثالث گفت سگ با آن خروس
 تا یک گوی دروغ لے بے فروغ
 گفت او بفروخت شتر اشتاب
 چون غلام او بمیرد ناهسا

تو توانی خورد من لے ای طروب
 می رُ بانی اینقدر را از سگان
 که عوض بد بد خدا زین به و گر
 روز فردا سیر خور کم کن حزن
 روزی وافر بود بے جهد و کسب
 پیش سگ شد آن خروس کائے زرد
 آن خروس و سگ بر و لب بر کشود
 طلے و کاذب و بے فروغ
 کورا ختر گوی محرومے ز راست
 که سقط شد اسپ جائے دگر
 آن زیان انداخت او بر دیگران
 مر سگان را باشد این نعمت فقط
 یافت از غم و ز زیان آن دم محیص
 لے امیر کاذبان باطل و کوس
 دوغی ای نا اهل دوغی دوغ دوغ
 لیک فردا شتر غلام آید مصاب
 بر سگ و خواهنده ریزند اقرار با

این شنید و آن غلامش را فروخت
 شکرهایم کرد و دشت دیها که من
 تازبان مرغ و سگ آموختم
 روز دیگر آن سگ محروم گفت
 چند چند آخر دروغ و کبر تو
 گفت حاشا از من و از جنس من
 ما خروسان چون موزن راست گو
 پاسبان آفتابیم از درون
 پاسبان آفتاب اندا و لیا
 اصل ما را حق پئے بانگ نماز
 گر به نام سنگام سبواز مارود
 گفت نانبه گام حی علی الفلاح
 آنکه مصوم آمد و پاک از غلط
 آن غلامش مرد پیش مستری
 او گریز ایند مالش را و لیک
 یک زیان دفع زیانهای مستر
 پیش شاهان در سیاست گسترے

رست از خسران در رخ را بر فروخت
 رستم از رسم واقعه اندر ز من
 دیده سوء القضا را دو ختم
 کائے خروس ترا از خاک طاق جفت
 خود نیز در جز دروغ از و کبر تو
 که بگردیم از دروغی ممتن
 هم رقیب آفتاب و وقت ببر
 گر کنی بالائے ما طشتی نگو
 در بشر واقف از اسرار خدا
 داد و هدیه آدمی را در چهار
 در اذان آن مقل می شود
 خون ما را می کشد خوار و مباح
 آن خروس و حی جان آدم فقط
 شد زیان مستری آن یکمیری
 خون خود را ریخت اندر باب نیک
 جسم و مال باست جانها را فدے
 می دہی تو مال و سر را می خری

اعجمی چو گشته اندر قضا
 لیک فردا خواهد او مردن یقین
 صاحب خانه بخوابد مرد و رفت
 پارہائے نان و لالنگ و طعام
 گاؤ قربانے و ناہمائے تنک
 مرگ اسپ داشت و مرگ غلام
 از زیان مال و درد آن گریخت
 این ریختہمائے درویشان چراست
 تا بقائے خود نیابد سائے
 دست کے جنید بایشار و عل
 آکھ بد بربے امید سود یا
 آن ویئے حق کہ خوئے حق گرفت
 او غنی است و جز او جملہ فقیر
 تانہ بیند کو دے کہ سیبست
 این ہمہ بازار بہر این غرض
 صد متاع خوب عرضه می کنند
 یک سلائے نشوئی ای مرد دین

می گریزانی ز داور مال را
 گاؤ خوابد گشت وارث در حین
 روز فردا نک رسیده لوت رفت
 در میان کوئی یا بد خاص و عام
 بر سگان و سائلان نیز دسک
 بد قضا گردان این مغرور خام
 مال افزون کرد و خون خوش ریخت
 کان بلا بر تن بقائے جانهاست
 چون کند تن را سقیم و باکے
 تانہ بیند داده را جانش بدل
 آن خدایت آن خدایت آن خدا
 نور گشت و تابش مطلق گرفت
 کے فقیرے بے عوض گوید کہ گیر
 او پیاز گندہ را نہ ہر دست
 بر دکانہا شستہ بہر این عوض
 و اندرون دل عوضہائی تنند
 کہ نگیرد آخرت آن آستین

من سلامے لے برادر اسلام	بے طعن شنیدہ ام از خاص عام
خانہ خانہ جا بجا و کو بکو	جو سلام حق تو ہیں آنرا بجو
ہم پیام حق شنیدم ہم سلام	از دیان آدمے خوش مشام
من بھی خوشم بدل خوشتر ز جان	وین سلام باقیان بر بے آن
کاتش اندر دودمان خود ز دست	زان سلام او سلام حق شدہ است
زان بود اسرار حقش در دلب	مردہ است از خود شد روزندہ برب
رنج این تن لوح را پائند گیت	مردن تن در ریاضت زند گیت

وہ درخواست کنندہ موسیٰ علیہ السلام سے نصرت ہو کر اپنے مکان پر آیا اور اگلے دن صبح کی وقت امتحان کیلئے دروازہ پر منتظر ہو کر کھڑا ہوا کہ دیکھوں میں کتے اور مرغ کی زبان سمجھتا ہوں یا نہیں۔ اتنے میں خادمہ آئی اور اُس نے دسترخوان بھارا اس میں سے رات کے کھانے کے بچے کچے کھڑے نیچے گرے اُن کے گرتے ہی انکو مرغ اس طرح لے اڑا جس طرح وہ اُسکے پاس گرہوں یہ دیکھ کر کتے نے کہا کہ جاؤ جی تنے تو ہمیں برا ظلم کیا تو غلہ بھی کہا لیتا ہے اور میں مکان میں غلہ کہا نہیں سکتا تو تو گھوٹوں جو۔ اور ہر قسم کا اناج کہا لیتا ہے اور میں نہیں کہا سکتا۔ ہمارا حصہ تو یہی روٹی کا کنارہ تھا سو اسکو بھی اڑا لیا جاتا ہے اور اتنا بھی میں نہیں دیتا اسپر مرغ نے اُس سے کہا کہ ذرا خاموش رہ رنج مت کہ خدا تجھے اس کا عوض اس سے بہتر دیگا کل کو میان کا گھوڑا مر گیا تو خوب پیٹ بھر کر کہا نا زنجیدہ مت ہو جب گھوڑا مر گیا تو کتوں کی عید ہوگی اور بے زحمت و مشقت بہت سارزق ملیگا۔ پس سکر اُس نے گھوڑے کو بیچ دیا اور مرغ کی کتے سے سخت ندامت ہوئی۔ دو سکر دن بھی اُسی طرح مرغ نے روٹی اڑالی اور کتے نے پیر شکایت کی اور کہا کہ او فری مرغے اتنا بھوٹ۔ تو ظالم ہے تو برا جو ما ہے۔ تیری بات بالکل قابل اعتبار نہیں تو نے جو کہا تھا کہ گھوڑا مرے گا بتاؤ سہی کہاں مرا تو اپنی پیشین گوئیوں کے سبب سچ سے بالکل محروم ہے واقف کار مرغ نے

جواب دیا کہ مراقبہ کرو دوسری حکم مراد ہے میان نہا سکو بیخ دیا اور دفع نقصان سے بچ گئے اور وہ
نقصان دوسرے کے سر ڈال دیا لیکن تو کہہ نہیں کل کو اونٹ مرے گا اور وہ صرف کتوں ہی کا حصہ
ہو گا یہ سنکر اُس حریص نے اونٹ کو بھی بیچ دیا اور بیخ اور نقصان سے چھوٹ گیا تیسرے روز
کتے نے پھر مرغے سے کہا کہ او جھوٹوں کے صاحب نوبت و نشان بادشاہ تو کلب تک چھوٹ ہو کہ
مجھے فریب دیکھا معلوم ہوتا ہے کہ تو سر اسر فریب بالکل دھوکا اور جستم دغا ہے اُسے کہا میں کیا
کروں اُسے فوراً ہی اونٹ کو بیچ دیا۔ اچھا تو صبر کر کل کو اس کا غلام مر گیا اور جب غلام مر گیا تو غریزہ
آقا رب کتوں اور فقیروں کو روٹیاں دین گئے اُسے یہ سنا اور غلام کو بھی بیچ دیا اور اس طرح نقصان
سے بچ گیا اور بہت خوش ہوا اور بڑے شکر کئے اور بہت خوشیاں منائیں کہ میں فی الحال تین
واقعوں سے بچ گیا جب کہ میں نے جانوروں کی زبان سیکھی ہے سو القضا کی آنکھ بند کر دی
کہ وہ مجھے نقصان نہ بھینچا سکی۔ دوسرے دن پھر اُس عروم کتے نے کہا کہ او فضول کو مرغے وہ تیری
یہ وہ پیشین گوئیوں کہاں ہیں۔ تیرے مراد چھوٹ کی بھی کوئی انتہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تیرے
آشیانہ میں بالکل چھوٹ ہی چھوٹ پھر ہوا ہے اور اُس سے چھوٹ ہی نکلتا ہے یعنی تو جستم چھوٹ
ہو۔ اُسے کہا کہ میں اور میری جنس اس سے منزہ ہے کہ وہ چھوٹ بول کر ذلیل ہو۔ ہم مرغے موذن کی
طرح سچے ہیں ہم آفتاب کے نگران اور وقت کے تلاشی رہتے ہیں اگر ہم پر طشت بھی ڈالنا پڑا جاو
تب بھی ہم اندر ہی سے آفتاب کی نگہانی کرتے ہیں۔ اب مولانا جملہ مترضہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ
جس طرح جانوروں میں مرغ آفتاب کا نگران ہے یوں ہی آدمیوں میں ہاں اللہ آفتاب حقیقی کے نگران
اور اُس کے سوار سے واقف ہیں۔ اسکو ختم کر کے پھر مرغ کا بیان شروع کرتے ہیں اُسے جواب مرغ
نے کہا کہ حق سبحانہ نے ہمارے ہر اجداد کو ناز کی اطلاع کیلئے آدم علیہ السلام کو نوحہ دیگر سامان کے عطا
فرمایا تھا اگر کسی دن بیوقت اذان دینے میں ہم سے سہو ہو جاتا ہے اور ہم سہو ایسا کر بیٹھتے ہیں
تو وہ ہمارے قتل کا ذریعہ ہو جاتا ہے اور ہمارے بیوقت حلی علی الغلاص کہنے سے ہمارا خون ناقابل وقعت
اور مباح ہو جاتا ہے اور ہر کوئی بچ کر ڈالا جاتا ہے۔ اب مولانا استطراد فرماتے ہیں کہ غلطی سے جو
مغفلین وہ وہی مرغ حق سبحانہ میں جن کی انواع ملہم من اللہ ہیں۔ یعنی اہل اللہ خواہ بالعموم کا ہونہر
البعض تو علی الخصوص یعنی انبیاء و اہل بیت ہوں۔ یہ مضمون استطراد بیان کر کے پھر مقولہ مرغ

بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرغ نے کہا کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا بلکہ غلام مشتری کے یہاں مراہو
 اور اُس سے مشتری کا سراسر نقصان ہوا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اُسے اپنا مال ہلاکت
 سے بچا لیا لیکن خوب سمجھ لو کہ اسے اپنا غنیمت کیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ایک نقصان اور بہت سے نقصانوں
 کا دفعیہ ہوجاتا کیونکہ ہمارا مال ہمارا ہی جانوں کا فدیہ ہے ان پر آفت آنے سے جان کی آفت مل جاتی ہے
 مقدمات میں حکام کے یہاں تو تم مال صرف کر کے جان بچا لیتے ہو لیکن فضل الہی کے بارہ میں تم نادان
 کیوں ہو گئے ہو اور خدا سے مال کو کیوں بچاتے ہو۔ یہ نعموں استیلا دی ختم کر کے پھر مرغ کا مقولہ بیان کر دو
 ہیں اور کہتے ہیں کہ مرغ نے کہا کہ یہ سب کچھ ہو لیکن کل کو وہ خود مر گیا اور وارث اُسکے ماتم میں گائے
 فرج کیسے کل جب میان مر رہے اسوقت چھبے سے جتنا کہا یا جاوے کہا نا۔ روٹھ کر ٹکڑے لنگر اور
 کہا نے خوب سیم ہو گئے اب رگلی میں کیا عام کیا خاص سب کو حصہ ملیگا اور قربانی کی گائے اور چبائیاں کتنی
 اور ساٹنوں سب کو خوب ملین گی۔ یہاں تک مرغ کا مقولہ ختم ہو گیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ گھوڑی اور اونٹ
 اور غلام کا مرنا اس حقیقت دھکا کہا کہ انہو اے شخص کی جان سے بلا کر دفع کر نہ لایا تھا لیکن اُسے مال کے نقصان
 اور اُس کی تحلیف کو گوارا نہ کیا اب مال کو بڑھا کر اپنی جان دی۔ تم سمجھتے ہو کہ سالکین ریاضتین کیوں کرتے
 ہیں اُن کا رازی ہی ہے کہ جسم پر مصیبت اُٹھا کر جان کو بچاتے ہیں کیونکہ جسمانی مصیبت جان کی بقا کا
 ذریعہ ہے سمجھو تو یہی جب تک کوئی سالک اپنی جان بچتے ہوئے نہ دیکھو گا اسوقت تک وہ اپنے جسم کو کیسے
 مریض اور زنا کر سکتا ہے کیونکہ جب تک آدمی اپنے ایتھار اور اپنے فعل کا بدل نہیں دیکھ لیتا اسوقت ایتھار
 و عمل کیلئے اُس کا ہاتھل نہیں سکتا۔ جو بلا توقع نفع دیتا ہے وہ صرف خدا ہے صرف خدا ہے صرف خدا ہے
 اور اُسکے بعد وہ ولی حق جو مخلوق باخلاق اللہ ہو گیا۔ اس سراسر نوزدین گیا اور تائبش مطلق حاصل کر لی وہ غنی اور
 بیخمس ہے اُسکے علاوہ جتنے ہیں سب محتاج غرض میں اور جو خود محتاج ہو وہ دوسرے کو کیا دے سکتا ہے بچوں
 ہی کو دیکھ لو کہ جب تک وہ سب نہیں دیکھ لیتے اور یہ نہیں سمجھ لیتے کہ پیاز دیکر بھوکو سیب ملیگا اس
 وقت تک وہ سڑے ہوئے پیاز کو بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے یہ جتنے بازار میں سب غرض ہی کیلئے
 ہیں اور جو کوئی دوکان پر بیٹھتا ہے صرف عوض کی خاطر گوہر جسم کا اعلیٰ سے اعلیٰ سامان خریدار کے سامنے
 رکھتے ہیں مگر ملین غرض رکھتے ہیں تم کوئی سلام ایسا نہ سونگے جو آخر میں کسی بد کسی وقت تمہاری
 آستین نہ پکڑے اور جس سے کوئی غرض مقصود نہ ہو۔ یہاں میں نے تو نہ کسی خاص سے بے غرض سلام

سننا ہے نہ عام سے۔ سب کی اغراض پوشیدہ ہوتی ہیں جو اپنے وقت پر ظاہر ہوتی ہے بجز حق سبحانہ کے سلام کے وہ فرد بے غرض ہوتا ہے۔ بس اسکو گہر گہر جھکی جھکی جگہ جگہ ڈونڈ ہو۔ بعض خوش دماغ آدمین (اہل اللہ) کے منہ سے میں نے پیام حق سننا ہے بس اور دن کا سلام میں اسی توقع پر بدل بلکہ جان سے زیادہ محبت کیسا تھا سنا ہوں کہ شاید ان میں کوئی سلام حق بھی سنائی دیا جو اسے یاد کیا یہ سلام اس سے مناسبت صوری رکھتے ہیں اسلئے میں انہیں سنا ہوں اب اس کی وجہ سنو کہ اہل اللہ کا سلام سلام حق کیوں ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنا سامان ہستی جلادیا۔ اور غائی فی الحقیقت ہو گئے وہ اپنے سے مراد اور خدا کیسا تھا زندہ ہیں یعنی غائی فی الحقیقت اور باقی بالحق ہیں اسلئے ان کی زبان پر اسرار خداوندی ہوتے ہیں۔ پس یاد رکھو کہ ریاضت میج بسم کا فضا ہو جانا یہ فرما نہیں ہے بلکہ سراسر حیات طیبہ ہے اور اس جسم کے تکالیف بقائے روح کا ذریعہ ہیں۔

شرح شبیری

بامداد ان آں برائے امتحان ایستاد او منتظر بر آستان
یعنی صبح کو وہ شخص امتحان کی واسطے جو کھٹ پر منتظر کھڑا ہو گیا۔
خادمہ سفرہ بیفتا نہ وفتاد پارہ نان بیات آنا زاد
یعنی خادمہ نے دسترخوان چھاڑا تو رات کے روٹی کے ٹکڑے جو کہ کہا نیکی آثار تھے گرے
در بود آنرا خرو سے چون گرد گفت سگ کردی تو بر ما ظلم رو
یعنی اسکو فرغا کردی شے کی طرح بے بہا کا تو کہتے تھے کہا کہ ارے جا تو نے ہمپر (ہمت) ظلم کیا۔ مطلب
یہ کہ مرغا اس ٹکڑے کو اس طرح لے اڑا جیسا کہ کوئی اپنی گروی شے کو چھوڑا کر لیکر بہا کتابے
دانہ گندم تو دانی خور درو من عاجز م دردانہ خور دن در وطن
یعنی تو تیر گہیون کا دانہ کہا نا جانتا ہے اور میں گہرین دانہ کہا نے سے عاجز ہوں۔
گندم و جو را د باقی خوب می تو اتی خور دو نے من ہی طرح
یعنی ارے منخرے گہیون کو اور جو کو اور باقی دانوں کو تو تو کہا سکتا ہے اور میں نہیں
(کہا سکتا)۔

این لب نانے کہ قسم ملت آن می زبانی اینقدر را از سگان
یعنی یہ بلکہ روٹی کا جو کہ ہماری قسمت کا ہے تو اتنے کو بھی کتوں سے اچک لیتا ہے یعنی تو ہلکہ بھی
نہیں کہانے دیتا۔

مرغے کا کتنے کو جواب

بس خروش گفت تن زن غم خور کہ خدا بد ہر عوض زمین بہ درگر
یعنی تب مرغے نے اُس کتنے سے کہا کہ چپ روٹ مت کہا کہ خدا اس سے بہتر دوسرا عوض دیکھ
اسپ این خواہر سقط خواہ شدن روز فردا سپیر خور کم کن حزن
یعنی کل کو اس آقا کا گہوڑا مر گیا تو تو خوب سپیر ہو کہ کہا ناغم کو کم کر۔
مر سگان را عید باشد در گاہ سپ روزی دافر بود بے بھمد و کسب
یعنی کتوں کو تو گہوڑے کا مرنا پسند کیونکہ بے مشقت اور کمائی کے بہر پر روزی ملتی ہے۔
اسپ بالفروخت چون نشیند روز پیش سگ شد آن خرد سگ زو زرد
یعنی اُس نے جو سنا تو گہوڑے کو فروخت کر دیا تب تو کتنے کے اُگے وہ مرغاشتر منہ ہوا کہ بات
غلط تھی!

روز دیگر همچنان نان را ربود آن خروس و سگ بر دلب بر کشود
یعنی دو سکن بھی اسی طرح روٹی کو دہرائے بھاگا تو کتنے نے اُس سے کہا۔
کائے خروس عشوہ دہ چندین مرغ ظالمی و کاذبی دے فروغ
یعنی کہ اے مرغے مکار اتنا جھوٹ تو ظالم ہے اور کاذب ہے اور بے فیض ہے۔
اکشش گفتی سقط کرد کجاست کورا ختر گوئی محرومے ز راست
یعنی جس گہوڑے کو کہ تو نے کہا تھا کہ مرے گا وہ کہاں ہے تو اندھا ستاروں کا بتا دینا لا
اور تو سچ سے محروم ہے۔ مطلب یہ کہ کتنے نے کہا کہ اسے مرغ تو بڑا چوٹا ہے تو اُس اندھے
کی مثل ہے جو کہ باوجود اندھے ہونے کے کہے کہ میں ستاروں کو دیکھ رہا ہوں ایسا تجھے کیا
خبر تھی کہ گہوڑا مر گیا تو نے فضول علی التپ ہی بانگ دیا کہ وہ مرے گا تو تو کہا لیتا

گفت اور اُن خروس یا خیر کہ سقط شد اسب اد جاؤ دگر
یعنی اُس مرغ باخبر نے کہا اس کا گہوڑا دوسری جگہ جا کر مر گیا ہے۔
اسب را بفروخت جبست ادا از زبان اُن زبان انداخت او ہر دیگران
یعنی گہوڑے کو اُس نے فروخت کر دیا اور نقصان سے (نظارہ) بچ گیا (لیکن) اُس نے اُس نقصان
کو دوسروں پر ڈال دیا۔ یعنی جس بیماری نے گہوڑا خریدیا ہے اسے اپنا نقصان اُس پر ڈالاکہ اب
اُسے نقصان ہوا۔

لیک فرزا استرش گرد سقط مر سگان را با شرا بن نعمت فقط
یعنی لیکن کل کو اُس کا خیر مرے گا تو یہ نعمت تو صرف کتوں ہی کے لئے ہوگی مطلب یہ کہ اُس
مرغ نے کہا کہ اگرچہ یہ گہوڑے کو فروخت کر آیا تو اس سے کیا ہوتا ہے اب اس کا خیر مر جاوے گا
تو تو اُس کو خوب کہانا۔

زود استر را فروشید اُن حرص یافت از غم و زبانیان اُنم میں
یعنی اُس حرص نے جلدی سے خچر کو بھی فروخت کر دیا اور غم اور نقصان سے اُس وقت چھٹکارا
پالیا۔ مطلب یہ کہ اُس کو سنکر وہ آقا صاحب اُس خچر کو بھی فروخت کر آئے اور اس وقت اس
نقصان سے چھوٹ گئے کہ جو وہ مرنا تو ان کا نقصان ہوتا تو اپنے نزدیک تو اس وقت نقصان
سے خلاصی پائی۔ لیکن یہ خبر نہیں کہ یہ خلاصی صرف اسی وقت کی ہے پھر اسی طرح بٹے گی
روز ثالث گفت سگ با آن خروں لے امیر کا زبان باطل و کوس
یعنی تیسرے دن کتے نے مرغ سے کہا کہ لے جوڑن کے ہاوشہ مع ٹیل و کوس کے یعنی
توڑنے کی جوت جھوٹ بولتا ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی پوشیدہ بات ہو اور بولا کہ۔

تلبے کوئی دروغ بے فروغ دروغی لے نا اہل دروغی دروغ دوغ
یعنی یہ بے رونق جھوٹ و کتب تک بولے گا۔ لے نا لائق تو جھوٹا ہے اور جھوٹا ہے اور جھوٹا ہے
اور جھوٹا ہے (دوغ سے مراد جھوٹا اور مکر بنیو لا ہے دروغ اہل معنی تو اس کے چہا چہ کے ہیں)
گفت او بفروخت استر را شتاب لیک فرویش غلام آید مصاب
یعنی مرغ نے کہا کہ اُس نے خچر کو تو جلدی سے فروخت کر دیا لیکن کل کو اُس کا غلام مصیبت ہوگا

یعنی کل کو اُس کا غلام مرے گا۔

جون غلام او میرد نان ہا
یعنی جب اُس کا غلام مرے گا تو عزیز و اقارب کتون اور فقرون کو روٹیان دین گے۔
این شنید و آن غلامش را فروخت
یعنی (اُس نکانے) یہ سنا اور اپنے اُس غلام کو فروخت کر دیا (اور بظاہر) نقصان سے چھوٹ گیا
اور چہرہ کو روشن کر لیا۔ مطلب یہ کہ اُس غلام کو فروخت کر کے بہت ہی خوش ہوئے کہ خوب
نقصانوں سے بچے لیکن ناچھی خبر نہیں ہے۔ آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا۔

شکر ہامی کرد و شاہبا کہ من
یعنی شکر کرتا تھا اور خوشیاں کرتا تھا کہ میں زمانہ میں تین واقعوں سے چھوٹ گیا۔
تازبان مرغ و سگ آمو ختم
یعنی جبکہ میں نے مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی تو میں نے سو القضا کی آنکھ کو سی دیا مطلب
یہ کہ بہت ہی خوش ہو رہا تھا کہ میں نے جو مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی بہت تو میں دیکھو
تین نقصانوں سے بچ گیا اور اب مجھ پر سو القضا کا داؤ نہیں چل سکتا۔ میں نے اب تو قضا و قدر
سکو ہر ادا کیا۔ اب میں کسی سے دب نہیں سکتا اسلئے کہ میرا جو نقصان ہوئے والا ہوگا اسکو فوراً ہی لگ
کر دیا کروں گا۔ غرض کہ وہ اس میں خوش ہوتا تھا اور یہ خبر نہ تھی کہ اب کی باری مجھ ہی ہے غرض کہ
اب یہ بیمار مرغ کتے سے بہت ہی شرمندگی ہوئی کہ اُس سے اسقدر وعدے کئے اور ایک بھی
پورا نہوا تو آگے اُسکے شرمندہ ہونے کو اور پھر خود آقا صاحب کی موت کی خبر سنانے کے واقعہ
کو بیان فرماتے ہیں۔

مرغ کا کتے کے آگے تین وعدوں غلط ہو جائیسے شرمندہ ہونا

روز دیگر آن سگ محروم گفت
یعنی دو سگ دن اُس محروم کتے نے کہا کہ اے مرغ سپردہ کو وہ طلاق و جفت (وعدے) کہاں ہیں
یعنی تو نے جو مختلف وعدے مجھے کئے تھے بتاؤ کہاں ہیں۔

چند چند آخر دروغ و مکر تو خود پیر و چور دروغ از و کر تو۔
یعنی تیرا کر اور جھوٹ آخر کما تک اور تیرے آشیانہ سے سوائے جھوٹ کے کچھ اڑتا ہی نہیں
مطلب یہ کہ تو ہمیشہ جھوٹ ہی بولتا ہے۔

گفت جاش از من و از جنس من کہ بگردیم از دروغ ممتہن
یعنی اُسے کہا کہ مجھ سے اور میری جنس سے یہ دور ہے کہ ہم ایک جھوٹ کی وجہ سے ذلیل ہوں
ماخروسان چون موزن است گو ہم رقیب آفتاب و وقت جو
یعنی ہم مرغ مثل موزن کے راست گو ہیں۔ ہم آفتاب کے پاسبان ہیں اور وقت کے تلاش
کرنے والے یعنی ہم کو وقت کی پہچان ہے اور ہم ٹھیک وقت پر اذان دیتے ہیں تو
پھر ہم جھوٹ کیسے بولتے۔

پاسبان آفتابیم از درون گر کنی بالائے ماطشتے نگون
یعنی ہم پاسبان آفتاب اندر سے ہیں۔ اگر تم کوئی طشت ہمارے اوپر اونڈھا کر دو۔
مطلب یہ کہ اگر تم میں کسی چیز کے اندر بندھی کر دو تب بھی ہم اندر سے ٹھیک وقت کو پہچان لیں گے
مولا نا فرماتے ہیں کہ۔

پاسبان آفتاب اند اولیا در بشر واقعہ اسرار خدا
یعنی اولیاء اللہ آفتاب (حقیقی) کے پاسبان ہیں اور (صورت) بشیر میں اسرار خدا سے واقف ہیں
مطلب یہ کہ جس طرح کہ مرغ باوجود طشت کے اندر بند ہو نیکی آفتاب ظاہری کے نکلنے اور غروب
ہو نیکی کو معلوم کر لیتا ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ صورت بشری میں جو کہ حجاب ہے مشاہدہ اسرار
حق اور حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ آگے پھر مرغ کا قول ہے کہ۔

اصل مارا حق پئے بانگ نماز داد ہدیہ آدمی را در جہاز
یعنی ہمارے آباؤ اجداد کو بانگ نماز کیلئے حق تعالیٰ نے آدمی کو جہیز میں دیا ہے مطلب یہ کہ
مرغ بلا کہ ہم ایسے راست گو ہیں کہ حق تعالیٰ نے جب آدم کو سب چیزیں عنایت فرمائیں تو جملہ ان کی
ایک مرغ جو ہمارے آباؤ اجداد میں سے تھا نماز کا وقت بتانے کو عنایت فرمایا تھا۔ اس سے ہماری راست
گوئی پر دلیل ملتی ہے اور ہماری راست گوئی یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ۔

گر یہ ناہنگام سہو از مارود در اذان آن مقل مامی شود

یعنی اگر ناوقت میں ہم سے اذان میں سہو ہو جاوے تو وہ ہمارے قتل کا سبب ہو جاتا ہے
(پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جو مرغ بے وقت اذان دے اسکو نحوس کہیں گے مگر کبھی تھے تو اس
مرغ نے کہا کہ ہماری راست گوئی اس حد تک ہے کہ اگر کبھی سہو بھی ہو تو گردن ماری جاوے
پھر ہم جھوٹ کیسے بولیں۔

گفت ناہنگام حی علی الفلاح خون مارامی کت خوار و مباح

یعنی ناوقت حی علی الفلاح کہنا ہمارے خون کو خوار و مباح کر دیتا ہے۔

آنکہ محصوم آمد و پاک از غلط آن خردس وحی جان آمد فقط

یعنی وہ کہ محصوم و پاک غلطی سے آیا ہے وہ خردس وحی جان ہے فقط مطلب یہ کہ محصوم غلطی
سے وہ حضرات ہی ہیں جو کہ ہم میں مشرک ہیں۔ باقی ہم سے بھی غلطی ہو جاتی ہے مگر جب غلطی کرتے ہیں
مارے جاتے ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ ہم اکثر امور میں سچے ہی ہیں

آن غلامش مرویش مشتری شد زبانی مشتری آن یکیری

یعنی وہ اس کا غلام خریدار کے پاس مر گیا۔ اور خریدار کیلئے سراسر نقصان ہوا

اگر زبانی مشتری را و لیک خون خود را زبانت اندر یانیک

یعنی اس نے اپنے مال کو الگ کر دیا لیکن اپنے خون کو ریختہ کر لیا۔ اسکو خوب سمجھ لے مطلب یہ کہ
اُسپر ایک بلا آئی تو وہی سوا مال اس کے مال پر لڑائی اس نے اسکو فروخت کرنا شروع کر دیا تو اب خود
اُسپر پڑے گی۔ اور اس مال کے علاوہ کرنے سے اس نے اپنا خون ریختہ کر لیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

یک زبانی دفع زبانی شدی جسم و مال است جانہ را فرے

یعنی ایک نقصان بہت نقصان است کا دھجہ پڑ جاتا ہے اور ہمارا جسم و مال جان کا قریب ہے

پیش شاہان در سیاست گستری می دہی تو مال و سر را می خری

یعنی بادشاہوں کے سامنے سیاست گستری میں تم مال دیتے ہو اور سر کو خرید لیتے ہو۔

اچھی چون گشتہ اندر قضا می گر زبانی زدا و مال را

یعنی تو قضا میں کیا انجام بن گیا ہے کہ جو تعالیٰ سے مال کو الگ کرتا ہے مطلب یہ کہ دنیا میں

اگر کہیں پھنس جاتے ہو۔ اور خوف جان ہوتا ہے تو مال دیکر جانکو چھڑا لیتے ہو تو اگر قصاص حق میں
تمہاری جان پر کوئی بلا آوے تو کیا وجہ ہے کہ وہاں مال کو الگ کرتے ہو اور جان کو خطرہ
میں ڈالتے ہو۔

زانکہ مالیت بر تو گر صدقہ شود آن زیانے نیست سود تو ببرد
یعنی اسلئے کہ اگر تیرا مال چھپرست ہو جاوے تو وہ نقصان نہیں ہے تیرا تو نفع ہو گا (اسلئے
کہ مال دیکر جان بچ جاوے گی)

مرغے کا مالک کی موت کی خبر دینا

لیک فر دا خواہد او مردن یقین گا دُخو اہر گشت وارث در حین
یعنی لیکن کل کو یقیناً وہ خود مر گیا۔ اور تم میں وارث لوگ گائے کا میں گئے۔

صاحب خانہ بخو اہر در وقت روز فردا نک رسیدت بوقت
یعنی صاحب خانہ مر گیا اور جاوے گا تو کل کو یہ تجھے غذائے عظیم ملیگی (اور وہ غذایہ ہے کہ
پارہائے نان و لالنگ طعام در میان کوٹے یا بد خاص و عام
یعنی روٹی کے ٹکڑے اور کہانے کا لنگر محلہ میں خاص و عام سب کو ملے گا۔

گاؤ قربانی و ناہائے تنک برسگان و سائلان ریزد سبک
یعنی قربانی کی گائے اور ٹھیکے کتوں اور سائلوں پر جلدی جلدی کریں گے۔

مرگ اسپ داشت و مرگ غلام بد قضا اگر دان این مغرور خام
یعنی گھوڑے اور اونٹ اور غلام کی موت اس مغرور خام کی قضا اگر دان تھی۔ یعنی ان کی موت
اس پر سے تھا طبعاً تو اور یہ بچ جاتا۔

از زیان مال در دآن گر بخت مال خزون کرد و خون خویش بخت
یعنی مال کے نقصان اور اسکے درد سے بہا کا مال تو زیادہ کر لیا اور اپنا خون و بخت کیا مولانا فرماتی
ہیں کہ۔

این ریاضت ہا خود و دلیشان چست کاین بلا بر تن بقائے جانہا است

یعنی یہ درویشوں کی ریاضتیں کس لئے ہیں اس لئے ہیں کہ بد نیر ملا کا جو ناجان کیلئے بقا ہے۔ یعنی اولیاء اللہ جو ریاضتیں کرتے ہیں اس میں یہی مصلحت ہے کہ بدن پر امور شاقہ برداشت کر کے جان کی حفاظت کرتی ہیں اور بغیر اس تن کی بقا ابدی حاصل کرتے ہیں۔

تالیقائے خود نہ بدیند سالکے چون کنند تن را سقیم و ہالکے
یعنی جب تک کہ کوئی سالک اپنی بقا نہ دیکھے تو اپنے بدن کی سقیم و ہالک کس طرح کرے
یعنی اگر سالک یہ نہ دیکھے کہ بقا خدا اس تن کے مجھے بقا ابدی حاصل ہوگی تو وہ کیوں مجاہدات کرے۔ مجاہدات کی وجہ یہی ہے کہ ان حضرات نے افناء تن میں التجا جان کو مشاہدہ کر لیا ہے
دست کو جنبد بایشار و عمل تانہ بدیند ادہ را جانش بدل
یعنی ہاتھ ایشار و عمل میں کب ہلتا ہے جب تک کہ اس (معطی) کی جان بدل نہ دیکھے یعنی بے اسکے کہ ان اپنی کوئی غرض نہ دیکھے کوئی کام نہیں کرتا۔

آنکہ بدہرے امید و سود ہا آن خدایت آن خدایت خدا
یعنی جو کہ بے کسی امید اور نفع کے دیتا ہے وہ خدا ہے اور خدا ہے اور خدا مطلب یہ ہے کہ حق بقائے کمال افعال معلیٰ الاغراض بالعلل نہیں ہوتے ان میں حکم ضرور ہوتی ہیں مگر ان سے کسی اپنی غرض کا حصول مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ سراسر عبد ہی کی غرض ہوتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے
یا ولی حق کہ غوئے حق گرفت نور گشت و تابش مطلق گرفت
یعنی یا ولی حق جسے کہ غوئے حق اختیار کر لی اور نور ہو گیا اور تابش مطلق لیلی مطلب یہ کہ یا تو حق تعالیٰ بلا کسی غرض کے عطا فرماتے ہیں اور یا اولیاء اللہ کو کہ فنا فی الحق ہو گئے ہیں مگر فرق اس قدر ہے کہ حق تعالیٰ کے عطا میں تو بالکل غرض عبد ہی کی ہوتی ہے غرض حق ہے ہی نہیں اور اولیاء اللہ میں غرض دوسرے کی غالب ہوتی ہے اور اپنی خلوب۔ تو گو یا کہ اپنی غرض ہے ہی نہیں مثلاً وہ ارشاد ہدایت کرتے ہیں تو اس میں انکو دوسروں کی مصالح پر زیادہ نظر ہوتی ہے نسبت اپنی مصالح کے اور یہ امر شاہد ہے اور یہ اس لئے ہے کہ۔

کو غنی است و جز او مجملہ فقیر کے فقیر بے عوض گوید کہ گیر
یعنی اس لئے کہ وہ غنی ہے اور سوا اسکے سب فقیر ہیں تو کوئی فقیر بے عوض کے کب کہتا ہے کہ لے۔

یعنی اگر کسی غیر کے پاس کوئی شے ہو تو وہ دوسرے کو کب دیکھا جب تک کہ اسکو اس کا کوئی بدلہ نہ ملے
اسی طرح یہ اہل دنیا بھی ہیں کہ ان کا جب تک کسی عوض کی امید نہیں ہوتی اور کوئی غرض ان کی حاصل نہیں
ہوتی اس وقت تک یہ بھی کوئی کام نہیں کرتے اور اولیاء اللہ بلا اپنی کسی غرض غالب کے نفع بھی نہ جانتے
ہیں آگے اہل دنیا کی مثال ہے کہ۔

این ہمہ بازار ہر این غرض
یعنی یہ سب (اہل) بازار اس غرض کی واسطہ و قانون پر عوض کی طلب میں بیٹھے ہوئے ہیں
مستلح خوب غصہ نہیں کیسند
داند رطل دل عوضہامی تنند

یعنی سیکڑوں عہد اس بات پیش کرتے ہیں اور دل میں عوض کو تن رہے ہیں یعنی اہل بازار
خوب چیزیں پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے ہی خیر خواہ ہیں مگر دل میں رویہ ہیں کا
حساب ٹھارے ہیں تو دیکھتے بے عوض کے کوئی کام نہیں کرتے۔

یک سلامی نشنوی او مردیں
کہ نگہ در آخرت آن استین
یعنی اے مرد دین تو ایک سلام نہ سنے گا کہ جو آخر میں وہ استین نہ پکڑے یعنی جو کوئی سلام بھی کرتا
وہ بھی بے غرض نہیں آخر میں ضرور کوئی اپنی غرض پیش کرے گا۔

بے طمع نشنیدہ ام از خاص و عام
من سلامے لے برادر و السلام
یعنی بے طمع کے میں نے خاص و عام سے لے بھائی کوئی سلام نہیں سنا ہے والسلام یعنی
اگر کسی نے سلام بھی کیا اس میں بھی اس کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے۔

جو سلام حق تو ہاں آنرا بجز
خانہ خانہ حاجب اور کو بہ کو
یعنی سلام حق کے (کہ وہ بے غرض ہے) مان تو اسی کو گہر گہر اور جگہ جگہ اور کوہ کوہ
تلاش کر اب یہاں کیسے کو تلاش ہوئی کہ وہ سلام حق کہاں سے دیکھا تو بتاتے ہیں کہ

از وہاں آدمی خوش مشام
ہم پیام حق شنیدیم ہم سلام
یعنی آدمی خوش مشام کے منہ سے میں نے پیام حق بھی سنا ہے اور سلام آدمی بھی مطلب
یہ ہے کہ ان حضرات سے جو کلمات اور سلام دریاں جو سنو وہ گویا کہ پیام و سلام حق ہے تو
حق کے سلام کو ان حضرات کے پاس تلاش کروالٹا اور اللہ تعالیٰ میں ملیگا۔

وین سلام باقیان بر بودگان من بھی تو ششم بدل خوشتر زبان
یعنی اور یہ سلام باقیوں کا اسی کی اُمید میں دل و جان سے سنتا ہوں یعنی اور تو گون و سلام
جو سنتا ہوں یہ بھی صرف اسلئے کہ ان ہی میں بعض اہل اللہ بھی ہوتے ہیں۔ تو شاید کسی دلی کا
سلام نصیب ہو جاوے۔

زبان سلام اور سلام حق شدہ است کاتش اندر دودمان خود رست
یعنی اسلئے کہ اس کا سلام سلام حق ہے کیونکہ اسے اپنے فائدان میں آگ لگائی ہے یعنی چونکہ
یہ فانی الحق جو چک ہے لہذا اس کا سلام گویا سلام حق ہے۔

مردہ است از خود شدہ زندہ برب زبان بود اسرار حقش در دلب
یعنی اپنے سے تو مردہ ہے اور حق سے زندہ ہے اسلئے اسرار حق اسکے دھون لبون میں ہیں یعنی
چونکہ فانی حق جو چک ہے لہذا اسرار حق اسکو معلوم ہونے لگے ہیں۔

مردن تن در ریاضت زندگیت رنج این تن روح را پائیدگیت
یعنی تن کا ریاضت میں فنا ہونا زندگی (جان) ہے اور اس بدن کی تکلیف روح کیلئے تھا ہے

شرح حبیبی

گوش بہادہ بُدان مرد خیمیت	میں شنوداوا از خروشن این حدیث
چو شنید اینہار وال شد تیر و رفت	بر در موسیٰ کلیم اللہ رفت
رو بھی مالید بر خاک اوز بیم	کہ مرا فریاد رس زین ای کلیم
گفت رو بفروش خود را و برہ	چونکہ استا گشتہ بر چہ ز چہ
بر مسلمانان زیان اند از تو	کیسہ وہمیا نہارا کن د و تو
من درون خشت دیدم این قضا	کہ در آئینہ عیان شد مرثرا

عاقل اول بیت را خبر را بدل
 باز زاری کرد کای نیکو خصال
 از من آن آمد که بودم ناسزا
 گفت تیر و جست از دست و پیر
 لیک در خواهم ز نیکو داور
 چونکه ایمان برده باشی زنده
 هم در آن دم حال برخواجی گشت
 شورش مرگ ست نه بیفیه طعام
 چاکس بر دند تا سوئے و ثاق
 پند موسی نشنوی شوخی کنی
 شرم ناید تیغ را از جان تو
 موسی آمد در مناجات آن سحر
 بادشاهی کن بر و بخت که او
 گفتش این علم نه در خوردت
 دست را بر آرد با آنکس زنده
 ستر غیب آنرا سزاوارد موقت
 در خور دیال شد جز مرغ آب

اندر آخر بیت را ز دانش مقل
 مر مرادر سر مزین در و مال
 ناسزا هم را تو ده حسن الجزا
 نیست نت کایدا واپس گر
 تا که ایمان آن زمان با خود بر
 چونکه با ایمان روی پائنده
 تادش شورید آوردند طشت
 قیچ سودت دار و ای بد بخت خام
 ساق میالید او بر پشت ساق
 خویش تن بر تیغ فولادی زنی
 آن تست این ای برادر آن تو
 کائے خدا ایمان از وستان مبر
 سهو کرده خیره روی و غلو
 دفع پندارید قوم را و تست
 که عصاره دستش از درها کند
 که ز گفتن لب تو اند دوختن
 فهم کن دانش را علم بالصواب

او بدلا یارفت و مرغابی بنہود
کر دجا بابت آن دعا را کردگار
گفت بخشیدم با و ایمان نعم
بلکہ جملہ مُردگان خاک را
گفت موسیٰ این جہان مُردنست
این دنیا چا چون جہان بود نیست
رحمتے افشان برایشا ہم کنون
تا بدانی کہ زیان جسم و مال
پس ریاضت را بجان شو مشتری
در ریاضت آیدت بے اختیار
چون حق داد این ریاضت شکر کن
این حکایت نو و وعظے شمر

گشت غمخیز دست گیرش بود و دور
رحم فرمودش بجز و افتقار
و تو خواهی این زمان زندہ باش کنم
زندہ سزدیم این زمان ہر تو
آنجان انگیز کا بخاروشن است
باز گشت عاریت بس سود نیست
در نہا خانہ لدینا محض رون
سود جان باشد رہا ند از وبال
چون سپردی تن بخدمت جان کسی
بہر شکرانہ دہ لے کامیار
تو نکردی او کشیدت ز امر کن
تا نگردی خستہ از نقص و ضرر

جب مرغابہ باتین کرد ہاتھا تو کا کان لگائے ہوئے اُسکی یہ باتیں سن رہا تھا جب اُسنے اپنا
مرنا سننا تو بہت اُگہا باب اور موسیٰ علیہ السلام کے دولت خانہ کی طرف دوڑا خوف کے مارے
منہ کو خاک پر ملتا تھا اور کہتا تھا کہ اے کلیم مجھے اس بلا سے بچائیے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جا
ہ اپنے کو بچا کہ اس مصیبت سے چھوٹ جا آخر تو تو در قضا میں بڑا ماہر ہو گیا ہے کہ تو میں سے
کیون نہیں نکلتا تا نکلا جا اور مسلمانوں کو نقصان پہونچا کر اپنی تھیلی اور ہمایاں زہر ارے احمد حقیت
کا کس آئینہ کو جلانیں ہوئی تھی میں تھا اسی وقت اس قضا کو دیکھ رہا تھا تو نے تو اسے آئینہ

حقیقت یہ ہے کہ میری یہ کہانی ہے یعنی میں نے استادی میں سوچ لیا تھا کہ اس کا یہ انجام ہو گا اور تو نے اس
 وقت یہ کہا جبکہ بالکل تیرے سامنے آگیا عاقل وہ ہوتے ہیں وہ انجام کو اول ہی میں دیکھ لیتے ہیں اور
 عقل سے بے بہرہ لوگ آخر میں دیکھتے ہیں وہ پھر رویا اور کہا کہ حضور ہلکے ہلکے کر میسر میں
 جوتیان نہ مارین اور مجھے شرمندہ نہ کریں واقعی مجھے نالائق سے نالائق ہو گئی۔ آپ میری نالائقی
 کا مبادیہ پہلائی سے فرماویں۔ فرمایا کہ اب تو تیرے کان سے نکل گیا ہے اور یہ طریقہ نہیں کہ وہ
 واپس ہو لیکن حق سبحانہ کی بہتر حکومت اس کی درخواست کروں گا کہ تیرا ایمان پر فائز ہو جب
 تیرا ایمان پر فائز ہو گا تو تو واقع میں زہرہ ہی ہے اور جبکہ تو ایمان اپنے ساتھ لے گیا تو تو حقیقت
 میں باقی ہی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا اور اُس کی حالت بگڑتی شروع ہوئی
 تھے کہ اُس کا جی متلایا اور لوگ تھے کہ اُسے طشت لائے کوئی اس کے کہ یہ موت کا سحجان
 ہے یہ بد فہمی کی تھی نہیں ہے کہ اس سے طبیعت ہلکی ہو جاوے اور بد نصیب احق تجھے اس کے
 کچھ نفع نہ ہو گا غرض کہ چار شخص اسے چار پائی پر لٹا کر اُس کے گہر لیکے اور وہ نزع کی حالت میں پنڈلی
 سے پنڈلی رگڑتا تھا اس کوئی کہے کہ احق تو موسیٰ کی نصیحت نہیں سُننا اور ہند کر تا ہے اور
 اپنے کو فولادی تلوار سے بڑا تا ہے تجھے خیال نہیں ہوتا کہ تلوار تیری جان کا کچھ لٹکاؤ نہ لگی۔ اب
 اپنے کئے کی سزا بھگت۔ تیری ہی سزا ہے خیر جب وہ چلا گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ
 سے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کا ایمان سلب نہ کرنا اور اس کو یا ایمان مارنا آپ مرحوم خسروانہ کو کام
 فرما دیں اور اس کو معاف فرما دیں اُس نے بڑی غلطی کی۔ بڑی نالائقی کی اور بہت زیادتی کی میں نے تو
 اُس سے کہا تھا کہ یہ علم تیرے موافق نہیں ہے مگر اُس نے میری بات کو معمولی سمجھا اور سمجھا کہ ٹالنے
 کیلئے کہتے ہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ خطرات میں پڑنا ہر شخص کا کام نہیں بلکہ وہ صرف اہل علم
 کا کام ہے کیونکہ اگر وہ بے پروہی ہاتھ ڈال سکتا ہے جسکے ہاتھ میں یہ کمال ہو کہ وہ لاطعی کو از در با
 بنادے اور راز غیب اس کے ہاتھ میں ہے جو اس کو افشاء نہ کر سکے۔ دیکھو ہر جانور دریا میں نہیں
 جاسکتا۔ اُس میں صرف دریائی جانور ہی جاسکتا ہے۔ پس سی سے تم سمجھ لو کہ راز غیب کا جاننا
 مقررین بارگاہِ اعلام انصوب ہی کو زیرِ سبب اخیر تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ یہ دریائی
 جانور نہ تھا اور دریا میں نہ تھا۔ اور ڈوب گیا۔ آپ اس کی دانگیری فرمائیے حق سبحانہ دعا کو

قبول فرمایا اور اسکے عجز و افتقار پر رحم فرمایا اور کہا کہ اچھا میں نے اسے ایمان بخشا اور اگر تم کہو تو میں اسے زندہ بھی کر دوں بلکہ ایک دن کیا اگر تم کہو تو تمہاری خاطر میں تمام مردوں کو زندہ کر دوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جہان تو کافی ہے اس کی زندگی تو کوئی معتد بہ چیز نہیں ہے مان آپ سے اس عالم میں زندہ فرمائیے جو روشن ہے اور یہ جہان تو کوئی رہنے کی جگہ نہیں ہے واپسی اگر ہوگی بھی تو روائے چنبرے لہذا بے سود ہے اور اسکے ساتھ اُن لوگوں پر بھی رحم فرمائیے جو عدم کے تہ خانہ میں مستور اور آپ کے سامنے حاضر ہیں۔ اس سے تمکو سمجھنا چاہیے کہ جسم و مال کا نقصان جان کا نفع ہے کہ وہ جان بکھو مال سے بڑا تاپے اور یہ سمجھ کر ریاضت کا ایمان و دل سے غریزہ مٹا دینا چاہیے جب تم جسم کو حق سبحانہ کے سپرد کر دو گے تو جان ہلاکت سے بچاؤ گے اور اگر کوئی ریاضت بلا اختیار تکلیف پیش آ جاوے تو اسکے سامنے سو جہاد و اورش کر کرو اور جب حق سبحانہ کی طرف سے کوئی تکلیف چھوچھے تو شکر کرو کیونکہ تم نے ریاضت نہ کی تھی حق سبحانہ نے اپنے حکم سے تم سے ریاضت لی۔ دیکھو یہ نقص نہ مگر نقص کی طرح نہ سننا بلکہ اسکو ایک وعظہ اللہ نصیب سمجھنا تاکہ اگر تمکو کوئی نقصان یا ضرر چھوچھے تو اس سے تم کبیرہ خاطر نہ ہو۔

شرح شبیری

گوش بہنہادہ بدان مرغیست می شنید از خروشن این حد
یعنی وہ مرغ غیثت کان لگائے ہوئے تھا اور اپنے مرغے سے اس بات کو سن رہا تھا کہ کل کو ہم خود میں ہوں گے۔

اُس شخص کا موسیٰ علیہ السلام کی طرف جلدی سے دوڑنا جبکہ

اپنے مرنے کی خبر سنی

چون شنید اینہار و ان شد تیز و تفت بر دزدے کلیم الشرف

یعنی جب ان باتوں کو سنا تو خوب تیز روانہ ہو کر دروازہ دھوٹی کلیم الشرف گیا۔

رومی مالید بر خاک او ز نیم کہ مرا فریاد کس زمین اسے کلیم

یعنی وہ خاک پر خوف (موت) سے منہ ملتا تھا کہ اے کلیم اسکی میری فریاد سی کیجئے یعنی مجھے موت پہنچائیے۔

گفت رو بفروش خود را و برہ چونکہ اُستاد گشتہ بر جہ زچہ
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جا اپنے کو بیچے اور چھوٹ جا جبکہ تو استاد ہو گیا ہے تو کنوین سے کو دجا۔

میرسلانان زیان انداز تو کیسہ و بھیانبار کن دو تو
یعنی مسلمانوں پر نقصان ڈال دے اور قبیلی اور بھیانپوں کو دو گنا کر لے
من دون خشت و یلم این قضا کہ در آئینہ عیان شد مر ترا
یعنی میں نے اس قضا کو اینٹ ہی میں دیکھ لیا تھا جو کہ آئینہ میں تجھے ظاہر ہوا ہے (خشت) کہتے ہیں بے صفتی کے لوہے کو مطلب یہ کہ تجھے تو بعد وقوع کے مشاہد ہوا اور میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔

عاقل اول بیند آخر ابدل اندر آخر بیند از دانش مقل
یعنی عاقل تو انجام کو اہل ہی دل سے دیکھ لیتا ہے اور عقل سے مفلس آخر میں دیکھتا ہے
باز زاری کی کرد کائے نیکو خصال مر مرا بد سرزن بر رو محال
یعنی اُسے پھر آہ و زاری کی کہ اے نیکو خصال مجھے سر پرست مارا اور منہ پرست مل یعنی مجھ کو کالو
از من آن آمد کہ بودم نامترا ناسر ایم را تو دہ حسن الجرا
یعنی مجھے تو دہ آیا اسنے کہ میں نالائق تھا تو میری نالائقی کی آپ ابھی جزا دیجئے۔

گفت تیرے جنت از شست پیر نیست کایدان واپس گر
یعنی فرمایا کہ اے صاحبزادہ تیر گمان سے نکل گیا اب قاعدہ نہیں کہ وہ پہر واپس آوے۔
لیک در خواہم ز نیکو داورے تاکہ ایمان آن زمان با خود برے
یعنی لیکن میں ابھی عدالت کا یہ مانگوں گا کہ تو اُس (موت کے) وقت ایمان اپنی ساقہ لیجاوے۔

چونکہ ایمان بردہ باشی زندہ چونکہ بالایمان روی پایندہ
یعنی جبکہ تو ایمان کو لے گیا ہو تو زندہ ہے اور جبکہ تو ایمان جاوے تو تو باقی ہے (اب

آثار مرگ شروع ہوتے ہیں۔

ہم در آندم حال ہر خواجہ گشت تادش شوریدہ آوردند طشت
یعنی اسی وقت میان کی حالت بدلی بہانک کہ دل اُس کا متلا یا اور لوگ طشت (سیلابی وغیرہ)
لائے (لوگ سمجھ کے تھے ہر جسے دل ہلکا ہوا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ)

شورش مرگ است فی ہضہ طام تے چہ سودت دارد ای بدخت خام
یعنی یہ جوش ہو رہا ہے کہ کہاں کیا ہیفہ تو تے تجھے کیا فائدہ دیگی لے بدخت خام یعنی اگر بدبختی وغیرہ
ہو تو تے سے کچھ تسکین ہو۔ مگر یہ تو شورش مرگ ہے تے سے کیا تسکین ہو سکتی ہے۔

چار کس بردند تا سوخ و نفاق ساقی مالید اور ہر پشت ساق
یعنی چار آدمی گر تک لیگے اور (کرب کی وجہ سے) ہڈی پر ہڈی مل رہا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ
پنہ موسیٰ نشنوی شوخی کنی خویشتن ہر تیغ فولادی زنی
یعنی موسیٰ کی نصیحت کو تو سنا نہیں اور شوخی کرتا ہے تو اپنے کو تیغ فولادی پر مارتا ہے۔

شرم ناید تیغ را از جان تو آن تست این لے براہان تو
یعنی تلوار کو تیری جان سے شرم نہ آوے گی لے بہائی ہی تیرے مناسب ہی ہے۔ یعنی جب تو
تلوار پر اپنے کو مار رہا ہے تو یاد رکھ کہ تلوار تو کاٹ ہی دیگی اُسکو شرم نہ آوے گی کہ وہ تجھے نکالے
اور بس تمہارے مناسب ہی ہے کہ تمہاری ساتھ وہ ایسا کرے۔

موسیٰ علیہ السلام کا اُس شخص کو ایمان کی سلامتی کیلئے دعا کرنا

گفت موسیٰ در مناجات آن سحر کائے خدا ایمان از وستان مبر
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اُس صبح کو مناجات میں فرمایا کہ لے خدا ایمان اُس سے مت اور مت لیجا۔
بادشاہی کن بر وخت اکہ او سہو کرد و خیرہ روئی و غلو
یعنی آپ مرحمت فرمادے کہ اُسے سہو اور خیرہ روئی اور غلو کیا ہے۔
گفتش این علم نے در غور دست دفع پندار بد قلم را درست
یعنی میں نے اُس سے کہا کہ یہ علم تیرے لائق نہیں ہے تو اُسے میرے قول کو مانا اور درست سمجھا۔

دست را بر آرد با آنکس زند که عصا را دستش از دریا کند
یعنی آرد با پر تو مانتہ وہ مارے جو کہ عصا کو اُس کا ہاتھ آرد ہا بنالے۔
سفر غیب آنرا اسز و آموختن کہ تو اندلب ز گفتن دو ختن
یعنی اسرا غیب کا سیکھنا اُس شخص کی لائق ہے جو کہ لب کو کہنے سے سی سکے یعنی جو اُن کو
چھپا سکے اُسکو سیکھ لینا بھی مناسب

و خور دریا شہر جز مرغ آب فہم کن و اللہ اعلم بالصواب
یعنی دریا کے لائق کوئی نہیں ہے سوائے مرغ آب کی ذرا سمجھ لو اللہ اعلم بالصواب۔
او بدریا رفت مرغ آبی نبود گشت غرق دست گیرش ای و دود
یعنی وہ دریا میں نہ جلا گیا اور مرغ آبی نہ تھا اب وہ غرق ہو گیا ہے لے اُسرا آپ اُسکی دستگیری کیجئے۔
یعنی اُسنے یہ حرکت کر لی جو کہ اُسکی لائق نہ تھی اب لے اللہ آپ دستگیری فرماوین۔

حق تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمانا

کہ راجا بیت آن دعا را کردگار رحم فرمودش بعجز و افتقار
یعنی اُس دعا کو حق تعالیٰ نے قبول فرمایا اور اُسپر بہ سبب اُسکے عجز و افتقار کرم فرمایا۔
گفت بخشدیم با و ایمان منم در تو خواہی این زمان زندش کنم
یعنی فرمایا حق تعالیٰ نے کہ میں نے اُسکو ایمان بخشا اور اگر تم چاہو تو میں اس وقت اُسکو زندہ کر دوں
بلکہ جملہ مردگان خاک را زندہ سازیم این زمان بہر تو
یعنی بلکہ تمام زمین کے مردوں کو ہم اس وقت آپ کی خاطر سے زندہ کر دیں۔

گفت موسیٰ این جہان مروتست آن جہان انگیز کا بخاروشن است
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جہان تو مرنے کا ہے اُس جہان میں اُٹھائے کہ وہ جگہ روشن ہے
این فنا جا چون جہان بود نیست باز گشت عاریت بس سوویت
یعنی یہ فنا کی جگہ جب رہنے کی جگہ نہیں ہے تو عاریت کا دل پس دنیا فائدہ نہیں ہے یعنی اگر اس
وقت اُسکو زندگی مستعار دل پس بھی ملگنی تو پھر جہنم جاسی لہذا اس سے بہتر ہے کہ اُس عالم کی

راحت نصیب فرمائیے اب جو وقت رحمت دیکھا تو اور دن کی شفاعت بھی فرماتے ہیں کہ۔
 رختے افشان برایشان ہم کنون در نہا نختا نہ لدیت محضرون
 یعنی اب اُن پر بھی رحم فرمائے نہا نختا نہ میں اور لدینا محضرون میں یعنی ملک عدم میں اپنے پاس
 اور دن پر بھی رحم فرمائیے۔ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ ہم نے جو قصیدہ بیان کیا ہے اس لئے ہے کہ۔
 تابدانی کہ زریاں جسم و مال سوز جان باشد رہا نذر و مال
 یعنی تاکہ تم جان لو کہ جسم و مال کا نقصان جان کا نفع رکھتا ہے اور مال سے چڑا تا ہے۔
 بس ریاضت را بجان شو مشتری چون سپردی تن بخدایت جان بری
 یعنی بس ریاضت جان و دل سے خریدار ہو جاؤ جبکہ تنے تن خدمت میں سپرد کر دیا تو تم تو جانہ ہو جاؤ گے
 و ریاضت آمدت ہے اختیار بس شکر اندہ اے کامیار
 یعنی اور اگر تمہارے پاس ریاضت ہے اختیار آؤ تو سر رکھو اور شکر کراؤ کامیاب مطلب یہ کہ
 ریاضت کی دو قسمیں ہیں ایک اختیاری۔ ایک اضطراری۔ اختیاری تو یہ کہ اپنے اختیار سے نفس پر ضرر کری
 اور ریاضت میں مشغول ہو اور اضطراری مجاہدہ یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ یہ خود تو باز رہتا
 نہیں تو وہ اس شخص کو کسی مرض یا مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ جس سے اس کام کو کر ہی نہیں سکتا
 تو اس کو مجاہد اضطراری کہتے ہیں اور جب حق تعالیٰ ایسا کرتے ہیں تو اس شخص کو اُن مصائب پر
 صبر دیتے ہیں اور اس صبر سے اُس کے درجات میں ترقی ہوتی ہے تو اس سے پہلے شعر میں تو فرمایا تھا
 کہ غور مجاہدہ کرو اور اس میں فرماتے ہیں کہ اگر مجاہد اضطراری میں مبتلا ہو جاؤ تو صبر کرو اور اطاعت
 کرو۔ آگے بھی فرماتے ہیں کہ

چون حق دولت ریاضت کن تو نکر دی او کشیدت ز امر کن

یعنی جب حق تعالیٰ نے تجھے ریاضت دی تو تو شکر کر تو نے نہیں کیا تو حق تعالیٰ نے امر کن سے
 تجھے کھینچ لیا یعنی کھوینا تجھے کام میں لگا دیا۔ مگر یہ حکم تو نبی مثل جمادات کے نہیں ہے کہ وہ اس طرح کام
 میں لگ رہے ہیں کہ اُن کو شو بہین بلکہ یہاں امر تو نبی موشہ جو کہ ہے کہ کام لے رہے ہیں اور
 اُس شخص کو معلوم ہے کہ ہاں اس کے یہ مقصود ہے لہذا اس پر صبر کرنا ہے۔ آگے ایک عورت کی حکایت
 لاتے ہیں کہ اُس کے بچے زندہ نہ رہتے تھے وہ بہت غمیں تھی کہ خدایا میں ایک باغ دیکھا کہ وہ اگر

لے تیار ہے اور اسکے سارے بچے اُسکا اندر موجود ہیں اور اس سے کہا گیا کہ تو خود تو کام کرتی نہ تھی
 بننے میں مصائب تجھ پر مسلط کر کے تجھے صبر دیا اور پھر تیرے درجہ ترقی کے اور بے باغ وغیرہ دیا تو
 دیکھو یہ عورت مجاہدین اضطراب میں تھی اور اُسے شکایت تھی کہ درجہ عطا ہوئے اسی طرح تم بلاؤ اور
 مصائب پر صبر کرو تو تلو بھی درجہ عطا کیے ہوں گے۔ اب حکایت نو۔

حکایت اس عورت کی کہ بچے اُسکے زندہ نہ رہتے تھے تو وہ حق
 تعالیٰ کے آگے روئی تو جواب کہ یہ تیری ریاضت پہرہ کو عوض میں ہے

ابن حکایت نو دو عظمیٰ شمر
 یعنی یہ حکایت سن اور اسکو ایک وعظ شمار کر تاکہ تو نقص و ضرر سے خستہ نہ ہو۔ یعنی اگر کوئی ضرر ہو
 یا کوئی مرض وغیرہ آوے تو تو اُس سے غلگن مت ہونا۔ اور اس حکایت کو پیش نظر رکھنا کہ جس طرح کہ اُسکو
 درجہ عطا کیے اسی طرح تلو بھی ملین گے۔

شرح حبیبی

آن نے ہر سال زائید پر سپر
 یا مسہ یا چارہ گشتہ تباہ
 نہ ہم بارست ماہم شرح
 پیش مردان خدا کر دے نفیر
 بیست فرزندش چنین در گرفت
 تا شے نبود اور اجنتے
 باغ گفتم نعمت بے کیف را
 بیش از شش مہ نبودے عمر در
 نالہ کردان زن کہ افغان اہوالہ
 نعمت زور و تر و از قوس قزح
 این شکایت آن زن از درد نذر
 آتش در جان ادا فتادفت
 باغے سبز خوشی بے خنتے
 کاصل نعمت ہاست مجمع باغہا

آن نے ہر سال زائید پر سپر
 یا مسہ یا چارہ گشتہ تباہ
 نہ ہم بارست ماہم شرح
 پیش مردان خدا کر دے نفیر
 بیست فرزندش چنین در گرفت
 تا شے نبود اور اجنتے
 باغ گفتم نعمت بے کیف را

ورم لالین رات چہ جائے باغ
مثل نبود آن مثال آن بود
حال نرودیر آن زن مست شد
دید و قصے نہ شستہ نام خویش
بعد از ان گفتند کاین نعمت و راست
خدمت بسیار می بالیست کرد
چون تو کابل بودی اندر التجا
گفت یارب تا بصلان فزون
اندر آن باغ او چو آیدیش پیش
گفت از من گم شد از تو گم نشد
تو نکردی قصدا از بینی دوید
مغز ہر میوہ بہ است از پوستش
مغز لغزے دار و آخر آدمی

گفت نور غیب را یزدان چراغ
تا برد بوا نکہ او حیران بود
زان تجلی آن ضعیف از دست شد
آن خود دانست آن مجرب کیش
کو بجان بازی بکیر صادق نحو است
مر ترا تا بر غوری زین چاشت خورد
آن مصیبتہا عوض وادت خدا
ایچنینم دہ بریز از من تو خون
ویدر وئے جملہ فرزندان خویش
بے دو چشم غیب کس مردم نشد
خون افزون تا ز تب جانست ہبید
پوست تن را دان و مغز ان دوش
یکدمے آنرا طلب گر ناد می

ایک عورت کے ہر سال پچہ پیدا ہوتا تھا لیکن چہہ ہمیشہ سے زیادہ نہ جیتا تھا یا تین مہینے کا ہر یک
مر جاتا تھا۔ یا چار مہینے کا۔ بالآخر وہ رو پڑی اور کہا کہ اے اللہ تو مجھے تک تو میں حمل کی مصیبت
میں رہتی ہوں اور تین مہینے کیلئے مجھے خوشی حاصل ہوتی ہے میری نعمت تو تو کس قرح سے بھی
جلدی نائل ہو جاتی ہے اس میں کیا راز ہے اہل اللہ کے سامنے بھی وہ عورت اس ڈرائیو والی تکلیف
کی شکایت کرتی تھی کہ تو کہ میں نے اس بیجاری کے مر کہ قبر میں جا چکے تھے اسلئے اسکے بدن میں

غم کی آگ شعلہ زن تھی۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دوزخِ اب میں اسے جنت دہلائی دی۔ اور اُس نے دیکھا کہ
 ایک گسزن اور نہایت عمدہ باغ ہے جس میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ اب مولانا استطراد فرماتے ہیں کہ جنت
 تو بے کیف متعارف ہے اور ان باغوں کی مثل نہیں۔ مگر میں نے اس لئے باغ کہہ دیا کہ دنیا میں باغات
 تمام نعمتوں کی جڑ سمجھے جاتے ہیں ورنہ اُسکی صفت تو یہ ہے کہ عین سرائت و لا اذن سمعت
 ولا خطر علی قلب بشر۔ ان متعارف باغوں کی اُسکے سامنے کوئی بھی حقیقت نہیں۔ یہ جو میں نے
 کہہ کر تمہیں تقریباً الی الافہام کہہ کر اور تمہیں میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ حق سبحانہ خود اپنے
 کو چراغ سے تشبیہ دیتے ہیں اور فرمایا ہے مثل ذرۃ کمشکوۃ فیہا مصباح۔ یہ محض
 تقریب فہم اور تمہیل کیلئے ہے ورنہ کجا نور حق کجا چراغ۔ پس باغ اُس کی مثل نہیں ہے بلکہ مثالِ حق
 اور یہ تمہیل اس لئے اختیار کی گئی تاکہ ناواقفوں کو بھی اس کا پتہ لگ جاوے ورنہ اصل کیفیت تو اُس کی
 مشاہدہ ہی سے معلوم ہوتی ہے (اس سے کسی ناواقف کو یہ تشبیہ نہ ہونا چاہئے کہ مولانا جنت و
 دوزخ جسمانی کا انکار کر رہے ہیں۔ اور ان کے نزدیک جنت و دوزخ ایک روحانی چیز اور صرف
 خیالاتِ خوش کن ورنہ نچرہ کا نام ہے جیسا کہ اس زمانہ کے روشن خیال لوگوں کا خیال ہے کیونکہ
 یہ تو لصوصِ مہر کے خلاف ہے بلکہ مولانا مقصود یہ ہے کہ حقیقتاً اُس میں دشت بھی ہیں اُس میں بہرین
 بھی ہیں اُس میں شراب بھی ہے اُس میں محلات بھی ہیں اور یہ سب امور حقیقتاً ہیں نہ کہ تشبیہاً چاہی
 مولانا اسی مضمون میں اس کی طرف اشارہ بھی کر سینگے۔ ادا بندہ اُسکو تفصیلاً بھی بیان کرینگے لیکن
 وہ مقصد عجیب اور نفیس و لطیف ہیں کہ ان کی واقعی غلامت و لطافت کسی کے دہم و گمان میں بھی نہیں
 آسکتی اور اس لئے ان باغات وغیرہ سے اُسکو کچھ بھی مناسبت نہیں پس تم اُسکو اپنے باغات وغیرہ
 کی مثل نہ سمجھو بیٹھنا) خلاصہ یہ کہ وہ عورت اُسکو دیکھ کر مست ہو گئی اور اُس کا نور دیکھ کر وہ یہ چلی آپ
 میں نہ رہی اُس نے دیکھا کہ ایک محل میں میرا نام لکھا ہوا ہے اُس نے سمجھا کہ یہ میرے لئے ہے غیب سے
 ملائی کہ یہ محل حقیقت میں اُسکے لئے تھا جو جانہ بازی میں خالص ثنابت ہوا ہوا اور اُس غذائی طاقت
 کو کہا نیکی کے بہت بڑی خدمت کی ضرورت تھی لیکن جو کہ تم حق سبحانہ کی طرف رجوع کرنے میں
 کامل تھیں اس لئے تمہاری خدمتوں کی عوض تم کو تکلیفیں دی گئیں تاکہ تم اس کے مستحق ہو سکو یہ سمجھ کر اس نے کہا
 کہ لے لے اس قدر سال تک بلکہ اس سے بھی زیادہ مجھے تکلیف دیجئے اور یوں ہی مجھے ناز و نزار کیجئے

میں خوشی و رضامند ہوں اُسکے غضب اور آگے بڑھی تو اُس نے اپنے صلب بچوں کی صورت میں دیکھیں
اُس نے کہا کہ اے اللہ اب معلوم ہوا کہ یہ مجھ سے کم ہو گئے تھے مگر تجھ سے کم نہ ہوئے۔ تیرے پاس
تو یہ نہایت حفاظت اور آرام سے ہیں۔ اب مجھے صبر آگیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھ
جب تک حالت غلبہ اس پر منکشف نہیں ہوتی پریشان رہی اور رضا و تسلیم اس کے
اندر پیدا نہ ہوئی مگر جب حالت غلبہ کا مشاہدہ ہو گیا اس وقت سکون ہو گیا۔ واقعی بات یہ ہے کہ
جب کو غیب میں آنکھیں عطا نہیں ہوئیں وہ آدمی نہیں۔ خیر یہ تو استطاردی گفتگو تھی اب اصل
مقصود یہ ہے کہ حق سبحانہ جو کچھ تکلیف دیتے ہیں اُس میں مصلحتیں ہوتی ہیں۔ پس تمکو صابر و شاکر
رہنا چاہئے۔ مثلاً تمہارا جسم میں خون کی زیادتی ہو گئی ہے اور اندیشہ ہے کہ بخار چڑھ جائے
یا بخار چڑھ بھی گیا ہے مگر تم قصد نہیں کراتے پس وہ اپنی رحمت سے تمہیں جلا دیتا ہے جس سے تمہاری
جان بخار کی زحمت سے چھوٹ جاتی ہے۔ یاد رکھو کہ ہر میوہ میں مغز اُسکے پوست سے اچھا ہوتا ہے
پس تمہارے اندر بھی دو چیزیں ہیں ایک پوست دوسرا مغز۔ پوست تو تن ہے اور روح مغز ہے
آخر آدمی کے اندر بھی تو عمدہ مغز موجود ہے پس اگر تو نسلِ آدم علیہ السلام سے ہے اور اولاد سے کامیاب
کا مصداق ہے تو اسے طلب کر یعنی اس کی فکر کر اور جسم کے پیچھے نہ پڑ۔

شرح شبیری

آن ز نے ہر سال ایک بار لڑکا جنسی تھی اور وہ بچہ چھ ماہ سے زائد عمر والا نہ ہوتا تھا
یعنی ایک عورت ہر سال ایک لڑکا جنسی تھی اور وہ بچہ چھ ماہ سے زائد عمر والا نہ ہوتا تھا
یا سہ ماہ یا چار ماہ گشتے تباہ نالہ کرد آن زن کہ انخان ادا الہ
یعنی یا تین ماہ یا چار ماہ (زندہ رہتا پھر) تباہ ہو جاتا تو اُس عورت نے نالہ کیا کہ لے اللہ
نہ ہم بارست دسہ ماہم فرج نفتم زو تر و از قوس فرج
یعنی میرے لئے نو ماہ تو بوجہ ہے اور تین ماہ فرحت ہے میری نعمت تو قوس فرج سے بھی جلدی جانی
والی ہے

پیش مردان خدا کر دے نصیر این شکایت آن زن از درد نذیر

یعنی مردان حق کے اگے اس کی کسبیت کی وہ عورت درود پڑانے والے کی فریاد کرتی۔
 بیست فرزند شریں درگور رفت آتش در جان ادا و فتاد و قفت
 یعنی بیس بچے اُسکے اسی طرح گور میں گئے تو اُس کی جان میں ایک آگ اور جلن پر گئی۔
 تاشے بنمود اورا جنتے باغے سبزی خوشی بوختے
 یعنی یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے اُسے ایک رات ایک جنت دکھلائی۔ ایک باغ سبز عمدہ
 بے محنت کے مولا بنا فرماتے ہیں کہ

باغ گفتیم نعمت بے کیف را گفتیم خلد دار الضیف را
 یعنی میں نے نعمت بے کیف کو باغ کہہ دیا۔ اور خلد دار الضیف کو سبز کہہ دیا۔
 ورنہ لاعین رأت چه جاوے باغ گفت نور غیب را بزدان چراغ
 یعنی ورنہ (وہ تو) لاعین رأت ہے جو جائیکہ باغ اور فرمایا ہے نور غیب کو حق تعالیٰ نے چراغ
 مثل نبود آن مثل آلن بود تا برد بو آنکہ او حیران بود
 یعنی یہ مثل نہیں ہے اُس کی مثال ہے تاکہ بولجھاوے وہ شخص کہ وہ حیران ہے مطلب یہ کہ اگر
 میں نے جنت کو سبز وغیرہ کہہ دیا تو کیلئے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مثل نورہ کمشکوۃ
 فیہا مصباح تو یہ مثل (کہہ لیں) نہیں بلکہ مثالیں تقریباً ہم کیلئے ہیں اگے جو قصہ فرماتے ہیں
 حاصل آن زن بود از دست شد زان تجلی آن ضعیف از دست شد
 یعنی حاصل یہ کہ اُس عورت نے اُسکو دیکھا اور مست ہو گئی اور اُس تجلی سے وہ ضعیف از
 نمود رفتہ ہو گئی۔

دید در صے نیست تمام خوش آن خود باستش آن محبوب کیش
 یعنی اُسے ایک محل میں اپنا نام لکھا دیکھا تو اُسکو اُس محبوب کیش نے اپنی ملک جانا۔
 بعد از آن گفتد کا بن نعمت و است کو بجان بازی بجز صادق نخواست
 یعنی اُسکے بعد فرشتوں نے کہا کہ یہ نعمت اُسکے لئے ہے جو کہ جان بازی سے سوائے صادق کو
 نہ چاہئے جسے کہ ہمیشہ طلب صادق ہی کی کی اُسکے لئے یہ نصیب ہیں۔
 خدمت بسیار می با نیست کرد مر ترا تا بر غوری زین چاشت خود

یعنی تجھے خدمت بسیار کرنی چاہئے تھی تاکہ تو اس چاشت سے پہلے کہاتی۔

پہلو تو کامل بودی اندر التجا آن مصیبتہا عوض دادت خدا

یعنی جبکہ تو دعائیں کامل تھی تو خدا نے یہ مصیبتیں (اُس مجاہدہ کے) عوض میں دیدیں۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کو تجھے مراتب علیا پر فائز فرمانا تھا اور اُس کے لئے مجاہدات مشاقمہ کی ضرورت تھی اور اُس میں تو کامل تھی لہذا حق تعالیٰ نے ان مصائب کو تیرے لئے عوض بنا دیا کہ اُن پر تو نے صبر کیا تو یہ درجات مل گئے جب اُس نے یہ سنا تو بولی کہ

گفت یارب تا بصلال و فزون این چنینم وہ ہرگز از من تو خون

یعنی اُسے کہا کہ اے اللہ سو برس بلکہ زیادہ تک تو اسی طرح مجھے عطا فرما اور خون اگر یعنی اسی طرح اولاد کو عنایت فرما اور بار تاکہ درجات علیہ نصیب ہوں

اندران باغ او چو آمدش پیش دید دروے جملہ فرزندان خویش

یعنی اُس باغ میں جو وہ آگے آئی تو اتنے اُسمین اپنے سارے بچوں کو دیکھا۔

گفت از من گم شد از تو گم شد بے دو چشم غیب کس مردم تشد

یعنی بولی کہ (اے خدا) تجھے تو گم ہو گئے تھے آپت گم نہ ہوئے تھے (آپکے پاس ہو جوتھے مولانا فرماتے ہیں کہ) بے غیب کی دوا نہ ہوں کہ کوئی آدمی نہیں ہوا۔

تو نکر دی قصد و ازین دودید خون افزون تازہ چاشت رسید

یعنی تو نے قصد نہ کی تو ناک سے خون نہ اُتر دیا۔ یہاں تک کہ جان تیری تپ سے جھوٹ گئی۔

مطلب یہ کہ تم مجاہدہ اختیاری میں مشغول نہ ہوئے تو خدا نے تم کو اضطراب میں لگا دیا۔ یہاں تک کہ تم اُس عذاب کی پہنچ گئے اور درجات تم کو مل گئے۔

مغز پر مہوہ بہ است از پوستش پوست تن را دان و مغز آن دوستش

یعنی ہر مہوہ کا مغز اُس کے پوست سے بہتر ہے تو تم تن کو تو پوست جالو اور مغز اُس کے اُس دوست کو یعنی روح کو۔

مغز نغزے دارد آخر آدمی یکدمے آنرا طلب گرز ان دی

یعنی آخر آدمی تو ایک مغز نہیں رہتا ہے تو اگر اُس دم سے ہے تو ایک دم اُس کو طلب کر یعنی اگر آدمی

اگر تو اس مغز مغز یعنی روح کو طلب کر اور اس کی پرورش کر - اور پرورش تن کو چھوڑ - آگے حضرت حمزہؑ کی
حکایت لاتے ہیں کہ وہ آخر میں بے زہ کے لڑائی میں آیا کرتے تھے کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ جیسے جو نلکہ کوئی
حفاظت کی شے نہیں ہے لہذا اس کی حفاظت کو ترک کر دیا - تو دیکھو تم بھی ایسا ہی کرو - اب حکایت سنو

شرح حبیبی

<p>باز رہ می شد مدام اندر دغا بے زہ رہ سر مست در غر و آدمہ در فکندے در صف شیر خویش وے ہزیر صف شکن شاہ فحول تہلکہ خواندے ز پیغام خدا می در اندازی چنین در معرکہ تو نمی رفتی سوئے صف بے زہ پہو ہائے لا ابالی می تنی می نمائی دار گیر و امتحان کے بود تمیز تیغ و تیر را گشتہ گرد و راست ہر دست عدد پند می دادند اور از ہر مرگ میدیدم و دواعی انجمن</p>	<p>در جوانی حمزہؑ عم مصطفیٰ اندر آخر حمزہؑ چون در صف سینہ باز و تن بر بہنہ پیش خلق پر سید نکائے عم رسول نے کہ لا تملقوا باید یکم الے پس چرا تو خویش را در تہلکہ چون جوان بودی و رفتی سخت نہ چون شدی پیر و ضعیف و منحنی لا ابالی دار با تیغ و سنان تیغ حرمت می ندارد پیر را کے روا باشد کہ شیرے ہچو تو زین نسق غمخوار گان بخبر گفت حمزہؑ چونکہ بودم من جوان</p>
---	--

سوئی مردن کس بر غبت کے رود	پیش آرد در ہا برہنہ کے شود
لیک از نور محمد من کنون	نیستم این شہر فانی را زبون
از برون حس ز لشکر گاہ شاہ	پرہمی بنیم ز نور حق سپاہ
خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب	شکر آنکہ کرد بیدارم ز خواب
آنکہ مردن پیش چشمش تہلکہ است	امر لا تلقوا بغیر داو بدست
آنکہ مردن پیش او شد فتح باب	سار عواید مرا در ادب خطاب

جوانی میں حضرت حمزہؓ و جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہمیشہ لڑائی میں زندہ رہنے کی بات کرتے تھے مگر اخیر عمر میں جب وہ صف جنگ میں جاتے تھے تو لشکرِ حق میں چور ہوتے تھے اور جہاد میں بدلہ لے کر زندہ رہنے کی بات کرتے تھے اور حالت یہ ہوتی تھی کہ سینہ بھی کھلا ہوتا تھا جسم بھی برہنہ ہوتا تھا اور آگے آگے ہوتے تھے اور اپنے کو تلواروں میں ڈال دیتے تھے تو گون نے دریافت کیا کہ اے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اہل شیعہ خرافات اور صف شکن شاہ مردان کیا آپ نے حکمِ خداوندی لا تلقوا بغیر داو لیا تھا کہ نہیں پڑھا۔ جب پڑھا ہے تو پھر کیا بات کہ آپ صوفیوں کے ہمسکے اپنے کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں جبکہ آپ جان بھی تھے موٹے تازے بھی تھے قوی بھی تھے اسوقت تو آپ صف جنگ میں بلا زہرہ نہ جاتے تھے اور جب بڑھے ضعیف و نحیف ہوئے اسوقت آپ لڑائی کے پردے اپنے اوپر ڈالتے ہیں اور نہایت بینا کا نہ تیغ و سنانِ مزاحمت اور زور آزمائی کرتے ہیں آپ خیال فرمائیں کہ تلوار بڑھا پے کی کچھ وقعت نہیں کرتی۔ بہلا تیغ و تبر کو کیا تمیز کہ کون قابل وقعت ہے اور کون نہیں پس یہ جائز نہیں کہ آپ ایسا بیمار دشمن کے ہاتھ سے مارا جائے آپ اپنی حفاظت کیجئے۔ غرض اسی طرح ان کے نادان دوست انکو مصائب سے ڈراتے اور نصیحت کرتے تھے مگر حمزہ رضی اللہ عنہ نے انکو یہ جواب دیا کہ صاحبِ جبین جو ان تھا اسوقت اس جہان کی رخصت ہوئے کہ موت سمجھتا تھا اور یہ یقینی امر ہے کہ موت کی طرف آدمی رغبت سے نہیں جاتا اور از دہے کے

سلسلے نکاح میں جانا اسلئے یہ سب احتیاطیں کرتا تھا لیکن اب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
نور سے مجھ پر حقیقت حال منکشف ہو گئی ہے اور اب جب دنیا مجھ پر غالب نہیں رہی میں عالم محسوسات
سے باہر ہو کر سچانے کی پہاڑی دیکھ رہا ہوں اور نور حق کی سپاہ سے اُسے لبریز پاتا ہوں خیمہ پر خیمہ
اور پٹناؤں پر پٹناؤں قائم ہیں میں اُن کا نہایت کور ہوں جنہوں نے مجھ پر حقیقت حال کو منکشف کر کے
پہل کر کے رہائی دی اور گویا کہ میں سوتا تھا اُنہوں نے مجھے جگا دیا اور یہ جوتے کہا ہے کہ حق سچانے
اور تلقوا یا یدیکم الخ التھلکۃ فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو موت کو ہلاکت سمجھے وہ اس سیر کا دہندہ
ہو۔ اور جو مرنے کو وصال حق سمجھتا ہو وہ دروازہ کہلنا سمجھتا ہے اُسکے لئے تو سائر حق الخ المغفرۃ من
سر بکم وجنتہ الخ خطاب کا ادا ہو سکتا ہو تو کیلئے ترفیع ہے۔

شرح شبیری

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا لڑائی میں بزرگہ کے تشریف لانا
دروانی حمزہ عسم مصطفیٰ بزرگہ سے شد مدام اندر و غا
یعنی جوانی میں حمزہ عسم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی میں ہمیشہ مع زرہ کے جاتے تھے۔

اندرا آخر چونکہ در غزو آمدے بے زرہ خود را بہ صفہا پر زدے
یعنی اخیر عمر میں جبکہ لڑائی میں آتے تو بے زرہ کے اپنے کو صفوں میں ڈالتے۔

اندرا آخر حمزہ چون در صف شدی بے زرہ مست در غزو آمدے
یعنی اخیر میں حمزہ جب صف میں آتے تو بے زرہ کے مست کی طرح غزو میں آ جاتے۔

سینہ باز و تن بر ہنہ پیش پیش در فلک در صف شمشیر خویش
یعنی سینہ پہلا ہوا اور تن بر ہنہ آگے آگے صف شمشیر میں اپنے کو ڈال دیتے۔

خلق پر سیدند کاے عم رسول اے ہنر بر صف شکن شاہ فحول
یعنی لوگوں نے پوچھا کہ اے رسول اور اے شیر صف شکن اور شاہ مردوں

کیا نے تو لا تلقوا یا یدیکم اے تھلکہ خاندے ز پیغام خدا
یعنی اپنے آپ کو لا تلقوا یا یدیکم اے تھلکہ پیغام خدا سے پڑا نہیں ہے۔

پس چرا تو خویش را در تہلکہ می در اندازی چنین در مہرکہ
یعنی بس آپ کیون اپنے کو ہلاکت میں اور اس طرح مہرکہ میں ڈالتے ہیں۔

چون جوان بودی وز فت نہ خفتی تو نمی رفتی سوئے صف بزرہ
یعنی جب آپ جوان اور مضبوط اور سخت زہ ولے تھے تو آپ صفت کی طرف بے زرہ نہیں جاتے تھے۔

چون شدی پیر و ضعیف و مخنی پردہائے لا ابالی می زنی
یعنی جبکہ آپ بوڑھے اور ضعیف اور مخنی ہو گئے تو اب بے پردائی کے پردہ کو مارتے ہو۔

لا ابالی وار باتیغ و سنان می غائی دار گیر و امتحان
یعنی لا ابالی کی طرح مع تیغ و سنان کے آپ امتحان میں دار و گیر دیکھتے ہیں۔

تیغ حرمت می نذر د پیر را کے بود تمیز تیغ و تیر را
یعنی تلوار کسی بوڑھے کی حرمت نہیں کرتی اور تیغ دتیر کو کب تمیز ہوتی ہے کہ یہ بزرگ ہیں اور یہ نہیں ہیں
اُسکے آگے جوڑے کا وہ اُسکو لائے گی

کے روا باشد کہ شیر می چجو تو کشتہ گرد زار بردست عدو
یعنی کب مناسب کہ ایک آپ جیسا شیر حرمت عدو سے مارا جائے یعنی اگر آپ فزادین تکمیل مرنے کو
ایسا کرتا ہوں تو ہمیں یہ گوارا نہیں ہے کہ آپ ایسا کریں۔

زین نسق غمخوارگان بخیر پند می دادند اور از عمر
یعنی اس طرح سے غمخوار لوگ (حقیقت) ایسے خبر انکو عبرتوں سے نصیحت کر رہے تھے یعنی وہ اُن کو
ڈراتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو ایسا مت کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جواب

گفت حمزہ رضی اللہ عنہ بودم من جوان مرگ می دیدم و دایع ابن جہان
یعنی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ فرمایا کہ جبکہ میں جوان تھا تو اس جہان کے رخصت کرنے کو موت سمجھتا تھا۔

سو کومرون کس بر غیبت کے زور پیش از در ہا بر سبت کے شود
یعنی کوئی شخص مرنے کی طرف رغبت سے کب جاتا ہے اور از در ہا کے آگے بر سبت کب پڑتا ہے۔

لیک از نور محمد من کنوں
یعنی لیکن اب بن نور محمد منے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اس دنیا کے فانی سے عاجز نہیں ہوں۔
از یرون جس ز لشکر گاہ شاہ
پڑ بھی بزم ز نور حق سپاہ
یعنی اس جس سے خارج لشکر شاہ (حق تعالیٰ) کی میں نور حق سے سپاہ پڑ دیکھتا ہوں یعنی مجھے
حواس باطنیہ سے جنود غیبیہ نظر آ رہے ہیں اور میں انکو دیکھ رہا ہوں۔
غیمہ در غیمہ طناب اندر طناب
شکر آنکہ کردیدارم ز خواب
یعنی غیمہ در غیمہ اور طناب در طناب ہیں اور شکر اس کا کہ اُس نے مجھے خواب سے بیدار کر دیا۔
آنکہ مردن پیش چشم تہلکہ است
امر لا تلقوا الح کو یا تھین لیگا۔
یعنی وہ شخص کہ اُس کی نگاہ میں مرنا بالک ہے وہ امر لا تلقوا الح کو یا تھین لیگا۔
آنکہ مردن پیش و شد فتحیاب
سار عوا آید مر اور خطاب
یعنی وہ شخص کہ اُسے آگے مرنا فتحیاب (غیب) ہے تو اسکو خطاب میں سار عوا آیا ہے یعنی اُنکے لئے قویہ
خطاب ہے کہ ایسے کاموں میں جلدی اور مسامحت کر د اُن کیلئے خطاب لا تلقوا انیس ہے اسلئے کہ وہ اسکو
بالک سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

الحذر لے مرگ میان دار عوا	العجل از خشر بینان سار عوا
الصلا اذ لطف بینان افروا	البلاء لے قہر بینان اتر عوا
ہر کہ یوسف دید جان کردش فدا	ہر کہ گشت دیں ہر گشت از ہدا
مرگ ہر یک اذ سپہ ہرنگ است	آئینہ صافی یقین ہر رنگ است
پیش ترک آئینہ را خوش رنگی است	پیش زنگی آئینہ ہم زنگی است
ایکے می ترسی ز مرگ اندر فرار	آنکہ خود ترسانی ائی جان ہر شاد

از خست روئی خست و ز خست و ز خست و ز خست
 از تو رست است از نکو سیت بدست
 گزین خست خست خود کشته
 لیک نبود فعل ہر نگ جزا
 مزد مزدوران نمی ماند بکار
 آن ہم سختی و زورست و عرق
 گو ترا آید ز جائے تہمتے
 تو بھی گوئی کہ من آزادہ ام
 تو گناہ کردہ شکل و گھر
 اوز نا کردہ جزا صد چوب بود
 نے جزائے آن ز نابود این بلا
 مار کے ماند عصا را لے کلیم
 تو بجائے آن عصا آب منی
 یار شد یا نار شد آن آب تو
 ہیچ ماند آب آن و سر زندا
 چون سجودے یار کو عہد کشت
 چونکہ پرید از دہانش حمد حق

جان تو ہیچ درخت و مرک برگ
 ناخوش و خوش بر ہمیت از خودت
 در حریر و قدری خود رشتہ
 ہیچ خدمت نیست ہر نگ عطا
 کان عرض وین جو ہرست پادار
 این ہمہ سیمست و زر پر طبق
 کردہ مظلومت دعا در مختے
 بر کسے من تہمتے نہ ہادہ ام
 دانہ کشتی دانہ کے ماند بہر
 گوید او من کے زوم کس را بعود
 چوب کے ماند ز نار و در جزا
 درد کے ماند دوا را لے حکیم
 چون بیفگندی شد آن شخص سنی
 زان عصا چون است این عجا بہ تو
 ہیچ ماند نے شکر مرقد را
 شد دران عالم سجود او بہشت
 مرغ جنت ساختش رب المفق

حمد و تسبیح نماید مرغ را
 چون ز دست رفت ایثار و زکات
 آب صبر تاب جوئے خلد شد
 ذوق طاعت گشت جوئی انگبین
 این سبها آن اثر بارانماند
 این سبها چون بفرمان تو بود
 هر طرف خواهی روانش میکنی
 چون منی تو که در فرمان تست
 می دود در امر تو فرزند تو
 آن صفت در امر تو بود این جهان
 آن درختان مترتر انبساط برند
 چون بامر تست اینجای این صفات
 چون ز دست زخم بر مظلوم تست
 چون زخم آتش تو در دلم سازدی
 آتش اینچا آدم سوز بود
 آتش توقص مردم می کنند
 آن سینه های اچو مار و کثر و مت

اگر چه لطف مرغ بادست و هوا
 گشت این دست آن طوطی نالبت
 جوئے شیر خلد مهر تست و دود
 مستی و شوق تو جوئے خمر بین
 کس نداند چو نش جائے آن نشاند
 چاره جو هم مترتر انبساط نمود
 آن صفت چون بد چنانش میکنی
 نسل تو در امر تو آید چیست
 که منم جزوت که کردیش گرو
 هم در امر تست آن جو باروان
 کان درختان از صفات با برند
 پس در امر تست آنجا آن جزات
 آن درخت گشت از آن زقوم تست
 مایه ناپه منم آدمی
 انچه از دے زاد مرد افروز بود
 مار کز دے زاد بر مردم زند
 مار و کثر و گشت و می گیر و مت

اولیا را داشته در انتظار
 وعده فردا پس فردا تو
 منتظر مانی در آن روز در آن
 کاسمان را منتظر داشته
 خشم تو خشم سعیر دوزخ است
 کشتن این نادر بود جز بنور
 گر توبه نوز آوری حلم بدست
 آن تکلف باشد و روپوش بین
 تان بهینی نوز دین این مباحش
 نور آبه دان و هم بر آب جفش
 آب آتش را کشد آتش بخور
 سوئے آن مرغابیان روز و چند
 مرغ خاکی مرغ آبی هم تن اند
 هر یک به صل خود را نموده اند
 همچنان که وسوسه و وحی است
 هر دو دلا لان بازار ضمیر
 اگر تو صراف دلی فکر شناس

انتظار است خیرت گشت یار
 انتظار حشر آمد وائے تو
 در حساب و آفتاب جان گداز
 تخم فردا ره روم می کاشته
 هین یکش این دوزخ را کافست
 نوزک اطفانار ناخن الشکور
 آتش زنده است و ز خاکسترست
 نادرانه کشد بغیر نوز دین
 کاش پنهان بود یک روز فاش
 چونکه داری آب از آتش مترس
 می بسوزد نسل فرزندان او
 تا تراد آب حیوانی کشند
 لیک ضد اند و آب و روغن اند
 احتیاط کن بهرسم مانده اند
 هر دو معقول اند لیکن فرق هست
 رختها را می ستانند لای امیر
 فرق کن ستم و فکر چو نخال

اور نہ دانی این دو فکرت را کمان	لا خلاہ کوئی و مستاب و مران
تا زمانہ در نفس کر جان تو	غبن ناید بر تو و بر خوان تو

ایب مولانا فرماتے ہیں (اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے متوالہ کا تتمہ ہو) کہ اے وہ لوگو جو موت کو بھتے سمجھتے ہو تم بچو ایسا بنو مر جاؤ۔ اور اے وہ لوگو جو اسکو حیات ابدی سمجھتے ہو جلدی کرو۔ اور اُس کی طرف دوڑو۔ بڑی ددیت ہے اور اے موت کو غنایت حق سمجھنے والو تمہیں اطلاع کیجاتی ہے تم خوش ہو کہ ایک دن تمکو یہ لطف غمزدار میسر ہوگا اور اے وہ لوگو جو اسکو قبر سمجھتے ہو تمہارے لئے مصیبت ہی تم ملول اور بخیرہ ہو۔ سب مولانا عنوان بدستے ہیں اور خطاب کہ چھوڑ کر فرماتے ہیں کہ جو لوگ موت کو روست سمجھتے ہیں وہ تو اسپر جان فدا کرتے ہیں اور نسیکے لئے مرتے ہیں اور جو اسکو بہیڑا سمجھتے ہیں وہ راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں اور فشا اختلاف یہ ہے کہ ہر شخص کی موت اُسکے مناسب ہے۔ کیونکہ اسکی مثال ایسی ہے جیسے شفاف آئینہ تو جو آئینہ شفاف ہوگا وہ چہرہ کی رنگت اختیار کر لیکھا پس اگر وہ ترک ہے تو آئینہ بھی خوش رنگ ہوگا اور اگر رنگی ہے تو آئینہ بھی رنگی ہی ہوگا پس طرح موت بھی ہے کہ جو لوگ خراچے ہیں ان کی موت بھی اچھی ہے اور جو بُرے ہیں ان کی موت بھی بُری ہے پس جو لوگ موت سے ڈر کر بھاگتے ہیں اُن سے کوئی کہے کہ اے احق تو جو موت سے ڈر کر بھاگتا ہے یہ تیری حماقت ہے تو جو حقیقت موت سے نہیں بھاگتا بلکہ خوب سمجھ لے کہ تو اپنے سے بہاگدہا ہے کیونکہ تو جو موت سے بھاگتا ہے تو اسکو برا سمجھ کر موت بدرو نہیں ہے بلکہ تو خود بدرو ہے تیری جان بمنزلہ دفت کہ ہے اور موت بمنزلہ تیرے اور قاعدہ ہے کہ جیسا دفت ہوگا ویسے ہی پتے ہونگے۔ علیٰ ہذا جیسی تیری جان ہوگی۔ جیسی ہی تیری موت ہوگی اور چونکہ یہ تجھی سے پیدا ہوئی ہے خواہ اچھی ہو یا بُری اسلئے اگر تو اچھا تو موت بھی اچھی ہے اور اگر تو بُرا ہے تو موت بھی بُری ہے یوں ہی جو خوشی یا ناخوشی تیرے دل پر طاری ہوتی ہے وہ بھی تجھی سے پیدا ہوتی ہے چنانچہ اگر کلو کاٹا لگا ہے تو وہ بھی تمہارا ہی ہوا ہوا ہے اسی طرح حیر اور لیشم ہو تو وہ بھی تمہارا ہی کا تا ہوا ہے لیکن کوئی فعل جزا کے مشابہ نہیں ہوتا اور کوئی خدمت عطا کی مثال نہیں ہوتی۔ مزدور دن کی مزدوری کام کے مشابہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ خدمت عرض ہے اور مزدوری ہوا وہ غیر باقی ہے اور یہ باقی وہ تکلیف اور قوت اور مشقت ہے یہ طباق ہیر چاندی سونا اگر تیرے کہیں سے تیرے

تو وہ اس لئے ہے کہ تہس کر مظلوم نے کسی تکلیف میں بددعا کی ہے تم کہتے ہو کہ میں تو باکل آزاد ہوں اور
 میں نے کسی پر تہمت نہیں لگائی ہے۔ یہ سچ ہے مگر تم نے گناہ دوسری صورت میں کیا ہے اور ایک
 دانہ بویا ہے۔ یہ اُس کا پہل ہے اور قاعدہ ہے کہ دانہ پہل کے مشابہ نہیں ہوتا۔ پس لازم ہے کہ
 یہ بھی تہس کر فعل کے مشابہ نہ ہو۔ دیکھو آدمی زنا کرتا ہے تو نشو وڑہ اسکو سزا ملتی ہے وہ کہتا ہے
 کہ میں نے تو کسیکو لکڑی سے نہیں ملا تھا مجھے کس بات کا بدلا ملا۔ لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ خیال
 صحیح ہے اور کیا یہ زنا کا بدلہ نہیں ہے ضرور ہے حالانکہ دونوں کو زنا سے کچھ شبہت نہیں ہلکس معلوم
 ہوا کہ ترتب جزا علی الفعل کیلئے مماثلت ضرور نہیں بلکہ مطلق ترتب شیء علی الشیء کیلئے بھی مماثلت شرط نہیں
 دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی لاشی سانپ بن گئی تھی اور صورت شبیہ پر صورت ثعالبیہ مرتب ہوئی تھی۔ ان
 دونوں میں کوئی مماثلت ہے علی ہذا درپردہ مرتب ہوتی ہے۔ ان دونوں میں کوئی شبہت ہے
 اگر نکولا لاشی کے سانپ بننے میں کچھ تعجب ہو تو تم مجھے لاشی کے منی کو سمجھو۔ دیکھو جب تم منی کو
 رحم میں ڈالتے ہو تو اُس سے آدمی بنجاتا ہے اُسکے بعد سانپ کی طرح موزی بنجاتا ہے یا خیر خواہ
 دوست بنجاتا ہے پس دیکھو منی سے سانپ بن گیا۔ اب لاشی سے سانپ بنجانا کوئی تعجب کی بات
 کہ نکو تعجب ہو۔ اچھا لکڑی اور سانپ کو جانے دو۔ یہ تو ہے کہ منی سے محبت بنتا ہے اچھا یہی
 بتلاؤ کہ منی اور لڑکے میں کوئی شبہت ہے اور دیکھو گئے سے شکر پیدا ہوتی ہے بہلا دیکھو
 کہ گئے اور شکر میں کوئی شبہت ہے جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ فعل اور اس کی جزا میں اور ایک شے اور
 اُس سے پیدا ہونے والی چیز میں مماثلت اور شبہت لازم نہیں تو اب سمجھو کہ جب آدمی دنیا میں کوع
 و سجود دیگر طاعات کرتا ہے تو اُس سے آخرت میں اُسکو بہشت ملتی ہے تو گویا کہ اُسکی طاعات
 بیچ تھیں اور بہشت اُس کا ثمر ہے اور جبکہ اُسکے منہ سے حمد حق سبحانہ نکلتی ہے تو اس سے
 حکم حق سبحانہ جنت میں جاتو پیدا ہوتے ہیں (اس مقام پر یہ تعبیر کر دینا ضروری ہے
 کہ جنت کا مجموعہ اجزاء آدمی کو اُسکی طاعات کے صلہ میں ملتی ہے۔ پس مولا نانے اولاً مطلق
 طاعات کے صلہ میں جنت کے ملنے کو بتلایا اب اُس کی مجموعہ طاعات کے اجزاء اور جنت کے
 اجزاء میں مناسبت دکھلاتے ہیں مولا تاکہ یہ مطلب نہیں ہے کہ افعال و طاعات مادہ جنت ہیں
 جیسا کہ سبیری نظر سے مفہوم ہوتا ہے۔ پس چونکہ حمد کا منہ سے نکلتا مناسبت کہتا تھا

پرند کے اڑنے سے اس لئے فرما دیا کہ جدا ہو گئی ورنہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے باقی آئندہ مضامین کو بھی ایسا ہی سمجھو پس دیکھو کہ اگرچہ پرند کا مادہ ہوا ہوتی ہے اور تسبیح کا مادہ بھی ہوا ہے مگر تاہم پرند اور تسبیح میں کوئی مشابہت نہیں اور جب تہسکار یا تہ سے کوئی خیرات یا ذکوۃ نکلتی ہے تو اس سے جنت میں درخت اور سبزہ پیدا ہوتا ہے۔ اور تہسکار صبر کے پانی سے جنت کی نہر کا پانی پیدا ہوتا ہے اور تہماری محبت جوئے شہید پیدا ہوتی ہے اور ذوق طاعات جوئے شہید پیدا ہوتی ہے اور تہماری سستی و شوق سے جوئے شراب بنتی ہے یہ تمام اسباب اپنے آثار کے مائل نہیں ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ ان افعال کی جزا ان کو کیوں قرار دیا گیا۔ اور کیسے ان آثار کو ان اسباب پر مرتب کیا گیا۔ دلیل مافی اس امر کی کہ نفعی خست تہسکار افعال کے آثار ہیں یہ بھی ہے کہ جس طرح یہ اسباب تہسکار اختیار میں تھے اسی طرح وہ چاروں بہرین وغیرہ بھی تہسکارے قبضہ میں ہو گئی اور جس طرح تم ان کو بجاؤ گے اسی طرف جائینگے اور جس صفت پر تہماری صفات تھیں کہ ان میں تم کو یہ طرح تصرف کا اختیار حاصل تھا یہی حالت ان بہرین کی بھی ہو گئی کہ تم جیسا چاہو گے ان کو ویسا ہی بناؤ گے دنیا میں بھی اسکی نظیر موجود ہے دیکھو چو کہ معنی تہسکار اختیار میں ہوتی ہے اس طرح اس سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ بھی تہسکار اختیار میں ہوتی ہے اور تہسکارا بچہ تہسکارا شاہ یا بہرہ ہے اور گو یا کہ وہ زبان حال سے کہتا ہے کہ میں آپک وہی جنموں جسکو آپ نے رحم ماد میں محفوظ کیا تھا لہذا آپکو مجھ پر وہی اختیار حاصل ہے جو اس پر تھا جس طرح تہماری صفات دنیا میں تہسکارے قبضہ میں تھیں یوں ہی جنت کی بہرین بھی تہسکار کہنے میں ہو گئی۔ علی ہذا درخت بھی تہسکار طبع ہو گئے کیونکہ وہ بھی پہلے ولے تہماری صفات و افعال ہی سے ہوئے ہیں پس غلام یہ کہ جب تہسکار صفات و افعال تہسکار کہنے میں ہیں تو آخرت میں جو انکی جزا ہوگی وہ بھی تہسکار کہنے میں ہوگی۔ اب سو کہ جس طرح افعال حسنہ نتائج حسنہ پیدا ہوتے تھے یوں ہی افعال سیئہ بُرے نتائج پیرا ہوتے ہیں۔ مثلاً جب تہسکار ہاتھ سے کسی کو زخم پہنچتا ہے تو اس سے دوزخ میں زخم کا درخت پوتا ہے اور جب بیخاف سے تم دوسروں کے دل جلاتے ہو تو اسکی تم دوزخ کا آئندہ منبتے ہو اور جو نیکو دنیا میں تہسکار غصہ کی آگ لوگوں کے دلوں کو جلاتی تھی ایسے دوزخ کی آگ جو اس سے پیدا ہوتی ہے۔ تمہیں جلائیگی۔ اور جبکہ تہسکار غصہ کی آگ لوگوں پر حملہ کرتی ہے

تو اسے چاکر پیرا ہوئی وہ خود کہہ چکے کہ مگر یہ اور تہااری باتیں جو سانپ چھو کی طرح ٹھکے ہیں جن
وہ سانپ چھو مگر تہاارا لگا دبا میں گی اور چونکہ تم اولیاء اللہ یا عام اہل حقوق کو انتظار میں رکھتے ہو
اسلئے انتظار قیامت کا باز نمبر بڑھ گیا اور یہ آجکل کے دے کے انتظار قیامت کی صورت میں ظاہر ہو گیا
اور تمکو اس طویل طویل دن میں دھوپ اور صلاب میں رہ کر آخری نتیجہ کا اسلئے انتظار کرنا پڑ گیا کہ تم
آسمان کو بھی منتظر رکھتے تھے اور کل جلون کا کل جلون کا کا بیج بونے تھے مطلب یہ ہے کہ تم اہل اللہ کی
نصیحتوں پر آجکل آجکل کرتے تھے بس نہ اتم انکو بھی منتظر رکھتے تھے اور آسمان کو بھی کیونکہ آسمان کو بسود
عل نیک کا انتظار رہتا تھا اور دیگر اہل حقوق کا منتظر ہونا تو ظاہر ہے پس تم ان سبکو منتظر نہ کہتے
کی جزا میں اس انتظار میں مبتلا ہو گے اب سو کہ تمکو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تہاارا غصہ دوزخ
کا بیج ہے پس تمکو اس دوزخ کو ٹھنڈا کرنا چاہیے کیونکہ یہ مصائب کا جال ہے اگر بے احتیاطی
کرو گے تو ضرور مصائب میں پھنسو گے اور یہ آگ اسی وقت بجھ سکتی ہے جبکہ نور دین حاصل ہو کیونکہ
نور دین ہی میں آتش دوزخ کے جہان کی خاصیت ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے جب تیل صراط سے
گزرے گا اس وقت دوزخ کے گی جز یا مومن فان لورک الفاناری واللہ اعلم بصحتہ
اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ تمکو یہ نور حاصل ہے پس تمکو نور دین حاصل کرنا چاہئے یہ بھی یاد رکھو
کہ اگر نور دین حاصل نہ ہو اور کسی اور طرح سے تم علم حاصل کرو تو یہ سمجھنا کہ آگ نہیں نہیں ہے بلکہ راکبہ شین
چھپی ہوئی ہے جہاں راکبہ بیٹھی وہ چکی یہ تکلیف اور تیر ہے نہ کہ بھجنا کیونکہ نور دین کے علاوہ
کوئی چیز اس آگ کو بھائی والی ہے ہی نہیں پس جب تک تم اپنے دل میں نور دین نہ دیکھو تو
اسوقت تک یہ خوف ہونا کیونکہ یہ چھپی ہوئی آگ ایک روز ضرور ظاہر ہوگی پس نور دین کو اس آگ
کا پانی سمجھو اور اسے پٹو اور جب تہاارا پاس پانی ہو اسوقت تمکو آگ سے ڈرنے کی ضرورت
نہیں کیونکہ پانی آگ کو فنا کر دیتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ آگ پانی کی اولاد کو فنا کرتی ہے یعنی
ان مرکبات کو جلاتی چھو نکلتی ہے جن میں پانی کو دخل ہے مثلاً نباتات اور وغیرہ اب تمکو یہ فکر
ہوگی کہ وہ پانی کیونکہ جس سے یہ آگ فنا ہو تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ تم انھیں کی مرغابیوں
راہل اللہ کے پاس چند روز رہو وہ تمکو اس آب حیات میں غوطہ دینگے اور اسے بوسہ پھڑا کر
آگ سے تمکو کچھ بھی خطر نہ ہوگا یا کہو کہ بعض مرغ خاکی اور مرغ آبی صورت میں یکساں نظر

آئے ہیں مگر حقیقت کے لحاظ سے اُن میں تباہی ہوتا ہے اور ان کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے پانی اور تیل کہ دونوں ساٹل ہیں مگر ایک آتش کش ہے اور ایک آگ کو زندہ کرنا والا اور ہر ایک اپنی اصل پر عمل رہا ہے پس نگو بہت احتیاط کرنی چاہئے اور دھوکے بازوں سے بچنا چاہئے اس لئے کہ دونوں صورت میں بہت ملتے جلتے ہیں جس غلطی کا قوی احتمال ہے اور اُن میں وہی نہ ہے جو کہ دوسرے اور الہام میں کہ دونوں امر عقلی و غیر محسوس ہیں مگر پھر بھی باہم فرق ہے دوسرے اور الہام دونوں بازار باطن کے دلائل میں اور ہر ایک اُس میں سے کچھ کچھ لیتا ہے پس اگر تم صرف دل جو تو تم اپنے خیال کو خود ہی پہچان لو کہ یہ دوسرے یا الہام اور صبر و بردہ فروش اچھے بُرے مال میں تمیز کرتا ہے اس صبر و بردہ میں تم ان دونوں فکر و تدبیر میں تمیز کرو اور اگر تم خود ان دونوں کو نہیں پہچان سکتے تو کمزور و لافلا تہ اور اس خیال پر عمل کرنے میں جلدی مت کرو اور کسی صفت کو کہلا لو جب وہ ایک شے متعین کر دے اُس وقت اُس پر عمل کرو اور بلا کہلائے نکر و تاکہ تمہاری جان تردد میں پھنسے اور تپہ اور تمہاری غذا پر نقصان واقع نہ ہو۔

شرح شبیری

الحذر ای مرگ بینان دار عوا العجل و حشر بینان ساز عوا

یعنی اے موت دیکھنے والو بچو اور اے حشر دیکھنے والو جلدی کرو مطلب یہ کہ اے وہ لوگو جو کہ موت سے ڈرتے ہو الگ ہو جاؤ اور موت سے بچ جاؤ۔ اور جو لوگ کہ موت کی اور حشر کی حالت اُن کے پیش نظر ہے اور وہ موت سے نہیں ڈرتے وہ آگے بڑھیں اور جلدی کریں اور فرماتے ہیں کہ۔

العلا ای لطف بینان افرحوا البلا ای قہر بینان اترحوا

یعنی اعلان ہے اے لطف کے دیکھنے والو خوش ہو اور بلا ہے اے قہر کے دیکھنے والو ہلاک ہو جاؤ یعنی اے وہ لوگو جو کہ موت کو لطف جانتے ہو وہ تو اُس سے خوش ہو اور جو کہ اسکو قہر سمجھتے ہو وہ اس سے ڈرو اور ہلاک ہو۔

ہر کہ یوسف دید جان کر دوش خدا ہر کہ گرش دید برگشت از خدا

یعنی جسے کہ موت کو یوسف دیکھا تھا سیر جان خدا کر دی اور جسے اُسکو برگ و دیہا بدایت برگشتہ ہو گیا۔

مرگ ہر ایک ای لمبر ہر نگ دوست پیش دشمن دشمن و بر دوست است

یعنی لے لڑکے ہر ایک کی موت اُس کے ہر نگ ہے دشمن کے اُس کے دشمن ہے اور دوست پر دوست ہے یعنی جیسے اُس کے حالات ہوتے ہیں اُس کے موافق اُس کی موت ہی ہوتی ہے اُس کے مثال ہے کہ

پیش ترک آئینہ را خوش رنگی است پیش زنگی آئینہ ہم زنگی است

یعنی ترک کے اُس کے آئینہ خوش رنگ ہے اور زنگی کے سامنے آئینہ بھی زنگی ہے یعنی دیکھو آئینہ ایک ہی شے ہے مگر جو ترک اُس میں دیکھتے تو وہ خوش رنگ معلوم ہوتا ہے اور اگر کوئی زنگی اُس میں دیکھے تو وہ آئینہ بھی سیاہ ہو جاتا ہے تو اُس آئینہ میں تو کوئی خرابی نہیں ہے بلکہ اس راوی میں خرابی ہے تو کسی طرح موت فی نفس تو ایک عمدہ اور خوش صورت ہے مگر خود انسان ہی میں خرابی ہوتی ہے تو یہ ناگوار معلوم ہوتی ہے اور اگر وہ اچھا ہوتا ہے تو یہ بھی اچھی معلوم ہوتی ہے اُس کے فرماتے ہیں کہ -

آنکہ می ترسی ز مرگ اندر فرار ترست از خویش است ای جان پرورد

یعنی وہ کہ تو بھاگنے میں موت سے ڈرتا ہے تو یہ تیرا خوف اپنے ہی سے ہے لے جان پرورد نہ کہ مطلب یہ کہ تو جو موت کی ڈراؤنی صورت سے ڈرتا ہے یہ موت خوف نہیں بلکہ یہ خوف اپنی ہی ذات سے ہے اسلئے کہ یہ رشتہ اور یہ خرابی جو موت میں پیدا ہوئی ہے یہ تمہارے ہی حالات ہیں تو گویا کہ اپنی ہی سے ڈرتے ہو۔

زشت رو و گشت ز رخسار مرگ جان تو همچون درخت مرگ برگ

یعنی زشت تو تیرا منہ ہے نہ کہ رخسار موت کا اور تیری جان مثل درخت کے ہے اور موت پتے ہیں -

تو جیسا درخت ہو گا دیسے ہی پتے ہونگے - علی ہذا جیسی تمہاری حالت ہو گی ویسی ہی تمہاری موت ہو گی

از تو رست است از نکلویت ابدت ناخوش و خوش بر ضمیرت از خود است

یعنی اگر نکل ہے اور اگر بند ہے (سب) تجھ سے ہی پیدا ہوئی ہیں اور اچھا اور بُرا تیرے دل پر تیری ہی طرف سے ہے۔

گر بخارے خستہ خود کشتہ در حریر و قزوری خود رشتہ

یعنی اگر کسی کاٹنے سے تو زخمی ہوا ہے تو نے خود بولیا ہے اور اگر حریر و قزوی ہے تو تو نے خود ہی کاٹا ہے مطلب یہ کہ جو حالت ہے وہ تمہاری حالت کا عکس اور آخر ہے ایسا کہ کیسے مشہور ہوا کہ اگر بگو

دورخ میں جلا یا جاو لگا (نور یا نہ منہ) تو جتنے تو دنیا میں کیو آگ میں نہ جلا یا تھا پھر یہ اُس کے ہر گ کہان ہوا
اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

لیک بنو فعل ہرنگ جزا بیسج خدمت نیست ہرنگ عطا
یعنی لیکن کوئی فعل ہرنگ جزا کے نہیں ہوتا اور کوئی خدمت ہرنگ عطا کے نہیں ہے مطلب یہ کہ اعمال پر
جو حرامتی ہے وہ ان کے ہرنگ نہیں ہوتی کہ جیسا اعلیٰ جو بیعت دہیسی ہی جزا بھی ہو بلکہ اُس کا اثر ہوتا ہے
بیسج دہیسی ہی بیعت دہیسی ہی اُس کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

مزدور دوران نمی ماند بکار کان عرض دین جو ہرست پائدار
یعنی مزدوروں کی مزدوری کام کے مشابہ نہیں کیونکہ وہ (کام) تو عرض ہے اور یہ (مزدوری) جو ہر
اور پائدار ہے (مجدور دین کیسا کہان ہوئے دونوں الگ الگ ہیں)

آن ہم سختی و زور دست عرق دین ہم سیم دست ز دست طبق
یعنی وہ (کلم) تو باطل سختی اور زور ہے اور پسینہ ہے اور یہ (مزدوری) باطل چاندی ہے اور سونا ہے
اور طبق ہے (تو دیکھو اعلیٰ کے ہرنگ جزا نہیں ہے) آگے فرماتے ہیں کہ

گر ترا آید ز جائے تہمت کرد مظلومت دعا در محنت
یعنی اگر تجھے کسی جگہ سے کوئی تہمت لگے تو تیرے مظلوم نے مصیبت میں دعا کی ہے۔

تو ہی گوئی کہ من آزادہ ام بر کے من تہمت نہادہ ام
یعنی تو کہتا ہے کہ میں تو آزاد ہوں میں نے کسی پر تہمت نہیں لگائی ہے

تو گناہ ہے کہ وہ شکل دیگر دانہ گشتی دانہ کے ماند بہ ہر

یعنی تو نے ایک گناہ دوسری شکل کا کیا ہے تو نے دانہ بویا تو دانہ پیل کے کب مشابہ ہوتا ہے
مطلب یہ کہ مثلاً لکھو کسی نے تہمت لگائی تو تم اس فکر میں پڑے کہ میں نے تو کیسے تہمت لگائی نہیں ہے
جسے بلکہ میں مجھے تہمت لگی مولانا فرماتے ہیں کہ یہ ضرور نہیں ہے کہ تم کیسے تہمت ہی لگایا کرو بلکہ جسے
کوئی اور گناہ کیا ہے اُس کا یہ بدلہ ہے۔

اوز ناگرد جزا صد چوب پور گوید اومن کے زدم کس و الجود
یعنی اُسے نہ ناکیا اور جزا سو لکھ بیان تھیں تو وہ کہتا ہے کہ میں نے کیسے کب لکڑی مارا ہے

نہ جبکہ ان زمانہ و ادین بلا چوب کے ماند ز ناراد جبر
یعنی کیا اُس زمانہ کی جزا یہ بلا تھی تو لکڑی جزا ہونے میں زمانہ کے کیشا یہ ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ جزا
افعال کے مشابہ اور مماثل نہیں ہوتی مگر اُن دونوں میں تناسب ہوتا ہے کہ اُس تناسب کی بدولت وہ
جزا جزا ہوئی آگے اُسکی نظائر بیان فرماتے ہیں کہ۔

مار کے ماند عصا را اے کلیم درد کے ماند دو را اے حکیم
یعنی سانپ لکڑی کے کیشا یہ ہے اے کلیم اور درد دوا کے کیشا یہ ہے اے حکیم یعنی دیکھو عصا اور
مار میں کوئی مماثل نہیں مگر مناسبت کے دو اور مرض میں کوئی تشابہ نہیں مگر مماثلت ہے۔

تو بجائے اُن عصا آب منی چون بیفکند می شد آن شخص سنی
یعنی تو نے بجائے اُس عصا کے آب منی کو جب ڈال دیا تو وہ ایک شخص مضبوط ہو گیا۔

یا ارشد یا مار شد آن آب تو ز آن عصا چونست این اعجاب تو
یعنی وہ تیرا آب منی مار ہو گیا یا مار ہو گیا تو اُس عصا کا یہ تیرا اعجاب کیا ہے مطلب یہ کہ اُس آب منی کا
یہ اثر اور بدلہ ہے مگر اُس میں اور اس میں کیا مشابہت ہے خود فرماتے ہیں کہ۔

بیج ماند آب آن فسر زندرا بیج ماند نے شکر مر قندرا
یعنی کیا لڑکا اُس پانی کے کیشا یہ ہے اور کیا شکر قند کے مشابہ ہے تو دیکھ لو جزا میں اپنے اصل
اعمال کے مشابہ نہیں ہیں آگے ایک اور مثال ہے کہ۔

چون سجودے یار کو سے مرگشت شد دران عالم سجود اور بہشت
یعنی جب کوئی سجدہ یار کو کرے کسی نے بویا تو اُس عالم میں اُس کا سجود بہشت ہو گیا،
چونکہ پدید از دہانش حمدی مرغ جنت ساقش رب الفلق
یعنی جبکہ اُسکے منہ سے حمدی نکلی تو اُسکو رب الفلق نے مرغ جنت بنا دیا۔

جس پویش نم اند مرغ نا گر لطف مرغ بادست دیوا
یعنی اُسکی حمد بیج مرغ کے مشابہ نہیں ہیں اگر لطف مرغ کا باد ہے اور دیوا بعض جانوروں کو
سنا ہے کہ کسی نے جنتی کرتے نہیں دیکھا بلکہ وہ صرف منہ سے منہ ملاتے ہیں اُسی سے لطف
قرار پاتا ہے تو اسطرح فرماتے ہیں کہ اگرچہ اُس کا لطف باد ہوا ہے مگر یہ بھی مستحجج اُس

مرغ جنت کے مشابہ نہیں ہے

چون زوگشت رست ایثار و زکوۃ کشت این دست آن طرف نخل و نبات
یعنی جب تک ہمارے ہاتھ سے ایثار و زکوۃ اُگاؤ تو اس ہاتھ نے اُس طرف نخل و نباتات پودے
آپ صبرت آپ جوئے خلد شد جوئے شیر خلد میرست و درو
یعنی تمہارا آپ صبر جنت کی ندی کا پانی ہو گیا اور خلد کی جوئی شیر تمہاری محبت اور الفت ہے (تو
دیکھو تامل تو نہیں مگر مناسبت سب میں ہے)

ذوق طاعت گشت جوئی انگبین مستی و شوق تو جوئے خمر میں
یعنی ذوق طاعت تو جوئے انگبین ہو گئی اور تم اپنی مستی اور شوق جوئے خمر دیکھو۔ مطلب یہ کہ دیکھو
چونکہ انگبین میں اور ذوق طاعت میں ایک مناسبت تھی اور مستی اور جو ش میں اور شراب میں مناسبت
تھی تو منت ہر شے کی جزا اور اُس کے مناسب ہوئی کہ جوئے خمر تو مستی اور جو ش کے بدلے میں ملی
اور جوئے انگبین ذوق طاعت کے جزا میں ملی اور صبر کے بدلے میں جوئے آب اور محبت اور الفت
حق کے بدلے میں جوئے شیر ملی غرض کہ ہر شے کی جزا میں اُس کے ساتھ ایک مناسبت ضرور ہے
لیکن تامل نہیں ہے اس کو فرماتے ہیں کہ

این سببہا آن اثر ہمارا مانند کس نداند چو شس جائی آن نشاند
یعنی یہ اسباب اُن اثرات کے مشابہ نہیں ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ اُس (اثر) کو اُس
ر سبب کی حکم کس طرح بٹھا دیا۔ مطلب یہ کہ ان اسباب و اثرات میں چونکہ تامل اور تشابہ
نہیں تھا اس لئے کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ اُس سبب کا یہ اثر کس طرح ہو گیا۔ لیکن جب دیکھا جاتا ہے
تو مناسبت ضرور نکلتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

این سببہا چون بفرمان تو بود چارہ جو ہم مرتر افرمان نمود
یعنی یہ اسباب جب تیرے اختیار میں تھے تو چاروں ندیوں نے بھی تیری فرمانبرداری کی۔ مطلب یہ کہ
اسباب دنیاوی و عقلی و غیرہ کے جب تمہارے اختیار میں تھے اور تم اُن کو اپنے اختیار سے
بجالاتے تھے تو جو ندیاں کہ ان اسباب کے اثرات تھیں وہ بھی جنت میں تمہارے اختیار اور تمہارے
کہنے میں پڑیں کہ جہاں چاہو اُن کو لجاؤ۔

ہر طرف خواہی رویش می کنی ان صفت چون بد چنانش می کنی
یعنی تم میں ہر طرف چاہو انکو رہانہ کر لیتے ہو مگر کہ وہ صفت تھی اسی طرح اسکو کر لیتے ہو مطلب یہ
مگر وہ سب اور صفت تمہارے کہنے میں تھی اور انکو اپنا اختیار تھا پس ہر طرح وہ اثرات ہی
تمہارے اختیار میں ہونگے کہ جہاں چاہو انکو لے جا سکو گے آگے اسکی ایک مثال دیتے ہیں کہ

چون منی تو کہ در فرمان تست نسل آن در امر تو آئید جست
یعنی جیسے کہ تیری منی کہ تیرے حکم میں ہے تو اسکی نسل تیرے کہنے میں جست و جلاک ہوتی ہے
می دو دہر امر تو نسر زند تو کہ منم جزوت کہ کردیش گرد
یعنی تیرے حکم پر تیرا کا دوڑتا ہے اور ابریاں حال کہتا ہے کہ میں تیرا جزو ہوں جبکہ کہ تیرے گردی
کیا تھا مطلب یہ کہ دیکھو تمہاری منی تمہارے کہنے میں ہوتی ہے کہ اسکو جو وقت چاہو جہاں چاہو
ڈال دو تو اس منی سے آئے جو اولاد تمہاری پیدا ہوتی ہے وہ بھی تمہارے کہنے میں ہوتی ہے
کہ تم نے بچا رہا بیٹا وہ دوڑا ہوا آتا ہے کہ می آتا تو اس کا اس طرح تمہارے تابع ہونا اسی لئے ہے
کہ جس شے کا کہ وہ اثر اور نتیجہ ہے وہ شے تمہاری حکم اور کہنے میں تھی تو بس چونکہ یہ افعال سب
تمہارے اختیار میں تھے اسلئے انکی جزائیں بھی تمہارے اختیار میں ہوئیں۔

آن صفت در امر تو بود این جہاں ہم در امر تست آن جو بار و آل
یعنی وہ صفت اس جہاں میں تمہارے کہنے میں تھی تو وہ نہ بیان بھی تمہارے حکم کے موافق
روانہ ہوئیں۔

آن درختان امر ترا فرمان بر بند کان درختان از صفات با بر بند
یعنی وہ درخت (جنت بھی) تیری فرمانبرداری کرتے ہیں کیونکہ وہ درخت تیرے اعمال کی وجہ سے
با نغمہ ہیں۔

چون بام تست اینجا این صفات پس در امر تست آنجا آن جزات
یعنی جب تیرے حکم میں اس جگہ یہ صفات ہیں تو اس جگہ وہ تیری جزائیں (بھی) تیرے حکم میں ہیں
مطلب یہ کہ یہ اعمال حسنہ جب تیرے اختیار میں تھے اور تو انکو با اختیار خود بجالاتا تھا تو جنت
کی وہ جزائیں اور انکے بدلے بھی تیرے کہنے میں اور تیرے حکم کے موافق ہوئے۔

چون ز دست زخم بر مظلوم دست آن درخت گشت آزان ز قوم دست
یعنی جب تیرے ہاتھ سے زخم مظلوم پر ہوا تو وہ ایک درخت ہو گیا اور اس کی قوم آگاہ
چون ز شمش آتش تو دور دہلازدی مایہ ناز چہ ہم آمدے
یعنی جبکہ تو نے غصہ آگ دہن میں گائی تو تو ناچہ ہم کا پونجی ہوا۔

آتش تیرا چو آدم سوز بود انچہ ازوے زاد مرد افروز بود
یعنی تیری آگ جو اس ملک آدمی کی جلانے والی تھی تو جو کچھ اُس سے پیدا ہوا وہ انسان کا جلائیو والا ہوا
آتش تو قصہ مردم می کند ناز کمزوے زاد بر مردم زند
یعنی تیری آگ آدمی کا قصہ کرتی ہے اور جو آگ اُس سے پیدا ہوئی وہ آدمی پر لگتی ہے۔
آن سخنہا چو مار و کر و دمت مار و کر و دم گشت می گیر و دمت

یعنی وہ تیری سانپ بچہ جیسی باتیں سانپ بچہ ہو گئیں اور تیرا دم پکڑنے لگن۔ مطلب یہ کہ نیک
کلموں کی جزا تو ویسی ہی تھی کہ جو سب تمہارے کہنے میں ہوئی اور سب اشیاء عمدہ اور آرام دہ تھیں
اور جو اعمال تمہارے کئے اُن کی جزا بھی ویسی ہی تھی جیسے کہ تم نے کسی پر ظلم کیا تو اُس سے آخرت میں
ایک درخت پیدا ہوا جس کا پھل زقوم جیسی بڑی چیز تھا علی ہذا تم کو غصہ آیا تو وہ چونکہ ایک آگ تھی
لہذا اُس سے آتش دوزخ میں تمہارے لئے اشتعال پیدا ہو گیا۔ کہ وہ آتش غضب آدموں
کو جلاتی تھی تو اب اُسکی جو جزا ہے یعنی آتش دوزخ وہ نکو جلانے لگی۔ علی ہذا تم جو لوگوں کو
سخت و سخت باتیں کہا کرتے تھے جو کہ تکلیف رسانی میں سانپ بچہ کی طرح تھیں تو ان کی
جزا بھی سانپ بچہ کی طرح ہوئیں جو کہ ٹکڑ سننے لگین اور ٹکڑا ہونے خوب درست کر دیا
آگے بھی اسکی بیان فرماتے ہیں کہ۔

اولیا و ادا شتے در انتظار انتظار استخیزت گشت بار

یعنی تو دوستوں کو انتظار میں رکھا کرتا تھا تو وہ قیامت کا انتظار تیرے لئے بار ہو گیا۔

وعدہ فردا و پسند دے تو انتظار حشرت آمد وائے تو

یعنی تیرا کل کا اور ہر سون کا وعدہ تیرے لئے انتظار حشر ہو گیا۔ افسوس ہے تجھ پر۔
منظر مانی در ان روز دراز در حساب و آفتاب جان گداز

یعنی تو اس روز در زمین حساب اور آفتاب جا ٹکرا زمین منتظر رہے گا دیکھو نہ!
 کا سماں را منتظر می داشتی تخم فردارہ روم می کاشتی
 یعنی کہ (اہل آسمان کو تو منتظر کہا کرتا تھا اور فردارہ روم کا بیج بویا کرتا تھا) آسمان سہمرا
 اہل آسمان میں ظرف بول کر مطرف مراد لیا ہے) مطلب یہ کہ تو اہل حقوق سے اُنکے حقوق ادا
 کرنے میں دیکھ کر مل اور پرسوں کے کیا کرتا تھا اور انکو ٹھایا کرتا تھا اور منتظر کہا کرتا تھا
 البس سیر طقم قیامت کے روز آفتاب تیز اور حساب کے وقت میں منتظر کھڑے رہو گے اور اس
 وقت اس انتظار میں رہنے کا بدلہ لایا جائے گا۔

خشم تو خشم سیر و دوزخ است ہین بکشتن این دوزخ کا این فحشت
 یعنی تیرا غصہ دوزخ کا بیج ہے اسے تو اس دوزخ کو مار کیونکہ یہ پھونک ہے مطلب یہ کہ
 تیرا غصہ جزا کے اعتبار سے آتش دوزخ ہے تو تو اس آتش غضب کو بجھا کیونکہ یہ آتش
 غضب اُس دوزخ کیلئے پھونک ہے کہ جیسے کوئی آگ کو دھونکا کرتا ہے تو اسی طرح تمہارا یہ
 غضب آتش دوزخ کو بڑھا اور زیادہ کر رہا ہے اب آگے اس آتش غضب کی بجھانے کی
 تدبیر بتاتے ہیں کہ۔

کشتن این نار نمود جسز بنور نورک اطفا نار ناخن الشکور
 یعنی اس آگ کو بجھانا بخیر نور (کہ دوزخ بھی کہتی ہے کہ اے مومن تیری
 نور نے میری آگ کو بجھا دیا۔) (تو گزر جا) ہم مشکور ہیں مطلب یہ کہ اس نار کے بجھانے
 کیلئے نور باطن کی ضرورت ہے جب تک نور باطن حاصل ہو جاوے گا اس وقت یہ نار جاتی رہے گی اور
 دلیل اس کی کہ نور سے یہ نار بجھ جاوے گی یہ ہے کہ دیکھو حدیث میں ہے کہ جب مومن دوزخ سے اوپر
 ہو کہ پھر اُپر سے گزرے گا تو دوزخ بیکار ہو جائے گی کہ جز یا مومن فان نورک اطفا نار کی کہ لے
 مومن جلدی گزرے گا کہ تیرے نور نے میری نار کو بجھا دیا۔ تو اب دیکھئے کہ نور باطن مومن کی وجہ سے
 نار دوزخ بجھنے لگی تو اسی طرح اگر تم نور باطن حاصل کر لو گے تو تمہاری نار غضب بھی بجھ جاوے گی۔
 آگے فرماتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے کہ وہ نور باطن حاصل ہے ہم اُسکے دوزخ کو گدہ میں اٹھا
 اس حدیث کی سند ضعیف ہے

گر توبے نور آوری حلے بدست آفت زندها ست و در خاک ستر است

یعنی اگر توبے نور کے حکم حاصل کر لیا تو تیری آگ زنده ہے اور راہ میں ہے

آن تکلف باشد و در پوشش ہیں نار رانہ کشد بغیر نور دین

یعنی ہاں وہ تو تکلف اور در پوشش ہو گا اور نار کو تو سوائے نور دین کے کوئی بجھانا نہیں مطلب

یہ کہ اگر نور دین تکو حاصل نہیں ہے اور تم نے یہ تکلف علم اپنے اندر پیدا کر لی یا تب بھی

سمجھ لو کہ وہ قابل اعتبار نہیں ہے، کیونکہ تکلف کب تک رہے گا۔ آخر ایک دفعہ وہ تکلف ٹوٹے گا

اور پھر وہ نار غضب ظاہر ہو جاوے گی یہ تو ایسا ہے کہ جیسے راہ میں آگ دباؤ کہ بظاہر تو آگ

معلوم نہیں ہوتی لیکن ذرا ہوا سے بھی اگر راہ میں بٹ گئی تو فوراً آگ ظاہر ہو جاوے گی بس وہ علم تکلفی

اگر ذرا بھی کوئی ٹھیس لگی تو ٹوٹ جاوے گا اور پھر وہ نار ظاہر ہو جاوے گی۔ لہذا معلوم ہو گیا کہ بجز نور

دین کے اور کوئی شے اس آگ کی فرو کرنے والی نہیں ہے اسی لئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

تاناہی نور دین امین مباشر کاتش پنهان بود یک ز فاش

یعنی جب تک تم نور دین نہ دیکھ لو بیخوف مت ہو کیونکہ (وہ) پوشیدہ آگ ایک دن ظاہر ہوگی

مطلب یہ کہ جب تک نور دین حاصل نہ ہو اسوقت تک اس نار غضب سے بیخوف مت ہو کیونکہ جو

حکم کہ یہ تکلف حاصل کیا گیا ہے یہ ایک دن نازل ہو گا اور آتش غضب پھر ظاہر ہوگی لہذا نور

دین ہی حاصل کرو۔

نور آجے دان دہم بر آب حیس چو نکہ داری آب آتش مہر س

یعنی نور تو ایک پانی جالو اور پانی ہی پر چپک جاؤ۔ اور جبکہ تم پانی رکھتے ہو تو آگ سے مت ڈرو

مطلب یہ کہ نور ایمانی کو پانی سمجھو جیسے کہ باق آگ کو بجھا دیتا ہے اس طرح یہ نور ایمانی آتش

غضب کو بجھا دیتا ہے تو اگر تمہارے پاس نور ایمانی ہے تو پھر تم کسی آگ سے بھی مت ڈرو کیونکہ

آب آتش را کشت آتش بخو می بسوزد نسل فرزند ان او

یعنی پانی تو آگ کو بجھاتا ہے اور آگ (اپنی) خصلت میں اس پانی کے رطوبتوں کی نسل کے علاوہ

یہ مطلب یہ کہ آگ اور پانی میں تو فتنہ پانی کو بجھاتا ہے اور آگ اس پانی کی

رطوبتوں کی نسل کو جو کہ درخت میں جلا دیتی ہے بس اس طرح وہ نور ایمانی اس آتش غضب کو بجھا دیتا

اور جہاں غضب ہوتا ہے وہ اُس نور ایمانی کے اثرات کو جن سے کہ وہ نور پیدا ہوتا ہے جلادیتا ہے
لہذا تم نور ایمانی کامل حاصل کرو کہ جس سے وہ غضب کی آگ بالکل ختم ہو جاوے آگے اُس نور کے
حصول اور اُس آگ کے بجھنے کی تدبیر بتاتے ہیں کہ۔

سوئے آن مرغابیان روروز چید تاترا در آب حیوانی کشند

یعنی اُن مرغابیوں کی طرف چند دن کیلئے جاتا کہ تجھے آب حیوانی میں کہنہ چین (مرغابیوں سے مراد)
اولیاء اللہ ہیں کیونکہ اس کے قبل نور ایمانی کو پانی سے تشبیہ دی تھی اور اولیاء اللہ کو جن کو کہ وہ نور ایمانی
حاصل ہے مرغابیوں سے تشبیہ دیتے ہیں (مطلب یہ کہ چند روز اولیاء اللہ کی خدمت میں جا کر
رہو تاکہ وہ نکو آب حیات پلا دیں اور اس آگ کو بجھا دیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

مرغ خاکی مرغ آبی ہم تن اند لیک خدا نند و آب و روغن اند

یعنی مرغ خاکی اور مرغ آبی ایک طرح کے ہیں لیکن آپس میں (خدا بین اور آب و روغن کی طرح)
ہیں مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اور غیر اولیاء اللہ صورت اور ظاہر میں سب ایک طرح کے ہیں لیکن ہر ایک
نہ کہا جاتا کہ غیر اولیاء اللہ کے پہننے میں جاپڑو کیونکہ ظاہر میں تو دونوں ایک ہیں لیکن حقیقت میں
اور اصل میں دونوں خدا بین ہیں ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہیں۔

ہر یکے پر اصل خود را نندہ اند احتیاط کن بہم مانندہ اند

یعنی ہر ایک اپنے فاعل پر چلتے ہیں تو تو احتیاط کر کہ سب آپس میں مشابہ ہیں مطلب یہ کہ اولیاء اللہ
اور غیر اولیاء اللہ جو گمراہ ہیں سب بظاہر صورت یکساں ہیں اور ہر ایک کا طبع اور مشرب علیحدہ ہے
لہذا ذرا احتیاط ہی رکھنا کہ میں اولیاء اللہ کے دعوے میں غیر اولیاء اللہ اور گمراہوں کے پیوستہ میں نہ
پھنس جانا آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ

ہمچنان کہ وسوسہ و وحی ہست ہر دو معقول اند لیکن فرق ہست

یعنی جس طرح کہ وسوسہ اور وحی کہ دونوں عقلی ہیں لیکن (باہم) فرق ہے (وحی سے مراد الہام)
مطلب یہ کہ دیکھو الہام اور وسوسہ دونوں امور باطنیہ اور احوال قلب میں سے ہیں لیکن ہر ایک
دوسرے میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہ ایک قابل عمل ہے اور دوسرا بالکل غیر قابل عمل ہے تو اسی طرح
اولیاء اللہ اور اولیاء اللہ میں بھی فرق ہے لیکن بظاہر دونوں یکساں معلوم ہوتے ہیں جیسے کہ بظاہر وحی

اور سو سو بھی یکساں ہی معلوم ہوتے ہیں۔

ہر دو دلالان بازار ضمیر رختہ رانی ستانند اے امیر

یعنی دونوں بازار قلب کے دلال ہیں اور اے امیر اسبابوں کے لیے ہیں۔ مطلب یہ کہ دونوں دل کے بازار کے دلال اور دونوں اسباب کو چہن لینے ہیں لیکن فرق اس قدر ہے ایک تو عمدہ اسباب کو چہن لینے ہیں اور دوسرے خراب کو چہن لینے ہیں پس لازماً احتیاط ضروری ہے۔

گر تو صراف دلی فکر شناس فرق کن سرود فکر جہن خاص

یعنی اگر تو صراف دل ہے تو اپنے فکر کو پہچان اور برہ فروش کی طرح اپنے دو فکر میں فرق کر لے مطلب یہ کہ اگر تم خود کو ٹٹے کھرے کو پہچان سکتے ہو تو خود پہچان لو کہ آیا کو نسا فکر تھا یا از قبیل الہام اور قابل عمل ہے۔ اور کو نسا از قبیل دوسرے اور غیر قابل عمل ہے۔

وہ دانی این دو فکر از گمان لاغلابہ گوئی و مشتتاب و مران

یعنی اگر تم ان دونوں فکر دن کو تردد کی وجہ سے نہ جانو تو لاغلابہ کہدو اور دوزخ اور جلاؤ مت۔

تاما نادر نفس کر جان تو نغین ناید بر تو و بر خوان تو

یعنی تاکہ تیری جان فکر میں نہ رہے اور تجھ پر اور تیرے اسباب پر غبن نہ آوے مطلب یہ کہ اگر تم خود نہ چاہو تو جو ایٹم دوسرے اہل الہام میں فرق نہیں کر سکتے ہو تو اس وقت خود رسد سلوک کا طے نہ کرو بلکہ لاغلابہ (یعنی دہو کہ نہیں ہے) کہدو تاکہ بر غبن وغیرہ میں تم مبتلا نہ ہو اور نفس و شیطان کو دہو کہ اور غبن نہ دے سکیں۔ اوپر جو کہا ہے کہ لاغلابہ کہدو آگے اس لاغلابہ کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

<p>آن کے یارے حبیب سر ابقت کہ منم دیہا یا غبن جفت مگر ہر کس کو فروشد یا خرد ہمچو سحر ست و زراہم می برد گفت در بیع کے ترے از غرار شرط کن سر روز خود را اختیار</p>	<p>آن کے یارے حبیب سر ابقت کہ منم دیہا یا غبن جفت مگر ہر کس کو فروشد یا خرد ہمچو سحر ست و زراہم می برد گفت در بیع کے ترے از غرار شرط کن سر روز خود را اختیار</p>
--	--

که تانی هست از یزدان لعین
پیش سگ چون لقمه نان انگنی
او بهیمنی بکشد ما با خرد
با تانی گشت موجود از خدا
ورنه قادر بود کز کن فیکون
آدمی را اندک اندک آن همام
گر چه قادر بود کاند ریک نفس
بود عیسی را دمی کز یک دعا
خالق عیسی نه بتواند که او
این تانی از پئے تعلیم تست
جو یک کو چک که دائم می رود
زین تانی زاید اقبال و سرور
باش تا اعضا تو چون بیضا
بیضه مارا چه ماند در شبه
دانی لے عاقل که ماند سین شین
دانه آبه بدانه سیب نیز
برگها هم رنگ باشد در نظر

هست تجلیت ز شیطان لعین
بو کند و ال را خورد لے مقتنی
هم بهیمنی لعین منتقد
تا به شش روز این زمین وین چرخها
صد زمین و چرخ آورد برون
تا چهل سالش کند مرد تمام
از عدم پیران کس پنجه کس
بے توقف بر جهاندمی مرده را
بے توقف مردم آرد تو بتو
که طالب هسته باید بے شکست
نہ جس گردنه گنده می شود
این تانی بیضه دولت چون طیور
مرغها را پسند اندر انتباه
بیضه کج شک را دورست ره
در نوشتن لیک اندر نقطه بین
گر چه ماند فرقه ادا ان لے غریز
میو ها هر یک بود نوع دگر

برکہ کے جسم ہا مانندہ اند	لیک ہر جانے برلیے زندہ اند
خلق در بازار یکسان می روند	آن یکے در ذوق دیگر در دست
ہمچنان در درگ یکسان می رویم	نیم در خسران و نیمے خسرویم
این سخن پایان ندارد و بازگو	از بلال و از بلال و کار او

دیکھو ایک صحابی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ حضور میں خرید و فروخت میں بہت نقصان اٹھاتا ہوں جو شخص کچھ خریدتا یا بیچتا ہے وہ کچھ لاپس جادو کر تا ہے کہ مجھے منافع میں آجائے تاہم آپ نے فرمایا کہ جس بیع میں تکوید ہے کہ کاندلش ہو اس میں دوسرے شخص سے یہ کہہ دیا کرو کہ بھائی دھوکہ نہیں دینا میں دن کا اختیار ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ جن معاملات میں شبہ ہو ان میں توقف کرنا اچھا ہے اور جلدی کرنا برا دیکھو جب تم کتے کے آگے قلم ڈالتے ہو تو وہ اسے سونگھتا ہے اور پھر کہا تا ہے پس وہ تو ناک سے سونگھتا ہے اور کچھ پرکھی پوئی اور کھری عقل سے سونگھنا چاہئے اور دیکھو حق تعالیٰ نے توقف کیساتھ چھ دن میں زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے ورنہ وہ قادر تھا کہ ایک کن سے سوز زمین و آسمان بنا دیتا علی ہذا وہ آدمی کو رفتہ رفتہ چالیس سال کی مدت میں کامل آدمی کرتا ہے اگرچہ وہ قادر ہے کہ ایک دم میں پچاس مکمل انسان عدم سے وجود میں لے آئے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کو ایک چھونک عطا ہوئی تھی یعنی وہ ایک دعا سے بے تامل مردہ کو زندہ کر دیتے تھے تو کیا خالق عیسیٰ ایسا نہیں کر سکتا کہ بے تامل بہت سے انسانوں کو عدم سے وجود میں لے آئے ضرور کر سکتا ہے پھر اس توقف کا کیا سبب وہ یہی ہے کہ تم اس سے سبق حاصل کرو کہ طلب میں استغنیٰ چاہئے مگر سلسلہ منقطع ہونا چاہئے قید عدم القطاع کا راز یہ ہے کہ دیکھو جو جی نہراستہ جلتی ہے اور منقطع نہیں ہوتی اسلئے نہ وہ ناپاک ہے نہ مٹتی ہے لیکن اگر جریان رک جاوے تو تجس بھی ہو سکتی ہے اور گندہ بھی تو سمجھو کہ تاق سے خوش آجانی اور خوشی پسند ہوتی ہے تاقی گویا کہ ایک بیض ہے اور دولت اس کا بچہ تم تاقی کو وادہ

آہستہ آہستہ کام کرتے رہو پھر دیکھنا کہ آخر میں بیفون کی طرح تمہارا اعضا سے کیسے
کیسے بچے پیدا ہوتے ہیں لیکن اتنی بات یاد رکھو کہ گو اعضا صورت میں سب کیساں ہیں مگر ان
سے نتائج مختلف پیدا ہوتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تشابہ کیسا تھا ان میں
فرق بھی ہے مثلاً سانپ کا اندا صورت میں چڑیا کے اندے سے ملتا ہوا ہے مگر یا این ہم
ان میں بون لبعیہ اور ہر ایک کی استعداد میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے علی ہذا تم سمجھو کہ
سین و شین میں صورت میں تشابہ ہے مگر نقطون کا فرق بھی ہے اور دیکھو بعض مختلف
دھنوں کے پتے ہمشکل ہوتے ہیں مگر ان کے میوے مختلف ہوتے ہیں پس یوں ہی اجسام
بھی متشابہ ہیں لیکن ان کی ارواحیں مختلف پیداواروں کیسا تھو زندہ ہیں کسی میں کچھ پیداوار
ہوتی ہے کسی میں کچھ اور دیکھ لوگ بازار میں چلتے پرتے ہیں مگر باوجود تماثل صوری کے
معنوی تفاوت بھی ان میں بہت کچھ ہوتا ہے مثلاً ایک خوش اور شگفتہ ہو تلے -
دوسرا طویل اور نحیدہ اسی طریقہ سے تم میوتوں کا تفاوت بھی سمجھ سکتے ہو حالانکہ ہم سب ایک
ہی طرح مرتے ہیں مگر بھی بہت فرق ہوتا ہے بعض لوگ تو خسارہ میں ہوتے ہیں اور بعض
بادشاہوں کی طرح راحت و عیش میں نیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی اب بلال کی حالت اور ان کا
واقعہ بیان کرنا چاہئے -

شرح شبیری

خرید و فروخت میں غبن سے بچنے کا حیلہ

آن کے یاری پیغمبر گفت کہ منم در بجا با غبن جفت
یعنی اس ایک صحابی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں بیوع میں غبن کیسا تھو
مطلب یہ کہ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے خرید و فروخت میں اکثر لوگ دھوکہ دیتے ہیں -
مگر ہر کس کو فروشد یا خرد
یعنی ہر اس شخص کا کہ جو خریدے یا بیچے جاوے کی طرح ہے کہ مجھے بے راہ کر دیتا ہے یعنی
ہر شخص کا کہ جو بھل جاتا ہے اور لوگ مجھے دھوکہ دیتے ہیں -

گفت در سبب کہ ترسی از غرار شرط کن روز خود را اختیار
یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس بیع میں تمکو دھوکہ کا خوف ہو تو تم اپنے
لئے تین روز کیلئے خیار شرط کر لیا کرو۔

کہ تانی ہست از حمان یقین بہست تعجیلت ز شیطان لعین

یعنی کہ اطمینان یقیناً حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور تمہاری جلدی شیطان ملعون کی طرف سے
مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میان جب خرید و فروخت کیا کرو اور اُس میں تین
خوف ہو کہ اس میں دھوکہ کیا جاوے گا تو اُس میں خیار شرط کر لیا کرو تو پھر تین دن میں اپنے نفع
لفضان کو تم خوب سوچ سمجھ کر گے اور اطمینان سے کام ہو گا کیونکہ اطمینان سے کام کرنا تو
حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور جلدی کہنا شیطان کا کام ہے لہذا اطمینان سے خوب سوچ
سمجھ کر کام کیا کرو حدیث میں یہ قصہ اس طرح ہے کہ قال رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخیاض
فی البیوع فقال اذا بالعت فقل لا خلاۃ ولا خیار ثلثة ایام تو دیکھئے کہ یہاں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے دھوکہ سے بچنے کیلئے فرمایا کہ لا خلاۃ کہ اس پر تسلیم کرو تو البس سیرج مولانا فرماتے ہیں کہ دھوکہ
سے بچنے کیلئے لا خلاۃ کہ اس پر تسلیم کرو آگے اطمینان سے کام کرنے والوں کی مثالیں اور فائدے
بیان کرتے ہیں کہ

پیش سگ چون لقمہ نان فلکی بوکند انگہ خرد و لے مقتتی
یعنی کہ آگے جب تم روٹی کا ٹکڑہ ڈالو گے تو وہ (اول) سونگے گا اور اسوقت اسکو
کہا دیگا لے خوش چین۔

او بہ بینی بوکند ما با خرد رو بہو پیش خوش بعقل منتقد
یعنی وہ تو ناک سے سونگھتا ہے اور ہم عقل سے تو تو اُسکے سونگھنے سے پرہیزنے والی عقل تک جا
مطلب یہ کہ دیکھو جب تم کہتے کو ٹکڑہ ڈالتے ہو تو وہ اسکو سونگھ لیتا ہے جب کہا تا ہے کہ
وہ سونگھنے سے اُسکے اندر اگر زہر وغیرہ ہو تو اسکو معلوم کر لیتا ہے لہذا ڈالتے ہی کہا نہیں جاتا بلکہ اطمینان
سے کہا تا ہے البس سیرج تمکو چاہئے کہ جس طرح وہ ناک سے سونگھتا ہے اور ہر شے کے عیب و
صواب کو معلوم کر لیتا ہے اس سیرج تم ہر شے کے عیب و صواب کو عقل سے معلوم کر لو اور

خوب الطینان سے سوچ سمجھ کر کام کر دجلی ست کر و آگے فرماتے ہیں کہ
 باتانی گشت موجود از خدا تا بہ شش روز این زمین چرخها
 یعنی حق تعالیٰ سے یہ زمین و آسمان چھ دن میں الطینان سے ہی موجود ہوئے (ورنہ)
 ورنہ قادر بود از کن فلکون صدر زمین و چرخ آورد و برودن
 یعنی ورنہ حق تعالیٰ قادر تھے کہ (حکم) کن فلکون سے سیکڑوں زمین و آسمان باہر آتے مطلب
 یہ کہ حق تعالیٰ کو باوجودیکہ اس امر پر قدرت تھی کہ ایک کن کے حکم سے ایسے ایسے سیکڑوں آسمان
 و زمین پیدا فرمادیتے لیکن حق تعالیٰ نے آسمان و زمین کو چھ روز میں جو پیدا کیا تو بظاہر اس کا
 ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ بندوں کو الطینان سے کام کرنا سکھایا جائے۔
 آدمی را اندک اندک آن ہمام تا چہل سالش کند مرد تمام
 یعنی آدمی کو وہ بادشاہ چالیس برس تک تھوڑا تھوڑا کر کے پورا آدمی کرتا ہے۔
 گرچہ قادر بود کا ندریک نفس از عدم پیران کند پنجاہ کس
 یعنی اگرچہ حق تعالیٰ قادر تھے کہ ایک دم میں عدم سے پچاس آدمی آزاد دیتے مطلب یہ کہ دیکھو حق تعالیٰ
 انسان کو چالیس برس تک تھوڑا تھوڑا بناتے ہیں اور اسکے بعد اُسکی انسان کامل بناتے ہیں
 اور چالیس برس کے بعد پورا آدمی ہوتا ہے ورنہ وہ تو اسپر بھی قادر تھے کہ ایک دم میں اور ایک
 حکم کن میں پچاس آدمی کو پیدا فرمادین۔
 بود عیسے را دے گزیک عا بے توقف زندہ کر دے مردہ را
 یعنی عیسیٰ علیہ السلام کیلئے ایک چھونک تھی کہ وہ دعا کی وجہ سے بلا توقف مردہ کو زندہ کر دیا کرتے تھے
 خالق عیسے نہ بتواند کہ او بے توقف مردم آرد تو بتر
 یعنی کیا عیسیٰ علیہ السلام کے خالق تعالیٰ شانہ بلا توقف نہ بتہ آدمی نہیں کر سکتے (لیکن)
 این تانی از بے تعلیم تست کہ طلب ہستہ باید بر شکست
 یعنی یہ الطینان تمہاری تعلیم کو اسلئے ہے کہ طلب ہستہ اور بے القطار کے چاہئے مطلب یہ کہ
 دیکھو عیسے علیہ السلام ایک چھونک میں مردہ کو باذن حق زندہ فرمادیتے تھے تو کیا خالق صبیح علیہ
 السلام کو اتنی ہی قدرت نہ ہو گی کہ وہ ایک دم میں کسی کو پیدا فرمادے ضرور اس سے بھی کہیں زیادہ

قدرت ہے لیکن یہ اطمینان سے کام کرنا اور دیگر گناہ صرف بندوں کی تعلیم کیلئے ہے ورنہ حق تعالیٰ کو اس طرح کام کرنے کی کیا ضرورت ہے اُنکے تو حکم کن میں کل کام ہوتے ہیں لہذا انسان کو چاہئے کہ آہستگی سے بلا انقطاع کے طلب میں لگا رہے آگے اس اطمینان سے کام کر نیکی وجہ سے پاک رہنے اور مقصود کے حاصل ہونے کی ایک مثال دیتے ہیں کہ

جو یکے کو چک کہ دائم می روز نے جس گردنہ گندہ می شود
یعنی وہ نالہ جو کہ ہمیشہ چلتا ہے نہ تو جس پڑتا ہے اور نہ گندہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو چھوٹا نالہ جو کہ آہستہ آہستہ برابر چلتا رہے وہ نجاست کے پڑ جانے سے بھی نجس اور گندہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح تم آہستہ آہستہ طلب میں لگے رہو گے اور طلب چھوڑو گے نہیں تو ہمیشہ آرام سے پاک و صاف رہو گے۔

زمین تاقی زرا اقبال و سرور این تاقی بیضہ دولت چہرین طہور
یعنی اس اطمینان سے اقبال اور سرور پیدا ہوتا ہے اور یہ اطمینان بیضہ ہے اور دولت پرندوں کی طرح ہے مطلب یہ کہ اس اطمینان کی مثال تیرا انڈے جیسی ہے اور دولت و اقبال پرندوں کی طرح ہیں تو جب طرح انڈے سے جاتور نکلتا اور پیدا ہوتا ہے اسی طرح اس اطمینان سے کام کر نیکی برکت دولت و سرور پیدا ہوتا ہے اب یہاں کوئی اعتراض کرتا ہے کہ ہلا اطمینان کا اور دولت کا کیا جوڑ ہے تو آگے اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

مرغ کے مانند یہ بیضہ ای غنید گرچہ از بیضہ نمی آید پدید
یعنی ارے معاند جانور بیضہ کے کب مشابہ ہوتا ہے اگرچہ بیضہ ہی سے نکلتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب طرح مرغ اور بیضہ میں کوئی تاثر اور تشابہ نہیں ہوتا لیکن مرغ نکلتا اسی بیضہ ہی سے ہے تو اسی طرح دولت پیدا تو اس تاقی ہی سے ہوتی ہے اگرچہ لظاہر کوئی ان میں جوڑ نہ ہو۔

باش تا اعضائے تو چون بیضہا مرغماز اسند اندر انتہا
یعنی ہر تا کہ تیرے اعضاء بیضوں کی طرح آخر میں بہت سے مرغ جنیں مطلب یہ کہ جلدی بہت کم ذرا ٹھہرا رہے تیرے یہی اعضاء آخر میں دولت و اقبال کو جمع کر لینے جیسے کہ آخر میں انڈوں میں سے جاتور نکلتا ہے اب یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ بہت سے نوگ اطمینان سے

کام کرتے ہیں لیکن انکو اقبال و سرور حاصل نہیں ہوتا۔ تو اس کا جواب دیجئے ہیں کہ۔

بیضہ مارا رچہ ماند در شبہ بیضہ گنجشک را دورست رہ

یعنی سانپ کا انڈا اگرچہ صورت میں چڑیا کے انڈے کے مشابہ ہے (مگر) راہ بہت دور ہے

دانی لے عاقل ماند سیشین درنوشتن لیک در نقطہ بہ بین

یعنی لے عاقل تو جانتا ہے کہ سین بخین کہنے میں مشابہ ہوتے ہیں لیکن نقطہ میں دیکھ۔

دانہ آبی بدنام سب نیز گرچہ ماند قصبہ دان او غریزہ

یعنی ہی کا دانہ بھی سب کے دانہ کے اگرچہ مشابہ ہو (لیکن) لے غریزہ فرق جانتا۔

برگہا ہر نگ باشد در نظر میوہا ہر یک بود فروع دیگر

یعنی پتے دیکھنے میں ہر نگ ہوتے ہیں (لیکن) میوے ہر ایک کے دوسری قسم کے ہوتے ہیں

برگہائے جسمہا مانند و اند لیک ہر جانے بریے زندہ اند

یعنی جنمو کے پتے (بھی) مشابہ ہیں لیکن ہر جان اپنی آمدنی سے زندہ ہے

خلق در بازار کیسان می روند آن یکے در ذوق و دیگر دمنند

یعنی مخلوق بازار میں کیسان چلتی ہیں وہ ایک تو مزہ میں اور دوسرے درد مند ہیں۔

سچنان در مرگ یکسان می یوم نیم در خسران و نیمے خسرویم

یعنی اس طرح موت میں ہم سب ایک طرح ملتے ہیں (لیکن) آدھے خسران میں ہیں اور آدھے

خوش ہیں۔ مطلب یہ کہ بات یہ ہے کہ تمام چیزوں میں ایسا تفاوت ہے کہ جسکی وجہ سے ہر

شخص کیلئے باوجود مشابہت کے اثرات مختلف پیدا ہوتے ہیں اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے سانپ

اور چڑیا کے انڈے تو مشابہ ہوتے ہیں لیکن بچے مختلف نکلتے ہیں۔ علیٰ ہذا ہی اوسیکے دانے

صورت میں مشابہ ہوتے ہیں لیکن ایک سے ہی پیدا ہوتی ہے اور دوسرے سے سب پیدا ہوتا ہے

غرض کہ ہر شخص کیلئے اثرات کیسان ظاہر و ناظر ہی نہیں ہے اس طرح اور سب مثالوں کو منطبق

کر لیا دے کہ دیکھو سارے آدمی ایک ہی طرح مرتے ہیں کہ روح کے نکلنے سے سب مر جاتے

ہیں لیکن کوئی وہاں جا کر خوش رہتا ہے اور کوئی غمناک رہتا ہے۔

این سخن پایاں ندارد بازگو از بلال و از بلال و کار او

یسی یہ بات تو انہما جن میں رہتی تو پھر بلال اور بلال اور اس کے کام سے بیان کرو مطلب یہ کہ اسلام مرکا
بیان کہ کون موت کے بعد خوش رہتا ہے اور کون خاموش رہتا ہے تو یہ بیان تو بہت طویل ہے
لہذا تم اس بیان کو چھوڑ کر حضرت بلالؓ کی وفات کا قصہ بیان کرو کہ جس سے اُن کا خوشی سے جان
دینا معلوم ہو۔ اب آگے قصہ سنو۔

شرح حبیبی

چون بلال از ضعف شد همچون بلال	رنگ مرگ افتاد بر روی بلال
جفت او بدیش بگفتا و احرب	پس بلال شگفت نے و اطرب
تا کنون اندر حرب بودم ز نیست	تو چه دانی مرگ چه عیش است چیست
این ہی گفت و خوش درین گفت	ز گس و گل برگ و لاله می شگفت
تاب رو و چشم پر الوار او	می گواہی داد بر گفتار او
ہر سیه دل خود سیم دیدے ورا	مردم دیدہ سیه آمد چہرا
مردم نادیدہ آمد رو سیاہ	مردم دیدہ بود و مرأت ماہ
خود کہ بیند مردم دیدہ ترا	در جہان جز مردم دیدہ فزا
چین بغیر مردم دیدہ اش ندید	پس بغیر او کہ در نگشاید
پس جز او جملہ مقتد آمدند	در صفات مردم دیدہ بلبند
گفت جفتش لفراق لے خود خصال	گفت نے الوصال ست این اتصال
گفت جفت امشب غریبی روی	از تبار و خویش غائب می شوی

گفت نه نه بلکه مشجان من
گفت ای جان و دلم و احسرتا
گفت رویت را کج بینیم ما
حلقه خاشن بتو پیوسته است
اندر ان حلقه زر العالمین
گفت ویران گشت اینخانه دروغ
کرد ویران تا کند معمور تر
من چو آدم بودم اول حبس کرب
من گدا بودم درین خانه چو چاه
قصر با خود مرشهان را مالست
انبیاء را تنگ آمد این جهان
مردگان را این جهان بتمو فر
گر نبود تنگ این افغان چیست
در زمان خواب چون آزاد شد
روح از ظلم طبیعت باز رست
این زمین و آسمان بس فراخ
چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ

می رسد خود از غریبی در وطن
گفت نه نه جان من وادولتا
گفت اندر حلقه خاص خدا
اگر نظر بالا کنی نه سوائی پست
انور می تا بد چو در حلقه نگیں
گفت اندر مه نگر منگر به میخ
قوم انبه بود خانه مختصر
بر شد کنون نسل جانم شرق و غرب
شاه کشتم قصر بایده پشاه
مرد را خانه و مکان گوری بسست
چون شهبان رفتند اندر البکان
ظاہرش ز رفت و بمعنی تنگ تر
چون دو تاشد هر که در روی پیش نیست
زان مکان بنگر که جان چون شد
مرد زندانی ز فکر حبس جست
سخت تنگ آمد بهنگام مناخ
خنده او گر به فخرش جلالتنگ

همچو گرما به که نفسیده بود
 گرچه گرما به عریض است و طویل
 تا برون نمانی نه بکشاید دلت
 یا که کفش تنگ پوشی و غوی
 آن فراخی بیابان تنگ گشت
 هر که دید او مر تر از دور گفت
 او نمیداند که تو چون ظالمان
 خواب تو آن کفش بیرون کردست
 اولیا خواب ملک است ای فلان
 خواب می بینند و آنجا خوابی
 خانه تنگ درون جان چنگلیک
 چنگلو کم چون جنین اندر جسم
 اگر نباشد در دوزخ بر ما درم
 مادر طبع ز در دمرگ خویش
 تا چو در آن بره در صحرای سبز
 و در دوزخ گریخت آستان بود
 حامله گریان ز زه کاین المناس

اندر آبی جانست نچسبیده بود
 زان پیش تنگ آیدت جان و طویل
 پس چه سود آمد فراخی منزلت
 در بیابان فراخی می روی
 بر تو زندان آمد آن صحر او دشت
 که در آن صحر احواله بر شگفت
 از برون در گلشن جان و دغان
 که زمانه جانست آزاد از قناعت
 همچو آن اصحاب کهف اندر زمان
 در عدم در می روند و باب نه
 کرد ویران تا کند قصه ملوک
 نه همیشه شد این نفلان هم
 من درین زندان میان آفرم
 میکنند ز تار هر بره ز میش
 بین رحم بکشا که گشت این بره گز
 بر جنین اشکستن زندان بود
 و آن جنین خندان که پیش آمد خلاص

ہر چیز پر چرخ ہستند اہمات	از جماد و از ہیم فہ نبات
ہر یکے از درد غیہ غافل اند	خبرک نے کہ نبیہ عاقل اند
انچہ کو سہ داند از خانہ کسان	بنمہ از خانہ خودش کے داند آن
انچہ بدل بداند حال تو	تو ز حال خود ندانے لے عمو
انچہ درد و جینت اہل دل	کے بہ بینی در خود می از خود مجمل

جبکہ بلال رضی اللہ عنہ ضعف سے مانند ہلال ہو گئے تو آپ کے چہرہ پر موت کی زردی چھا گئی اور آثار وفات نمایاں ہو گئے، انکی بیوی نے جب یہ حالت دیکھی تو کہا اے ہم تو ٹٹ گئے اس پر حضرت بلال نے فرمایا کہ میں نہیں یہ بڑی خوشی کا وقت ہے اب تک تو میں اس زندگی کے ہاتھ سے مصیبت میں تھا مگر اب عیش کا زمانہ آیا ہے تم اس کے گہرائی ہو۔ تمہیں کیا معلوم کہ موت میں کسی راحت اور موت کیا چیز ہے وہ یہ کہہ رہے تھے اور اس وقت ان کا چہرہ رنگس اور لالہ کی طرح شگفتہ ہو رہا تھا ان کے چہرہ اور پر نور آنکھوں کی رونق ان کے اس بیان کی شہادت دے رہے تھے اب مولانا فرماتے ہیں کہ نہ دلیل لوگ انکو زور یا درنگ بخشی دیکھتے تھے اسلئے انکو خاطر میں نہ لاتے تھے مگر ہم ان احقون سے پوچھتے ہیں کہ اگر سیاہ ہونا ہی دلیل حقارت ہے تو آنکھ کی پتلی سی شریف اور عزیز چیز کیوں سیاہ ہے پس معلوم ہوا کہ رنگ ظاہری کوئی چیز نہیں بلکہ مدار شرف و عزت کمال ہے پس بلال کو کیوں محقر سمجھا جاتا ہے جب معلوم ہوا کہ مدار تعظیم و تحقیر ذلت و عزت کمال پر ہے نہ کہ رنگ پر تو جو لوگ کور ہال ہیں وہ گو گورے رنگ کے ہوں مگر حقیقت میں سیاہ ہیں اور صاحب بصیرت گو سیاہ و رنگ ہوں مگر حقیقت میں وہی سببانہ کا آئینہ ہیں اب حضرت بلال کو خطاب فرما کر کہتے ہیں کہ اے صاحب بصیرت یا لے آنکھ کی پتلی بلال تمہیں بجز اہل کمال کے جو دوسروں کی بصیرت بڑا بنیادے یا خود کمال بصیرت رکھتے ہائے ہیں دوسرا کون دیکھ سکتا ہے اے اسکو آپ کی حقیقت کیا معلوم ہو سکتی ہے۔ اب خطاب بصیرت کی طرف التفات فرما کر کہتے ہیں کہ جب اُنکو بجز ارباب بصیرت کے کوئی نہیں دیکھ سکتا تو انکی رنگت کی تہ کو بھی دوسرا نہیں پھونچ سکتا۔ اور اُسکی قدر نہیں کر سکتا۔ دیکھنے والے تو

اور باب بصیرت ہی ہیں لیکن اگر اُن کے علاوہ کوئی اور کسی عالی نظر شخص کے صفات کا معترف اور اُس کے
 کمالات کا معتقد ہو تو مقدمہ ہو گا۔ نہ کہ محقق اس نظر ادنیٰ خیال کو ختم فرما کر بھر قصہ کی طرف عود فرمائی ہیں
 اور کہتے ہیں کہ اُنکی بیوی نے کہا کہ اب کوئی دم میں جلائی ہوئی ہوئی ہے انہوں نے جواب دیا کہ نہیں
 یہ اصلی جلائی نہیں بلکہ یہ جلائی حق سبحانہ کیساتھ وصال ہے اُنکی بیوی نے کہا کہ آج کی رات آپ گھر
 بے گھر ہو گئے اور اپنے کنبہ اور اپنے عزیزوں سے غائب ہو گئے انہوں نے جواب دیا کہ نہیں نہیں بلکہ آج کی
 رات تک میری روح گھر سے بے گھر تھی اب وہ اپنے اصلی وطن میں پھونکی اُنکی بیوی نے کہا کہ لے میری
 پیارے سخت افسوس ہے کہ آپ انتقال فرمائے تو میں انہوں نے جواب دیا کہ نہیں نہیں افسوس
 کی کوئی بات نہیں یہ تو بڑی دولت ہے اُنکی بیوی نے کہا کہ ہم اب آپ کا چہرہ کہاں دیکھیں گے انہوں نے
 فرمایا کہ خدا کے حلقہ خاص اور اُسکی آغوش رحمت میں اگر تم سیکھو کہ وہاں تک ہماری رسائی کیونکر ہو سکتی ہو
 تو یاد رکھو کہ اگر تم علی نظری اختیار کرو اور اس پر بہت نہ ہو دنیا پر لات مارو تو وہ حلقہ سے بہت ہی قریب ہے
 اور تم بہت جلد وہاں تک پہنچ سکتے ہو اُس حلقہ رحمت میں حق سبحانہ کا نور یوں چمکتا ہے جیسے انگوٹھی کے
 حلقہ میں اُس کا نگینہ پس وہ نور میرے دیکھنے کا ذریعہ بن جائیگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ حلقہ خاص خدا سرمد
 اگر وہ اہل اللہ ہو اس وقت کہ وہ اہل اللہ میں حضرت بلال کو دیکھنے کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ تمام اہل اللہ
 چونکہ صفات میں متشابہ ہوتے ہیں اسلئے انکا دیکھنا گویا کہ حضرت بلال ہی کا دیکھنا ہے اور یہ توجیہ بھی ہو سکتی
 ہے کہ اس حلقہ میں کلمہ قوت کشفیہ حاصل ہوگی اور تم اس کے مجھے دیکھ سکتے ہو اُنکی بیوی نے کہا کہ
 ہائے ہمارا گھر اُڑ گیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ چاند کو دیکھو اور کوئی کہو جو جسم کی حالت دیکھنے کے
 قابل نہیں ہے بلکہ روح کی حالت قابلِ لحاظ ہے یاد رکھو کہ بیوی کے سوال میں ایک لفظ میں ادا معنی ہوتے
 ہیں اور حضرت بلال کے جواب میں اُسکے دوسرے معنی یا بیوی کے گفتگو کا نشا اور ہوتا ہے اور حضرت
 بلال کے جواب کا مینی دوسرا۔ اور یہ اتمس ل سے ہے جیسے دی علو ناع عن الالهة قل هو اقدس
 للناس والجم۔ یا مثل سوال کا محمدك علی الادھر وجواب مثل الامیر محیل علی الادھر
 الاشعب اور اول سے یہی روشنی جلی تری ہے چنانچہ یہاں بیوی نے گھر سے مکان متعارف کر لیا
 اور حضرت بلال نے اُسکو خانہ تن پھول کیے جواب دیا تھنبلہ) حق سبحانہ نے میرے خانہ تن کی
 اسلئے دریاں کیا ہے کہ اُسکو دوبارہ آباد کرے کیونکہ آدمی (اور اوت) زیادہ بد گئے تھے اور گھر

چھوٹا تھا۔ سنیں انکی گنجائش تھی پہلے تو میں حضرت آدم علیہ السلام کی طرح تنہائی کی تکلیف میں مقید تھا جبکہ حق سبحانہ نے میری نسل بربائی اور میری روح سے علوم و معارف کے چشتے اُبلے تو انکی کثرت کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ مشرق و مغرب اُن سے پُر ہو گئی پس یہ جہان مجبور تنگ ہو گیا اور نقل مکان کی ضرورت ہوئی۔ نیز پہلے تو میں مفلس تھا اور اس کنوین کی طرح تنگ مکان دنیا میں رہتا تھا اب میں بادشاہ ہو گیا ہوں۔ لہذا میں اس تنگ مکان میں نہیں رہ سکتا میرے لئے قصہ شہابی سے وسیع مکان کی ضرورت ہے بادشاہوں کا جی تو محلات ہی میں لگتا ہے رہے مردے اُنکے رہنے کیلئے گور کافی ہے پس اس عالم میں اہل دنیا ہی رہ سکتے ہیں میں نہیں رہ سکتا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام اور وہ انبیاء پر یہ مکان دنیا تنگ ہوا اسلئے اُنہوں نے جیتے جی ہی اس عالم کو چھوڑ دیا اور بادشاہوں کی طرح تھرا مکان میں رہنے لگے۔ رہے مردے اہل دنیا سو انکو یہی جہان باشوکت و شان نظر آیا جو لظاہر نہایت عالیشان ہے اور حقیقت میں نہایت تنگ اسلئے اُنہوں نے میں رہنا پسند کیا۔ ہمیں اس جہان کو حقیقت میں تنگ اسلئے کہا کہ اگر یہ فی الواقع تنگ ہو تا تو یہ پریشانی۔ شور و شبیہ و نالہ و فغان و جرات دہن ہم اس مکان کے رہنے والوں میں دیکھتے ہیں کیوں ہو تا اور یہ کیوں ہو تا کہ جتنا زیادہ کوئی اس مکان میں رہتا ہے اُس قدر اُسکی کڑھکتی جاتی ہے کیونکہ فراخی تو مستلزم راحت و مسرت ہے نہ کہ موجب آلام و ہجوم۔ پس معلوم ہوا کہ یہ جہان واقع میں تنگ ہے اور اسکی تائید اس سے ہو سکتی ہے کہ جب آدمی سوتا ہے اور اس عالم سے چھوٹ کر اُسکو عالم غیب سے تعلق ہو تلے تو اُسکی ساری کدورتیں مٹ جاتی ہیں اور وہ تروتازہ اور خوش و خرم ہو جاتا ہے نہ اسے کوئی رنج ہوتا ہے نہ تکلیف۔ اور روح طبیعت و نفس کے ظلم سے چھوٹ جاتی ہے اور قیدی جیلخانہ کی کڑ سے رہائی پاتا ہے اور یہی حالت اور نکی ہوتی ہے پس ثابت ہوا کہ زمانہ اقامت دنیا میں یہ لظاہر نہایت کشادہ آسمان و زمین فی الحقیقت نہایت تنگ ہیں اور نکی ظاہری فراخی اور واقعی تنگی ایک نظر بند ہی ہے اور اُس کا روح حقیقت میں ہنسی ہے اور اسکا فقر حقیقت میں تنگ۔ اب بھی اگر سمجھ میں نہ آیا ہو تو اسی مضمون کو ہم اور مثالوں سے سمجھاتے ہیں۔ سنو یہ عالم ایسا ہے جیسا حمام کہ نہایت فراخ اور عالی شان ہوتا ہے اور گرم بھی ہوتا ہے جیسے تم داخل ہوتے ہو تو تمہاری جان اُکڑ جاتی ہے۔ جیسے گرم ہو کر پوستانیں اُکڑ جاتا ہے۔ دیکھو باوجودیکہ وہ حمام خوب لمبا چوڑا ہے لیکن اُسکی

گرمی سے تمہاری جان تنگ اور رنج ہوتی ہے اور حالت یہ ہوتی ہے کہ جب تک تم وہاں سے نکلتے نہیں
 تمہا باجمی خوش نہیں ہوتا اور تمہاری طبیعت نہیں کھلتی پس جب یہ حالت ہے تو وہ ظاہری فراخی کس
 کام کی پس نذوہ کا عدم ہے اور تنگی اسکی قابل اعتبار و لحاظ ہے لہذا اگر اسکو یوں کہا جاوے کہ عام
 فراخ نہیں بلکہ تنگ ہے تو اس اعتبار سے صحیح ہے یا یوں کہو کہ تم تنگ جو تا پہنکر ایک وسیع میدان میں
 چل رہے ہو پس وہ بیابان کی فراخی تمہارے لئے تنگی ہو جاتی ہے اور وہ حق و درق و محنت تمہارے
 لئے جیلانی ہو جاتا ہے مگر جو شخص نیکو دہ سے دیکھتا ہے وہ اپنے دل میں کہتا ہے کہ یہ تو لالہ کی طرح شگفتہ
 اور نہایت راحت میں ہے لیکن اسے یہ معلوم نہیں کہ تم ظالموں کی طرح (ظاہر تو خوش و خرم ہو مگر تمہاری
 روح مصیبت میں گرفتار ہے پس جبکہ تم جگتے ہو تے ہو اسوقت تمہاری حالت ویسی ہی ہوتی ہے
 جیسے کہ وہ شخص جو میدان میں تنگ جو تا پہنکر چلتا ہے اور جب تم سو جاتے ہو تو ایسی حالت ہوتی ہے
 جیسا کہ وہ جو نا نکال دیا گیا کیونکہ اسوقت تمہاری جان آلام و ہوم دنیاوی سے نجات پاتی ہے اب سمجھو جو
 حالت تمہاری خواب میں ہوتی ہے وہی اہل اللہ کی اس عالم میں ہوتی ہے لہذا یہ دنیا ہی اُن کے لئے
 خواب ہے۔ اُنکی حالت ایسی ہے جیسے کہ صحاب کھف کہ وہ دنیا میں بہن مگر سوتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ وہ
 حقیقہ سوتے ہیں اور حقیقہ نہیں سوتے بلکہ سیر اللہ کی میں عالم غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بدن و دوا
 موت و خواب کا عالم میں بھونچ جاتے ہیں جبکہ یہ استطرادی مضمون معلوم ہو چکا تو پھر حضرت بلال رضی
 اللہ عنہ کی گفتگو سننا انہوں نے فرمایا کہ یہ مکان تنگ ہے اور میری جان اس میں ایٹمن ہو رہی ہے اسنے
 حق سبحانہ نے اسے دیران کیا تاکہ میرے لئے ہشتادویں تیار کرے میں اس مکان میں یوں ایٹمن
 ہو رہا ہوں جیسے کہ رحم میں چھاب چونکہ میں نوہینہ کے پھر کی طرح اس مکان کو چھوڑنے کے قبل
 ہو گیا ہوں اسلئے نقل مکانی میرے لئے ضروری ہوئی اگر میری ماں کو دروزہ ہو تو میں لامحالہ اسیں خانہ
 میں بیکار ہو نہ گا پس ضرور ہوا کہ میری ماں یعنی طبیعت کو دروزہ کی تکلیف ہو لہذا وہ اپنی موت کی تکلیف
 سے گو کہ دروزہ میں مبتلا ہے تاکہ میری روح اس سے جدا ہو۔ اور تاکہ وہ اس سے جدا ہو کہ عالم غیب کے
 فیوض سے متغذی ہو پس اسکو حکم ہوا کہ اپنے رحم کا منہ کھول کہ پھر بڑا ہو گیا ہے اسکو ضرورت ہے کہ میری
 جدا ہو تاکہ میری طبیعت کو نزع کی تکلیف ہے لیکن میری روح کا فائدہ ہے جس طرح کہ عالم کو دروزہ
 کی تکلیف ہوتی ہے اور پھر کہنے وہ جیسا خانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے عالم کو دروزہ کی تکلیف میں مبتلا ہو کر روتی

اور ہائے اللہ میں کیا کروں ہائے اللہ میں کہاں جاؤں کہتی ہے اور بچہ ملا خوش ہوتا ہے کہ اُسکو قید خانہ سے رہائی ہوتی ہے اس پر رے مضمون سے تین باتیں مستفاد ہوئیں اول یہ کہ اہل عالم تنگی میں ہیں اور اہل اللہ اپنی تکلیف کو محسوس کرتے ہیں۔ مگر اہل دنیا انکی تکلیف کا احساس نہیں کرتے دوم یہ کہ اہل اللہ اہل دنیا کی تکلیف کا احساس کرتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ اہل دنیا اپنی تکلیف کا احساس نہیں کرتے چونکہ یہ تینوں امر مستعد ہیں اسلئے مولانا کلام آمینہ سے اسکی تبعاد کو دور فرماتے ہیں کہ بقدر مائیں کیا جمادات کیا حیوانات کیا نباتات آسمان کے نیچے ہیں علی العموم دوسرے کی تکلیف کا احساس نہیں رکھتیں بجز انکے جو عاقل اور بیدار مغز ہیں اور بے ریش لا کا بقدر دوسرے لوگوں کے گمروں کی اندرونی حالت سے واقف ہوتا ہے کیونکہ اُس سے نہ شرم ہوتی ہے نہ پردہ۔ اتنا لمبی ڈاڑھی والا احمق خود اپنے گہر کی حالت نہیں جانتا۔ اس سے مینوں کا استبعاد دفع ہو گئے اُسکے بعد ایک ضروری امر کو تفریع کے طور پر تصریحاً بیان کیا جاتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس سے تم سمجھو کہ اہل اللہ بقدر تمہاری حالت سے واقف ہو سکتے ہیں اسقدر تم خود اپنی حالت نہیں جان سکتے اور تمہارے بشرہ وغیرہ جو حالت وہ جان سکتے ہیں تم اُسکو اپنے اندر نہیں دیکھ سکتے پس تم کو اُن کی تکلیف دہی چاہئے اور اُن کی ہدایات پر کاربند ہونا چاہئے۔ اپنی رائے کو دخل نہ دینا چاہئے۔

شرح شبیری

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خوشی کیساتھ وفات پانا

چون بلال رضی اللہ عنہ شہید ہوا بلال رنگ مرگ افتاد بر روی بلال

یعنی بلال جب ضعف کی وجہ سے بلال کی طرح ہو گئے اور بلال کے جہر پر موت کا رنگ پڑا۔

جفت او دیدش بگفتا و احرب پس بلائش گفت نے و اطرب

یعنی انکی بیوی نے دیکھا تو بولیں کہ افسوس ہے تو بلال نے اُن سے کہا کہ نہیں نہیں خوشی ہے۔

تاکنون اندر حرب بوم ز زلیست تو چه دانی مرگ چه عیش است چیست

یعنی تا وقتیکہ میں زندگی کی وجہ سے افسوس میں تھا اور تو کیا جانے کہ موت کیسی عیش ہے اور کیا ہے۔

ابن ہی گفت و رخس عین گفت زگر و گل و لاله می شکفت

یعنی یہ فرماتے تھے اور ان کا چہرہ مبارک عین گفتگو کی وقت نہ کس اور گل برگ اہل اللہ کو کھلاد رہا تھا۔

تابِ رود چشم پر انوار او می گواہی داد بر گفتار او
یعنی انکی چہرہ پر نور کی اور آنکھوں کی رونق ان کی باتوں پر گواہی دے رہی تھی مطلب یہ کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر آنارومت ظاہر ہوئے تو ان کی بیوی صاحبہ افسوس کرنے لگیں کہ اب یہ انتقال فرما جاوینگے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے لگے کہ نہیں نہیں خوشی کا مقام ہے اور رحمت کا وقت ہے کیونکہ میں تو اس زندگی کی وجہ سے مصیبت میں تھا کہ یہ جب ناسوتی مجھے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے اب میں مدوح ہو کر اور اس جسم ناسوتی کو ترک کر کے قرب حق میں زیادہ ہو جاؤں گا۔ اور فرمانے لگے کہ تمہیں کیا خبر ہے کہ موت میں کیسی شس ہے اور کیسے مزے ہیں وہ تو ایک بہت ہی عفو شے ہے جو کہ محبوب و محب میں از دیاد قرب کا باعث ہوتی ہے مولانا فرماتے ہیں کہ یہ ان کا بہت نصرت زبان ہی نہ تھا بلکہ وہ ان باتوں کو دل سے کہہ رہے تھے اور اس گفتگو کی وقت ان کے چہرہ پر جو ایک رونق تھی وہ اس امر کو بتا رہی تھی کہ یہ ساری باتیں سچی ہیں اور یہ دل سے کہہ رہے ہیں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر سیہ دل خود سیہ بیند ورا مردم دیدہ سیہ آمد چرا
یعنی ہر سیہ دل انکو (مروت) سیاہ ہی دیکھتا ہے تو (بھلا) آنکھ کی پتلی کیون سیاہ ہے مطلب یہ کہ جو ایک سیاہ دل ہیں انکو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اندر کا نور نظر نہیں آتا تھا وہ صرف یہ دیکھتے تھے کہ وہ ایک شے ہیں اور ان کے اندر جبکہ وہ سیاہ ہیں تو کہاں سے آیا تو بھلا ہم یہ پوچھتے ہیں کہ آنکھ کی پتلی میں باوجود اس کے سیاہ ہونیکے نور کیون ہے معلوم ہوا کہ سیاہ ہونا نور ہونیکے منافی نہیں ہے بلکہ

مردم نادیدہ آمد و سیاہ مردم دیدہ بود مرآت ماہ
یعنی بے پتلی کے آدمی رو سیاہ ہے اور پتلی والا آدمی چاند کا آئینہ ہے مطلب یہ کہ دیکھو جس شخص میں وہ سیاہ پتلی نہیں ہوتی وہ رو سیاہ اور اندھا کہلاتا ہے اور جس میں وہ ہوتی ہے اسکو بینا اور روشن چشم کہتے ہیں غرض کہ سیاہ منافی نورانی ہونیکے نہیں ہے۔ آگے مولانا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہیں کہ۔

خود کہ بیند مردم دیدہ ترا در جهان جز مردم دیدہ ترا

یعنی اے آنکھ کی پتلی تلو خود جہان میں کون دیکھ سکتا ہے سوائے نگاہ کے بڑھائیو اے آدمی کے۔
مطلب یہ کہ اے بلال تمہاری اصلی حالت کو سوائے اُن ششخص کے جو کہ مبصر ہوا اور اُنکھ والا ہو
اور نورانی ہو وہی معلوم کر سکتا ہے ورنہ دو کے کسی شخص کو تو خبر ہی نہیں ہو سکتی۔ اور وہ نگاہ صرف ایک
حبشی غلام ہی خیال کرے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

چون بغیر دم دیدہ اش ندرید پس بغیر او کہ درنگش رسید
یعنی جب سوائے اُنکھ کی پتلی کے اُسکو کسی نے نہیں دیکھا تو پھر اُسکے سوا اور کون ہو گا جو اُسکے
رنگ میں بھونچا۔

پس جزا و جملہ مقلد آمدند در صفات مردم دیدہ بلند
یعنی سوائے سب مقلدین صفات میں مردم دیدہ کے بلند مطلب یہ کہ جب حضرت بلال رضی کی
حقیقت کو خبر اُس بصیرت والیکے اور کوئی پہچان ہی نہیں سکتا تو پھر اُس بصیرت والیکے سوا جسے بھی اُسکو دیکھنا ہے
صرف رنگ ہی رنگ دیکھ اور اُسکو کچھ بھی نظر نہ آیا آگے پھر حضرت بلال رضی کی بیوی کا متولہ ہے۔
گفت جفتش الفراق از خوش فصال گفت نے نے الوصال میں فصال
یعنی اُن کی بیوی نے کہا کہ اے خوش فصال فراق ہے تو اپنے فرمایا کہ نہیں نہیں یہ جدائی تو عین وصل ہے (کیونکہ
یہاں نے جدا ہو کر قرب حق اور وصل نصیب ہو گا جو کہ عین مقصود اور وصل حقیقی ہے)۔

گفت جفت امشب غریب میردی از تبار و خویش غائب می شوی
یعنی بیوی صاحبہ نے کہا کہ آج کی رات تم سفر میں جا رہے ہو اور عزیز و اقارب سے غائب ہو رہے ہو۔

گفت نے نے بلکہ امشب جان من می رسد خود از غریبی در وطن
یعنی حضرت بلال رضی نے فرمایا کہ نہیں بلکہ آج کی رات تو میری جان سفر سے وطن میں پھونچ ہی ہو
مطلب یہ کہ آج تو اُسکو دار فانی سے علیحدگی کے بعد وطن اصلی میں جگہ ملیگی اور یہ وہاں جادے کی پھر
سفر میں جانا کہاں ہوا بلکہ میں تو وطن اصلی میں جا رہا ہوں پھر کیا غم ہے اور اُس کا وطن اصلی ہونا ظاہر ہے
گفت اسی جان و دلم و احسرتاہ گفت نے نے جان من داد و تہا

یعنی بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ اے میری جان دل افسوس ہے تو حضرت بلال رضی نے فرمایا کہ نہیں نہیں
میری جان خوب دولت ہے۔ مطلب یہ کہ جب اُن کی بیوی صاحبہ اُنکے انتقال پر افسوس کرنے لگیں

تو حضرت بلال رضی نے فرمایا کہ افسوس مت کرو۔ کیونکہ مجھے تو ایک دولت مل رہی ہے اور وہ قرب و مل حق تھا۔

گفت رویت را کجا می بینم ما گفت اندر حلقہ خاص خدا
یعنی بیوی صاحب نے فرمایا کہ آپ کے چہرہ مبارک کو کہاں دیکھیں گے تو حضرت بلال رضی نے فرمایا کہ خدا
تعالیٰ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے حلقہ خاص میں۔ مطلب یہ کہ جب بیوی صاحبہ افسوس کرنے لگیں کہ اب یہ
چہرہ کہاں نظر آوے گا اور کس طرح اسکو دیکھ سکیں گے تو آپ نے فرمایا کہ جب متوجہ بنتی ہوگی اُسی وقت تمکو
میرا چہرہ نظر آجائے گا چہرہ نظر آنے سے مراد قرب ہے مقصود یہ ہوا کہ چونکہ میں اب خدا تعالیٰ کے پاس
جار ہا ہوں لہذا تم جب متوجہ بنتی ہوگی تو تمکو میرا قرب حاصل ہو جائے گا۔ اور تمکو تسلی ہو جائے گی۔ آگے
فرماتے ہیں کہ

حلقہ خاص تجو پیوستہ است گر نظر بالا کنی نے سونے پست
یعنی حق تعالیٰ کا حلقہ خاص تم سے ملا ہوا ہے اگر تم بظہری کرو نہ کہ پستی کی طرف۔ مطلب یہ کہ اگر تم
متوجہ بنتی ہو اور اُس طرف اپنی توجہ کر دوگی اور اس دنیا سے دنیا کے پر لات مار دوگی تو انشاء اللہ تمکو میرا
قرب اور تسلی ہو کہ مقصود قرب ہے حاصل ہو جائے گی کیونکہ

اندر ان حلقہ زرب العالمین نور می تابد چہ در حلقہ نگین
یعنی اُس حلقہ میں رب العالمین کا نور چمکتا ہے جیسے کہ انگوٹھی میں نگینہ مطلب یہ کہ حضرت بلال رضی
نے فرمایا کہ تم جب متوجہ بنتی ہوگی تو ہمارے قلب میں نورانیت پیدا ہوگی اور اُس نورانیت سے
تمکو تسلی حاصل ہوگی یا یہ کہا جاوے کہ اُس نور سے تمہارے قلب میں صفائی پیدا ہوگی اور اس
صفائی سے تمکو کشف ہونے لگے گا اور تم مجھے دیکھ لیا کرو گے بغرض کہ حاصل یہ کہ توجہ بنتی کرنے سے
تمکو قرب یا قرب جو مقصود ہے یعنی تسلی حاصل ہو جائے گی۔ آگے بیوی صاحبہ کا مقلوبہ ہے۔

گفت ویران گشت این خانہ دین گفت اندر مہ نگر منگر بہ منیع
یعنی بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ افسوس یہ گہرا جڑ گیا تو حضرت بلال رضی نے فرمایا کہ چاند کو دیکھو اور
کومت دیکھو۔ مطلب یہ کہ جب بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ افسوس یہ گہرا جڑ گیا ویران ہو گیا تو
انہوں نے تو ظاہری گہرا کو مراد لیا تھا جیسا کہ مراد ہے اور جیسا کہ اوپر سے اُنکے کلام سے تمام

ظاہری آشیا و مراد ہیں لیکن اوپر سے بھی ادھیال بھی حضرت بلالؓ اُنکے الفاظ کو دوسرا
معنی کی طرف لیکئے یعنی انہوں نے مکان سے مراد تن لیا تو اُنکے جواب میں فرمایا کہ تم چاند کو دیکھو
اب کیمت دیکھو مطلب یہ کہ روح کو دیکھو اور اس تن ظاہری کو ممت دیکھو کہ یہ خراب ہو رہا ہے
یادیران ہو رہا ہے بلکہ اسپر نظر کرو کہ میری روح کو اس سے کیا کچھ اہام اور راحت اور
چین نصیب ہو رہا ہے لہذا اب افسوس کرنا فضول ہے اب آگے مولانا اس تن ظاہری
کے موت سے دیران کر دینے کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ موت کے ذریعے اس تن
ظاہر کو کون ویران کر دیا جاتا ہے۔ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ چونکہ روح کے کیفیات و حالات زیادہ
تھے جو اس تن ظاہر کے اندر نہ سما سکتے تھے اسلئے روح کو اس تن سے جو کہ اُسکے بجائے گہر کے
تھا الگ کر دیا گیا تاکہ وہ اپنے تمام اسباب یعنی علوم و معارف کو بڑھا سکے اور اُن کو ترقی دے سکے
اور اس تن کی کوٹھری میں مقید نہ رہنا پڑے یہ تو خلاصہ تھا اب اصل کو سنئے

بدن کے موت سے دیران ہو جانے کی حکمت

کردیران تاکند معمور تر قوم انبہ بود و خانہ مختصر
یعنی دیران کر دیا تاکہ غوب عمدہ کر دین کیونکہ قوم زیادہ تھی اور گھر چھوٹا تھا (قوم سے مراد علوم
و معارف ہیں) مطلب یہ کہ قاعدہ ہے کہ جب گھر چھوٹا ہو اور آدمی زیادہ ہوں تو اُس مکان کو توڑ کر
دوسرا مکان اُس سے بڑا بنایا کرتے ہیں تاکہ سارے آدمی اُس میں سما سکیں۔ البس سیرج
چونکہ علوم و معارف زیادہ تھے اور یہ بدن اُنکے لئے مکان تنگ تھا تو اس مکان تن کو دیران کر کے
دوسرا مکان بنایا گیا تاکہ وہ سب علوم اُس میں رہ سکیں۔ اور روح اُن میں اور ترقی کر سکے تو
اس بدن کے دیران کرنے میں یہ حکمت ہوئی کہ روح کیلئے دوسرا مکان اس سے زیادہ وسیع اور
خوب صورت اور عمدہ بنایا جاوے گا اُنکے پھر مقولہ حضرت بلالؓ کا ہے فرماتے ہیں کہ۔

من چو آدم بودم اول حبس کرب پُر شد انکون نسل چاہم شرق و غرب
یعنی میں آدم کی طرح اول مجبوس کرب تھا اور اب میری جان کی نسل شرعاً غائب ہو گئی۔ مطلب
یہ ہے کہ جس طرح کہ حضرت آدمؑ اول تو آب و گل میں مجبوس رہے اور انکو جسم عظام نہ ہوا تو وہ

اُس حالت میں تنگ ہو رہے تھے اس طرح میں بھی اس دنیا میں رہ کر تکلیف میں تھا اور تنگ ہو رہا تھا پھر بعد میں جس طرح کہ آدم علیہ السلام کو جسم غصری عطا ہوا اور اُس کے ذریعہ سے اُنکی اولاد شجرہ قاعہ پائیل گئی ایسی طرح اب میں اس دنیا سے نکل کر جو روح ہو گیا ہوں تو میرے علوم و معارف پر ہی بہت زیادہ ہو گئے ہیں اور تمام میں پھیل گئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

من کرد بودم درین خانہ چو چاہ شاہ گشتم قصر باید پیشہ

یعنی کہ میں اس کنوین جیسے گھر میں فقیر تھا اور اب میں بادشاہ ہو گیا ہوں تو بادشاہ کیلئے تو محل کی ضرورت ہے مطلب یہ کہ چونکہ میں اس دنیا میں تو علوم و معارف خالی اور ان کا محتاج تھا تو میرا دل اس دیرانہ میں اور تنگ چھوڑی میں یعنی دنیا میں لگتا تھا لیکن اب جو میں بادشاہ ہو گیا ہوں اور مجھے علم و معارف کا مال و دولت مل گیا ہے تو اب مجھ کو ضرورت ہے کہ میں محل میں رہوں اور میرا دل محل پر رہے نہ میں اب ضروری ہوں کہ میں کسی ایسے مقام پر جاؤں جہاں وہ محل مجھے ملے اور وہ تمام علم ہے۔ لہذا اب دین جاننا ضروری ہوا۔

قصر با خود مر شہان را مانس است مردہ را خانہ و مکان گور و قبر است

یعنی محلات خود بادشاہوں کے اُنس کی جگہ ہے اور مردہ کیلئے گہرا مکان ایک گور کا فی ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو بادشاہوں کا دل تو محلات ہی میں لگتا ہے اور مردوں کیلئے ایک گور کا فی ہے وہی اُن کا مکان اور وہی اُن کے لئے محل ہے تو چونکہ اہل دنیا بالکل مردوں کی مثل ہیں لہذا انکو یہ دنیا ہی کو مکان اچھے معلوم ہوتے ہیں۔

انبیاء را تنگ آمد این جہان چون شہان گشتند اندر الامکان

یعنی یہ جہان انبیاء علیہم السلام کیلئے تنگ معلوم ہوا تو وہ بادشاہوں کی طرح الامکان میں چلے گئے مردگانہ انجمن ان بنمود فر ظاہر شرف و زفتا و بہ معنی تنگ تر یعنی مردوں کیلئے اس جہان نے شوکت و کمالات تو اُس کا ظاہر تو بڑا ہے اور اندر سے بالکل تنگ جو مطلب یہ کہ دیکھو انبیاء علیہم السلام چونکہ بادشاہ تھے اُن کا دل اس دنیا کے تنگ چھوڑے میں نہ لگا اور وہ یہاں جب تک رہے پریشان ہی رہے لہذا وہ یہاں سے نکل کر عدم میں چلے گئے اور وہاں اپنے محلات میں رہے اور چونکہ اہل دنیا مرہ ہیں لہذا انکو اسی میں راحت و آرام ہے اور یہ

اسی کو وسیع و فراخ خیال کرتے ہیں حالانکہ اسکی حالت یہ ہے کہ ظاہر میں تو غروب ہوا ہے اور اصل میں بالکل تنگ ہے۔ اسی آگے آگے تنگ ہو نیکو ایک دلیل سے بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر نہ ہو دے تنگ این افغان ز حیست چون دو تاشد سر کہ روزی بیش نیست
یعنی اگر یہ تنگ نہ ہوتا تو یہ شور و غل کسے ہے اور جو شخص کہ کچھ روز زیادہ زندہ رہا وہ دوبرائیوں ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو اگر یہ دنیا مکان تنگ نہ ہوتی تو اسے رہنے والے گمراہ یا کیوں کرتے کہ جسے دیکھو پریشان ہے جسے دیکھو تھکرات میں غلطان و بیجان ہے اور پھر یہ کہ جہاں کسی کو ذرا زیادہ دن زندہ رہنا پڑا اور وہ بچا رہا وہ برا ہو اگرچہ کئی تو آخر یہ کم کون چمک جاتی ہے۔ یہ صاف اس امر کی دلیل ہے کہ یہ مکان بہت ہی تنگ ہے کہ جسکی تنگی کی وجہ سے انسان زیادہ رو تک اس میں سیدھا کھڑا بھی نہیں ہو سکتا بلکہ تھوڑے دنوں میں اس کے حالات سے تنگ آکر اور تھک کر چمک جاتا ہے جس سے اسکی تنگی صاف طور پر واضح ہوتی ہے۔

در زمان خواب چون آزاد شد زان مکان بنگر کہ جان چون شاد شد
یعنی خواب کے وقت میں کیسا آزاد ہو گیا اور اس مکان سے دیکھو کہ جان کس طرح خوش ہوئی مطلب یہ کہ دیکھو خواب کہ ایک نمونہ ہے عدم کا اور اس دنیا سے تھوڑا سا غافل ہے لیکن اس میں ہوا کہ انسان کیا کچھ خوش ہوتا ہے اور کیسا آزاد ہو جاتا ہے کیونکہ اس دنیا سے تو غفلت ہوتی ہے تو اسکو بالکل راحت و آرام ہی ہوتا ہے تو جب بالکل اس دنیا سے علیحدگی ہو جاوے تو پھر ظاہر ہے کہ کیسا کچھ عیش حاصل ہوگا آگے بھی اسی راحت و آرام کی شرح فرماتے ہیں کہ دیکھو خواب میں یہ نعمت ہو کہ ظالم از ظلم طبیعت باز رست مرد زندانے ز فکر جس حبست
یعنی ظالم تو ظلم سے چھوٹ گیا اور قیدی آدمی قید کی فکر سے نکل گیا۔ یعنی خواب میں جا کر ظالم تو اپنے اس ظلم طبعی سے چھوٹ گیا اور اتنی مدت کیلئے وہ ظلم سے باز آگیا اور جو قیدی ہے اسکو اپنی قید کی فکر نہ رہی بلکہ وہ خواب میں جاتے ہی ایسا ہو گیا گو یا کہ بالکل ہی آزاد تھا۔

این زمین و آسمان بس سرائح سخت تنگ آمدیہ ہنگام منارح
یعنی یہ زمین و آسمان بہت فراخ سوچیکے وقت ہمیں تنگ معلوم ہوتا ہے مطلب یہ کہ انسان جب سو جاتا ہے تو اسکو زمین و آسمان جو کہ ایسے فراخ اور وسیع ہیں بالکل تنگ معلوم ہوتے ہیں

جیسا کہ اکثر خواب میں ہوتا ہے تو جب نمونہ عدم میں جا کر یہ آسمان و زمین تنگ معلوم ہوتے ہیں تو اصل علم کے مقابلہ میں تو کیوں تنگ نہ ہونگے۔ ظاہر ہے کہ اس کے سامنے یہ سب بالکل تنگ و تاریک جیوٹا معلوم ہوگا۔ چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ خندہ اوگر یہ فخرش جملہ تنگ یعنی یہ ایک نظر بند ہی ہے کہ وسیع ہے اور بعد تنگ ہے اس کی ہنسی رونما ہے اور اس کا فخر بالکل تنگ ہے مطلب یہ کہ اس جہان میں عجب ایک نظر بندی ہے کہ ظاہر میں وسیع معلوم ہوتا ہے اور اصل میں جو تنگ ہے اور اس کی ہنسی انجام کے اعتبار سے بالکل رونمائی رونما ہے اور اس میں جو چیزیں کہ مایہ فخر ہیں وہ اصل میں بالکل شرم اور تنگ کی باتیں ہیں۔ آگے دنیا کے ظاہر میں وسیع اور باطن میں تنگ ہو کر مثالوں سے واضح فرماتے ہیں

دنیا کی مثال جو کہ ظاہر میں وسیع ہو اور باطن میں تنگ ہو اور

خواب کی شبیہ موت جو کہ اس تنگی سے چھوٹنا ہے

بچو گر مابہ کہ تفسیدہ پور اندر آئی جانیت پخسیدہ پور
یعنی مثل حمام کے جو کہ گرم کیا گیا ہو تو اندر آوے تو تیری جان گھسنے لگے۔

گر چہ گر مابہ عین است و طویل زان تپش تنگ آیدت جان کللیل

یعنی اگرچہ حمام لمبا چوڑا ہے (لیکن) اس تپش سے تیری جان تنگ اور پریشان ہوتی ہے

تا بروں نائی نہ یکشاید و لذت پس چہ سود آمد فراخے منزلت

یعنی جب تک کہ تو باہر نہ آوے تو یہ ادل نہ گئے پھر کہہ کی فراخی تیرے کیا کام آئی۔ مطلب یہ کہ دیکھو

ایک حمام ہے جو کہ بہت لمبا چوڑا ہے لیکن اس کو خوب گرم کیا گیا ہے جس سے کہ تمہارا دل اس میں

گہرے لگا ہے اور جب تک تم باہر نہ آؤ گے تمہارا دل بھگانے لگے گا۔ اور اس میں رہتے ہوئے

تم پریشان ہی رہو گے حالانکہ اس حمام کا مکان خوب وسیع و فراخ ہے تو بس طرح جو حضرات کہ اس

دنیا کی برائیوں پر نظر رکھتے ہیں ان کا دل بھی موجود اس کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کے نہیں گتا وہ اس میں

پریشان ہی رہتے ہیں آگے کسی کی ایک دوسری مثال بیان فرماتے ہیں کہ

یہ کفش تنگ پوشی اے غوی دریا بان فراخی می روی
یعنی یہ کفش تنگ ہو تا پہنے اور ایک وسیع جھل میں تو چلے۔

آن فراخی میا بان تنگ گشت بر تو زندان آمد آن صحرا و دشت
یعنی وہ میا بان کی وسعت تنگ ہو گئی اور وہ جھل اور میدان تجھ پر قید خانہ ہو گیا۔
ہر کہ دید اور تر از دور گفت کو در آن صحرا چو لالہ پر شکفت
یعنی جس نے تجھے دور سے دیکھا تو وہ بولا کہ وہ اس جھل میں لالہ کی طرح کھل رہا ہے۔

اونی داند کہ تو چون ظالمان از برون در گشتے جان و رفغان

یعنی وہ (دیکھنے والا) نہیں جانتا کہ تو ظالموں کی طرح باہر سے تو گشتن میں ہے اور جان مصیبت میں ہے
مطلب یہ کہ دوسری مثال ... یوں سمجھو کہ تم ایک تنگ ہو تا پہن کر ایک وسیع جھل میں چلو تو دیکھنے والا
تو یوں سمجھتا ہے کہ تم خوب آرام کی ساتھ اس قی و ذوق جھل میں بے رکاوٹ کے چلے جا رہے
ہو لیکن تمہاری حالت یہ ہے کہ سخت مصیبت میں ہو۔ اور وہ قی و ذوق لمبا چڑا جھل تمہارے لئے کچھ
بھی فرصتیں نہیں ہے بلکہ سخت تکلیف دہ ہو رہا ہے۔ اس طرح دنیا میں رہنے والوں کو یوں
سمجھا جاتا ہے کہ بہت عیش و آرام میں ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ جسے دیکھو وہ مصیبت میں ہے جسے
دیکھو کسی نہ کسی آفت میں مبتلا ہے اب آگے موت کو خواب مثال دیتے ہیں کہ۔

خواب تو آن کفش بیرون کردست کہ زمانے جانت آزاد از تن است

یعنی تمہاری نیند اُس جوتہ کو نکال ڈالتا ہے کہ ایک زمانہ کیلئے تیری جان تن سے آزاد ہے مطلب یہ کہ
تمہارا سو جانا ایسا ہے جیسا کہ وہ چلنے والا اُس جوتہ کو اتار دے کہ چو نکہ کچھ دیر کیلئے تن سے اور اس
عالم سے غفلت ہو گئی ہے اس لئے راحت و آرام میں ہو تو جب دنیا سے بالکل ہی علیحدگی ہو جاوے گی اس
وقت کو خیال کرو اور اس راحت و آرام پر قیاس کرو کہ کیسا کچھ آرام اور کسی کچھ راحت ہوگی۔ آگے
فرماتے ہیں کہ

اولیا را خواب یک است لے فلان ہچو آن اصحاب کف اندر جہان

یعنی نیند اولیاء اللہ کیلئے ایک ہی ہے لے فلان جیسے کہ وہ اصحاب کف کیلئے جہان میں مطلب
یہ کہ اولیاء اللہ کو نیند مجھے بابا دشا ہی کے ہے اس لئے کہ اُن کو نیند میں چو نکہ اس جہان سے علیحدگی

ہو جاتی ہے گو یا کہ اُنکو بادشاہی ملگئی۔ اُنکو ایسی خوشی ہوتی ہے۔

خواب می بیند و آنجا خواب لے در علم در میر و ند و بابائے
یعنی خواب دیکھتے ہیں اور اُس جگہ خواب نہیں ہے علم میں جاتے ہیں اور دروازہ نہیں ہے مطلب یہ کہ
بے سوئے ہوئے عالم عدم کا مشاہد کرتے ہیں اور لوگ جن امور کو سو کر دیکھتے ہیں وہ بے سوئے ہوئے
اُن کا مشاہد کر لیتے ہیں۔ اور عالم عدم میں چلے جاتے ہیں حالانکہ ظاہر میں کوئی دروازہ نہیں بلکہ بند لیج
کشف کے اُنکو اس عالم کا مشاہد ہو جاتا ہے۔ اور وہ سب چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں غرض کہ ثابت
ہو گیا کہ یہ دنیا تنگ ہے اور اس میں اہل شد کا دل گیر آتا ہے۔ اب آگے یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا
مقولہ نقل فرماتے ہیں کہ۔

نخانہ تنگ و درون جان چنگلوک کرد ویران تا کف قصر ملوک
یعنی گہر تنگ تھا۔ اندر جان اُس میں ہو رہی تھی۔ تو ویران کر دیا تاکہ بادشاہی محل جاوے مطلب
یہ کہ اُنہوں نے فرمایا کہ میری اس تنگ بدن کے مکان میں گہر رہی تھی تو اب اس بدن کو حق تعالیٰ
نے ویران کر دیا تاکہ اُسکو محل شاہی بنا دے۔ اور فرماتے ہیں کہ۔

چنگلوک کم چون جنین اندر رحم نہ جہشتم شد این فتلان ہم
یعنی میں ایسا اُس میں ہو رہا ہوں جیسے کہ بیٹ میں بچہ اور میں نو مہینے کا ہو گیا ہوں تو یہ منتقل ہونا
ضروری ہوا مطلب یہ کہ اب میں علوم و معارف حاصل کر کے کمال ہو چکا ہوں جیسے کہ بچہ بیٹ میں
گوشت پوست حاصل کر کے پویا ہو جاتا ہے تو جس طرح کمال ہو جائیے بعد نہ ٹکنا چاہتا ہے اور
اُس رحم کو جو اس عالم کی نسبت کر تنگ ہے چھوڑ کر اس عالم میں آنا چاہتا ہے بالکل سیرج میں بھی
اب کمال ہو گیا ہوں۔ میں بھی اس عالم کو ترک کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہ عالم اُس عالم اخروی کے مقابلہ
میں رحم سے بھی چھوٹا ہے لہذا یہاں سے ٹکنا ضروری ہوا۔

گر نباشد در دوزہ بر مادرم من درین زندان میان آذر م
یعنی اگر میری ماں کو دروزہ نہ ہو تو میں اس کو جیل خانہ میں آگ میں ہوں۔
مادر طعم زرد مرگ خویش می کند زہ تار ہد برہ ز میس
یعنی میری مادر طبع اپنی موت کے درد سے دروزہ کرتی ہے تاکہ بچہ ہیڑ سے چھوٹ جاوے۔

تا چہ در آن برہ در صحنہ سبزه
ہیں جو کشت آن برہ گنہ
یعنی تاکہ وہ پچھلے سبز جنگل میں چرے اور رجم کہول دو کو نہ چھوے قابل ہو گیا ہے مطلب یہ ہے
کہ دیکھو اگر مان کو درد زہ کی تکلیف ہو تو وہ پیچا رہ پھٹے میں سے کس طرح باہر آوے بلکہ وہ تو وہیں
گھٹا ہلکا کر جاوے تو جب اس کو درد زہ کی تکلیف ہوتی ہے جب ہی تو وہ پچھلے سبز جنگل
میں چرتا ہے اور بہر کامل ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر اس بدن کو اور روح کو نزع کی ذرا سی کلفت
ہو تو بغیر یہ روح جو اس میں پھنسی ہوئی ہے کس طرح نکلے۔ اور کس طرح علیم و معارف کو حاصل کرے
یہ تو جب ہی حاصل کر سکتی ہے جبکہ اس میں عنصری کو تکلیف ہو اور پھر یہ روح اس کی الگ ہو جائے
کمال اور جمال دیکھو۔

درد زہ گر سنج آستان بود
بر چنین شکستن زندان بود
یعنی درد زہ اگر چہ عالم کیلئے تکلیف ہوتی ہے (لیکن) پچھلے قید خانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے۔
حاملہ گریبان ز زہ کا این الخاص
وان چنین خندان کہ پیش از خلاص
یعنی حاملہ تو درد زہ سے رو رہی ہے کہ چہ نکار اکہان ہے اور وہ پچھلے خوش ہے کہ چہ نکار اسلئے آگیا
مطلب یہ کہ حاملہ کیلئے تو درد زہ مصیبت کا سامنا ہوتا ہے اور وہ اس سے چھوٹنا چاہتی ہے
لیکن بچہ کو اس کی پی خوشی ہوتی ہے کہ خدا کا شکریہ کہ چہ نکارے کا وقت آگیا۔ اور اب اس قید خانہ
سے چہ نکار اہو گا تو اسی طرح جو حضرات کہ کامل ہو گئے ہیں وہ اس دنیا میں گہیراتے ہیں اور جب
نزع ہوتی ہے اور نزع کی تکلیف ہوتی ہے تو ان کی روح خوش ہوتی ہے کہ خدا کا شکریہ کہ اس
سے چہ نکار اہو آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہر چہ زیر جہنم بستند اہمات
ازہ جلا و از بہیمہ و ز نبات
یعنی آسمان کے نیچے جو مائیں ہیں جادات سے اور جانور دن میں سے اور نباتات میں سے
ہر یکے از دروغیکہ غافل اند
جز کسانیکہ نہیبہ عاقل اند
یعنی کہ ہر ایک دو کس کے درد سے غافل ہیں سوائے ان لوگوں کے جو کہ سمجھدار اور عاقل ہیں مطلب
یہ کہ دنیا میں بقدر مائیں ہیں انکو صرف اپنے درد کی خبر ہوتی ہے اور وہ اپنے درد کی مصیبت
سے چھوٹنا چاہتی ہیں۔ باقی انکو دوسرے کے درد اور مصیبت کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ بس وہ تو یہ

چاہتی ہیں کہ ہمیں جو مصیبت ہے وہ جاتی رہے اگرچہ ہم کو اندر کسی ہی مصیبت ہو یا ان جو حضرات کہ
عادل ہیں انکو دوسروں کے درد کا بھی احساس ہوتا ہے۔ اور وہ اُسکا بھی خیال کرتے ہیں۔
انچھ کو سہ دانہ از خانہ کسان بلکہ از خانہ خودش کے دانہ ان
یعنی بے ڈاڑھی والا آدمی دوسرے لوگوں کے گھر کی جن چیزوں کو جانتا ہے ڈاڑھی والا آدمی خود اپنے
گھر کی چیزوں کو کب جانتا ہے مطلب یہ کہ بے ڈاڑھی والا آدمی چونکہ گہروں کے اندر جاتا ہے
اُسکو تو دوسروں کے گہروں کی بھی خبر ہوتی ہے اور جو بڑا ڈاڑھی والا آدمی ہو جاتا ہے اُسکو
اپنے گھر کی بھی بعض چیزوں کی خبر نہیں ہوتی۔ لیکن یہاں بے ریش سے مراد عقلمند ہے اور
باریش سے مراد بیوقوف ہے کیونکہ زیادہ عمر ہونے سے آدمی سٹھیا ہی جاتا ہے تو مقصود
یہ ہو کہ عادل آدمی (یعنی اہل اللہ کہ اصلی عادل وہی ہیں) تو دوسروں کے درد کی اور تکلیف کی
بھی خبر رکھتے ہیں۔ اور جو بیوقوف ہیں (یعنی اہل دنیا) انکو خود اپنی ہی پڑی رہتی ہے اور اپنی
بھی خبر اچھی طرح اور پوری طرح نہیں ہوتی۔

اچھا صبر دل برداندہ حال تو ز حال خود ندانی اے عمو
یعنی صاحب دل جو بات تیری حالت کی جانتا ہے چچا تو اپنے حال کو نہیں جانتا۔
اچھیند و جینت اہل دل کے بہ بینی در خود و از خود چل
یعنی جو بات تیری پیشانی میں اہل دل دیکھتا ہے لے وہ کہ اپنے سے شرمندہ ہے تو اپنے
اندر کب دیکھے گا مطلب یہ کہ تیری حالت کو جستہ کہ اہل دل جانتے ہیں اور وہ پہچان لیتے ہیں
تو اُس قدر بھی اپنی حالت کو پہچان نہیں سکتا کیونکہ تجھے اس قدر سمجھ اور عقل ہی نہیں ہے آگے
اُسکی وجہ سے ہیں کہ اہل دل کیون سمجھ لیتے ہیں اور غیر اہل کو کیون خبر نہیں ہوتی۔

شرح حبیبی

بنید او اسرار را بے هیچ بد

نہ شب نے سایہ باشد نہ لک

غفلت از تن بود چون تن روح شد

چون زمین بر خاست از جو فلک

<p>ہر کج سایہ ت و شب یا سایہ دود پیوستہ ہم از ہمیں نرم بود و ہم افت در خطا و در غلط ہر گرائی و کسل خود از تن است رو و سرخ از کثرت خونہا بود رو سفید از قوت بلغم بود در حقیقت خالق آثار اوست مغز کو از پوستہا آوارہ نیست چون دم بار آدمی زادہ بزاد علت اولی نہ باشد دین او می پرد چون آفتاب اندر افق بلکہ بیرون از افق و در چہرہا پس عقول ماست سایہ ای و عمو</p>	<p>از زمین باشند از افلاک و مہ نے ز آتش ہما مستجم بود عقلان شدہ اصابتہا فقط جان ز خفت جملہ در پردین است رو و زرد از جنبش صفرا بود باش از سودا کہ رو و ادہم بود لیک جز علت نہ بیند الہیست از طبیب علت او را چارہ نیست پائے خود بر فرق علتہا نہاد علت اخری نہ اندکین او باعروس صدق و صفوت در تنق بے مکان باشد چار و اح و نہی می فتد چون سایہ در پائے او</p>
---	---

یہاں سے مولانا اسل مرکی وجہ سے لانا چاہتے ہیں کہ اہل اللہ کو دوسرے لوگوں کے احوال کیوں معلوم ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ منشا جہل و غفلت تن ہے نہ کہ روح چونکہ یہ لوگ تن کو فکاک کے سر پر روح ہو گئے ہیں اسلئے لامحالہ لوگ اسرار پر مطلع ہوتے ہیں دیکھو اگر وسط فلک سے زمین علوہ ہو جاوے تو نہ رات رہے گی نہ سایہ نہ زوال بلکہ تمام جو توڑ سے ہر وقت معمور رہے گا پس یہی حالت بالکل جسم و روح کی ہے اگر جسم فنا ہو جاوے تو تار کی جہل کا نام نہ رہے گا

اور سر اسر نور علم ہی ہوگا اگر اس سے کیونکہ یہ نہ ہو کہ جب تاریکی جہل نہ رہی تو لازم ہے کہ روح کو کل اشیا کا بحیث لا یضرب عنہ مثقال ذرۃ علم ہو جاوے حالانکہ یہ باطل ہے۔ کیونکہ اس مقصود اس جہل کی نفی ہے جبکہ منشا جسم تھا ورنہ تاریکی و ظلمت امکان ہنوز موجود ہے جو علم محیط سے مانع ہے۔ اور کل اہل اللہ و انبیاء و ختہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جو اشیا و مخفی رہیں اسکا منشا ہی ظلمت امکان تھی نہ کہ تاریکی جسم اُمید رہے کہ اس تقریر سے وہ تمام شے رفع ہو جائیں گے جو مولانا کے بیان سے اہل اللہ کے علم محیط کے متعلق ناواقفین کو واقع ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ روح انسانی کیلئے دو قسم کی تاریکیاں ہیں ایک ظلمت جسم جو کہ عارضی اور قابل زوال ہے۔ دوسری ظلمت امکان جو اصلی اور نامکن الزوال ہے جس میں جہل کا منشا ظلمت جسمانی ہو وہ جہل فک جسم سے مرتفع ہو جائیگا۔ اور جس جہل کا منشا ظلمت امکان ہو وہ فنائے جسم سے مرتفع نہ ہوگا لیکن چونکہ ظلمت قابل شدت و ضعف ہے اسلئے اس میں بانارۃ حق و افاضہ علوم کی ہوتی رہتی ہے مگر بالکلہ نازل نہیں ہو سکتی پس انبیاء علیہم السلام اور کل عرفاء کو جو باوجود فنا و تن کے بعض اشیا کا علم نہیں ہوتا اسکا سبب وہ ظلمت امکان ہوتی ہے جس میں بعد انارہ حق و افاضہ علم کی آتی جاتی ہے۔ اس مضمون کو ہم تقریب فہم کیلئے ایک حسی مثال سے سمجھتے ہیں۔ ایک شخص ہے کہ اُسکے سامنے لوہے کی چادر کھڑی ہوئی ہے جو کہ اسکو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اسوقت وہ شخص بیرونی اشیا کو نہیں دیکھ سکتا۔ اب چادر کو الگ کر دیا جاوے یا اُسے جالی دار بن دیا جاوے تو اب وہ اُن اشیا کو دیکھ لے گا جنکو وہ لوہے کی کثافت کے باعث نہ دیکھ سکتا تھا مگر اُن اشیا کو اب بھی نہیں دیکھ سکتا جنکو اُسکی محدود قوت بصری دیکھنے سے قاصر ہے اب وہ دور بین یا خوردبین یا مجلی بصرد اوُن کا استعمال کرے تو اسے اُسکی نظر اور زیادہ ہوگی اور جو چیزیں پہلے نہ دکھلائی دیتی تھیں اب دکھلائی دینے لگیں گی۔ مگر اب بھی وہ قوت محدود ہی رہے گی اور بہت سی اشیا اب بھی اُسکو نہ دکھلائی دینگیں۔ لیکن جب وہ پہلے سے زیادہ قوی دور بین یا خوردبین یا مجلی بصرد اوُن کا استعمال کرے گا تو اُسکی نظر اور تیز ہوگی مگر پھر بھی وہ محدود ہی رہے گی اور بہت سی اشیا اب

بھی اسکو دیکھائی نہ دیتے گی غرض کہ اسکی نظر بڑھتی تو ضرور دیکھ لے گی مگر ہر قبہ محدود ہی رہے گی کسی وقت
 بھی اسکی قوت بینائی غمیحد و نہیں ہو سکتی۔ پس یہی حالت تم اہل اللہ کی سمجھ لو کہ فناء جسم
 یعنی تجلی جسم کے بعد بھی انکی قوت مدد کہ محدود ہی رہتی ہے اور افاضہ علوم و معارف سے
 اُس میں ترقی ضرور ہوتی ہے مگر ترقی پر بھی وہ محدود ہی رہتی ہے۔ واللہ اعلم! پس جہان کیمین سایہ
 ہے یارات ہے یا محل سایہ ہے اسکا منشا از زمین ہی ہے نہ کہ افلاک اور چاند و ہوا جو ایک
 تاریک چیز ہے ہمیشہ لکڑی ہی سے پیدا ہوتا ہے جو کہ جسم کثیف ہے آگ سے پیدا
 نہیں ہوتا پس چل عارضی بھی جسم ہی سے پیدا ہو گا۔ نہ کہ روح سے اور غلطی دہم کہرتا ہے
 جو ایک جسمانی قوت ہے نہ کہ عقل جو ایک قوت روحانی ہے مگر اپنی قوت کے محدود ہونے سے
 تمام اشیاء کا ادراک نہیں کر سکتی جو گرانی اور کسل ہے وہ جسم ہی کے سبب ہے۔ رہی جان
 سو وہ تو اپنی خفت کے سبب عروج ہی میں ہے یہ اسباب مذکورہ سببات مزیدہ کا یوں ہی
 سبب ہیں جس طرح کہ کثرت خون سے چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور بیجان صفر سے چہرہ زرد
 ہو جاتا ہے قوت بلغم سے منہ سفید ہو جاتا ہے اور سودا سے منہ سیاہ ہو جاتا ہے لیکن یہ اسباب
 ان آثار کے پیدا کرنے والے نہیں پیدا کرنے والے حق سبحانہ ہی ہیں ہاں عادت ان اسباب کو
 خلق آثار میں دخل ضرور ہے۔ لیکن ظاہر بین لوگ غلطی یہ کرتے ہیں کہ وہ مؤثر حقیقی کو زمین دیکھتے
 بلکہ اعتقاد اعلیٰ اعلیٰ ظاہرہ و اسباب عادیہ ہی پر نظر رکھتے ہیں اور جو ادراج کہ اجسام سے علیحدہ
 نہیں ہیں اور اجسام کو متاثر نہیں کر چکی ہیں انکے لئے امراض یعنی حاجات بھی ضروری ہیں۔ اور انکے
 دفع کیلئے طبیب یعنی اسباب عادیہ بھی لا بدی نہیں مگر جبکہ آدمی ایک مرتبہ اپنے کو فنا کر کے پھر بہت
 حاصل کرتا ہے اسوقت وہ علتوں کو بے حقیقت سمجھتا ہے نہ وہ علل عیدہ کا مقصد ہوتا ہے اور
 نہ علل قریبہ اسکو ضرر پہنچاتی ہیں بلکہ وہ تو یوں بلند پرواز ہوتا ہے جیسے کہ آفتاب افق میں اور وہ
 تو پردہ کے اندر عروس صدق و صفا کیساتھ ہم آغوش ہوتا ہے بلکہ وہ توافق اور آسمانوں سے
 بھی اوپر اور عقول و انہام کی طرح لامکانی ہوتا ہے یعنی اسکی نظر بالذات غیر اللہ پر نہیں ہوتی بلکہ اسکا
 مطلع نظر صرف حق سبحانہ ہوتے ہیں وہ حقیقت اہم کو مؤثر جانتا ہے اور اسباب کا جو کثیر
 دخل مانتا ہے وہ بھی اس طرح کہ ان کا دخل بھی محکم حق سبحانہ ہی ہے ورنہ یہ فی نفسہا کوئی

چیز نہیں جیکہ اُسکی رفعت شان کی یہ حالت ہے تو ہماری محمول اُسکے سامنے یوں ہی بے حقیقت اور
ضعیف اور اُسکے یوں ہی تابع ہیں جیسے آفتاب کے لئے سایہ۔

شرح شبیری

بیان میں اس کے کہ جو کچھ غفلت اور کاہلی اور تارکی ہو سب تنہا ہے
غفلت از تن بود چون تن روح شد یعنی غفلت تو بدن سے تھی جب بدن روح ہو گیا تو وہ اسرار کو بے کسی اطلاع کے دیکھ لیا مطلب کہ
یہ غفلت تو جس قسم غصہ کی وجہ سے ہے کہ اُس عالم کیلئے ہر وہ اور حجاب ہو رہا ہے لیکن جب
اولیاء اللہ کے جسم میں بھی صفات روح پیدا ہو گئے تو انہوں نے جسم ہی سے ان اشیاء کو
دیکھ لیا اور ان کا مشاہدہ کر لیا جبکہ اگر روح کو دیکھ سکتی ہے۔ پس یہ وجہ ہے کہ اولیاء اللہ کے تو جسم
پر بھی صفات روح غالب ہوتے ہیں اور ہماری روح پر بھی صفات جسم غالب ہوتے ہیں لہذا
دو تہ مشابہہ کر لیتے ہیں اور ہر کوئی نظر نہیں آتا۔ آگے اس کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ
چون زمین بر خاست از جو فلک نے شب و نئے سایہ باشندے دلک
یسی جب زمین جو فلک سے اٹھ جاوے تو نہ رات ہو نہ سایہ ہو نہ غروب آفتاب ہو اور جو کہتے ہیں زمین
فما سماں کے درمیان میں میدان کو

ہر کجا سایہ است و شب یا سایہ از زمین باشند نہ از آفتاب و نہ
یعنی جہاں کہیں سایہ ہے اور رات ہے یا سایہ کی جگہ ہے زمین ہی کی وجہ سے ہے نہ کہ آفتاب
اور چاند کی وجہ سے مطلب یہ کہ دیکھو اگر آسمان کے بیچ میں سے زمین ہٹا دو تو کل اشیاء
مشاہدہ ہو جاویں نہ تو رات رہے نہ آفتاب غروب ہو بلکہ سب چیزیں سامنے زمین اس طرح
اگر یہ صفات جسم نہ رہیں تو پھر سب چیزیں سامنے ہی رہیں اور روح کو علم و معرفت کا مشاہدہ
ہو تا رہے کوئی ضروری نہ اُس سے غائب نہ ہو۔ یہ غلبہ موت تو جسم کی وجہ سے ہے کہ جو اُس
عالم کے اشیاء کے مشاہدہ کے واسطے شخص کے درمیان میں حائل ہو رہا ہے۔ آگے ایک
دوسری مثال ہے کہ۔

دو دنیویہ سوئے ہم از ہمیزم بود کے ز آتشہا و مستقیم بود
یعنی دھواں لکڑی سے ملا ہوا ہوتا ہے دھکتی ہوئی آگ میں کب ہوتا ہے۔ (تو جس طرح جو
حضرات روشن ہو گئے ہیں ان میں یہ کلیفہ چیزیں نہیں ہیں اور جیسا کہ کلیفہ کی طرح ہیں اور نمودار نہیں ہوئے
ان کے اندر یہ کلیفہ چیزیں موجود ہیں۔)

وہم افتدہر خطا و در غلط عقل باشد در اصابتہ فقط
یعنی وہم تو خطا میں اور غلطی میں پڑتا ہے اور عقل فقط صواب میں چھو پختہ کیلئے ہوتی ہے۔ مطلب کہ
وہم جو کہ کس عقل ہے وہ تو اکثر غلطی میں رہتا ہے ہاں عقل ہمیشہ ٹھیک ہی چلتی ہے تو جو
حضرات عاقل ہیں وہ تو ہمیشہ ہر شے کو درست طرح پر سمجھیں گے اور دوسرے لوگ وہم
ہی میں رہیں گے۔

ہر گرانی دکل خود از تن است جان ز خفت جملہ در پیران است
یعنی تمام گرانی اور کسل تن کی وجہ سے ہے اور جان ان سب کو جو جانے سے اڑنے میں ہے
مطلب یہ کہ گرانی اور کسل وغیرہ تو آثار تن میں سے ہے اور جب یہ آثار جاتے رہتے ہیں اور
آثار تن ضعیف ہو جاتے ہیں تو پھر روح عالم بالا کی طرف پرواز کرتی ہے۔

روئے شمرخ از کثرت خونہا بود روئے زرد از کثرت صفر بود
یعنی سرخ منہ تو خون کی کثرت سے ہوتا ہے اور زرد منہ صفر کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

رو سفید از قوت بلغم بود با شد از سودا کہ روا دہم بود
یعنی سفید بلغم کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ بات سودا کی وجہ سے ہوتی ہے کہ منہ کالا ہو
مطلب یہ ہے کہ دیکھو آثار کے اختلاف سے صورت میں اختلاف ہوا کہ خون کی زیادتی کی وجہ سے
تو سرخ چہرہ ہوا اور علی ہذا تو بالکل ہی طرح اختلاف آثار سے اور اختلاف بھی واقع ہوتا ہے
کہ اگر دنیاوی اثر پڑے گا تو ویسا حال ہو گا۔ اور اگر دینی اثر ہو گا تو ویسا حال ہو گا۔

در حقیقت خالق آثار است لیک جز علت نہ بینا ہاں است
یعنی حقیقت میں آثار کا خالق تو وہ ہے لیکن اہل ظاہر سوائے علت کے اور کچھ نہیں دیکھتے
مطلب یہ ہے کہ تمام احوال پسیدہ ہوئے ہیں آثار سے لیکن وہ آثار خالق تعالیٰ شانہ کے

علم سے پیدا ہوتے ہیں۔ تو جہاں ظاہر ہیں اُن کی نظر تو صرف اُن آثار اور علل ہی پر رہتی ہے اور جو اولیاء اللہ ہیں وہ اُس خالق کو دیکھتے ہیں اور اُن آثار سے اُس کے وجود باوجود پر استدلال کرتے ہیں اُن کے فرشتے ہیں کہ۔

مغز کو از کپوستہ آثار نیست از طیب و علت اور چارہ نیست
یعنی جو مغز کہ پوست سے علیحدہ نہیں ہے طیب اور مرض سے اُس کے لئے علاج نہیں ہے۔ مطلب
یہ کہ جو عقل کہ اوصاف بشری سے خالی نہیں ہے اور جس میں کہ اوصاف بشری غالب ہیں اُس عقل
کو طیب اور مرض سے چٹکارا نہیں ہے یعنی وہ عقل مریض ہے اور اس کو طیب کی ضرورت ہے۔
چون دم بار آدمی زاده براد پائے خود بر فرق علتہا نہاد
یعنی جب آدمی دوسری مرتبہ پیدا ہوا تو اُسے اپنا پائوں علتوں کے سہ پر رکھا۔
علت اولیٰ نباشد دین او علت آخری ندارد دین او

یعنی علت اولیٰ اُس کا دین نہیں ہوتا اور علت آخری اُس کا کین نہیں رکھتا۔ (علت اولیٰ سہ مراد
علت بعیدہ ہے کیونکہ اُس شخص کی نسبت تو وہ اولیٰ ہے لیکن اصل میں بعید ہے اور علت آخری
سہ مراد علت قریبہ ہے) مطلب یہ ہے کہ جب آدمی دوسری مرتبہ پیدا ہوتا ہے یعنی اوصاف
بشریہ سے نکل کر اُس کے اندر اوصاف روح غالب ہوتے ہیں تو اُس کی نظر علت بعیدہ پر نہیں رہتی
بلکہ علت قریبہ پر اُس کی نظر ہوتی ہے اور وہ اصل علت اس کی سمجھتا ہے اور وہ خالق تعالیٰ
مشاہد ہے کہ وہی اصل میں بشری کی علت ہے اور وہی علت قریبہ ہیں اور جب اُس کی نظر اُس علت
قریبہ پر ہوتی ہے تو اُس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ۔

می پرد چون آفتاب اندر افق با عود سے صدق و صفیت در تن
یعنی وہ آفتاب کی طرح افق میں اُٹھتا ہے صدق و صفات کی عکس کیسا تہ پردہ عوی میں در تن اُس
پردہ کو کہتے ہیں جو عکس کے اُس کے سب سے قریب کا پردہ ہوتا ہے) مطلب یہ کہ یہ شخص بہر پردہ کرتا رہی
اور صدق و صفات کیسا تہ قرین رہتا ہے اور بہت ہی عالی حیلہ ہو جاتا ہے اور اس کی پردہ بہت ہی
عالی ہو جاتی ہے۔

بلکہ میردن از افق در خجسبا بے مکان باشد چہ ارواح دہنی

یعنی بلکہ اشیاء سے اور آسمانوں سے باہر ہے مکان عقل اول اور ادراج کی طرح ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ اس شخص کا عروج ان آسمانوں سے بھی بلند ہو جاتا ہے اور عقل اول اور ادراج کی طرح لا مکانی ہو جاتا ہے کیونکہ اشیاء کے اندر صفات روح و عقل ہی غالب ہوتے ہیں لہذا اسکی پرواز کل مکانات سے بلند ہو کر لامکان تک پہنچتی ہے لیکن ہر جہاں عروج نہیں ہوتا باوجودیکہ عقل تو ہمارے اندر بھی ہے اسکی وجہ سے تینوں کہ

پس عقل باہرست سایہ اعمو می فتد چون سایہ دہ پائے او

یعنی مجھے چھا ہماری عقل سایہ بین اہل اسکے پاؤں میں سایہ کی طرح پڑے رہتے ہیں مطلب یہ کہ چونکہ ہماری عقلیں انکی عقل کی سایہ میں اسلئے جہاں تک خود انکی عقل کی رسائی ہوتی ہے وہاں تک ہماری رسائی نہیں ہوتی بلکہ جہاں انکی عقل ہوتی ہے وہاں عقل پہنچ ہی نہیں سکتی۔ آگے اسکی ایک مثال دیتے ہیں خلاصہ اس کا یہ ہے کہ دیکھو اصل حکام کے فوت کیلئے نص ہے اہل اسکے بعد قیاس مجتہد ہے تو جہاں نص ہوتی ہے وہاں قیاس کرنا مجتہد کو جائز نہیں ہے اور وہاں تک قیاس کی رسائی نہیں ہے اسی طرح چونکہ ہماری عقل کا مدبر ان کی عقل کے بعد ہے لہذا ہماری عقل کی رسائی وہاں تک نہیں ہوتی جہاں تک کہ انکی عقل کی رسائی ہوتی ہے یہ تو خلاصہ تھا اصل بیان کو سنو۔

شرح حبیبی

اندر ان صورت نیندیش قیاس
از قیاسی نجا نماید عبتے
وان قیاس عقل خبری تحت این
روح ادراکے شود زیر نظر
زالا اثر آن عقل تدبیر کند
کویم کوششی و طوفان روح

مجتہد ہر کہ باشد نص شناس
چون نیابد نص اندر صورتے
نص وحی لوح قدسی وان یقین
عقل از جان گشت بالادراک و فر
لیک جان در عقل تاثیر کند
نوح دارا صدمتے ز دبر توج روح

عقل شرار سحر چندان دارد و لیک
زان بقصره سالک خورشید شد
زانکه این نور یک اندر سافل است
مانکه اندر قمر دل در دباخ و جا
نه سحابش ره زند نه خود غروب
این چنین که عقلش از افلاک بود
زانکه خاک را نباشد تاب آن
گر زند بر خاک دائم تاب خور
دائم اندر آب کار مایی است
لیک در که مار بائے پُر فن اند
مکرشان گر خلق را شنید کنند
و اندرین کم ماهیان پُر فن اند
گر تو ماری شو قرین ماهیان
ماهیان قمر دیائے حبلال
پس محال از تاب ایشان حال شد
زهر آبخارفت و کمر شد یقین
خاک ز شد سنگ گوهر با و سر

نور خورشید از قمر خورشید دست نیک
تاز نورش سوسه قمر افکند شد
نیست دائم روز و شب و افلاک است
غرقه آن نور باشد دائم
طایفه سید و از فراق سینه کوب
یا مبدل گشت گر از خاک بود
که زند بروی شعاعش جاودان
آنچنان سوزد که ناید ز و خمر
مار را با او کجا هم راهی است
اندرین کم ماهیها می کنند
هم زرد یا تا نشان رسوا کنند
مار را از سحر ما پی می کنند
تا شوی چون ماهیان دیم روان
بجشن آن مقدر سحر حلال
تخت سارفت و نیکو فال شد
سنگ آبخارفت و گوهر شد ثمین
می نه بیند چشم بشر

تاقیامت کر بلویم زین کلام	صدقیامت بگذر دین نامام
---------------------------	------------------------

اب مولانا عقول ناقص کلام ادنیٰ اور روح کا اعلیٰ جو تادہ کے انداز سے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اولاً مقدمہ کے طور پر یہ سمجھو کہ جب مجتہد کے پاس نص ہو تو یہ ہے تو اس صورت میں وہ قیاس نہیں کرتا۔ اور جبکہ اسکو نص نہیں ملتی اسوقت قیاس سے ایک شے کا حکم دوسرے کیلئے ثابت کرتا ہے۔ اسکو معلوم ہوا کہ نص قیاس سے فائق اور مجتہد اس حالت میں جبکہ وہ نص رکھتا ہو خود اپنے سے اعلیٰ ہے محالیکہ وہ قیاس کرے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ نص وہاں ہام ہے جو ارواح کا ملکہ کو ہوتا ہے پس لامحالہ عقل جزوی کا استنباط اس سے ادنیٰ ہو گا اور روح کامل عقل ناقص سے اعلیٰ ہوگی۔ دہلہ ہوا مدعی۔ نیز عقل کو جو کچھ اصطلاح و شوکت حاصل ہے وہ روح ہی کی بدولت ہے۔ پس روح اسکی محکوم کیسے ہو سکتی ہے اور جبکہ عقل روح کی محکوم ہے تو اسکو روح سے کیا نسبت۔ اس سے بھی ارواح کاملہ کا تقوُّن بر عقل ناقصہ واضح ہو گیا۔ عقل روح میں تصرف نہیں کرتی بلکہ روح خود عقل میں تاثیر کرتی ہے جسکے باعث عقل تدبیر کرتی ہے۔ اب مولانا عقل کو مخاطب کر کے اسکی کمی کو ظاہر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے عقل اگر روح نے جو کہ مثل لوح ۴ ہے لوح ۴ کی طرح تیرے اندر تاثیر کی ہے اور تجھے کیسہ قدر اپنے رنگ میں رنگا ہے تو اس سے تو اسکی ہمسری کا دعویٰ نہ کرنا۔ کیونکہ دیار کشتی اور طوفان لوح یعنی وہ اسباب و علامات کہاں ہیں جن سے تو لوح و روح کی ہمسری مستحق ہو۔ یہاں ایک اور بات مستلزامی مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ جب روح عقل میں تاثیر کرتی ہے تو وہ اس اثر ہی کو روح سمجھ جاتی ہے لیکن یہ اسکی غلطی ہے اور شے ہے تو نہ دوسری شے۔ نور آفتاب اور قمر آفتاب میں بہت فرق ہے۔ اب مولانا ایک دوسرے مضمون کی طرف منتقل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہمیں معلوم ہو گیا کہ اثر اور چیز ہے اور موخر اور۔ اور آفتاب اور ہے اور اس کا نور اور۔ اسی وجہ سے سالک نے آثار قدرت حق پر قناعت نہیں کی اور ذات کا طالب ہوا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آثار قدرت کو ذات تک پہنچ گیا کیونکہ یہ نور یعنی آثار قدرت جو عالم میں ہیں فانی ہیں اور ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں

نیز جو شخص کہ قرص خود شید میں اپنا مسکن بنالیتا ہے اور فنا فی اللہ ہوتا ہے وہ ہمیشہ نور میں غرق رہتا ہے نہ ابراہیم کی رہنمائی کر کے اُسے اُس نور سے جدا کر سکتا ہے نہ غروب۔ غرق نہ ہونے کا مفارقت سے جس کا نتیجہ سیرت کو بی ہے چھوٹ جاتا ہے یعنی کوئی مانع اُسکو حق سبحانہ سے محجوب نہیں کر سکتا۔ لہذا وہ ہمال ابدی سے متع ہو تا ہے۔ ایسا شخص یا تو وہ ابتداء ہی ملکوتی الاصل ہو تلے یا کسب اُسکو یکمال حاصل ہوتا ہے اور ابتداء وہ ناسوتی الاصل ہو تلے پیر کا یا پلٹ ہو جاتی ہے اور یہ ہننے کیونکہ کہا کہ اُس کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ خاک پر اُسکو یہ صفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خاک میں اتنی قوت نہیں ہے کہ ہمیشہ آفتاب حقیقی کی شعاعوں کو برداشت کر سکے۔ آفتاب حقیقی کی توشان ارفع و اعلیٰ ہے اگر یہ آفتاب ظاہری بھی اُسپر ہمیشہ اپنی شعاعیں ڈالتا رہے تو وہ یوں بسج ہو جاوے کہ اُس سے قابلیت انبات جاتی رہے نیز حق سبحانہ گویا کہ ایک محررین اور سمندر میں ہمیشہ پہلی ہمارہ سکتی ہے جو کہ مائی الاصل ہے سانپ جو کہ خاکی الاصل ہے اُس میں نہیں پیر سکتا یہ بھی ایک دلیل ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاکی اپنی اصل پر پیر یکمال مذکور حاصل نہیں کر سکتا لہذا یہ تو معلوم ہو گیا کہ سانپ جو کہ خاکی الاصل ہے سمندر میں نہیں رہ سکتا جسکا مطلب یہ تھا کہ خاکی الاصل میں جب تک کہ اُسکی کایا پلٹ نہ ہو مال حق سبحانہ کی قابلیت نہیں لیکن اتنا اور معلوم کر لینا چاہئے کہ کوہ عالم میں بڑے بڑے چلاک سانپ پڑے ہوئے ہیں جو اس بحر حقیقی کی پہلی ہونا ظاہر کرتے ہیں یعنی بہت سے بنے ہوئے لوگ ہیں جو اپنے کو مقرب حق سبحانہ ظاہر کرتے ہیں مگر اُن کا دھوکہ چل نہیں سکتا۔ کیونکہ اگر وہ مخلوق کو اپنے پیہندے میں لے بھی آئیں گے تو کیا ہے پانی سے انکی دشت ان کی حقیقت کہو لندگی۔ یعنی ان سے افعال و اقوال و احوال ایسے صادر ہو گئے ہیں سے ارباب بصیرت ان کی بناوٹ کو سمجھ جاویں گے اور اسکی سادہ ہی یہی جان لو کہ جہان یہ بنے ہوئے لوگ ہیں وہ بھی حقیقی ہا و رہے اہل اللہ بھی ہیں تم سب کو ایک کڑی سے نہ بانگتہ یہ لوگ ایسے کامل ہیں کہ اپنے اثر سے اہل کو اہل مجاہدین کو عارف سانپو کو بھی بنا سکتے ہیں پس اگر تو سانپ یعنی محجوب ہے تو ان مجاہدین و اہل اللہ سے قریب ہو تاکہ تو بھی انکی فیض محبت سے دیا میں چلنے کے قابل اور وصل حق سبحانہ کے لائق ہو سکے۔ یہ لوگ جو عمر طلال کی تہ تک پہنچنے والی مجاہدان ہیں انکو بحر حقیقی (حق سبحانہ)

نے طلال جادو تعلیم فرمایا ہے جس سے وہ قلب ماہیت کر سکتے ہیں۔ پس انکے پر تو سے وہ چیز جو
بادی النظر میں محال معلوم ہوتی ہے محقق بالفعل ہو جاتی ہے اور وہاں شخص کو بھی جا کر سعید
ہو جاتا ہے و مان زہر شکر ہو جاتا ہے پتھر وہاں پھونپکر ایک قیمتی موتی ہو جاتا ہے وہاں مٹی
سونا اور پتھر موتی اور یاؤن سر ہو جاتا ہے غرض کہ کامل کا یا پلٹ ہو جاتی ہے باوجودیکہ یہ لوگ
ایسے صاحب کمال ہیں مگر عوام انکو اپنی ہی مثل سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں ان ہذا الا بشر مثلنا
خیر یہ گفتگو تو کبھی ختم ہی نہ ہوگی اگر قیامت تک بھی میں تفصیل کرتا رہوں گا۔ تب بھی ناتمام ہی رہیگی
لہذا اسکو ختم کرنا چاہئے۔

شرح شبیری

نص مطلق کو جو کہ بے قید ہوتی ہے قیاس در شبیہ دینا

مجتہد ہر کہ کہ باشد نص شناس اندران صورت نیندیشد قیاس

یعنی مجتہد جو قوت کہ نص شناس ہوتا ہے تو اُس صورت میں قیاس کو نہیں سوچتا مطلب یہ کہ
جب مجتہد کو کسی صورت میں نص لجا تی ہے تو وہ اُس صورت میں قیاس سوچتا ہی نہیں بلکہ
اُسی نص پر عمل کرتا ہے۔

چون نیاید نص اندر صورتی از قیاس آنجا نماید عبرتے

یعنی جب کسی صورت میں نص نہیں پاتا تو قیاس سے اُس جگہ اعتبار کرتا ہے یعنی جب کسی
صورت میں نص نہیں ملتی تو اُس وقت قیاس پر عمل کرتا ہے۔ اگے فرماتے ہیں کہ۔

نص و حی روح قدسی والیقین وان قیاس عقل جزوی تحت این

یعنی نص کو یقیناً روح قدسی کی وحی جانو اور وہ عقل جزوی کا قیاس اُسکے نیچے ہے (وحی روح
قدسی سے مراد علوم فوقیہ ہیں اور قیاس عقل جزوی سے مراد کسبیہ ہیں) مطلب یہ ہے کہ علوم
فوقیہ تو مثل نص کے ہیں اور علوم کسبیہ قیاس کی طرح ہیں تو جہاں علوم فوقیہ کی رسائی ہوتی
ہے وہاں علوم کسبیہ کی رسائی نہیں ہو سکتی کیونکہ۔

عقل: جہاں گشت باادراک و فر روح اورا کے شود زیر نظر

یعنی عقل جان سے ہی تو بالادک و فرجونی ہے تو روح اُس کے زیر نظر کب ہو سکتی ہے مطلب یہ کہ عقل کو جو کچھ حاصل نہا ہے یہ روح ہی کا توکل ہے اور اُسی کا تو اثر ہے پھر ہلا عقل روح کو کب احاطہ کر سکتی ہے کیونکہ جس ادراک سے اُس کا احاطہ کرنا چاہئے وہ تو خود اُسی کا فیضان ہے۔
 لیک جان و عقل تاخیر و کند زمان اثر ان عقل تدبیر و کند
 یعنی لیکن جان عقل میں کوئی تاخیر کرتی ہے تو اُس اثر سے وہ عقل کوئی تدبیر کرتی ہے مطلب کہ جب عقل پر روح بجا پڑے تو ڈالتی ہے اور کچھ اثر اُس میں کرتی ہے تو وہ عقل بھی کچھ تدبیر کرنے لگتی ہے۔

نوح دارا صد متے زود و قدور کویم دکوشتی و طوفان نوح
 یعنی نوح کی طرح اگر کچھ کوئی اثر روح نے تھکے اندر کیا بھی تو کہاں دیا اور کہاں کشتی اور کہاں طوفان نوح۔ مطلب یہ ہے کہ اگر عقل میں روح نے کچھ اثر کر بھی دیا لیکن ہلا وہ افعال روح کہاں آدینے لگتی اُس اثر سے اصل افعال روح تو پیدا نہیں ہو سکتے۔ تو پھر ہلا کہاں وہاں تک رسائی ہو سکتی ہے۔

عقل اثر را روح پندارد و لیک نور خور از قرص خور و دست نیک
 یعنی عقل اثر کو روح خیال کرتی ہے لیکن خورشید کا نور خورشید کی ٹلکیت سے بہت دور ہے مطلب یہ کہ عقل کی رسائی اُن آثار تک تو ہو جاتی ہے اور وہ اُن آثار روح ہی کو روح سمجھنے لگتی ہے لیکن ہلا کہاں وہ آثار اور کہاں وہ روح اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی دھوپ کو ادا آفتاب کو ایک سچو قیلا کہاں خود آفتاب ادا کہاں اُسکی شعاع یعنی دھوپ آگے فرماتے ہیں کہ۔

زمان تقریبے سالکے خود رسد شد تاز نورش سو قرصا فلند شد
 یعنی ایک سالک اسلے قرص پر راضی ہو گیا تاکہ اُس کے نور ٹلکیا کطرف ہیہ کیا گیا ہو چاہے (قرص اول سے مراد افعال و مجاہدات اور قرص ثانی سے مراد ذات حق) مطلب یہ ہے سالک جو افعال اور مجاہدات پر راضی ہو گیا اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ تاکہ یہ نور قرص خود اُس قرص تک اُسکو پہنچا دے یعنی یہ افعال حق ذات حق تک رسائی کر دے اور یہ راہ سیر ہو جاوے۔

زاتکہ این نورے کہ اندر ساقی است نیست دایم روز مشرب و اقل است

یعنی اس لئے کہ نور جو کہ ساقی میں ہے دایم نہیں ہے رات دن غروب ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ نور خورشید جو کہ زمین پر پڑتا ہے یہ تو ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے۔ بلکہ ہر گزری غروب ہوا زائل ہوتا ہے اور وہ قرص خورشید ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اسکو غروب نہیں ہے بلکہ وہ کبھی کسی جگہ ظاہر ہی رہتی ہے تو بعض کہ ان افعال کے مشاہدہ میں ہوگا جو کہ نور خورشید کی مانند ہیں۔ تو ہمیشہ زوال میں رہیگا۔

واکہ اندر قرص وارد باش و جا غرقہ آن نور باشد دانما
یعنی اور جو شخص کہ قرص میں ٹہکا نہ اور جگہ رکھتا ہے تو وہ اس نور میں ہمیشہ غرق رہتا ہے۔

نے سجالش رہ زند نے نور غروب وار پیداوار از فراق سینہ کوب
یعنی نہ بادل اُس کے لئے رہن ہوا اور نہ نور غروب وہ ذرا ق سینہ کو پست جھوٹا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص افعال سے گرا کہ غرضات باری تعالیٰ کے قرب میں آگیا اسکو اب افعال کی استقلال کی ضرورت نہیں رہی بلکہ وہ تو ہمیشہ اور ہر وقت تو رہی نور میں غرق رہے گا اسکو کبھی بھی زہول نہ ہوگا۔ اور جو صرف آثار ہی پر رہا اور اُس کو اثر پر اُس کی نظر نہ ہوئی وہ ہمیشہ زوال میں رہے گا خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

این چنین کس املش از افلاک بود یا سبد گشت گر از خاک بود
یعنی ایسے شخص کی امل یا تو افلاک سے تھی یا اگر خاک سے تھی تو بدل گئی۔

زاتکہ خاکے را نہ باشد تا بلین کہ زند بر دے شمعش جاودان
یعنی اس لئے کہ خاکی کو اسکی تاب نہیں ہوتی کہ اسپر اُس نور شمع کی شعاع ہمیشہ پڑتی رہے مطلب یہ کہ ایسا شخص یا تو اصل ہی سے اسپر صفات روح کا غلبہ ہوتا ہے اور یا یہ کہ تھا تو غلبہ عناصری کا لیکن اُس کی حالت بدل گئی اور غلبہ صفات روح کا ہو گیا اب اُس کے اندر یہ بات پیدا ہو سکتی ہے کہ اگر صفات روح کا غلبہ نہ ہو تو اُس نور افغانی کی توفیق تاب بھی نہیں لاسکتا۔ ۲۔ اُس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

گر زند بر خاک طم تاب غور آنچنان سوزد کہ ناید ز وثر

یعنی اگر خاک پر ہمیشہ خورشید تپش ڈالے تو وہ اس طرح جلجاوے کہ اُس سے پہلے نہ آوے
مطلب یہ کہ اگر زمین پر ہمیشہ دھوپ ہی پڑتی رہے تو ظاہر ہے کہ تمام زمین جلکر سیاہ ہو جاوے
اور پھر نہ اُس میں کوئی حرکت ہو سکے اور نہ کوئی پہل پیدا ہو سکے۔ تو اس طرح اگر ہر گھڑی اور ہر وقت تجلی
ہی میں رہے تو وہ بھی جلجاوے اور پختک جاوے۔ اور وہ بھی اُسکی تاب نہیں لاسکتا۔ اگر ایک
دوسری مثال ہے کہ۔

دائم اندراب کار ما ہے است مادر ابا و کجا ہمارا ہے است
یعنی ہمیشہ پانی پھینا چمکی لاکام ہے سانپ کو اُسکی ساتھ کب ہمارا ہی ہے۔ مطلب یہ کہ جو اولیاء اللہ
ہیں ہر وقت مورد تجلی رہ سکتے ہیں اور اُنکے اندر اس قدر تحمل ہو سکتا ہے کہ وہ جو عوام ہیں وہ اس
تجلی کو ہر وقت برداشت نہیں کر سکتے۔ آگے مکاروں کے مکر کو کہہ دیتے ہیں کہ۔

لیک در کہ مار ہائے پرفرن اند اندرین ہم ماہیہا می کنند
یعنی لیکن پہاڑ میں بہت سے مکار سانپ ہیں جو کہ اس دریا میں چھپلی بن کرتے ہیں۔
مکر نشان گر خلق را شنید کنند ہم ز دریا تا نشان رسوا کنند
یعنی اُن کا کہ اگر مخلوق کو شنید کرے تو اُن کا دریا سے گہرا ناؤ نکور سوا کر دے گا۔ مطلب
یہ کہ بہت سے مکار ایسے ہیں جو کہ ظاہر میں صوفی صافی اور زاہد و متقی بنے ہیں اور ہوتے
ہیں مکار تو اگر ان کا مکر ایک دفعہ لوگوں کو اپنے جال میں پھنسا بھی لیگا لیکن جب شریعت
کی تسوٹی پر کہہ کر اُنکو پر کہا جاویگا تو آخر ان کی قلعی کھل جاوے گی۔ اور معلوم ہو جاوے گا کہ اُن کی
کیا حالت ہے کیونکہ شریعت پر ہر وقت عمل کرنے سے اُن کا دل گہرا دیگا اس کی صاف
معلوم ہو جاوے گا کہ ان کا تقوے اور زہد سب بناوٹ کا تھا۔

داندورین ہم ماہیہا تو سن اند مارا از سحر ماہی می کنند
یعنی اور اُس دریا میں بڑی زبردست چھلیاں ہیں جو کہ سانپ کو جادو سے چھپلی
بنالیتی ہیں

گریو ماری شو قرین ماہیاں تاشوی چو ماہیہاں دریم روان
یعنی اگر تو سانپ ہے تو تو چھلیوں کے قریب رہ تاکہ تو چھلیوں کی طرح دریا میں روانہ ہو۔

مطلب یہ کہ جیسے کہ اس دنیا میں ہمارا بہت ہیں اس طرح ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو کہ عوام
کو اولیاء اللہ بنادین تو اگر تم عوام میں سے ہو اور تم کو قرب حق حاصل نہیں ہے تو تم
ان حضرات کے قرب و جوار میں رہو اس سے تم کو قرب حق نصیب ہو جاوے گا۔ آگے ان
حضرات کی صفت کرتے ہیں کہ

ماہیان قہر دیا نے جلال بحشر ان موقتہ سحر حلال

یعنی (وہ) دریا نے جلال کے گڑھے کی چھلیاں ہیں اور دیا نے انکو سحر حلال سکھایا ہے
بس محال زتاب الشیطان حال شد خسر بخارفت و نیکو فال شد

یعنی بہت سے ناممکن اور اُنکے فیض سے ممکن ہو گئے منجھو س اُس جگہ گیا اور نیکو فال ہو گیا
زہر بخارفت و شکر شد یقین سنگ آبخارفت شد در فین

یعنی وہاں زہر گیا اور یقیناً شکر ہو گیا اور وہاں پتھر گیا اور قیمتی موتی ہو گیا۔

خاک زرشہ سنگ گوہر یا دوسر می نہ بیند جز بشر چشم بشر

یعنی خاک سونا ہو گئی اور پتھر موتی ہو گیا اور یا دوسر ہو گیا اور چشم انسان سوا بشر کو کیسکو
نہیں دیکھتی مطلب یہ ہے کہ وہ حضرات دریا نے جلال حق کے چھلیاں ہیں اور حق تعالیٰ

نے انکو ایسا تصرف عطا فرمایا ہے کہ بعض اوقات کیسے اوپر ایسی نظر ہوتی ہے کہ وہ کام نہ جانتا
تو چاہتے کہ ان حضرات سے لگا رہے ایک نہ ایک دن کچھ نہ کچھ ہو کر ہی رہے گا۔ اسلئے

کہ ان حضرات کی برکت و تصرف سے بہت سی ناممکن چیزیں وجود میں آگئیں۔ اور نہ ہر ان کی
برکت سنگ کی طرح خوشگوار نہ ہو گئی اسلئے ہذا اور چیزیں کہ وہ ضرر تھیں لیکن ان حضرات کی

برکت سے وہی چیزیں بے ضرر بلکہ مفید بن گئیں لیکن جسکو صفات روح حاصل نہیں ہیں
اور صرف بشر ہی ہے وہ تو انکے اندر کسی اور شے کو نہ دیکھے گا بلکہ وہ تو صرف انکی صفت

بشریت ہی پر نظر کرے گا اسکو کسی بات کی بھی انکے کمالات میں سے خبر نہ ہوگی۔ جیسے کھار
کہا کرتے تھے کہ یہ نبی کیسے ہیں جیسے ہم میں ویسے ہی ہیں۔ کہا نا کہاتے ہیں۔ پانی پیچے

ہیں تو انکو سوائے اسکے اور اُنکے کمالات باطنی نظر ہی نہ آتے تھے۔ آگے
فرماتے ہیں کہ۔

تا قیامت گر بگویم زین کلام
 قیامت بگذرد وین ناتمام
 یعنی اگر بین کلام کو قیامت تک بیان کروں تو سیکڑوں قیامتیں گزر جائیں اور یہ ناتمام
 ہی ہو۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کی صفات اگر ہم قیامت تک بھی بیان کریں تب بھی ختم نہیں
 ہو سکتیں۔ لہذا اب ہم، نیکے بیان کو مبذول کرتے ہیں۔ اب مولانا کو یہ خیال آیا کہ ممکن
 کہ کسی کو ان کا سننا ناگوار ہو اور سمجھے کہ یہ مضامین تو بار بار بیان ہو چکے ہیں اور پھر
 ان ہی کو بیان کرنے لگتے ہیں اور اسلئے کوئی اُکتا و سوتے تو آگے اُن آداب کو بیان
 فرماتے ہیں جسکا لحاظ رکھنا مرید کو شیخ کا کلام سننے کی وقت ضروری ہے۔

شرح حبیبی

<p>نزد من عمرے مکرر بردن است خاک از تاب مکرر زر شود از رسالت بازمی ماند رسول مستمع خواہند اسرافیل خو چاکری خواہند از اہل جہان از رسالت شان چگونہ بر خوری تا نباشی پیش شان راکع دو تو کا مدند ایشان ز الوان بلند از تو دارند لے مزید منتہ صدقہ سلطان بیفشان داگیر</p>	<p>بر مولان این مکرر بردن است شمع از برق مکرر بر شود گر ہزاران طالب اند ویک دل این رسولان ضمیر رازگو نختہ دارند و کبر و چون شہان تا ادبہا شان بجاکہ ناوری کے رسانند آن امانت را بتو ہر ادبشان کے بھی آید پسند نے گدایانند کز ہر خدمتہ لیک یا بی رغبتہا ئے ضمیر</p>
---	---

<p>در ملولان منکر و اندر جهان اسپش اندر خندق آتش جہد کہ کند آہنگ اوج آسمان ہمو آتش خشک و تر اسوختہ آتش اول در پشیمانی زند چون بہ بیند گر مئے صاحب قدم</p>	<p>اسب خود راں اور رسول آسمان فرخ آن ترکے کہ استیزہ نہد گرم گرداند فرس را آہنجان چشم را از غیر و غیرت دوختہ کہ پشیمانی بر و غیبے کند خود پشیمانی نہروید از عدم</p>
--	---

لوگ ان مضامین کو بار بار سنکر اکتا گئے ہیں اسلئے ختم کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے لیکن گو اکتانے والوں کو تو مکر معلوم ہوتا ہے مگر مجھے اس سے بار بار حیات تازہ حاصل ہوتی ہے۔ تم تعجب نہ کرنا کہ تکرار تازہ حیات کا سبب کیونکر ہو سکتی ہے اسلئے خسوسات میں بھی اکی نظیر موجود ہے اسلئے کہ شمع لگاتار روشنی سے زیادہ اونچی یا روشن ہوتی ہے۔ اور آفتاب کی گرمی کے لگاتار بھونچنے سے مٹی سونا ہو جاتی ہے یہ سب کچھ ہے لیکن اگر سوطالب ہوں اور ان میں ایک برداشتہ خاطر ہو تو قاعدہ ہے کہ ولی جو مضامین الہامیہ کو بھونچتا ہے اس کی طبیعت رُک جاتی ہے اور وہ مضامین بیان نہیں کر سکتا۔ اور راز اسکا یہ ہے کہ یہ پیغامبر جو اسرار الہیہ کے بیان کر نیوالے اہل دل ہیں یہ چاہتے ہیں کہ سننے والا یوں ہم تن گوش ہو جیسے سرِ فیل حکم نفع سننے کیلئے ہم تن گوش ہو کر ہے ہیں مگر وجہ اسکی یہ ہے کہ انکے دماغ شاہانہ ہوتے ہیں اور یہ نہایت غیور ہوتے ہیں اسلئے شاہیہ ذلت کو بھی پسند نہیں کرتے اور یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ہمارے محتاج ہوں اور غلامانہ برتاؤ کریں پس جب تک تم ان کا پورا پورا ادب نہ بجالاؤ گے اسوقت تک تم ان کی پیغامبری سے متنع نہیں ہو سکتے۔ اور جب تک تم ان کے سامنے نہ جھکو گے اسوقت یہ امانت خداوندی تم کو نہیں دے سکتے مگر یہ بھی یاد رکھو کہ ہر ادب بھی انکو پسند نہیں ہے کیونکہ یہ تو بڑے قصدر ہی سے آئے ہیں اسلئے ان کا دماغ بھی

نہایت عالی ہے پس ناممکن ہے کہ ایک شخص کو تمام ادب سمجھ کر اس کے نزدیک وہ بے ادبی ہو۔
اس لئے ادب وہ چونا چاہئے جسکو وہ ادب سمجھیں۔ یہ لوگ کچھ بھیگ مانگتے واسے نہیں ہیں کہ جو
خدمت تم کرو وہ شکریہ لیا تھا اسکو قبول کر لیں بلکہ یہ نہایت مستحق ہیں اس لئے خدمت ان کی مرضی
کے موافق ہونی چاہئے۔ یہاں تک بھونچکے بھولانا خوش ہوا اور فرماتے ہیں کہ اے حسام الدین مانا
کہ لوگ ملول ہیں اس لئے آپکا جی نہیں چاہتا کہ اسرار بیان کریں لیکن آپ خدا کیلئے اوپر سے بھی
دل سے بیان کیجئے مگر بیان کیجئے اسرار کو روکئے نہیں اور اے آسمانی قاصد آپ انجام
کئے چلئے اور جہان اور اہل جہان پر نظر نہ کیجئے مبارک ہے وہ شہسوار کہ لڑائی قائم کرے اور
اپنے گھوڑے کو آگ کی خندق میں ڈال دے اور اپنے گھوڑے کو اس قدر تیز کرے کہ قلعہ تو قلعہ
آسمان پر بھونچنے کا قصد کرے۔ یعنی کیا کہنا ہے اُس ولی کا جو تمام موانع کو اٹھا کر اپنے کام
میں مصروف رہے نہ غیر اللہ کو خاطر میں لائے اور نہ غیرت ناقدہ دانی کو کام میں لائے بلکہ آگ کی
طرح درجہ توجہ میں تمام ماسوی اللہ کو جلا ڈالے اور کسی پر بھی نظر نہ کرے۔ اگر ناقدہ دانی کو سبب
پیشانی اس پر ملامت کرے اور کہے کہ تو نے ان ناقدہ دون کے سامنے یہ گفتگو کیوں کی تو سب سے
پہلے اس پیشانی ہی کو آگ لگاٹے یہ گفتگو بطور فرض و تقدیر کے ہے ورنہ جب حق سبحانہ کو
مطلع نظر نہ پایا جاوے گا اور پیشانی اُس قدیم الذات والصفات کے جلال پر نظر کرے گی تو وہ علم ہی
وجود ہی میں نہ آئیگی۔ کیونکہ حق سبحانہ تو پیشانی کے دشمن ہیں اور ہر چیز اپنے دشمن کو بھانپتی ہے
لہذا ناممکن ہے کہ کسی کے اپنے کسی فعل میں حق سبحانہ مطلع نظر ہوں اور اُس فعل پر پیشانی ہوتی تو یہ
اس وقت ہے جبکہ صاحب قدم کو بحیرہ قافٹ پڑ یا جاوے لیکن اگر اسکو بفتح قافٹ پڑ یا جاوے تو
معنی یہ ہونگے کہ جب اُس تیز رفتار بزرگ کی مستعدی کو دیکھیں تو پیشانی وجود ہی میں نہ آئیگی
آگے اسکی تائید رہے کہ ہر شے اپنے دشمن کو بھانپتی ہے اور فرماتے ہیں اس پ ۱۶ نہ
باک دو بونے شیر را الخ

شرح شبیری
شیخ کی زبان سے حکمت کے فیضان کی وقت سننے والا

اور مردوں کے لئے آداب

برطولان یان مکر گفتن است نزد من عمرے مکر مردن است

یعنی اُکتانے والوں پر مکر کہنا ہے اور میرے نزدیک ایک عمر دوبارہ لیجنا ہے۔ مطلب کہ لوگ جن مضامین کو مکر سمجھ کر اُن سے اُکتاتے ہیں اور میرے نزدیک ان سے ایسا نشاط ہوتا ہے کہ گویا کہ ایک جدید عمر حاصل ہو گئی اور نئی زندگی مل گئی۔

شمع البرقی مکر بر شود خاک از تاب مکر زرد شود

یعنی شمع دوبارہ روشن کرنے سے بڑھتی ہے اور خاک مکر تپش سے سونا ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر شمع کو بار بار جلاتے رہو اور اُس میں دیا سلائی لگاتے رہو تو اُسکی روشنی زیادہ ہوتی ہوگی کم تو ہونے سے رہی۔ علیٰ ہذا خاک پر جب بار بار آفتاب کی تپش پڑتی ہے تو دیکھو وہ سونا ہو جاتی ہے تو اس طرح جن مضامین کی تکریر سے قلب میں نورانیت زیادہ ہوتی ہے اب آگے ایک عام قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر ہزاران طالب اندو یک ٹٹل از رسالت بازمی ماند رسول

یعنی اگر ہزاروں طالب ہوں اور ایک اُکتانے والا ہو تو رسالت سے رسول بازرہ جاتا ہے مطلب یہ کہ اگر جمع میں ایک اُکتا نیوالا ہو اور ہزاروں سائل ہوں تو اُس اُکتانے والے کا اثر پڑے گا اور وہ رسالت سے عاجز ہو جاتا ہے۔

این رسولان ضعیف راز گو مستمع خواہند اسرافیل خو

یعنی بدل راز گو کے رسول۔ سننے والا اسرافیل کی خصلت کا چاہتے ہیں مطلب یہ کہ یہ جوابیہ اللہ ہیں جو کہ دل راز گو کے رسول ہیں اور اُس کے رازوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہی جیہ یون چاہتے ہیں کہ ہماری باتوں کا سننے والا ایسا مستعد ہو کہ ہمہ تن ہماری ہی طرف متوجہ رہے۔

نخوتے دارند و کبری چون شہان چاکری خواہند از اہل جہان

یعنی ایک نخوت اور کبر بادشاہوں کی طرح رکھتے ہیں اہل جہان سے ملاست چاہتے ہیں

ملاوہ ہاشان بجا کہ نادری از رسالت شان چگونہ بر خوری
یعنی جب تک کہ اُنکے آداب کو تو بجا نہ آویگا اُنکی رسالت سے کس طرح پہل کہاویگا۔

کے رسانند ان امانت را بتو فانہ پاشی پیش شان را کس دو تو

یعنی وہ امانت کو تو تکسب کب پھر پناوین گے جب تک کہ تو اُنکے آگے دوہرا نہ پہنچے گا مطلب یہ ہے کہ اہل اللہ جب اپنا فیض پھر بھلتے ہیں تو اُن کا دل یہ چاہتا ہے کہ کوئی سننے والا ہو کہ بس یہ تنگوش ہو جاوے اور اُنکے پاس جو طالب ہو کر جاوے اُسکی آواہیں اور طلب کے دیکھنے کیلئے وہ اول اول ظاہر اخوت اور تکبر کرتے ہیں اور استغنا سے کام لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کسکو طلب کیا جو کیا ہو ہماری استعداد بخفی کے بھی لپٹے بس وہ اس خدمت کو طلب کیا ہیں۔ جو کہ طلب پر طالت کرے اور جو وقت تک کہ طلب معلوم نہ ہوگی اسوقت تک وہ اُس امانت کو حکم وہ اپنے اندر لئے ہوئے ہیں تم تک نہ پھر پناویس گے وہ اپنی خدمت کے طلب گار نہیں ہوتے اُن میں تکبر نہیں ہوتا اُن اول طلب دیکھتے ہیں اور یہی اُنکے آداب میں سے ہے کہ اول طلب پیدا کر لو۔ پھر دیکھئے اُنکے آداب وہ نہیں ہیں جیسے کہ اور لوگوں کے آداب جو تو ہیں بلکہ اُنکے آداب میں سے تو یہی ہے کہ اول طلب پیدا ہو جاوے بس پھر کوئی غم نہیں ہے آگے اُسکیو بیان فرماتے ہیں کہ۔

ہر اداشان کے ہمی آید پسند کا مدندہ ایشان را یوان بلند

یعنی ہر ادب اُنکو پسند نہیں آتا۔ کیونکہ وہ ایوان بلند سے آئے ہیں۔

نے گدایا نند کہ ہر خدمتے از تو دارند اے فرد منتے

یعنی وہ فقیر نہیں ہیں کہ ہر خدمت کی وجہ سے اے طالب وہ تیرا احسان لین۔ مطلب یہ کہ اُنکے لئے ہر ادب کا فی نہیں کہ بعض لوگ اُنکے ساتھ تکلف کا برتاؤ کرتے ہیں تو اُنکو یہ ادب پسند نہیں آتا بلکہ اُنکو تو وہی ایک خدمت کہ جس سے طلب معلوم ہو جاوے پسند ہے وہ کوئی فقر تو ہیں نہیں کہ جو اُسکی عزت پر کسی نے خدمت نہ کی ہو تو وہ اسی خدمت سے بھی تھکوا مسون ہو اُن کی خدمت تو جب تک اُن کی مرضی کے موافق ہو گے وہ ہرگز خوش نہیں ہو سکتے لہذا یہ ہے کہ اہل اللہ کی خدمت اسی طرح کریں جس سے اُنکو راحت ہو اور جو خدمت کہ اُنکو

پسند کوے مدد ہی خدمت سے کیا فائدہ کہ جس سے اُنکو الٹی کو فت ہو غرض کہ اُنکے کلام کے وقت کا دبا یہی ہے کہ ہم جن گوش ہو جاؤ۔ اب یہ قاعدہ تو اس امر کو متفق تھا کہ مولانا آگے کچھ دیباں کریں کیونکہ لوگ اُنکے لگے ہیں مگر مولانا اپنے نفس کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

لیک بابے رغبت ہائے ضمیر صدقہ سلطان بیفشان و انگیر
یعنی لیکن باوجود قلوب کی بے رغبتی کے صدقہ سلطان نثار کرو اور سمیٹتے مطلب یہ کہ
باوجود بے رغبتی کے بھی علوم ربانی کے بیان کو بند مت کرو اور بیان کرو۔

اسپ خود ران لے رسول آسمان در ملولان منگر و اندر جہان
یعنی لے رسول آسمانی اپنا گھوڑا چلاؤ۔ اُنکے تانے والوں میں اور جہان میں مت دیکھو۔ کیونکہ
فرخ آن تر کے کہ استیزہ نہد اسپش اندر خندق آتش جہد
یعنی مبارک ہے وہ سوار جو کہ لڑائی رکھے (باوجودیکہ) اُس کا گھوڑا آگ کی خندق میں کودے
گرم گرداندر فرس را آنچنان کہ کند آہنگ او ج آسمان
یعنی گھوڑے کو اب گرم کرے کہ وہ بلندی آسمان کا قصد کرے۔ مطلب یہ کہ لے رسول
غیبی تم اپنے فیوض کو روکو مت اور باوجود لوگوں کی بے رغبتی کے بیان کرتے ہو کیونکہ اصل سوار
تو وہی ہے کہ باوجودیکہ گھوڑا خندق آتش میں جا رہا ہے لیکن اس پر حجاز ہے تو بس تم بھی اُن
لوگوں کی بے رغبتی اور طال کو مت خیال کرو۔ بلکہ تم بیان کرتے رہو کیونکہ یہ تو صدقہ سلطان
ہے پھر کیوں کسی سے نہ بچ رہتے ہو تم تو سبکو دو اب جب کادل چلبے لے اور جو عروم ہے
اُسکو رہنے دو اُسکی وجہ سے اور حقداروں کو کیوں عروم کیا جاوے تہا دی تو یہ حالت
ہونی چاہئے کہ۔

چشم از غم و غیرت دوختہ ہچچو آتش خشک و تر را سوختہ
یعنی غم و غیرت سے آنکھ کی طرح خشک و تر سبکو آگ لگائے ہوئے۔
گریشمانی برد عیبے کند آتش اول در پشیمانی زند
یعنی اگر پشیمانی برد عیبے کند۔ اول تو پشیمانی ہی میں آگ لگا دے۔

خود پشیمانی نہ روید از عدم چون بہ بیند گرمی صاحب دم

یعنی خود پشیمانی عدم سے پیدا نہیں ہوتی ہے جبکہ وہ صاحب دم کی گرمی کو دیکھ لیتی ہے۔ مطلب یہ کہ رسول حق کی توبہ حالت ہونی چاہئے کہ وہ غیر حق سے اور غیرت سے سب سے آنکھ کو بند کرے بس خدا کی واسطے سارے کام کرے اور یہ نہ سوچے کہ کسی کو نفع ہوا ہے یا نہیں کہ اسی سے توبہ پشیمانی ہوگی کہ افسوس پہنے ضلوع ہی محنت کی۔ بس یہ سمجھے کہ یہ کام خدا کے لئے کر رہا ہے میں اور خدا ثواب دیگا۔ تو پھر خواہ کوئی سننے یا نہ سننے ثواب ملے گا۔ پھر پشیمانی کیسی یکجہب کوئی سرگرمی سے کام میں لگا ہو تو پھر اس کے پاپشیمانی بھی نہیں آتی پشیمانی بھی ان ہی کے پاس آتی ہے جو کہ دھل مل لگتے ہیں تو بہ سمجھ لو۔ بس کام میں لگے جو اور خوب علوم و معارف کو بیان کر دے کیسے سننے نہ سننے کی پرواہ مت کرو کہ تمہارا کام بھونچا ہو اور خدا اس کام کو اجر دے گا۔ وہ ہر وقت میں تلو ملیگا خواہ کوئی سننے یا نہ سننے۔ خوب سمجھ لو۔ یہ بیان کسیکو شبہ ہو کہ بھلا پشیمانی کو کیا خبر کہ یہ سرگرمی سے کام میں لگا ہوا ہے اور یہ لا پرواہی سے جو وہ ان حد و زن میں فرق کر لے گی۔ اور سرگرمی والے کے پاس نہ آوے گی اور دوسرے کے پاس آوے گی اگے اسی کا جواب ہے۔

خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ دیکھو حیوانات باوجود غیر ذی عقل ہونیکے اپنے دشمنوں کو پہچانتے ہیں اور دشمن دوست میں فرق کرتے ہیں تو اسیر پشیمانی بھی جانتی ہے اور سرگرم رہ رہ کر اور غیر کو خوب جانتی ہے۔ خوب یاد رکھو۔ اب آگے اسکو بیان فرماتے ہیں۔

قد تم الربع الثالث من الفتر الثالث من المشوق العقی ولله الحمد